My Telegram Channel : New Madarsa

حل سوالات ہفتم برائے دورۂ حدیث

الکاملة

لحلِّ اسئلة

الکتب الخمسة

مشکوٰة
ھدایة آخرین
شرح عقائد
نخبة الفکر
سراجی

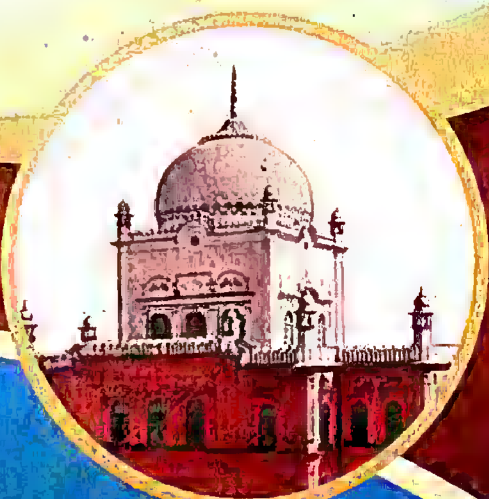

پسند فرمودہ
حضرت مولانا مزمل علی صاحب قاسمی
سابق استاذ دارالعلوم دیوبند
وشیخ الحدیث جامعة الشیخ حسین احمد مدنی

مرتبین
مولانا عبیداللہ قاسمی، مولانا عمادالدین محبوب قاسمی
فاضلان دارالعلوم دیوبند

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ۲۴۷۵۵۳

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں:۔

تفصیلات

نام کتاب: الكاملة لحل أسئلة الكتب الخمسة

مرتبین: مولانا محمد عماد الدین محبوب قاسمی گوائن گھاٹ، مولانا محمد عبید اللہ (بایزید) قاسمی جی گنج، لاخی

موبائل نمبر: +91-8171207015

+91-7417810504

سن اشاعت: ۲۰۱۸ء، مطابق ۱۴۳۹ھ

تعداد صفحات: ۵۲۴

کمپوزنگ: مولوی محمد شعیب قاسمی بجنوری

موبائل نمبر: +91-9719100725

ناشر: نعیمیہ اسلامک اسٹور دیوبند، یوپی، الہند

Ph:(017336)223294(0),224703(R)

E-mail:naimia book depot @ yahoo.COm

whats:+91-9756202118,+91-9897949325

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انتساب

(۱) ہم دونوں بندے اس سعی متبرک وگلدستہ کو از ہر ہند مادر علمی عالم اسلام کی عظیم الشان علمی ودینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند اور علمی وتربیتی ادارہ جامعہ مدنیہ باری دارا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(۲) ہمارے مشفق والدین کی طرف منسوب ہے جن کی بے پایاں شفقتیں، اور عنایتیں، اور آہ سحر گاہی، تحصیل، وتکمیل علوم نبوت کے تمام مراحل میں ہمہ وقت ہمارے ساتھ رہیں اور جس کا سلسلہ ہنوز برقرار ہے۔

(۳) تمام اساتذہ کرام کی طرف منسوب ہے جن کی مخلصانہ تربیت اور دعاؤں نے ہمیں راہ حق پر قائم رکھا ہے، جن مین قابل ذکر دارالعلوم دیوبند اور جامعہ مدنیہ باری دارا کے تمام اساتذہ کرام خصوصا استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری، اور حضرت مولانا نور حسین قاسمی دامت برکاتہم العالیہ کی طرف منسوب ہے۔

۞۞۞۞

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس کتاب کی چند خصوصیات

(۱) مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے داخلہ امتحان برائے دورۂ حدیث شریف کے کتب خمسہ (مشکوۃ، ہدایہ و شرح عقائد، نخبۃ الفکر، سراجی) کے ۱۴۲۴ھ سے لے کر ۱۴۳۸ھ تک پندرہ سالہ پرچہ سوالات مع جوابات کو باترتیب سہل انداز میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۲) عربی عبارت کو صحیح اعراب سے مزین کیا گیا ہے۔

(۳) ہر عبارت کا بامحاورہ ترجمہ کیا گیا۔

(۴) پرچہ سوالات کے جواب 'الف' 'ب' 'ج' کے عنوان پر باوضاحت لکھے گئے ہیں۔

(۵) ہر جز کے جواب سے پہلے مختصر عنوان قائم کیا گیا ہے۔

(۶) فقہی مسائل میں ائمہ کرام کے دلائل وہی پیش کئے گئے ہیں جو اہم اور صحیح ہے۔

(۷) یہ کتاب ایسے انداز پر لکھی گئی کہ کوئی طالب علم متن کتاب کو سامنے رکھتے ہوئے از اول تا آخر حل کرے تو ان شاء اللہ تعالی ان کے لئے فلاح یابی کی توقع ہے۔

(۸) سوالات مع جوابات کے ساتھ ساتھ سن کی صراحت بھی اچھے انداز سے ترتیب وار پیش کئے گئے ہیں۔

(۹) ہر سوال کی عبارت متن کے کس صفحہ پر ہیں یہ بھی بتلایا گیا۔

(۱۰) تقریر نہایت آسان سہل اردو میں آسان تعبیرات سے دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تلك عشرة كاملة. وجه تسمية هذا الكتاب: لما اشتمل هذا الكتاب على عشرة مزايا كاملةً سمّيناه ب"الكاملة"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذي لا يرجىٰ لكشف الشدائد الاهو، والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى اله وصحبه اجمعين.

أما بعد:

دارالعلوم دیوبند عالم اسلام کا مشہور دینی وعلمی مرکز ہے برصغیر میں اسلام کی نشر واشاعت کا یہ سب سے بڑا ادارہ ہے اور دینی علوم کی تعلیم کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے، دارالعلوم دیوبند سے ہر دور میں ایسے باکمال فضلاء تیار ہوکر نکلے جنہوں نے وقت کی دینی ضرورت کے تقاضوں کے مطابق صحیح دینی عقائد اور علوم دینیہ کی نشر و اشاعت کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں یہاں کے فضلاء برصغیر اور برصغیر کے باہر تقریبا پوری دنیا میں علمی ودینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔اور ہر جگہ ان کو ممتاز حیثیت سے مسلمانوں کی دینی رہنمائی کا مقام حاصل ہے، دارالعلوم دیوبند نہ صرف تعلیم کا ایک مرکزی درس گاہ ہے، بلکہ اسلامی تہذیب وثقافت اور دینی تربیت کا بین الاقوامی مرکز بھی ہے، اس کے فضلاء تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہے، اور اس مکتب فکر کے ماننے والے پوری دنیا میں پائے جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں دینی تعلم حاصل کرنے کو عالم اسلام کے تمام طلبہ اپنے باعث فخر سمجھتے ہیں اسلئے سال کے شروع میں جب داخلہ امتحان کا وقت ہوتا ہے تو پوری دنیا سے طلبہ کی ایک بڑی تعداد انتہائی جدوجہد کے ساتھ سفر اور دوسری پریشانیوں کو جھیلنے کے باوجود داخلہ امتحان میں شریک ہوتی ہے، اور شرکت سے پہلے امتحان کی تیاری کرتے ہیں تو اس موقع پر چونکہ کتابوں کا ایک انبار طالب علم کے سامنے موجود ہوتا ہے ہر ایک گویا زبان حال سے یہ فرمائش کرتا ہے کہ اگر امتحان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

داخلہ میں کامیاب ہوکر سرخ رو ہونا چاہتے ہو اور زمانہ میں ایک مقام اور بزم رونق چاہتے ہو تو مجھے یاد کئے بغیر چارہ نہیں اور کتابوں کی یہ فریاد ہوتی ہے اور دوسری طرف بیچارہ طالب علم اسباب کے سیل رواں کا سامنا کرتا ہے الغرض زندگی کے اس نازک موڑ پر پہونچ کر طالب علم کسی ایسی تدبیر کی کوشش کرتا ہے جس سے اس نازک صورت حال سے نجات پاسکے طالب علم کی اس نازک حالت بے کسی اور پریشانیوں کے بحر بے کنار کو دیکھتے ہوئے ہم (بحمد اللہ وتوفیقہ) دونوں نے متعدد متون اور شروحات کا مطالعہ کر کے نہایت جانفشانی اور عرق ریزی کے ساتھ طلبہ کیلئے ایک مختصر جامع رسالہ بنام "الكاملة لحل أسئلة الكتب الخمسة" (۱) مشکوۃ شریف (۲) ہدایہ (۳) شرح عقائد (۴) نخبۃ (۵) سراجی، کے پرچہ سوالات وجوابات کو بترتیب ہجری ۱۴۲۴ھ سے لیکر ۱۴۳۸ھ تک پندرہ سالہ مجموعہ معتبر ومستند کتابوں سے حل کیا، ہمیں پوری توقع ہے کہ طلبہ عزیز اسے پڑھ کر کافی فائدہ محسوس کریں گے اور اگر طلبہ کو تھوڑا سا فائدہ بھی اس مختصر کتاب سے ہو جائے تو ان سے یہ درخواست ہے کہ وہ ہمیں اور ہمارے والدین واساتذہ ورفقاء کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اب قارئین سے گزارش یہ ہے کہ ہم ناچیزوں نے اس کتاب پر ہر طرح کی خوبیوں سے آراستہ کرنے کی مکمل کوشش کی ہے ہر قسم کے زیورا سکے جسم پر سجائے ہیں۔ اور کتاب کو ہر قسم کی غلطیوں سے بچانے کی حتی الامکان کوشش کی ہے۔ بایں ہمہ اگر بھول چوک یا ترتیب مضمون میں ضعف یا افہام وتفہیم میں سقم نظر آئے تو قارئین سے التماس ہے کہ طعن وتشنیع اور تنقید کا نشانہ بنائے بغیر بغرض اصلاح مولفین وناشر کو مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ طباعت میں اسکی تصحیح کی جائے، صمیم قلب سے ان حضرات کے مشکور ہونگے اور ہم ان تمام دوست واحباب کے بھی تہ دل سے ممنون ومشکور رہیں جو اس کتاب کی تکمیل میں کسی نہ کسی حیثیت سے شریک رہے خصوصا محمد معصوم احمد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بیانی بازاری کے کہ موصوف نے لکھنے کے دواران ہم پر بہت احسان کیا۔

اخیر میں ہم اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور اسکا فائدہ عام وتام فرمائیں اور ہمارے لئے دار عقبی میں نجات کا ذریعہ بنائے۔

آمین یارب العالمین۔

مرتبین:

مولانا محمد عماد الدین محبوب قاسمی گوائی گھاٹ، مولانا محمد عبید اللہ قاسمی حبیب گنج، لاخی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حـامـدا و مـصـلیا: ،امابعد کثرت علم اور اسکی اشاعت بحمد اللہ اسی امت کا امتیاز ہے اور اللہ تعالی سے رہتی دنیا تک اس کی امید ہے۔

بحمد اللہ عزیزان گرامی مولوی عماد الدین ومولوی عبید اللہ (بایزید) حفظہما اللہ کتاب ”الـکـامـلة فی حل سوالات کتب الخمسة“ کی ترتیب دی ہے جو امید افزاء اور خوش کن ہے یہ کتاب طلبہ عزیز کیلئے از حد مفید ثابت ہوگی اور مادر علمی میں داخلہ لینے کیلئے معین ہوگی۔

ان دوعزیزوں کی یہ کاوش ایک طالب علمانہ ہے اسے اصلاح کی نیت سے تو دیکھا جاسکتا ہے نہ کہ نقد وتبصرہ کی غرض سے۔

ربِّ کائنات سے دعا ہے کہ یہ کتاب طلبہ کیلئے مفید ثابت ہو اور مؤلفین کیلئے ذخیرۂ آخرت بنے، مزید علمی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

فرید الدین القاسمی غفرلہ

خادم تدریس دار العلوم وقف دیو بند ۸/اپریل ۲۰۱۸ء

۲۰/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تقریظ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم أما بعد

آج پوری دنیا میں مادرِ علمی دار العلوم دیوبند کی علمی خدمات مقبول ہیں اور مادرِ علمی کو بجا طور پر یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں سے فارغ ہونے والے علماء کرام کی جماعت پوری دنیا میں بتوفیق الٰہی مختلف طرزوں پر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج ہر طالب علم کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اپنے کو فضلاء دار العلوم کی صف میں لاکر کھڑا کر دیں جس کے لئے وہ ہندوستان کے جس علاقہ میں بھی ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے ہوتے ہیں ان کی نظر مادرِ علمی پر رہتی ہے اور خود کو مادرِ علمی کے لئے تیار کرتے رہتے ہیں، لیکن دار العلوم میں داخلہ کے متمنی طلبۂ عزیز کی تعداد اتنی کثیر ہوتی ہے بہت اچھے ہی طلبہ خود کو مادرِ علمی میں داخل کرا پاتے ہیں، یہاں اور جماعتوں کے مقابلہ دورۂ حدیث شریف میں داخلہ کے متمنی طلبہ زیادہ ہوتے ہیں؛ کیوں کہ عام طور پر وہ موقوف علیہ تک کی تعلیم اپنے اپنے علاقہ میں حاصل کر لیتے ہیں اور پھر مادرِ علمی کا رخ کرتے ہیں، لیکن یہاں آکر اچھے اچھے طلبہ ناکام ہو جاتے ہیں جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ یہاں کے انداز سوالات سے ناواقف ہوتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس امتحان کی تیاری کے لئے وقت کی قلت بھی ہوتی ہے لہٰذا اس تھوڑے سے وقت میں موقوف علیہ کی تمام کتابوں کو از اول تا آخر یاد کر لیا جائے بہت مشکل ہے، اسی طرح مشکوۃ شریف میں زیرِ تعلیم طلبہ کو بھی سالانہ امتحانات میں وقت کم مل پاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ چند سالوں سے طلبہ میں پچھلے امتحانات کے سوالات حل کرنے کا رجحان بڑھا ہے اور بازار میں مختلف کتابوں کے نوٹس دستیاب ہیں۔

مذکورہ اغراض و مقاصد کے پیشِ نظر برادرم مولانا عماد الدین اور مولانا عبید

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ فاضلان دارالعلوم دیوبند نے بڑی محنت اور لگن کے ساتھ موقوف علیہ کی پانچ کتابوں کے نوٹس کو ایک ساتھ جمع کیا ہے اور تقریبا پچھلے پندرہ سالوں کے سوالات کو مستند کتابوں کی روشنی میں ان کا حل پیش کرنے کی کوشش کی ہے، بندہ نے مختلف جگہوں پر نظر ڈالی، اندازہ ہوا کہ یہ نوٹس جس کا نام ''الکاملۃ لحل أسئلۃ الکتب الخمسۃ'' ہے دورۂ حدیث شریف میں داخلے کے متمنی طلبہ کے لئے بالخصوص اور مشکوۃ شریف کے طلبہ کے لئے بالعموم نفع بخش ثابت ہوگی، یہ مرتبین کی پہلی علمی کاوش ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالی اس کو قبول عام عطا فرمائے اور طلبۂ عزیز کے لئے کار آمد بنائے۔ آمین

دعا گو

محمد آصف اقبال قاسمی بھاگلپوری

ناظم تعلیمات جامعۃ الشیخ حسین احمد المدنی دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱)مشکوۃ.................................۳
(۲)ہدایۃ آخرین............................۱۷۷
(۳)شرح عقائد.............................۲۷۷
(۴)نخبۃ الفکر..............................۳۶۱
(۵)سراجی..................................۴۵۶

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فہرست

سوالات وجوابات ۱۴۳۸ھ ۳

سوالات وجوابات ۱۴۳۷ھ ۲۱

سوالات وجوابات ۱۴۳۶ھ ۳۵

سوالات وجوابات ۱۴۳۵ھ ۴۸

سوالات وجوابات ۱۴۳۴ھ ۶۴

سوالات وجوابات ۱۴۳۳ھ ۷۲

سوالات وجوابات ۱۴۳۲ھ ۸۴

سوالات وجوابات ۱۴۳۱ھ ۹۳

سوالات وجوابات ۱۴۳۰ھ ۱۰۳

سوالات وجوابات ۱۴۲۹ھ ۱۱۱

سوالات وجوابات ۱۴۲۸ھ ۱۲۵

سوالات وجوابات ۱۴۲۷ھ ۱۳۳

سوالات وجوابات ۱۴۲۶ھ ۱۴۴

سوالات وجوابات ۱۴۲۵ھ ۱۵۴

سوالات وجوابات ۱۴۲۴ھ ۱۶۷

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۸ھ

سوال اول رص ر۳۵

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيْهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنَّصِيْحَةُ لِلْمُسْلِمِيْنَ وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيْطُ مِنْ وَرَائِهِمْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔

(ج) حدیث کے ہر ہر جزء کی تشریح کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندہ کو تروتازہ رکھے (یعنی اس کی قدر ومنزلت بڑھائے اور دین ودنیا میں اس کو بہت زیادہ خوش وخرم رکھے) جس نے میری بات (حدیث) سنی، اور پھر اس کو یاد کیا اور ہمیشہ یاد رکھا اور پھر اسکو جس طرح سنا تھا اسی طرح لفظ بلفظ دوسرے لوگوں تک پورا پورا پہنچایا (یعنی الفاظ حدیث کی بھی روایت کی اور اس کے معنی ومراد اور مطالب بھی بتائے اور سمجھائے) پس بعض حامل فقہ، فقیہ نہیں ہوتے۔ اور بعض حامل فقہ اس شخص تک پہنچا دیتے ہیں جو اس سے بڑا فقیہ ہوتا ہے (اور دیکھو) تین چیزیں ایسی ہیں جن پر مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا۔ (ایک چیز تو) عمل کا خالص اللہ کے لئے کرنا اور (دوسری چیز) مسلمانوں کے حق میں خیرخواہی کرنا۔ اور (تیسری چیز) مسلمانوں کی جماعت سے چمٹے رہنا، کیونکہ ان (مسلمانوں) کی دعا سب طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق:

(۱) نَضَّرَ: یہ ماضی معروف سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، مادہ (ن،ض،ر) من باب تفعیل نضّر الله احدا تروتازہ بنانا۔

(۲) مَقالة: یہ مصدر ہے، مادہ (قول) قال یقول قولاً وقالاً وقیلا وقولةً ومقالاً ومقالةً کہنا، بولنا، بکذا حکم کرنا۔ عن کذا، روایت کرنا۔

(۳) حَفِظَ: یہ ماضی معروف سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، من باب سمع یسمع مادہ (ح،ف،ظ) حِفظاً الشیئ ضائع ہونے سے بچانا۔ الکتاب زبانی یاد کرنا۔ السرَّ چھپانا۔

(۴) ادّی: یہ ماضی معروف سے واحد مذ غائب کا صیغہ ہے، من باب تفعیل، مادہ (أ،د،ی) تادیة الشیئ پہونچانا، ادا کرنا۔

(۵) حامل: یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے، مادہ (حمل) من باب ضرب یضرب حملاً وحملاناً الشیئَ علی ظهره۔ اٹھانا، القرآنَ یاد کرنا، العلمَ روایت کرنا، نقل کرنا۔

(۶) افقه: یہ اسم تفضیل ہیں، فِقهٌ سے فَقُهَ (من باب کرم یکرم) فقہ جاننا، فقیہ ہونا، تفقه الرجل علم فقہ سیکھنا اور حاصل کرنا، و الفقیه بہت سمجھدار، ذکی عالم۔

(۷) النصیحة: اسم مصدر بمعنی اخلاص، خیر وصلاح کی طرف بلانا، اور شر وفساد سے روکنا، مادہ (ن،ص،ح) جمع نصائح۔

(۸) الدعوة: یہ مصدر ہے بمعنی پکار، قسم کہا جاتا ہے هو منی دعوة الرجل یعنی وہ مجھ سے قریب ہے الدعاء، دعا کا مصدر ہے مادہ (د،ع،و) جمع ادعیة۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۹) لا یغل: یہ واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے بحث نفی فعل مضارع معروف، مادہ (غ، ل، ل) غل یغل من باب ضرب یضرب غلاً صدرہ' کینہ والا ہونا۔

(۱۰) وعیٰ: یہ واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، مادہ (و، ع، ی) بمعنی غور کرنا یاد کرنا، من باب ضرب یضرب یقال وعیٰ الحدیث یعنی حدیث یاد کیا۔ (مصباح اللغات و معجم الوسیط وغیرہ)

(ج)

حدیث کے ہر ہر جزء کی تشریح:

نضر الله عبداً سمع مقالتی:

یعنی بڑی مقدار میں علم و معرفت عطا فرمائے، لوگوں کے درمیان مقام و مرتبہ نصیب ہو، آخر میں انعام و اکرام سے نوازا جائے، محدثین فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی یہ دعاء قبول ہو چکی ہے، یہی وجہ ہے کہ حدیث سے اشتغال رکھنے والے عام طور پر خوبصورت اور وجیہ نظر آتے ہیں۔

فحفظها ووعاها:

دل میں اسکو محفوظ کر لیا یا لکھ کر اسکو محفوظ کر لیا، حافظ ابن حجرؒ زبان سے حفاظت مراد لیتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ حفظها کے معنی، حدیث کے موجبات پر عمل کرنا ہے، جیسے قرآن کریم میں ہے ﴿الحافظون لحدود الله﴾ یعنی اللہ کے فرائض پر عمل کرنے والے۔

فرب حامل:

یہاں سے حدیث کے نقل کرنے کا فائدہ بتا رہے ہیں، مطلب یہ ہے کہ بعض حدیث کو یاد رکھنے والا زیادہ سمجھ دار نہیں ہوئے، اور وہ مسائل کے استنباط پر قدرت نہیں رکھتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لیکن جن کے سامنے وہ حدیث کو بیان کرتے ہیں، وہ بہت زیادہ سمجھ دار اور مسائل کے استنباط پر قادر ہوتے ہیں لہذا حدیث سننے والے کو چاہیے کہ جس طرح حدیث سنی ہے اس کو محفوظ رکھ کر دوسروں تک پہنچائے، اگر کوئی اللہ کا بندہ اس سے حدیث سن کر اس میں سے مسائل نکالا، تو اس سنانے والے کو بھی استنباط مسائل کا ثواب ملے گا۔

ثلاث لایغل علیھن :

مراد تین خصلتیں ہیں، یعنی ان کو ہر مسلمان اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے۔

اخلاص العمل:

یعنی کوئی بھی نیک عمل اور اچھی بات کرتے وقت صرف اللہ تعالی کی رضا و خوشنودی کو سامنے رکھنا، یہاں تک کہ کچھ بھی دنیاوی فائدہ تو الگ رہا کسی اخروی فائدہ کا بھی لالچ اس کی غرض میں شامل نہ ہونے پائے۔ پس کوئی بھی عمل صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے کیا جائے، اخلاص کا پہلا درجہ ہے جو اہل ایمان میں عوام کا ہے اور یہا تک کہ کچھ بھی دنیاوی فائدہ تو الگ رہا، کسی اخروی فائدہ کا بھی لالچ اس کی غرض میں شامل نہ ہونے پائے، اخلاص کا دوسرا اور اعلی درجہ ہے جو خواص کا ہے۔ (مظاہر حق)

والنصیحۃ للمسلمین:

نصیحت کے معنی خیر خواہی کے ہیں، تمام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا چاہیے، ان کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا چاہیے، ان کی پردہ پوشی کرنا چاہیے۔

ولزوم جماعتھم :

اعتقاد اور عمل صالح میں مسلمانوں کی موافقت مراد ہے۔

فان دعوتھم:

مطلب یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ جو جڑا رہتا ہے تو جماعت کی دعاء اس کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ساتھ رہتی ہے اور وہ شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رہتا ہے۔ (خلاصہ مرقات رص ۲۸۹)

سوال ثانی رص ۱۱۵ر

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ؓ لَيْلَةً إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّيْ الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ وَيُصَلِّيْ الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ بِصَلٰوتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّيْ لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَّاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِيْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ تَقُوْمُوْنَ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کر کے بتائیں کہ اس حدیث شریف میں کونسی نماز کا تذکرہ ہے۔

(ج) نعمت البدعۃ اور والتی تنامون الخ کی تشریح کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری فرماتے ہیں کہ میں (رمضان المبارک کی) ایک رات حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا (تو ہم نے دیکھا) کہ لوگ بکھرے ہوئے متفرق تھے۔ کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ مل کر نماز پڑھ رہا تھا (یعنی الگ الگ تراویح کی نماز پڑھ رہے تھے) تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر میں ان کو ایک قاری کے پیچھے جمع کردوں تو یہ زیادہ مناسب ہوگا، پس آپؓ نے اسکا ارادہ فرمایا اور تمام لوگوں کو حضرت ابی بن کعبؓ کے پیچھے جمع کردیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد میں گیا تو دیکھا کہ وہاں سب لوگ اپنے امام (یعنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابی بن کعب) کی اقتداء میں نمازِ تراویح پڑھ رہے تھے، تو عمرؓ نے (دیکھ) کر فرمایا کہ یہ اچھی بدعت ہے اس وقت کی نماز جب تم سوتے رہتے ہو اس نماز سے بہتر ہے، (حضرت عمرؓ کی مراد یہ تھی کہ تراویح کی نماز آخری شب میں پڑھنا اول شب سے زیادہ بہتر ہے یہ اسلئے فرمایا کہ لوگ اول شب میں پڑھ لیا کرتے تھے)۔

(ب)

خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق:

(۱)أوزاع :بمعنی جماعتیں (اسکا واحد نہیں ہیں)اوزاع بسکون الواو وبعدها زاء أی فرق متفرقین ۔

(۲)متفرقون :یہ اسم فاعل سے جمع مذکر کا صیغہ ہے، مادہ (فرق) تفرق یتفرق تفرقاً یعنی جدا ہونا، کہا جاتا ہے تفرقت بهم الطرق ہر ایک ایک راستہ کو ہوگیا۔

(۳)صلّی :صلّ صلاة یعنی دعا کرنا، نماز پڑھنا۔ اللّٰہ علیہ برکت دینا، اچھی تعریف کرنا۔ صلّی فلان ای دعا، ویقال صلّی اللّٰه علیه ودعاله بالخیر. وفی التنزیل العزیز ﴿وصل علیهم إن صلاتک سکن لهم﴾

(۴)الرهط : الرَّهْط والرَّهَط ۔ آدمی کی قوم اور قبیلہ تین سے دس تک کا گروہ جسمیں کوئی عورت نہ ہو اور اس لفظ کا واحد نہیں، جمع :اَرْهُط واَرْهَاط جمع الجمع اراهیط واَرَاهِطُ اور جب رهط کی جانب عدد کی اضافت ہوتی ہے تو اسے مراد اشخاص وافراد ہوتے ہیں جیسے عشرون رهطا۔

(۵)أمثل:الامثل یعنی افضل جمع اماثل ومُثُلٌ مؤنث مثلیٰ.اماثل القوم یعنی قوم کے برگزیدہ لوگ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۶)عزم: یہ ماضی معروف سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے بمعنی باب ضرب یضرب ،عزماو عُزما ومعزماً پختہ ارادہ کرنا۔الرجل کوشش کرنا۔الامر واجب ہونا۔فلان علی فلان قسم دینا۔

(۷)تنامون: مضارع معروف سے جمع کا صیغہ ہے،نام ینام نوماو نیاما: اونگھنا یا سونا،مرنا۔اوراسم ہیں النیمة۔نامت السوق یعنی بازار کا ماند پڑنا۔

(۸)الافضل: فضل میں بڑھا ہوا جمع افضلون و افاضل مونث فضلی جمع فضلیات .فُضَلٌ۔

(ب)مذکورہ حدیث میں نماز سے مراد نماز تراویح ہیں۔

(ج)

نعمت البدعةاور التی تنامون الخ کی تشریح:

نعمت البدعت الخ کی تشریح:

حضرت عمرؓ نے فرمایا"نعمت البدعة ہذہ"مطلب یہ تھا کہ اس جماعت کا مقرر ہونا اچھی بدعت ہے،یہ مقصد نہ تھا کہ اصل جماعت بدعت ہے،کیوں کہ اصل جماعت تو آپ ﷺ سے ہی ثابت ہے،ایک امام کے پیچھے تمام لوگوں کا اکٹھا ہونا سیدنا صدیق اکبرؓ کے دور میں نہیں تھا،بلکہ لوگ تنہا تنہا یا ٹولیوں کی شکل میں بٹ کر جماعت سے تراویح پڑھتے تھے،حضرت عمر نے اپنے دور میں تمام لوگوں کو ایک امام کے تابع کیا یہ نیا عمل تھا،لیکن یہ کوئی اصطلاحی بدعت نہیں ہے،بلکہ لغوی بدعت ہے یعنی"الامور البدیع ہے،حضرت عمرؓ کا کسی طریقہ کو رائج کرنا بدعت نہیں ہوسکتا،بلکہ وہ سنت کہلائے گا۔(فیض مشکوۃ)

التی تنامون الخ کی تشریح:

جس نماز سے لوگ سوتے رہتے ہیں وہ اس نماز سے افضل ہے جس کو وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پڑھتے ہیں یعنی رمضان میں تراویح سے افضل تہجد ہے، پس لوگوں کو چاہئے کہ جس طرح تراویح اہتمام سے پڑھتے ہیں تہجد بھی پڑھیں، اس ارشاد سے یہ بات صاف ہوگئی کہ تراویح تہجد کی نماز نہیں ہے بلکہ یہ دو الگ الگ نمازیں ہیں، ایک کا وقت سونے سے پہلے اور دوسری کا سونے کے بعد مزید تفصیل تحفۃ القاری جلد ۳ ص ۱۷۴

سوال ثالث ص ۳۱۶

جَاءَ الْاَسْلَمِيُّ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَشَهِدَ عَلٰى نَفْسِهٖ أَنَّهُ اَصَابَ اِمْرَأَةً حَرَامًا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ يُعْرِضُ عَنْهُ فَأَقْبَلَ فِي الْخَامِسَةِ فَقَالَ أَنِكْتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ حَتّٰى غَابَ ذٰلِكَ مِنْكَ فِي ذٰلِكَ مِنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ كَمَا يَغِيبُ الْمِرْوَدُ فِي الْمُكْحَلَةِ وَالرِّشَاءُ فِي الْبِئْرِ ...... ثُمَّ سَارَ سَاعَةً حَتّٰى مَرَّ بِجِيفَةِ حِمَارٍ شَائِلٍ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ أَيْنَ فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَقَالَا: نَحْنُ ذَانِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ: انْزِلَا فَكُلَا مِنْ جِيفَةِ هٰذَا الْحِمَارِ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق اور مرادی معنی بیان کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: (حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں) کہ (ماعز) اسلمی حضور ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور انھوں نے اپنے خلاف چار مرتبہ اس بات کی گواہی دی کہ انھوں نے ایک عورت سے حرام کاری کی ہے، آپ ﷺ ہر مرتبہ ان سے منھ پھیر لیتے تھے، پانچویں مرتبہ میں آپ ﷺ نے انکی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ کیا تو نے اس سے وطی کی ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں تک کہ تیری جانب سے وہ عورت کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے پاس سے گزرے جس کے پیر اٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں اور فلاں کہاں ہیں، دونوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم یہیں ہیں، آپ نے فرمایا کہ تم دونوں اترو اور اس گدھے کی لاش سے کھاؤ۔

(ب)

خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق اور مرادی معنی:

(۱) الأسلمی: اسلم یسلم اسلاما بمعنی فرمابردار ہونا، دین اسلام اختیار کرنا، من باب افعال، اَسْلَمُ یعنی آفات سے بہت محفوظ، مؤنث سُلمی، یہاں اسلمی سے مراد حضرت ماعز اسلمیؓ۔

(۲) شهد: بکسر الهاء وفتح الدال، من باب سمع یسمع، شهد یشهد شهودا علی کذا، گواہی دینا مجلس میں حاضر ہونا، یہاں مراد ہیں اپنی نفس پر گواہی دینا۔

(۳) أصاب: اصاب یصیب من باب افعال، جیسے اصاب السهم تیر کا نشانہ پر لگنا، الرجل درست کرنا، الشیَٔ پانا۔ یہاں أصاب امرأة میں جماع مراد ہیں۔

(۴) أنكتها: من باب نصر ینصر نکت الارض بقضیب اوبأصبعه سوچ کی حالت میں چھڑی یا انگلی سے زمین کو کریدنا، الناسَ بالحصی زمین پر کنکری پھینکنا، الفرس گھوڑے کا اچھلنا، کہا جاتا ہے مرّ الفرسُ ینکت گھوڑا اچھلتا ہوا گزرا۔ یہاں أنِكْتَهَا سے مراد ہیں، کیا تو نے اس عورت کے ساتھ صحبت کی ہے؟

(۵) المرود: بکسر المیم وفتح الواو بمعنی سرمہ کی سلائی، لگام کے حلقہ کا لوہا، چرخی کا ڈنڈا جس پر چرخی گھومتی ہے۔

(٦) المكحلة: بضم المیم وسکون الکاف بمعنی سرمادانی، یہاں قوله "

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یغیب المرود فی المکحلة" سے جماع مراد ہیں۔

(۷) الرّشاء: بکسر الراء المشددة وفتح الشین بمعنی رسی، ڈول کی رسی، جمع اَرْشِیَة یقال اتبع الدلو رشائها ڈول کے پیچھے رسی بھی کرو۔ یہاں "والرّشاء فی البئر" سے جماع مراد ہیں۔ (معجم الوسیط، مصباح اللغات، وغیرہ)

سوال رابع ص ۲۴۶/۲۴۹

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُخَابَرَةِ وَالْمُعَاوَمَةِ وَالثُّنْيَا وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا: وَعَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَسِيْرُ عَلٰى جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَعْيٰى فَمَرَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِهٖ فَضَرَبَهُ فَسَارَ سَيْرًا لَيْسَ يَسِيْرُ مِثْلَهُ ثُمَّ قَالَ بِعْنِيْهِ بِوُقِيَّةٍ قَالَ فَبِعْتُهُ فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهُ إِلٰى أَهْلِيْ فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِيْ ثَمَنَهُ:

(الف) دونوں حدیثوں پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق اور مرادی معنی تحریر کر کے دونوں حدیثوں میں اگر کہیں تعارض ہو تو اس کو دور کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: (۱) حضرت جابرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے محاقلہ اور مزابنہ اور مخابرہ اور معاومہ سے اور استثناء کرنے سے (یعنی بوقتِ بیع نا معلوم مقدار کا استثناء کرنا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے عرایا میں۔ (مسلم)

(۲) حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنے اونٹ پر سفر کر رہے تھے جو کہ تھک (کر سست رفتار ہو) چکا تھا، سو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے (اور دیکھا کہ اونٹ تھک چکا ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹ کو مارا۔ تو پھر وہ اس طرح (تیز رفتار) چلنے لگا کہ دوسرا اونٹ اس کے مانند نہیں چلتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (تیز رفتاری) کے بعد فرمایا: تم اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(کرسست رفتار ہو) چکا تھا، سو نبی اکرم ﷺ ان کے پاس سے گزرے (اور دیکھا کہ اونٹ تھک چکا ہے) تو آپ ﷺ نے اس اونٹ کو مارا۔ تو پھر وہ اس طرح (تیز رفتار) چلنے لگا کہ دوسرا اونٹ اس کے مانند نہیں چلتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس (تیز رفتاری) کے بعد فرمایا: تم اس کو ایک اوقیہ چاندی کے عوض مجھ کو فروخت کردو۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو وہ اونٹ فروخت کردیا اور اپنے گھر پہونچنے تک اس پر سوار ہونے کو مستثنی کرلیا، چنانچہ جس وقت میں مدینہ آ گیا تو میں آپ ﷺ کے پاس اونٹ لے کر حاضر ہوا اور آپ ﷺ نے مجھکو اس کی قیمت عنایت فرمائی۔

(ب)

خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق اور مرادی معنی:

(۱) محاقلہ کی لغوی معنی: محاقلۃ یہ حقل بمعنی زرع (کھیتی) سے مفاعلہ کا مصدر ہے۔

اس کی مرادی معنی میں مختلف اقوال ہیں۔

(۱) مشہور معنی یہ ہے کہ خوشہ کے اندر جو گیہوں ہے اس کو کٹے ہوئے گیہوں سے بیچنا۔

والمحاقلتان بیاع الزرع بالقمح واستکراء الارض بالقمح.

(۲) بعض نے اس کی تفسیر مزارعہ بالثلث والربع سے کی ہے۔

(۳) بعض نے کہا کہ کھیتی کو پختہ ہونے سے پہلے فرخت کرنا۔

(۲) المزبنۃ: مزابنہ کی لغوی معنی:

مزابنہ زبن سے مفاعلہ کا مصدر ہے، جس کا معنی ہیں، دفع شدید،

مرادی معنی: المزابنۃ ھی بیع الثمار علی رؤس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الاشجار بالتمر المجذوذ خرصا، یعنی درخت پر جو کھجور ہے اس کو کاٹے ہوئے کھجور کے بدلہ اندازہ کے طور پر فروخت کرنا۔

(۳) المخابرۃ:

لغوی معنی: یہ خُبُرٌ سے مشتق ہے جس کا معنی کھیتی کے لئے زمین جوتنا، بعض کہتے ہیں کہ خَبَار بمعنی نرم زمین سے مشتق ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ خُبْرَۃٌ بمعنی نصیب (حصہ) سے مشتق ہے۔

مرادی معنی:

علامہ ابن العربی فرماتے ہیں، کہ یہ خیبر سے ماخوذ ہے، چونکہ یہ معاملہ سب سے پہلے خیبر میں ہوا تھا، فتح خیبر کے بعد حضور ﷺ نے خیبر کی زمین یہود کو کھیتی کرنے کے لئے دی اس شرط پر کہ پیداوار کا نصف یہ لوگ بیت المال کو ادا کریں، اس لئے اس قسم کے معاملہ کو مخابرہ کہتے ہیں۔

(۴) معاومہ کی لغوی معنی:

معاومہ یہ عام (سال) سے مفاعلہ کا مصدر ہے جیسا کہ سنۃ سے مسانھۃ اور شھر سے مشاھرہ۔

مرادی معنی:

بیع معاومہ کہتے ہیں درخت کے پھل ایک سال یا اس سے زیادہ مدت کے لئے بیچنا کہ اس مدت معینہ میں یہ اشجار مخصوصہ جتنے پھل دے گا اس کی بیع، اسی کا دوسرا نام بیع السنین ہے۔

(۵) ثنیا کی لغوی معنی:

ثنیا بروزن دنیا بمعنی استثناء کے ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مرادی معنی:

مرادی معنی یہ ہے کہ مبیع سے حصہ مجہولہ کا استثناء کرنا، مثلاً یہ کہنا کہ بعتک ھذہ الصبرۃ الا بعضھا۔

(۶) عرایا کی لغوی معنی:

عَــرِیَّۃٌ بروزن فعیلۃ کی جمع ہے، اور فعیلہ کبھی فاعل کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی مفعول کے معنی میں، بعض کہتے ہیں کہ عریۃ یہ عاریۃ کے معنی میں ہے، عری یعری باب سمع سے۔ یقال: عری من ثیابہ اذا تجردمنھا، چونکہ عریۃ والا نخل (کھجور کے درخت) کا حکم دوسرے نخل سے الگ ہے، اس لئے اس کو عریہ کہتے ہیں۔ (المعلم)

مرادی معنی:

جن حضرات کے باغات ہوتے تھے وہ مساکین اور غربا کو درخت پر پھلوں کا عطیہ کردیا کرتے تھے جس کو ''عریہ'' کہا جاتا ہے، اس کے بعد بعض مرتبہ ہبہ کرنے والوں کو ضرورتاً تبدیل کرنا ہوتا اور بعض مرتبہ یہ غرباء اور مساکین کو وہ پھلوں کے مکمل تیار ہونے تک انتظار کرنا مشکل ہوتا تو نقدا پھلوں کے عوض تبادلہ کرنے کی ضرورت پیش آتی۔

(۸) وقیۃ کی لغوی و مرادی معنی:

الوقیۃ: جمع وُقِیٌّ و وَقایا۔ رطل کا بارھواں حصہ، ایک وزن جو سات مثقال ہوتا ہے۔

(۹) حملان کی لغوی اور مرادی معنی:

حمل من باب ضرب یضرب، حملا و حملانا الشی علی ظھرہ، اٹھانا، اور یہاں مراد سوار ہونا ہیں۔

تعارض کا حل:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذکورہ دونوں حدیثوں میں سے پہلی حدیث میں بیع کے اندر استثناء کی شرط لگانے سے منع کیا گیا اور دوسری حدیث میں ہیں کہ جابرؓ نے فرمایا فبعته فاستثنیت حملانه الی اهلی۔ تو دونوں حدیثوں میں (ظاہرا) تعارض ہو گیا۔

جواب:

مذکورہ تعارض کا جواب یہ ہے کہ دوسری حدیث میں شرط صلب عقد میں نہ تھی بلکہ عقد ہونے کے بعد لگائی لھذا کوئی حرج نہیں اور بعض نے کہا کہ وہاں حقیقۃً کوئی بیع نہیں تھی بلکہ آپ حضرت جابر کو کچھ ہبہ دینا چاہتے تھے، اگر ایسا دیں تو دوسروں کو لالچ ہوگا، اور حضور علیہ ﷺ کے پاس اتنا مال نہیں تھا کہ سب کو دے سکیں بنابریں ظاہراً بہانہ کر کے بصورت بیع اسکو رقم دی کہ یہی وجہ ہے کہ مدینہ جانے کے بعد دراھم اور اونٹ بھی دیدیا تو جب بیع ہی نہیں تو ہزار شرط لگالے کوئی حرج نہیں۔ (درس مشکوٰۃ)

سوال خامس رص ۴۸۳

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً ثُمَّ قَرَأَ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ﴾ وَأَوَّلُ مَنْ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ وَإِنَّ أُنَاسًا مِنْ أَصْحَابِيْ يُؤْخَذُبِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُوْلُ: أُصَيْحَابِيْ أُصَيْحَابِيْ فَيَقُوْلُ: إِنَّهُمْ لَنْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ مُذْفَارَقْتَهُمْ فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ إِلٰى قَوْلِهٖ اَلْعَزِيْزِ الْحَكِيْمُ﴾مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ:

(الف) حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق اور مرادی معنیٰ لکھیں۔

(ج) دونوں آیتوں سے طریقہ استشہاد واضح کر کے بتائیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس اولیت سے نوازے جانے کی کیا وجہ ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف)

ترجمہ:اور حضرت ابن عباسؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمھیں (قیامت کے دن) اس حال میں اٹھایا جائیگا کہ تم ننگے پاؤں ننگے بدن اور بے ختنہ ہوگے اس کے بعد آپ ﷺ نے (بطور دلیل واستشہاد) یہ آیت پڑھی کمابدأنااول خلق نعیده وعدا علینا انا کنافاعلین۔یعنی جس طرح ہم نے ان کو ابتداء پیدائش میں (ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ ماں کے پیٹ سے) پیدا کیا تھا اسی طرح ان کو دوبارہ (قیامت کے دن) پیدا کریں گے یعنی قبر سے اٹھائیں گے یہ وعدہ (کہ ہم ان کو دوبارہ پیدا کریں گے) ہم پر لازم ہے اور یقیناً ہم (نے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا) کرنے والے ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا" قیامت کے دن ان لوگوں میں سب سے پہلے جس شخص کو لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں (پھر فرمایا) اور (اس وقت جب کہ لوگوں کو میدان حشر سے جنت اور دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا، میں دیکھوں گا کہ) کہ میرے کچھ صحابہ کو پکڑ کر بائیں ہاتھ کی طرف (یعنی دوزخ کی طرف) لے جایا جارہا ہے، میں یہ دیکھ کر بطریق حیرت واستعجاب اوران کو نجات دلانے کیلئے) کہونگا کہ یہ میرے صحابی ہیں یہ میرے صحابی ہیں (ان کو کہاں لے جاتے ہوں) خداوند تعالیٰ فرمائے گا (بیشک یہ تمھارے صحابی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے) کہ جب سے تم ان سے جدا ہوئے، یہ برابر دین سے برگشتہ ہے اور پھرے رہے (اس لیے ان کو دوزخ میں بھیجا جارہا ہے) میں (یہ سن کر) وہی کہوں گا جو بندہ صالح یعنی حضرت عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ وکنت علیھم شھید مادمت فیھم .العزیز الحکیم تک یعنی جب تک میں ان کے درمیان رہا میں ان کے احوال سے واقف رہا الخ (بخاریؒ ومسلمؒ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق اور مرادی معنی:

(۱) حُفَاۃٌ: حفی من باب سمع ، معنی زیادہ چلنے سے پاؤں گھسنا ننگے پاؤں چلنا، صفت (حَفٍ وحافٍ) جمع حُفَاۃٌ. اَلْفَرَسُ گھسے ہوئے کھر والا ہونا۔ یہاں ننگا ہونا مراد ہیں۔

(۲) عُرَاۃٌ: عَرِیَ یَعْرٰی عُرْیَۃً وعریا من ثیابه یعنی ننگا ہونا۔ صفت مذکر (عارٍ وعُرْیَانٌ) جمع عُرَاۃٌ صفت مؤنث (عاریۃٌ وعُرْیانۃٌ) جمع عَوَارٍ وعاریاتٍ. عُراۃٌ ای لیس علیهم مایستر من الثیاب۔ یہاں ننگا ہونا مراد ہیں۔

(۳) غُرْلاً: غَرِلَ من باب سمع ، غَرَلاً الصَّبِیُّ ۔ بچے کا غیر مختون ہونا، صفت (أغرل) مؤنث غَرْلَاء جمع غُرْلٌ. قال النووی فی شرح مسلم: الغرل بضم الغین المعجمة ، واسکان الراء معناه غیر مختونین ، جمع أغرل ۔ وهو الذی لم یختتن ، وبقیت معه غرلته وهی قلفته، وهی الجلدة التی تقطع فی الختان والمراد انهم یحشرون کماخلقوا لاشئ معهم ولایفقدمنهم شئ حتی الغرلة تکون معهم.

(۴) مُرْتَدِّیْنَ: اِرْتَدَّالشیءُ . بمعنی واپس کرنا۔ واپس کرنے کو کہنا۔ علی اثره اوعن طریقه: لوٹنا. عن دینه: دین کو چھوڑنا۔ دین سے پھر جانا۔

المرتدعلی الحقیقة: هو الذی یکفر بعداسلامه کفرابواحا (ظاهراً) بقول اوفعل أو اعتقاد.

یہاں مراد وہ اجڑ دیہاتی ہیں جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوگئے تھے لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد مسیلمہ کذاب اور اسود وغیرہ کے اتباع کرنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف)

ترجمہ: اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھیں (قیامت کے دن) اس حال میں اٹھایا جائیگا کہ تم ننگے پاوں ننگے بدن اور بے ختنہ ہوگے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطور دلیل واستشہاد) یہ آیت پڑھی کمابدأنااول خلق نعیدہ وعداعلینااناکنافاعلین۔ یعنی جس طرح ہم نے ان کو ابتداء پیدائش میں (ننگے پاوں، ننگے بدن اور بے ختنہ ماں کے پیٹ سے) پیدا کیا تھا اسی طرح ان کو دوبارہ (قیامت کے دن) پیدا کریں گے یعنی قبر سے اٹھائیں گے یہ وعدہ (کہ ہم ان کو دوبارہ پیدا کریں گے) ہم پر لازم ہے اور یقیناً ہم (نے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا) کرنے والے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن ان لوگوں میں سب سے پہلے جس شخص کو لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں (پھر فرمایا) اور (اس وقت جب کہ لوگوں کو میدان حشر سے جنت اور دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا، میں دیکھوں گا کہ) کہ میرے کچھ صحابہ کو پکڑ کر بائیں ہاتھ کی طرف (یعنی دوزخ کی طرف) لے جایا جارہا ہے، میں یہ دیکھ کر بطریق حیرت واستعجاب اور ان کو نجات دلانے کیلئے) کہونگا کہ یہ میرے صحابی ہیں یہ میرے صحابی ہیں (ان کو کہاں لے جاتے ہوں) خداوند تعالیٰ فرمائے گا (بیشک یہ تمھارے صحابی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے) کہ جب سے تم ان سے جدا ہوئے، یہ برابر دین سے برگشتہ ہے اور پھرے رہے (اس لیے ان کو دوزخ میں بھیجا جارہا ہے) میں (یہ سن کر) وہی کہوں گا جو بندہ صالح یعنی حضرت عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ وکنت علیھم شھید مادمت فیھم .العزیز الحکیم تک یعنی جب تک میں ان کے درمیان رہا میں ان کے احوال سے واقف رہا الخ (بخاریؒ و مسلمؒ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق اور مرادی معنی:

(۱) حُـفَـاۃً: حفی من باب سمع ، معنی زیادہ چلنے سے پاؤں گھسنا ننگے پاؤں چلنا، صفت (حَفٍ وحافٍ) جمع حُـفَـاۃً. اَلْـفَـرَسُ گھسے ہوئے کھر والا ہونا۔ یہاں ننگا ہونا مراد ہیں۔

(۲) عُـرَاۃً: عَـرِیَ یَعْرِیٰ عُرْیَۃً وعریا من ثیابہ یعنی ننگا ہونا۔ صفت مذکر (عارٍ وعُـرْیـانٌ) جمع عُرَاۃٌ صفت مؤنث (عاریۃ وعُریانۃٌ) جمع عَـوَارٍ وعـاریاتٌ. عُراۃٌ ای لیس علیھم مایسترمن الثیاب ۔ یہاں ننگا ہونا مراد ہیں۔

(۳) غُرْلاً: غَرِلَ من باب سمع ، غَرِلاً الصَّبِیُّ ۔ بچے کا غیر مختون ہونا، صفت (أغرل) مؤنث غَـرْلاء جـمـع غُـرْلٌ. قال النووی فی شرح مسلم :الغرل بضم الغین المعجمة ، واسـکـان الراء معناہ غیر مختونین ، جمع أغرل ـ وھو الذی لم یـخـتـن ، وبـقـیـت مـعـہ غـرلتـہ وھی قفلتہ، وھی الجلدۃ التی تقطع فی الختان والـمـراد انـھـم یحشرون کماخلقوا لاشیٔ معھم ولایفقدمنھم شیٔ حتی الغرلۃ تکون معھم .

(۴) مُـرْتَـدِّیـْنَ: اِرْتَدَّالشیٔ بمعنی واپس کرنا۔ واپس کرنے کو کہنا۔ عـلـی اثرہٖ اوعن طریقہٖ: لوٹنا. عن دینہ: دین کو چھوڑنا۔ دین سے پھر جانا۔

الـمـرتدعلی الحقیقۃ: ھوالذی یکفربعداسلامہ کفرابواحا (ظاھراً) بقول اوفعل أواعتقاد.

یہاں مراد وہ اجڑ دیہاتی ہیں جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوگئے تھے لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد مسیلمہ کذاب اور اسود وغیرہ کے اتباع کرنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے سبب مرتد ہو گئے تھے۔

(۵)شهيدا: الشَّهِيدُ و الشِّهدُ بمعنی گواہی میں امانت دار، وہ ذات جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو، اللہ کی راہ میں مقتول (اسم). الشهادة جمع شهداء مؤنث شَهِيدَة۔ یہاں حضور علیہ السلام کا اپنی امت پر گواہی دینا مراد ہیں۔

(٦)متفق عليه: اِتَّفَقَ الرجلان على الشئ و فيه بمعنی اتفاق کرنا، قریب ہونا، متحد ہونا، اتفق معه . موافقت کرنا۔ الامر۔

متفق علیہ سے مراد ایسی حدیث ہیں جس کو شیخین یعنی امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے روایت کیا ہیں۔ (مصباح اللغات، معجم الوسیط، وغیرہ)

(ج)

دونوں آیتوں سے استشہاد:

(ا)﴿كمابدأنااول خلق نعيده وعداعلينااناكنافاعلين﴾

مذکورہ آیت سے وجہ استشہاد:

حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمھیں قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ تم ننگے پاؤں ننگے بدن اور بے ختنہ ہو گے اس کے بعد آپ ﷺ نے بطور استدلال واستشہاد یہ آیت پڑھی ﴿كمابدأنااول خلق نعيده وعداعلينااناكنافاعلين﴾ یعنی جس طرح ہم نے انکو ابتداء پیدائش میں ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ ماں کے پیٹ سے پیدا کیا تھا اسی طرح ان کو دوبارہ قیامت کے دن پیدا کریں گے تو اس آیت سے استشہاد بالکل ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں کہا گیا کہ لوگوں کو قیامت کے دن ننگے پاؤں اور ننگے بدن اٹھایا جائے گا اور آیت میں بھی یہ کہا گیا کہ لوگوں کو قیامت کے دن ننگے پاؤں اور ننگا بدن اٹھایا جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲)﴿وکنت علیهم شهیدامادمت فیهم إلی قوله عزیز الحکیم﴾

مذکورہ آیت سے وجہ استشہاد:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فأقول کماقال العبدالصالح الخ "یعنی جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اپنی قوم کی گمراہی اور بدعقیدگی و بدعملی سے اپنی براء ت کا اظہار کریں گے، اور اپنی گمراہ قوم کے معاملہ کو حق تعالیٰ کے عدل وانصاف پر چھوڑ دیں گے اسی طرح میں بھی یہی کہوں گا کہ پروردگار میری امت کے یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں موجودگی کے درمیان ایمان وعمل کی سیدھی راہ پر گامزن تھے اور میں انکا نگاہبان وذمہ دار تھا، لیکن جب میں دنیا سے اٹھ گیا تو انھوں نے اپنے نفس اور شیطان کے فریب میں مبتلا ہوکر گمراہی کو اختیار کرلیا، اب ان کا معاملہ تیرے اوپر موقوف ہے تیری عادل ومنصف بارگاہ ان کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے وہ سراسر عادلانہ اور منصفانہ ہوگا آنحضرت ﷺ نے اپنی اس بات کو واضح کرنے کیلئے بطور استشہاد حضرت عیسیٰؑ کے تعلق سے قرآن کریم کی جو آیت ہیں اسکو تلاوت کیا: تو حضور ﷺ کے قول پر مذکورہ آیت سے استشہاد بالکل واضح ہوگیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس اولیت سے نوازنے کی وجہ:

"قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کولباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

اوراس جزئی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ذات الٰہی کی خاطر اس کو ننگا کیا تھا جس وقت انہیں آگ میں ڈالا گیا۔ یا تو اس لئے کہ انہوں نے سب سے پہلے فقراء کو لباس دیا تھا۔ یا اس لئے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی وجہ سے تکریماً لابوۃ ان کو پہلے لباس پہنایا جائیگا۔ (درس مشکوۃ: ج ۲ / ص ۲۰۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۷ھ

سوال اول

عَنِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلشَّیْطَانِ لَمَّۃً بِابْنِ آدَمَ وَلِلْمَلَکِ لَمَّۃً فَأَمَّا لَمَّۃُ الشَّیْطَانِ فَإِیْعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَکْذِیْبٌ بَالْحَقِّ وَأَمَّا لَمَّۃُ الْمَلَکِ فَإِیْعَادٌ بِالْخَیْرِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِکَ فَلْیَعْلَمْ أَنَّہٗ مِنَ اللّٰہِ فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ وَمَنْ وَجَدَ الْأُخْرٰی فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ثُمَّ قَرَأَ "الشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَأْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَاءِ"

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

یہ حدیث "باب الوسوسۃ" کی ہے آپ پہلے وسوسہ کی تعریف کریں پھر حدیث کی باب سے مناسبت ظاہر کریں۔

(ج) مطلب لکھتے ہوئے خط کشیدہ الفاظ کی مراد اچھی طرح واضح کریں اور آیت کریمہ سے حدیث شریف کا مضمون مدلل کریں۔

(الف)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان پر ایک تصرف شیطان کا ہوتا ہے اور ایک تصرف فرشتہ کا، شیطان کا تصرف تو یہ ہے کہ وہ برائی پر ابھارتا ہے، اور حق کو جھٹلاتا ہے اور فرشتہ کا تصرف یہ ہے کہ وہ نیکی پر ابھارتا ہے اور حق کی تصدیق کرتا ہے، لہٰذا جو شخص یہ کیفیت اپنے اندر پائے تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اس پر اس کو شکر بجالایا چاہیے، اور جو شخص دوسری کیفیت اپنے اندر پائے تو اسکو چاہیے کہ شیطان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرے پھر آپ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی "الشیطان یعدکم الفقرو یأمرکم بالفحشاء" ترجمہ: شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے اور گناہ کے لیے اکساتا ہے۔

(ب)

وسوسہ کی تعرف:

وسوسہ گناہ یا کفر سے متعلق اس خیال کو کہتے ہیں جو دل میں گذرے یا شیطان دل ودماغ میں ڈالے، اس کے مقابلہ پر الہام اس اچھے اور نیک خیال کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے دل ودماغ میں ڈالا جاتا ہے۔ (مظاہر حق)

باب کے ساتھ حدیث کی مناسبت:

حدیث کی باب سے مناسبت بالکل ظاہر ہے کیوں کہ حدیث کے اندر یہ لفظ آیا ہے کہ "إن للشیطان لمة، فلمة الشیطان تسمی وسوسة" یعنی شیطان کا تصرف وسوسہ ہے لہذا باب الوسوسہ سے اس کی مناسبت ثابت ہوگئی۔ (مرقاۃ)

(ج)

مطلب:

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ہر انسان کے پیچھے شیطان بھی لگا ہوا ہے اور فرشتہ بھی لگا ہوا ہے، شیطان تو برائی اور امور منہیہ پر ابھارتا ہے اور فرشتہ نیکی اور صداقت پر ابھارتا ہے پس جس آدمی کے دل کے اندر نیکی کا جذبہ اور تحریک ہوا سے چاہیے کہ اللہ تعالی کا شکر ادا کرے اور جس آدمی کے دل کے اندر بدی کا جذبہ ہوا سے شیطان مردود سے اللہ تعالی کی پناہ مانگنی ضروری ہے۔

خط کشیدہ الفاظ کی مراد:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) لمۃ الشیطان: شیطان کے لمے کا نام وسوسہ ہے اور فرشتہ کا لمے کا نام الہام ہے۔

(۲) ایعاد بالشر: یعنی شیطان اللہ کے راستے میں فقر وافلاک اور ایمان وعبادت میں مشقت سے ڈراتا ہے، نیز کفر وفسق کی طرف ابھارتا ہے۔

(۳) تکذیب بالحق: یعنی شیطان اللہ اور رسول، جنت وجہنم، نیز آخرت کے دوسرے معاملات میں وسوسہ ڈال کر یقین کو متزلزل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور ان چیزوں کو جھٹلاتا ہے۔

(۴) یعاد بالخیر: جیسے نماز روزہ پر ابھارتا ہے، اور اس پر ملنے والے مرتبے کو ذہن میں تازہ کرتا ہے۔

(۵) تصدیق بالخیر: اللہ اور اس کے رسول نیز جنت وجہنم سب چیزوں کی تصدیق کرتا ہے۔

آیت کریمہ سے حدیث شریف کا مضمون مدلل:

حدیث شریف کا مضمون یہ ہے کہ ہر انسان پر شیطان مردود کا ایک تصرف ہوتا ہے، وہ تصرف کیا ہے؟ وہ تصرف یہ ہے کہ وہ انسان کو اللہ کے راستہ میں فقر وافلاک اور ایمان وعبادت میں مشقت سے ڈراتا ہے، اور اللہ اور اس کے رسول کو نیز جنت وجہنم اور آخرت کے دوسرے معاملات کو جھٹلاتا ہے، اسی کو حدیث میں "ایعاد بالشر وتکذیب بالحق" سے بیان کیا، اور قرآن کریم میں "الشیطان یعدکم الفقر" سے بیان کیا،

سوال ثانی ر ص ۶۰

كَانَ يُصَلِّى الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اِذَاوَجَبَتْ وَالْعِشَاءُ اِذَاکَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ،وَاِذَاقَلُّوْا اَخَّرَوَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ.مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب)حدیث کی تشریح کرتے ہوئے خط کشیدہ کلمات کے لغوی اور مرادی معنی واضح کریں؟

(ج)حدیث کا کوئی جزء اگر مسلک حنفیہ کے خلاف ہو تو اس کی مناسب توجیہ کیجئے۔

(الف)

ترجمہ: حضور پاک ﷺ ظہر کی نماز دوپہر ڈھلے پڑھتے،اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج روشن ہوتا،اور مغرب کی نماز سورج چھپنے کے بعد پڑھتے،اور عشاء کی نماز اگر لوگ زیادہ ہوتے تو جلدی پڑھ لیتے اور اگر لوگ کم ہوتے تو دیر کر کے پڑھتے،اور صبح کی نماز تاریکی میں پڑھتے۔

(ب)

حدیث کی تشریح:

عشاء کی نماز کے بارے میں حضرت جابر بن عبداللہؓ نے جو بتلایا اس سے معلوم ہوا کہ کثرت جماعت کے قصد سے اگر نماز کو اول وقت سے دیر کر کے پڑھا جائے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے،چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کی اتباع کرنے والوں نے نماز کو اول وقت پڑھنے کا جو التزام نہیں کیا ہے وہ اسی سبب سے ہے،نہ کہ نماز کا اول وقت پڑھنا ان کے نزدیک افضل نہیں ہے،اس میں شک نہیں ہے کہ اول وقت بذاتہ تو افضل ہے،لیکن خارجی عوارض کے سبب سے تاخیر اولیٰ ہوتی ہے۔

فجر کی نماز کے بارے میں جو یہ بتلایا گیا کہ آپ ﷺ غلس میں پڑھتے،تو اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا ظاہرا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ کثرت جماعت کے پیش نظر آپ ﷺ ایسا کرتے ہوں گے۔

دراصل صحابہؓ شب بیداری کے عادی تھے بقدر ضرورت نیند لے لینے کے بعد باقی رات سوتے رہنا ان پر بھاری ہوتا تھا، اس لیے وہ حضرات صبح اول وقت ہی مسجد میں آ جاتے تھے اور جماعت میں کثرت ہو جاتی تھی، اس لیے آپ ﷺ اول وقت ہی ان کے ساتھ نماز پڑھ لیتے ہوں گے۔

واضح رہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ ہمیشہ ہی تاریکی میں فجر کی نماز پڑھتے تھے، تاہم اگر یوں بھی ہو تو فجر کی نماز اجالے میں پڑھنے کے لیے آپ ﷺ کا حکم وارد ہوا ہے اور حنفیہ کے نزدیک فعل پر حکم کو ترجیح ہوتی ہے۔

خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق:

(۱) الھاجرۃ: یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے، ھجر یھجر من باب نصر ینصر اس کا معنی ہے چھوڑنا، ترک کرنا۔ اور مرادی معنی ہے جب دوپہر میں سورج ڈھل جائے۔

(۲) والشمس حیۃ: والشّمس حیۃ کا لغوی معنی ہے سورج زندہ ہے، مگر یہاں مرادی معنی یہ ہے کہ سورج کا بالکل صاف و روشن ہونا۔

(۳) وجبت: یہ باب ضرب یضرب سے فعل ماضی کا واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے، اس کے لغوی معنی ہے ثابت ہونا، لازم ہونا لیکن یہاں مطلب ہے، سورج کا ڈوب جانا۔

(۴) غلس: الغلس بفتحتین، معناہ ظلمۃ آخر اللیل إذا اختلطت بضوء الصباح . یعنی غلس آخری رات کے اس اندھیرہ کو کہا جاتا ہے جو صبح کی روشنی کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔ (مرقاۃ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

توجیہ:

حدیث کا آخر جزء مسلک احناف کے خلاف ہے چنانچہ امام شافعیؒ اور امام مالک ؒ، احمدؒ، اسحاقؒ کے نزدیک غلس میں پڑھنا افضل ہے اس طور پر کہ ابتداء بھی غلس میں ہو اور اختتام بھی غلس میں ہو۔

اور امام ابوحنیفہؒ وقاضی ابو یوسفؒ اور سفیان ثوریؒ کے نزدیک اسفار میں پڑھنا افضل ہے کہ شروع بھی اسفار میں ہو اور ختم بھی اسفار میں ہو۔

دلیل: امام شافعیؒ وغیرہ استدلال پیش کرتے ہیں حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے جس میں مذکور ہے، "ما یعرفن من الغلس" کا لفظ ہے۔

دلائل شیخین: امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ دلیل پیش کرتے ہیں حضرت رافع بن خدیج کی حدیث سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر" یہ حدیث بالکل صریح اور اصح مافی الباب ہے کہ اسفار میں پڑھنے کو زیادہ اجر کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب:

حدیث عائشہ کا جواب یہ ہے کہ "من الغلس "حضرت عائشہ کا لفظ نہیں ہے بلکہ ان کی روایت "مایعرفن" پر ختم ہوگئی اور ان کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ چادریں لپیٹ کر آئی تھی اس لئے ان کو کوئی نہیں پہچانتا تھا مگر راوی نے یہ سمجھ لیا کہ عدم معرفت کا سبب اندھیرا تھا اس لئے "من الغلس" کا لفظ بڑھا دیا، لہٰذا یہ لفظ مدرج من الراوی ہے اصل روایت میں نہیں ہے۔ (درس مشکوۃ: ج ۲ / ص ۲۴)

(۲) یا صاف کہہ دیا جائے کہ حضور علیہ ﷺ کے فعل میں کوئی خصوصیت ہوسکتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث رص ۱۶۱ر

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ فِيْ بَرِيْرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ إِحْدٰى السُّنَنِ أَنَّهَا عُتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِيْ زَوْجِهَا ،وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْبُرْمَةُ تَفُوْرُ بِلَحْمٍ ،فَقُرِّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَأُدْمٌ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ أَلَمْ أَرَ بُرْمَةً فِيْهَا لَحْمٌ ؟قَالُوْا بَلٰى ،وَلٰكِنْ ذَالِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى بَرِيْرَةَ وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ ،قَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ .

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں

(ب)مذکورہ لفظ سنن کی مراد بتائیں

(ج)حدیث پاک کی تشفی بخش تشریح کریں۔

جواب(الف)

ترجمہ :ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ بریرہ کے تعلق سے تین شرعی احکام ظاہر ہوئے ،ایک یہ کہ جب وہ آزاد ہوئی تو اس کو اپنے خاوند کے نکاح کے بارے میں اختیار دیا گیا،اور دوسرا یہ کہ رسول ﷺ نے فرمایا ،ولاء یعنی میراث کا حق آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے،اور تیسرا یہ کہ رسول ﷺ اپنے گھر میں تشریف لائے تو ہانڈی میں گوشت ابل رہا تھا (گوشت پک رہا تھا) پھر جب آپ ﷺ کے سامنے روٹی اور گھر کے سالنوں (یعنی سرکہ وغیرہ) میں سے ایک سالن پیش کیا گیا تو فرمایا کیا میں نے وہ ہانڈی نہیں دیکھی جس میں گوشت ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گھر والوں نے عرض کیا، بے شک (آپ ہانڈی میں گوشت پکتے ہوئے دیکھا) لیکن یہ گوشت صدقہ کا ہے جو بریرہؓ کو ملا ہے اور آپ ﷺ صدقہ نہیں کھاتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ گوشت اس (بریرہ) کے لئے صدقہ تھا اب ہمارے لیے ہدیہ ہے (بخاری و مسلم)

(ب)

لفظ سنن کی مراد:

یہاں لفظ سنن کی مراد یہ ہے کہ حضرت بریرہؓ کے سبب سے تین ایسی باتیں سامنے آئیں جنہوں نے مستقل طور پر تین شرعی احکام کی صورت اختیار کر لی۔

(ج)

حدیث پاک کی تشریح:

بریرہؓ ایک جاریہ یعنی لونڈی تھی، حضرت عائشہؓ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تھا، بریرہؓ کے سبب سے تین ایسی باتیں سامنے آئیں جنہوں نے مستقل طور پر تین شرعی احکام کی صورت اختیار کر لی۔

انکی تفصیل:

(۱) خیار عتق: بریرہؓ حضرت مغیثؓ نامی ایک غلام کے نکاح میں تھیں، جب حضرت عائشہؓ کے طفیل میں ان کو آزادی نصیب ہوئی تو انہوں نے حضرت مغیث سے کنارہ کر لیا، حضرت مغیث ان کے عشق میں روتے تھے لیکن بریرہؓ ان کے نکاح میں رہنے پر آمادہ نہیں تھیں چنانچہ شارع کی طرف سے انکو اختیار دیا گیا کہ چاہے اپنے خاوند کے پاس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رہیں یا نکاح فسخ کر ڈالیں، انکو دیا جانے والا یہ اختیار اس شرعی حکم کی بنیاد بنا جس کو فقہاء خیار عتق سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی جو لونڈی کسی کے نکاح میں ہو اور وہ آزاد ہو جائے تو شرعی طور پر اس کو اختیار ہے کہ چاہے اس نکاح کو باقی رکھے اور چاہے اس نکاح کو ختم کر دے۔

مگر یہاں یہ اختلاف ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس کو یہ اختیار اسی صورت میں ہے جب اس کا خاوند کسی کا غلام ہو جب کہ حنفی مسلک میں یہ ہے کہ ان کا خاوند خواہ غلام ہو خواہ آزاد ہو دونوں صورتوں میں اس کو اختیار ہوگا۔

(۲) حق ولاء:

دوسرا شرعی حکم یہ ظاہر ہوا کہ آزاد کیے ہوئے غلام اور لونڈی کے ولاء (ترکہ) کا حق اسکو حاصل ہوتا ہے جس نے اس غلام یا لونڈی کو آزاد کیا ہے یعنی وہ آزاد شدہ غلام یا لونڈی اگر مر جائے تو آزاد کرنے والا اس کے ترکہ کا حقدار ہوتا ہے۔

(۳) مسئلہ تملیک:

دوسرا شرعی حکم حدیث کے آخری الفاظ "هو عليها صدقة ولنا هدية" کی صورت میں سامنے آتا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ صدقہ کی جو چیز جس مستحق کو دینی تھی جب اس تک پہنچ کر اس کے مالکانہ قبضہ میں آگئی تو صدقہ میں آگئی تو صدقہ کی معنویت پوری ہوگئی اور اس کا حکم تمام ہوا اب وہ مستحق صدقہ اپنی مالکانہ حیثیت کیساتھ وہ چیز جس کسی کو بھی دے گا خواہ وہ غنی ہو یا ہاشمی ہی کیوں نہ ہوں تو وہ چیز ہدیہ ہوگی اس کو صدقہ نہیں مانا جائے گا، پس حدیث کے انہی الفاظ سے ارباب اصول نے یہ قاعدہ کلیہ مستنبط کیا ہے کہ تبدل ملک مملوک کے اندر اثر انداز ہوتی ہے (مظاہر حق ۲/۲۱۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال رابع ص۲۷۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :اَلْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَامِنْ وَلِيِّهَاوَالْبِكْرُتُسْتَاْذَنُ فِي نَفْسِهَاوَاِذْنُهَاصُمَاتُهَا،وَعَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَااَنَّ اَبَاهَازَوَّجَهَاوَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّنِكَاحَهَا

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب)بغیر ولی کے بالغہ کا نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟اس میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں؟

(ج)مذکورہ دونوں حدیثوں سے کیا ثابت ہوتا ہے؟تحریر کریں؟

(الف)

ترجمہ:حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورت جو بیوہ ہو(عاقلہ بالغہ ہو)تو وہ اپنے والی کی بہ نسبت اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے،کنواری لڑکی یعنی بالغہ سے اس کے اپنے بارے میں اجازت طلب کی جائے گی اور اس کا اذن یا اجازت خاموشی اختیار کرنا ہے۔

حضرت خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ان کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر کردیا جب کہ وہ ثیبہ تھیں(حالانکہ وہ بالغہ تھیں)تو خنساء نے اس نکاح کو پسند نہ کیا چنانچہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کا نکاح ختم کردیا۔

(ب)

بغیر ولی کے بالغہ کا نکاح صحیح ہے یا نہیں اختلاف اور دلیل کے ساتھ:

اس میں اختلاف ہے کہ ولی کے بغیر صرف عبارۃ النساء سے نکاح منعقد ہوتا ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یا نہیں؟ تو جمہور کے نزدیک ولی کے بغیر عبارت نساء سے نکاح منعقد نہیں ہوتا بلکہ ولی کی تعبیر ضروری ہے اور اس میں صغیرہ، کبیرہ، باکرہ اور ثیبہ عاقلہ اور مجنونہ سب برابر ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ عبارت نساء سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، بشرطیکہ عورت آزاد اور عاقلہ بالغہ ہو، البتہ ولی کا ہونا، مندوب ہے۔

جمہور کی دلیل:

جمہور کا استدلال حضرت ابوموسیٰ اشعری کی حدیث باب سے ہے "لانکاح الا بولی" اور دوسری دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے۔ "أیما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل"

حنفیہ کی دلیل:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اولیاء کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں "واذا طلقتم النساء فبلغن أجلھن فلاتعضلوھن ان ینکحن أزواجھن" اس میں نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ نکاح عبارت نساء سے منعقد ہوجاتا ہے، نیز اس میں اولیاء کو منع کیا گیا کہ وہ عورتوں کو اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکیں، معلوم ہوا کہ اولیاء کو مکلفہ عورت کے معاملہ میں مداخلت کا حق نہیں۔

والجواب عن دليل الجمهور:

ابوموسیٰ اشعریؓ حدیث باب اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث کا (۱) پہلا جواب یہ ہے کہ یا تو یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلیا ہو اور حسن ابن زیاد کی روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی اس صورت میں نکاح باطل ہے اور اسی روایت پر فتویٰ ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ "لانکاح الا بولی" میں نفی سے نفی کمال مراد ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت عائشہ کی حدیث "فنکاحھا باطل" کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نکاح فائدہ مند نہیں ہوتا۔

(ج)

مذکورہ دونوں حدیثوں سے جو ثابت ہوا:

مذکورہ دونوں حدیثوں سے احناف کا مذہب ثابت ہوتا ہے یعنی عبارت نساء سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، نیز یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے باکرہ بالغہ پر ولایت اجبار نہیں ہے۔

سوال خامس ص ۳۲۴

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ كَانَ إِذَا بَعَثَ عُمَّالَهُ اشْتَرَطَ عَلَيْهِمْ أَنْ لَاتَرْكَبُوْا بِرْذَوْنًا وَلَاتَأْكُلُوْانَقِيًّا وَلَاتَلْبَسُوْارَقِيْقًاوَلَاتُغْلِقُوْا أَبْوَابَكُمْ دُوْنَ حَوَائِجِ النَّاسِ فَإِنْ فَعَلْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَالِكَ فَقَدْ حَلَّتْ بِكُمُ الْعُقُوْبَةُثُمَّ يُشَيِّعُهُمْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں

(ب) مطلب لکھئے اور بتائے کہ کیا مذکورہ امور شرعیہ حرام ہیں؟ اگر نہیں تو حضرت عمرؓ ان سے منع کیوں کرتے تھے، اور کرنے والوں کو مستحق سزا کیوں قرار دیتے تھے؟ تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت عمر ابن خطابؓ کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ عمال (حکام) کو روانہ کرتے تو ان سے یہ شرط کر لیتے (یعنی یہ ہدایت دیتے) کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا، میدہ و باریک آٹے کی روٹی وغیرہ نہ کھانا، باریک کپڑے نہ پہننا، اور لوگوں کی حاجت وضرورت کے وقت ان پر اپنے دروازے بند نہ کرنا، (یاد رکھو) اگر تم نے ان میں سے کوئی چیز اختیار کی تو تم (دنیا و عاقبت میں) سزا کے مستحق ہو جاؤ گے، اس کے بعد حضرت عمرؓ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ان کو(کچھ دور تک) پہنچانے جاتے۔

(ب) حدیث شریف کا مطلب

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا کہ حضرت عمر فاروقؓ اپنے حکام روانہ کرتے تو ان کو کچھ ہدایت فرماتے تھے، اور وہ یہ ہیں کہ تم ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا، میدہ و باریک آٹے کی روٹی غیرہ نہ کھانا، باریک کپڑے نہ پہننا، اور لوگوں کی حاجت وضرورت کے وقت ان پر اپنے دروازے بند نہ کرنا۔

(یادرکھو!) کہ اگر تم نے ان میں سے کوئی چیز اختیار کی تو تم دنیا و عاقبت میں سزا کے مستحق ہو جاؤ گے، اس کے بعد حضرت عمر انکو(کچھ دور تک) پہنچانے جاتے۔

کیا مذکورہ امور شرعا حرام ہیں؟ اگر نہیں تو عمرؓ ان سے منع کیوں کرتے تھے؟

مذکورہ امور شرعا حرام نہیں ہیں پھر بھی حضرت عمرؓ کا ان سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ ترکی گھوڑے پر سوار ہونے سے منع کرنا دراصل تکبر سے منع کرنا ہے، میدہ کھانے اور باریک کپڑے پہننے سے منع کرنا، اسراف اور عیش وعشرت کی زندگی اختیار کرنے سے منع کرنا ہے، اور حاجتوں پر اپنے دروازے بند رکھنے سے منع کرنا، مسلمانوں کی حاجت روائی نہ کرنے سے منع کرنا ہے۔ (مظاہر حق)

اور مذکورہ امور کرنے والے کو مستحق سزا کیوں قرار دیتے تھے:

اس کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ امور کے جو نتائج ہیں جیسے تکبری، اسراف، اور استطاعت ہونے کے باوجود مسلمانوں کی حاجت روائی نہ کرنا، یہ سب قابل مذمت اور قابل مؤاخذہ ہیں، جیسے تکبری کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے ﴿إن اللہ لایحب کل مختال فخور﴾ اور اسراف کے بارے میں ارشاد باری ہے ﴿إن المبذرین کانوا اخوان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الشیاطین﴾ اور مسلمانوں کی حاجت روائی کے بارے میں ارشادِ نبوی ہے "من کان فی عون أخیه کان الله فی عونه" تو چونکہ یہ سب قابلِ مؤاخذ ہیں، اس لیے ان کے اصل میں بھی مستحق سزا ہوں گے، گویا کہ حضرت عمرؓ نے نتائج کی طرف نظر کر کے ان کو مستحق سزا قرار دیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۶ھ

سوال اول رص ر۲۰

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي رَجُلٌ شَابٌّ أَخَافُ الْعَنَتَ وَلَاأَجِدُمَاأَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ كَأَنَّهُ يَسْتَأْذِنُ فِي الْإِخْتِصَاءِ، قَالَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذَالِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاأَبَاهُرَيْرَةَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَاأَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصِ عَلٰى ذَالِكَ أَوْذَرْ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے؟

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کیجئے؟

(قدر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے مطلب تحریر کیجئے اور بتایئے کہ انسانوں میں اور دیگر جانوروں میں خصی ہونے کا کیا حکم ہے؟ جف القلم سے کیا مراد ہے؟ کیا فاختص کا حکم اجازت کے لیے ہے؟ جو لکھئے بوضاحت لکھئے۔

(الف)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یارسول اللہ میں جوان آدمی ہوں اور مجھکو اندیشہ ہے کہ کہیں میرا نفس زنا کے گناہ میں مبتلا نہ ہوجائے کیوں کہ مجھ میں اتنی استطاعت نہیں ہے کہ کسی عورت سے نکاح کروں، گویا حضرت ابوہریرہؓ اپنے اندر سے قوت مردانگی ختم کردینے کی اجازت طلب کرتے ہیں ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ سرکار دوعالم نے یہ سن کر سکوت فرمایا، میں نے دوبارہ یہی کہا تو آپ ﷺ پھر خاموش رہے، میں نے پھر عرض کیا اس مرتبہ بھی آپ نے کچھ نہیں فرمایا، میں نے پھر اس طرح عرض

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا تو آنحضرت ﷺ نے عرض کیا، ابوہریرہ جو کچھ ہوتا ہے۔ (اسے تمہارے مقدر میں لکھ کر) قلم خشک ہو چکا ہے لہٰذا تمہیں اختیار ہے، کہ قوت مردانگی کو ختم کردے یا نہ دے۔

(ب)

خط کشیدہ الفاظ کی لغوی صرفی تحقیق:

(۱) شاب: یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اس کی جمع شباب ہے "ولا یجمع فاعل علیٰ فعال غیرہ" اس کے معنی ہیں جوان اور یہاں مراد قوی الشھوۃ

(۲) العنت: بفتح العین والنون، یہ مصدر ہے عنت یعنت کا باب ضرب یضرب سے اس کے معنی ہیں "زنا" یا "مقدمہ زنا" اور اس کے اصلی معنی ہیں مشقت کے اس کو زنا کے معنی میں کیا گیا، اس لئے کہ زنا دنیا و آخرت میں مشقت کا سبب ہے۔

(۳) جف: یہ واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے من باب نصر ینصر، اس کے معنی ہیں خشک ہونا اور یہاں اس کے معنی ہیں تقدیر کو لکھ کر اس سے فارغ ہونا۔

(۴) لاق: یہ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے من باب سمع یسمع اس کے معنی ہیں ملنا، اور یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ "انت ملاق بما تفعله وتقوله" یعنی تو جو کچھ کرے یا کہے سب قلم لکھ چکا اور لکھ دیا ہے۔

(۵) اختص: قال التور پشتی الروایۃ الصحیحۃ "فاختص" بتخفیف الصاد من الاختصاء "یعنی یہ واحد مذکر حاضر امر حاضر سے از باب افعال کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں خصی کرنا۔ (مرقات)

(ج)

تقدیر کی حقیقت:

تقدیر یہ مزلۃ الاقدام میں سے ہے، سر من اسرار اللہ تعالیٰ ہے، جس کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پوری حقیقت کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی گئی اور نہ کسی نبی ورسول کو اس لئے اس میں زیادہ غور وخوض کرنا جائز نہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ القدر سر من اللہ تعالیٰ .

اور قدر کی حقیقت یہ ہے کہ مخلوق کی پیدائش کے ہزاروں سال پہلے اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ فلاں آدمی فلاں وقت فلاں کام اپنے اختیار سے کرے گا اسی کام کو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق لکھ دیا ہے حقیقت تقدیر (درس مشکوۃ)

حدیث کا مطلب:

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول میں تو ابھی جوان اور قوی الشہوت آدمی ہوں مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں زنا میں مبتلا نہ ہو جاؤں کیوں کہ فقر وفاقہ کی وجہ سے نکاح کی بھی طاقت نہیں تو کیا میں خصی کرلوں؟ تو بار بار سوال کے بعد حضور ﷺ نے جواب دیا کہ تمہارے مقدر میں جو کچھ ہونا لکھا ہوا ہے وہ پورا ہوگا اگر خدانخواستہ کسی بدکاری کی طرف ہونا تمہارے لیے نوشتہ تقدیر بن چکا ہے، تو یہ فعل تم سے ضرور صادر ہوگا، اور اگر قضا وقدر نے تمہاری پاک دامنی اور معصیت سے حفاظت کی ہے تو چاہے تم اپنی قوت مردانگی ختم کر کے نامرد بن جاؤ یا اس فعل سے باز رہو تمہارا نفس تمہیں نہیں بہکا سکتا اور تم پاک دامن رہو گے، اسی طرف "جف القلم" کہہ کر اشارہ کیا۔ مظاہر حق ۱/۱۵۷)

انسانوں اور دیگر جانوروں میں خصی کا حکم:

جاننا چاہئے کہ خصی ہونا انسان کے لیے حرام ہے خواہ چھوٹی عمر کا ہو یا بڑی عمر کا ہو ،اور جانور کے بارے میں جان لینا چاہئے کہ ہر اس جانور کو خصی کرنا حرام ہے جو غیر ماکول اللحم ہو اور جو جانور کھایا جاتا ہے، اس کو خصی کرنا چھوٹی عمر میں تو جائز ہے، لیکن بڑی عمر میں حرام ہے جانور کے خصی کے بارے میں مذکورہ تفصیل علامہ نووی نے لکھا ہے، جو شافعی المسلک ہیں، جب کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں بڑی عمر اور چھوٹی عمر کی تفصیل کے بغیر صرف یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لکھا ہے کہ جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے۔ (مظاہر حق ۸/۴/۸)

جف القلم کی مراد:

جف القلم یہ کنایہ ہے قلم کی تقدیر کے بارے میں لکھ کر اس سے فارغ ہو جانے سے کیوں کہ شروع کرنے کے بعد فارغ ہو جانا یہ روشنائی سوکھ جانے کی دلیل ہے لہٰذا جف کا استعمال کر دیا، وھٰذہ العبارۃ من مقتضیات الفصاحۃ النبویۃ، گویا اب مطلب یہ ہو گیا کہ جو کچھ ہوا اور ہونا ہے سب کے بارے میں قلم لکھ کر سوکھ گیا۔

کیا فاختص کا حکم اجازت کے لیے ہے؟

قال الملاعلی قاری: ولیس ھٰذا اذناً فی الاختصاء بل توبیخ ولوم علی الاستیذان فی قطع العضو بلافائدۃ.

ملا علی قاریؒ نے بیان فرمایا کہ یہ قول حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو بطور اذن نہیں کہا، بلکہ ان کے اس سوال پر ملامت اور توبیخ کے لیے فرمایا۔ (مرقاۃ ۱/۲۵۹)

سوال ثانی ص ۷۱

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلّٰى فِيْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِي الْمَزْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَفِي الْحَمَّامِ وَفِيْ مَعَاطِنِ الْإِبِلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللّٰهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی صرفی تحقیق کیجیے۔

(ج) مطلب لکھتے ہوئے بتائے کہ مذکورہ مقامات میں نماز پڑھنا کیوں منع ہے، نہی تنزیہی ہے یا تحریمی، حدیث کے آخری جز میں اگر اختلاف ائمہ ہو تو اس کی مدلل وضاحت کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب(الف)

ترجمہ: حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا،(۱) کوڑے پر (جہاں کوڑا کرکٹ نجاست و پلیدی ڈالی جاتی ہے)(۲) کمیلے میں (جہاں جانور ذبح کئے جاتے ہیں)(۳) مقبرہ (قبرستان میں)(۴) بیچ راستے میں (۵) حمام میں (۶) اونٹ کے تھان میں (۷) کعبۃ اللہ کی چھت پر۔

(ب)

خط کشیدہ الفاظ کی لغوی اور صرفی تحقیق:

(۱) مزبلۃ: مزبلۃ اس کی جمع مزابل ہے، باب ضرب سے، اس کے معنی کوڑا، گوبر، کھاد پھینکنے کی جگہ۔

(۲) مجزرہ: مجزرہ اس کی جمع مجازر ہے باب، نصر ینصر سے، اس کے معنی جانور ذبح کرنا کی جگہ (کمیلہ)۔

(۳) مقبرہ: مقبرۃ اس کی جمع مقابر ہے باب نصر وضرب سے، دونوں سے یہ اسم ظرف ہے مفعلۃ بروزن مأسدۃ، وہ جگہ جہاں بکثرت قبریں ہوں۔

(۴) قارعۃ: یہ اسم فاعل کے واحد مؤنث کا صیغہ ہے جمع قوارع من باب فتح یفتح کھٹکھٹانا قارعۃ الطریق، جی ٹی روڈ۔ (مصباح اللغات، معجم الوسیط)

(ج)

مطلب اور مذکورہ جگہوں میں ممانعت کی وجہ:

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ نماز کے لیے پاک جگہ اور ایسی جگہ چاہیے جہاں اطمینان قلب ہو اس لیے حضور ﷺ نے چند ایسی جگہوں میں نماز پڑھنے کے لیے منع فرمایا جو انتشار قلب اور ناپاکی سے ملوث ہو۔ مندرجہ ذیل ان جگہوں کو مع وجہ ممانعت ذکر کی گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱)مزبلۃ: اس میں نماز پڑھنے سے اس لیے منع کیا گیا کہ یہاں نجاست و پلیدی ڈالی جاتی ہے لہذا بدن مصلّی یا ثوب مصلّی پر نجاست کے لگ جانے کا خوف ہے۔

(۲)مجزرۃ: چونکہ یہاں پر جانور ذبح کیے جاتے ہیں لہذا خون اور پلیدی و نجاست کا ہونا یقینی ہے، اس لیے نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

(۳)مقبرۃ: مقبرہ میں ممانعت کی دو وجہ ہے ایک یہودی کی عادت سے مشابہت دوسری اس میں ضمناً ایک قسم کے شرک کی بو آتی ہے۔

(۴)قارعۃ الطریق: بیچ راستے میں نماز پڑھنے سے اس لیے منع کر دیا گیا کہ لوگوں کی آمد و رفت کی وجہ سے قلبی سکون اور خشوع و خضوع باقی نہیں رہے گا۔

(۵)حمام: اس میں بھی نماز پڑھنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ محل نجاست اور شیطانوں کا اڈہ ہے

(۶)معاطن الابل: اس میں نماز پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ یہ جگہ بھی موضع نجاست ہے اس کے علاوہ اونٹ کے خوف سے خشوع صلاۃ بھی جاتا رہے گا۔

(۷)ظہر بیت اللہ: بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ اس میں بیت اللہ کی بے ادبی ہے، اور اس کی تعظیم کے خلاف ہے۔(مرقاۃ)

مذکورہ جگہوں میں نماز پڑھنا مکرہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

اس میں علماء کا اختلاف ہے، صاحب لمعات نے مکروہ تنزیہی ہونے کو واضح قرار دیا،

آخری جزء میں ائمہ کرام کا اختلاف اور دلائل:

(۱)ہمارے نزدیک الصلوۃ فوق ظہر بیت اللہ اگرچہ مکروہ ہے خلاف ادب کی وجہ سے، لیکن اس کے باوجود اگر کوئی پڑھ لے تو نماز ادا ہو جائے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل:

کراہیت کی وجہ یہ ہے کہ چھت پر چڑھنے میں کعبہ کی تعظیم ختم ہوجاتی ہے، اس لیے مکروہ ہے۔اور حدیث سے بھی مکروہ ظاہر ہوتا ہے۔

(۲)امام شافعیؒ کے نزدیک نماز باطل ہوجائے گی ہاں اگر اس کے سامنے سترہ ہوتو پھر جائز ہے۔(حاشیہ مشکوۃ)

سوال ثالث رص ۱۷۰

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّامَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فِي يَوْمٍ حَارٍّ فَسَقَطَ الصَّوَّامُوْنَ وَقَامَ الْمُفْطِرُوْنَ وَضَرَبُوا الْأَبْنِيَةَ وَسَقَوُا الرِّكَابَ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ:

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب)مطلب لکھتے ہوئے بتائیے کہ سفر میں روزہ رکھنا ہی ضروری ہے یا اختیار ہے؟اگر اختیار ہے تو افضل کیا ہے روزہ رکھنا یا افطار کرنا؟اگر اس مسئلہ میں ائمہ کرام کا اختلاف ہو تو اس کی مدلل وضاحت کیجیے؟

(الف)

ترجمہ: اور حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (دوران رمضان) نبی صلی اللہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہم میں سے کچھ وہ تھے جو روزے سے نہیں تھے پھر جب ہم ایک منزل پر اترے جو سخت دھوپ اور گرمی کا دن تھا روزہ دار لوگ تو گر گئے اور مفطر لوگ کھڑے رہے اور انہوں نے سب کے لیے خیمہ کھڑے کیے اور سب کے اونٹوں کو پانی پلایا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ چھوڑنے والے لوگ آج کے دن بہت ثواب لے گئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

مطلب:

مطلب یہ ہے کہ حضرت انس حضور ﷺ کے ساتھ سفر جہاد میں تھے اور لوگوں میں بعض تو صائم تھے اور بعض مفطر تھے ادھر گرمی بھی سخت ہے کہ صائمین حضرات لاغر ہو گئے اپنے جسم کے بل چلنا بھی مشکل ہو گیا اور مفطرین حضرات ہے جہاد کے تمام مقدمات کو انجام دے کر مزید ثواب کے مالک بن گئے اونٹ کو پانی پلایا اور خیمہ قائم کئے حضور ﷺ نے یہ دیکھ کر بتایا کہ آج کے دن مفطرین بہت ثواب لے گئے معلوم ہوا کہ عذر کی بناء پر فرض روزہ توڑنا جائز ہے، اور سفر بھی ایک عذر ہے۔

کیا سفر میں روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں جائز ہے؟:

جمہور حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسافر کے لیے افطار اور روزہ دونوں جائز ہے مگر افضلیت میں اختلاف ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے یا چھوڑنا؟

الاختلاف فی افضلیۃ الصوم فی السفر والحضر:

علماء کرام کا اس بات میں اختلاف ہے کہ حالت سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے یا چھوڑنا؟

(۱) امام احمد اور اسحاق بن راہویہؒ اور سعید بن المسیب ان بزرگوں کے نزدیک مطلقا روزہ توڑنا افضل ہے۔

دلیل اول: انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس من البر الصوم فی السفر

دلیل ثانی: فی اخر الحدیث "اولئک العصاۃ"

(۲) اور امام ابو حنیفہؒ و شافعیؒ اور مالکؒ فرماتے ہیں، ان الصوم افضل لمن یطیق۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: آیت کریمہ میں مریض اور مسافر کو افطار کی رخصت دینے کے بعد فرمایا ﴿وان تصوموا خیر لکم﴾ یعنی عذر کے باوجود روزہ رکھنا افضل ہے۔

سوال رابع رص ۲۸۷

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ مَسْرُوْرٌ فَقَالَ اَيْ عَائِشَةُ اَلَمْ تَرَىْ اَنَّ مُجَزِّزَ الْمُدْلِجِيَّ دَخَلَ فَلَمَّا رَاٰى اُسَامَةَ وَزَيْدًا وَعَلَيْهِمَا قَطِيْفَةٌ قَدْ غَطَّيَا رُؤُوْسَهُمَا وَبَدَتْ اَقْدَامُهُمَا فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں

(ب) مطلب بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ مجزز مدلجی کون تھا؟

(ج) کفار حضرت اسامہ کے نسب پر کیوں طعنہ دیتے تھے؟ نسب کے ثابت کرنے میں قیافہ شناس کا قول شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اختلاف ائمہ کی وضاحت کیجئے، اگر حدیث حنفیہ کے خلاف ہو تو جواب کیا ہوگا؟ سوچ کر لکھئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش خوش میرے یہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ عائشہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج مجزز مدلجی (مسجد نبوی میں) آیا ہے اور جب اسنے اسامہ اور زید کو دیکھا جو اس طرح چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے کہ انکے سر چھپے ہوئے تھے اور پیر کھلے ہوئے تھے تو اس نے کہا کہ ان دونوں کے پیر ایک دوسرے کے مطابق ہیں (یعنی یہ پیر جن دو آدمیوں کے ہیں وہ آپس میں باپ بیٹے ہیں)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

حدیث پاک کا مطلب:

حضرت زید بن حارثہؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ تھے بہت گورے اور خوبصورت تھے جب کہ ان کے صاحب زادے حضرت اسامہؓ کالے تھے اور اپنی ماں کے ہم رنگ تھے ان کی ماں جن کا نام ام ایمن تھا کالے رنگ کی تھیں، باپ بیٹے کی رنگت کے اس فرق کی وجہ سے منافق حضرت اسامہ کے نسب میں عیب لگاتے تھے اور دلیل یہ دیتے تھے کہ ایسے حسین اور خوبصورت باپ کا بیٹا اتنا کالا کیسے ہوسکتا ہے؟ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کی اس بات سے بہت کبیدہ خاطر ہوتے تھے کہ اسی دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک دن دونوں باپ بیٹے مسجد میں چادر لپیٹے ہوئے سوئے تھے اور قیافہ شناس مجزز مدلجی آیا اور کہا کہ یہ دونوں باپ بیٹے ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت خوش ہوئے۔

تعارف مجزز مدلجی:

مجزز مدلجی عرب کا ایک مشہور قیافہ شناس اور اپنے فن میں یگانہ روزگار تھا وہ آدمی کی صورت دیکھ کر اس کے حالات وقوائف اور اوصاف وخصوصیات معلوم کرلیا کرتا تھا۔ (مظاہر حق)

(ج)

کفار حضرت کی نسب پر کیوں طعنہ دیتے تھے؟

اس کا جواب مطلب میں آچکا ہے۔

نسب ثابت کرنے میں قیافہ شناسی کا مقام اور ائمہ کرام کا اختلاف:

(ا) امام شافعیؒ اور مالک وامام احمدؒ کے نزدیک اعتبار ہے لہذا نسب میں اس کا قول معتبر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل:

فریق اول نے حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ قیافہ کے ذریعہ ثابت شدہ نسب پر خوش ہوئے تو معلوم ہوا کہ اس کا اعتبار ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ اور امام اسحاقؒ کے نزدیک علم قیافہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

فریق ثانی کی دلیل:

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ قیافہ کے ذریعہ علم یقینی و تحقیق امر حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک امر تخمینی ہے اور شریعت کا کوئی کام امر تخمینی سے ثابت نہیں ہوتا۔

حدیث کا جواب:

احناف کی جانب سے اس حدیث کا یہ جواب دیا گیا کہ حضرت اسامہؓ کا نسب حکم شرعی کی بناء پر پہلے ہی ثابت تھا صرف وہ لوگ شبہ کرتے تھے اب ان کے نزدیک جو علم قیافہ معتبر ہے اس کے ذریعہ ان کا رد ہوا اور ثابت شدہ نسب کی مزید تائید ہوگئی، بنابریں آپ ﷺ خوش ہوئے، اس لیے خوش نہیں ہوا کہ قیافہ کے ذریعہ نسب ثابت ہو رہا ہے۔ (درس مشکوۃ)

سوال خامس رص ۵۳۲

عَنْ سَعْدِبْنِ اَبِی وَقَّاصٍ قَالَ: رَاَیْتُ عَنْ یَمِیْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ شِمَالِهٖ یَوْمَ اُحُدٍ رَجُلَیْنِ عَلَیْهِمَا ثِیَابٌ بِیْضٌ یُقَاتِلَانِ کَاَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَاَیْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے؟

(ب) یہ حدیث باب المعجزات کی ہے آپ پہلے معجزہ کی تعریف اور معجزہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وکرامت میں فرق بیان کیجئے پھر حدیث کا مطلب بیان کیجئے اور بتایئے کہ "رجلین" سے کون مراد ہیں؟

(ج) اس حدیث میں معجزہ کیا ہے؟ اور غزاوت میں ملائکہ کا نزول قتال کے لیے ہوا ہے یا صرف تسلی کے لیے حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

(الف)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے احد کی لڑائی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمیوں کو دیکھا اور وہ دونوں نہایت شدت کے ساتھ ہمارے دشمنوں سے لڑ رہے تھے ان دونوں کو میں نے نہ تو اس سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ اس کے بعد کبھی دیکھا اور نہ اس کے بعد کبھی دیکھا تھا (اس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ دونوں دراصل فرشتے، حضرت جبرئیل اور میکائیل تھے)

معجزہ کی تعرف اور معجزہ وکرامت کے مابین فرق:

معجزات یہ معجزہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں خارق عادت جس کو اللہ تعالی کسی نبی ورسول کے ہاتھ سے ظاہر کردے اور دوسرے اس سے عاجز ہوں۔

کرامت اور معجزہ میں فرق یہ ہے کہ معجزہ بحکم الہی کسی نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے، اور کرامت بحکم الہی کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے۔

مطلب:

حدیث کا مطلب یہ کہ احد کے دن جب جنگ کا رخ بدل گیا تو اللہ تعالی نے فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد کی، حضرت سعد بن ابی وقاص نے اسی واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اس دن حضور ﷺ کے دائیں اور بائیں جانب دو سفید لباس دار آدمی کو دیکھا کہ اس کے پہلے اور اس کے بعد ان کو اور کبھی نہیں دیکھا یعنی وہ دونوں فرشتے تھے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور یہی ہے حضور علیہ ﷺ کا معجزہ کہ آسمان سے خود فرشتہ اترے ان کی مدد کے لیے۔

رجلین سے مراد:

یہاں رجلین سے حضرت جبرئیل اور میکائیل مراد ہیں جو حدیث میں مذکور ہے۔

(ج)

اس حدیث میں معجزہ:

اس حدیث میں معجزہ یہ ہے کہ سرکار دوعالم کے لیے آسمان سے فرشتہ اترنا اور دشمنان خدا کے خلاف قتل وقتال کرنا۔

غزوات میں فرشتوں کا نزول:

جاننا چاہیے کہ غزوات میں فرشتوں کا نزول کبھی تو تسلی کے لئے ہوتا ہے اور کبھی قتال کے لئے ہے جیسے غزوۂ احد اور بدر میں، حدیث ہٰذا تو اس پر شاہد ہے، اور قرآن کریم بھی اس کو بیان فرمایا "لقد نصر کم اللہ ببدر و انتم اذلۃ"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۵ھ

سوال اول رص ۱۲

عَنْ اَبِی مُوسیٰ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :ثَلَاثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ ،وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ إِذَااَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَةٌ يَطَؤُهَافَأَدَّبَهَافَأَحْسَنَ تَأْدِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَافَلَهٗ أَجْرَانِ .

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب)مذکورہ تین آدمیوں کی تخصیص اورانہیں دوہرا اجر ملنے کی وجہ تحریر کریں۔

(ج)یہ بھی بتایئے کہ کیا اہل کتاب مہاجرین صحابہ سے اجر میں بڑھ جائیں گے؟

جواب(الف)

ترجمہ : حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخص ایسے ہیں جن کو دوہرا اجر ملے گے،(ا)اس اہل کتاب (یہودی اورعیسائی)کو جو پہلے اپنے نبی پرایمان رکھتا تھا پھر محمد پر ایمان لایا،(۲)اس غلام کو جو اللہ کے حقوق کو بھی ادا کرے اوراپنے آقا کے حق کو بھی ادا کرتا ہے،(۳)اس شخص کو جس کی کوئی باندی تھی اوروہ اس سے صحبت کرتا تھا، پہلے اس کو اچھا ہنرمند بنایا پھراس کوخوب اچھی طرح تعلیم دی اورپھراس کو آزاد کرکے اس سے نکاح کرلیا یہ بھی دوہرے اجر کا حق دار ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

تین آدمیوں کی تخصیص اور دوہرا اجر ملنے کی وجہ:

ان تینوں کی تخصیص کے بارے میں درس مشکوۃ میں لکھا ہے کہ ان تینوں کی تخصیص مراد نہیں بلکہ اس سے ایک عام کلی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جو عمل ایسے دو متزاحم ومتقابل دو جز سے مرکب ہو کہ ایک کے ساتھ مشغول ہونے سے دوسری کی طرف خیال بڑا مشکل ہوتا ہے اس میں دو اجر ملتے ہیں۔

دو اجر ملنے کی وجہ:

تو یہاں پہلے دو آدمی میں دو عمل متعین ہونے کی بناء پر دو اجر ہیں لیکن باندی کے بارے میں تو متعدد امور ہیں تو دو اجر کس میں ہیں تو اس میں شارحین سے مختلف اقوال منقول ہیں، بعض نے کہا کہ تعلیم وتادیب پر ایک اجر اور دوسرا اجر اعتاق پر، اور بعض نے کہا کہ اعتاق پر ایک اجر اور تزویج پر دوسرا اجر اور بعض نے کہا کہ ایک اجر تعلیم وتادیب پر اور دوسرا اجر عتاق وتزویج پر۔

الملاحظہ

پھر اس حدیث میں شبہ یہ ہوتا ہے کہ ان تین آدمیوں کو دو اجر ملے دو عمل کی بناء پر اس میں ان تینوں کی تخصیص نہیں جو بھی دو عمل کریگا دو اجر ملیں گے پھر حدیث میں ان تینوں کی تخصیص کی کیا وجہ ہے پھر دو اجر میں کیا کمال ہے؟ تو اس کے مختلف جوابات دیے گئے۔

(۱) یہ دو اجر نفس عمل پر جو اجر ملتا ہے اس سے زائد ہیں۔

(۲) ان کو صرف مذکورہ اعمال پر دو اجر نہیں ملتے بلکہ ان کے ہر عمل پر دو اجر زائد ملتے ہیں اجر موعودہ کے علاوہ، لہٰذا ہر ایک عمل میں تو انکو ایک سے لے کر دس پھر اس سے سات سو تک ملے گا ہی اس کے علاوہ بطور انعام اور زائد دو اجر ملیں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) ان کو دو اجر دو عمل پر نہیں بلکہ ایک ہی عمل پر ہے، لیکن بشرط مقارنت عمل آخر۔

اب اہل کتاب کو صرف حضور ﷺ پر ایمان لانے کی وجہ سے دو اجر ملے گا بشرطیکہ وہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا تھا، اپنے نبی پر ایمان لانے کا اجر تو اس وقت مل چکا تھا، اب صرف حضور ﷺ پر ایمان لانے کے دو اجر مل رہے ہیں اسی طرح بقیہ دونوں کا حال سمجھ لو۔ (درس مشکوٰۃ ۵۶/۲)

(ج)

کیا اہل کتاب مہاجرین صحابہ سے اجر میں بڑھ جائیں گے؟

جب اہل کتاب کو ایمان لانے پر دوہرا ثواب ملے گا تو مہاجرین صحابہ پر ان کی فضیلت لازم آتی ہے۔

جس کا جواب یہ ہے کہ یہ اہل کتاب کی جزئی فضیلت ہے اور جزئی فضیلت کلی فضیلت کے معارض نہیں ہوتی، یعنی ایمان لانے کا ثواب تو اہل کتاب صحابہ کو زیادہ ملے گا مگر ایمان لانے کے بعد مؤمن زندگی بھر جو اعمال کرے گا ان کا ثواب مہاجرین صحابہ کو اتنا بڑھا ہوا ملے گا کہ اہل کتاب صحابہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔

سوال ثانی / ص / ۹۰

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا، فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فِي الصَّلٰوةِ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا فَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ لَشُغْلاً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) نماز کے دوران سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو "فلم یرد علینا" کا جواب کیا ہے؟ اور اگر نا جائز ہے تو فیرد علینا کا کیا مطلب ہے؟

(ج) حبشہ کی طرف مسلمانوں نے کتنی مرتبہ ہجرت کی؟ اور "فلما رجعنا من عند النجاشی" میں کون سی ہجرت کا ذکر ہے؟ نیز یہ واپسی مدینہ میں ہوئی یا مکہ میں؟ سمجھ کر جواب لکھیے۔

جواب (الف)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا (پہلے یہ تھا کہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے اور ہم آپ کو سلام کرتے تو آپ ﷺ (نماز ہی کی حالت میں) ہمارے سلام کا جواب دیتے، لیکن جب ہم نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر آئے (اور آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو اس وقت آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے) ہم نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا، جب ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (پہلے) ہم آپ کو نماز کی حالت میں سلام کرتے تو آپ جواب دیا کرتے تھے اب آپ ﷺ نے ہمارے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟

آپ نے فرمایا نماز میں (آدمی کو) ایک دوسرا کام ہے جس میں مصروف رہنا چاہیے (بخاری و مسلم)

نماز کے دوران سلام کا مسئلہ:

نماز کے دوران سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں اسکی تفصیل یہ ہے کہ نماز کی حالت میں سلام کا جواب دینا یہ نماز میں کلام کرنا ہے، اور نماز میں کلام کے بارے میں ائمہ کرام کے درمیان اختلاف ہے۔

بیان مذاهب الائمة عن الكلام في الصلاة :

(۱) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کلام خواہ عمداً ہو یا نسیاناً یا جہلاً عن الحکم ہو یا خطاً اصلاح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صلوٰۃ کی غرض سے ہو یا اس غرض سے نہ ہو مطلقاً مفسد صلاۃ ہے۔

(۲) امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ کلام اگر نسیاناً ہو یا جہلاً ہو تو وہ مفسد صلوٰۃ نہیں، بشرطیکہ کلام طویل نہ ہو،

(واضح ہو کہ) تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کلام اگر عمداً ہو اور اصلاح صلاۃ کیلئے نہ ہو تو وہ مفسد صلاۃ ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک کلام فی الصلوٰۃ مطلقاً مفسد صلاۃ ہے اور ائمہ ثلاثہ کسی نہ کسی صورت میں کلام فی الصلاۃ کے غیر مفسد ہونے کے قائل ہیں۔

دليل الأئمة الثلاثة :

ائمہ ثلاثہ حدیث ذوالیدین سے استدلال کرتے ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ذوالیدین کا یہ کلام جہلاً تھا اور نبی ﷺ کا کلام نسیاناً تھا، لیکن حنفیہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا، آنے والے مندرجہ ذیل دلائل کی وجہ سے۔

دلائل الاحناف:

(۱) عن زيد بن ارقم قال كنا نتكلم خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الصلوة يكلم الرجل منا صاحبه إلى جنبه حتى نزلت "قوموا الله قانتين "فامرنا بالسكوت ونهيناعن الكلام .

(۲) عن ابن مسعودؓ قال : كنانسلم على النبي ﷺ فيرد علينا السلام حتى قدمنامن ارض الحبشة ،فسلمت عليه فلم يرده علي فأخذني ،ماقرب وما بعد ،فجلست حتى إذاقضى الصلاة قال إن الله يحدث من امره مايشاء وأنه قد أحدث من أمره أن لايتكلم فى الصلاة ،(رواه النسائى)

تو ابتدائے اسلام میں نماز کی حالت میں ردسلام و کلام دونوں مشروع تھا اس پر دلیل "فیرد علینا" کہ حضور ﷺ ہمارے سلام کا جواب دیا کرتے تھے، اور جب یہ حکم منسوخ ہو گیا تو نماز میں ردسلام اور کلام سے منع کیا گیا ہے، اس لئے آپ ﷺ بعد میں انکا سلام کا جواب نہیں دیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

حبشہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت اور اس کے متعلق باتیں:

حبشہ کی طرف مسلمانوں نے دو مرتبہ ہجرت کی ہے، اور فلما رجعنا من عند النجاشی میں ہجرت ثانیہ کا ذکر ہے نیز یہ واپسی مدینہ میں ہوئی اور اسی وقت حبشہ سے مدینہ منورہ آنے والے مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے اور ابن مسعودؓ اسی وقت کا واقعہ بیان کر رہے ہیں کیوں کہ ہجرت اولی میں ابن مسعودؓ نہیں تھے۔ (مظاہر حق ۲/۲۲)

سوال ثالث / ص ۱۵۸

عَنْ أَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ ،وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ ،وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذُوْدٍ مِنَ الأَبِلِ صَدَقَةٌ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) زمین کی پیداوار میں، چاندی اور اونٹوں میں زکاۃ کا نصاب اور اس میں ائمہ کا اختلاف تحریر کریں۔

(ج) یہ حدیث اگر احناف کے خلاف ہو تو اس کا جواب لکھئے اور احناف کے دلائل بھی تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکوۃ نہیں ہے، پانچ اوقیہ سے کم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چاندی میں زکوۃ نہیں ہے، اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہے (ب)

زمین کی پیداوار کا نصاب:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ زمین کی پیداوار میں (عشر یا نصف عشر کی صورت میں) زکوۃ فرض ہے، اختلاف اس میں ہے کہ اس (عشر یا نصف کے وجوب کیلئے کوئی نصاب مقرر ہے یا نہیں؟) امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے ساتھ صاحبین بھی اس کے قائل ہیں کہ زمین کی پیداوار (غلوں اور پھلوں) کا نصاب مقرر ہے، یعنی پانچ وسق، جیسا کہ اس حدیث میں بیان ہوا۔

ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اس حدیث کے مطابق زمین کی پیداوار اگر پانچ وسق یا اس سے زیادہ حاصل ہو تو اس میں دسواں حصہ (عشر) نکالنا واجب ہے، اور پیداوار اور اگر پانچ وسق سے کم حاصل ہو تو اس میں سے دسواں حصہ نکالنا واجب نہیں ہے۔

جب کہ امام ابوحنیفہؒ اس کے قائل ہیں کہ زمین کی پیداوار کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ زمین پیداوار جس قدر بھی حاصل ہو اس میں سے دسواں حصہ نکالنا واجب ہے

ان کا استدلال ایک تو سورۂ بقرہ کی آیت "انفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الارض" سے ہے اور دوسری ان احادیث سے جو کتب صحاح میں آئی ہیں۔

(۱) مثلاً حضرت ابن عمر کی یہ حدیث جو صحیح بخاری میں مرفوعا ہے۔ فيما سقت السماء والعيون العشر۔

(۲) حدیث جابرؓ فیماسقت الانهار الغيم العشور۔

(۳) ماأخرجته الارض ففيه العشر۔ مذکورہ آیت اور احادیث عام و مطلق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے جن میں وجوب عشر کے لیے نصاب کی قید مذکور نہیں ہے۔

واضح یہ ہے کہ حنفیہ کے یہاں فتوی ابوحنیفہ کے قول پر ہے۔

چاندی کا نصاب:

اواق: اوقیۃ کی جمع ہے، اور ایک اوقیہ، چالیس درہم (یعنی ساڑھے دس تولہ ، یا ۲۲ گرام ۲۷۴ ملی گرام) چاندی کے برابر ہوتا ہے، اس طرح پانچ اوقیہ دوسو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ ہیں۔

پس اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ چاندی کا نصاب دوسو درہم ہیں، اس سے کم میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی اور اگر کسی کے پاس دوسو درہم ہوں اور ان پر پورا ایک سال گذر جائے تو ان میں سے چالیسواں حصہ یعنی پانچ درہم بطور زکوۃ ادا کرنا اس پر فرض ہو جاتا ہے۔

اونٹ کے نصاب کی تفصیل:

اونٹوں میں زکوۃ کا بنیادی نصاب پانچ ہیں، یعنی پانچ سے کم اونٹوں میں زکوۃ واجب نہیں ہے حضرت ابوبکرؓ کے اس نوشتہ میں اونٹوں کا جو نصاب مذکور ہے وہ اس طرح ہے کہ۔

۵ سے ۹ اونٹوں تک پر ایک بکری۔

۱۰ سے ۱۴ تک پر دو بکریاں۔

۱۵ سے ۱۹ تک پر تین بکریاں۔

۲۰ سے ۲۴ تک پر چار بکریاں۔

گویا پانچ سے ۲۴ کا سیدھا حساب یہ ہوا کہ ہر پانچ انٹوں پر ایک بکری واجب ہوتی ہے، پھر ۲۴ کے بعد آگے جو نصاب چلتا ہے اس میں بکری کے بجائے اونٹوں ہی میں کا مادہ بچہ (بتفاوت عمر) واجب ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چنانچہ ۲۵ سے ۳۵ تک ایک بنت مخاض۔

۳۶ سے ۴۵ تک پر ایک بنت لبون۔

۴۶ سے ۶۰ تک پر ایک حقہ۔

۶۱ سے ۷۵ تک پر ایک جذعہ۔

۷۶ سے ۹۰ تک پر دو بنت لبون۔

۹۱ سے ۱۲۰ تک پر دو حقہ۔

تفصیل کے لیے مظاہر حق ج ۲/ص ۵۹۱ پر رجوع فرمائیں۔

(ج)

حدیث مذکور کی تفصیل:

مذکورہ حدیث احناف کے خلاف ہے، کیوں کہ حضرت ابوحنیفہؒ اس کے قائل ہیں کہ زمین کی پیداوار کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے، زمین کی پیداوار جس قدر بھی حاصل ہو، اس میں سے دسواں حصہ نکالنا واجب ہے۔

احناف کے دلائل:

(۱) آیت: وأنفقوا من طيبت ما كسبتم ومما أخرجنالكم من الارض:

(۲) آیت: واتو حقه يوم حصاده:

(۳) الحديث الذى روى عن ابن عمرؓ فى الصحيح البخارى وفى اخره فيماسقت السماء والعيون العشر:

(۴) حديث جابرؓ المذكور فى الصحيح المسلم وفى اخره فيماسقت الانهار والغيم العشور:

ان مذکورہ آیتیں اور حدیثیں مطلق اور عام ہیں جن میں وجوب عشر کے لیے نصاب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی قید مذکور نہیں ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ عشری زمین کی ہر قلیل وکثیر پیداوار پر عشر واضح ہے، اور جہاں تک حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث کا تعلق ہے، تو اس کے بارے میں حنفیہ کی طرف سے جو مختلف توجیہات منقول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ پانچ وسق کا جو نصاب بیان ہوا ہے وہ ان غلوں اور پھلوں کا نہیں ہے، جو اپنی زمین اور کاشت کی پیداوار کے ذریعہ حاصل ہوئے ہیں بلکہ ان غلوں اور پھلوں کا ہے جو تجارت کے لیے کسی اور ذریعہ سے حاصل کیے گئے ہیں۔ (مظاہر حق)

سوال رابع رص ر۳۷۶

عَنْ أَبِي رَيْحَانَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَشْرٍ، عَنِ الْوَشْرِ وَالْوَشْمِ وَالنَّتْفِ وَعَنْ مُكَامَعَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِغَيْرِ شِعَارٍ وَمُكَامَعَةِ الْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ بِغَيْرِ شِعَارٍ وَأَنْ يَجْعَلَ الرَّجُلُ فِي أَسْفَلِ ثِيَابِهِ حَرِيْرًا مِثْلَ الْأَعَاجِمِ أَوْ يَجْعَلَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ حَرِيْرًا مِثْلَ الْأَعَاجِمِ، وَعَنِ النُّهْبٰى، وَعَنْ رُكُوْبِ النُّمُوْرِ وَلُبُوْسِ الْخَاتَمِ إِلَّا لِذِي سُلْطَانٍ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کے لغوی ومرادی معنی تحریر کریں۔

(ج) تمام امور عشرہ کی الگ الگ مع حکم وضاحت کریں۔

(الف)

ترجمہ: حضرت ابوریحانہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں سے منع فرمایا: (۱) دانتوں کو تیز کرنے سے (۲) گودنے سے (۳) بال اکھاڑنے سے (۴) مرد کو مرد کے ساتھ سونے سے بغیر کسی کپڑے کے درمیان میں حائل ہونے کے (۵) عورت کو عورت کے ساتھ کپڑے کے حائل ہوئے بغیر سونے سے منع فرمایا (۶) مرد کو عجم کی طرح ریشم کا استر لگانے سے منع فرمایا (۷) عجم کی طرح مونڈھوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پر ریشمی کپڑا لگانے کی ممانعت فرمائی (۸) لوٹ مار سے (۹) چیتے کے چمڑے کی زین پر لیٹنے سے اور سوار ہونے سے (۱۰) انگوٹھی پہننے کی ممانعت فرمائی البتہ حاکم مہر کے لیے پہن سکتا ہے۔

خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق:

الوشر: دانتوں کو تیز کرنا، دانتوں کے کناروں کو باریک کرنا تحدید الاسنان وترقیق اطرافها وشر یشری وشرا من باب ضرب یضرب ۔ (مرقات ۱۶۰/۸)

الوشم: کھال میں سوئی کے ذریعہ سوراخ کر کے سرمہ، نیل، وغیرہ بھرنا تا کہ اس کا اثر نیلگوں یا سبز نظر آئے. وهو ان یغرز الجلد بإبرة ثم یحشی بکحل او نیل فیزرق اثره او یخضر من باب ضرب یضرب.

النتف: عورتوں کا اپنے چہروں سے بالوں کا اکھاڑنا۔ نتف ینتف نتفا من باب ضرب یضرب ۔

مکامعة: ملانا، ہمبستری کرنا، ایک شخص کا دوسرے کے ساتھ بلا حائل کے چمٹ کر سونا، کامع یکامع مکامعة من باب مفاعله ۔

النهبی: نہب کے معنی میں ہے، ہر وہ چیز جو لوٹی جائے۔ لوٹی ہوئی چیز، النهبی مصدر بمعنی النهب و الغارة وقد یکون اسما لما ینهب، من باب نصر وسمع وفتح.

الشعار: ما ولی جسد الانسان ما سواه من الثیاب وعلامة تتمیز بها دولة أو جماعة وعبارة یتعارف بها القوم فی الحرب أو السفر جمعه أشعرة، والمراد ههنا هو الاول:

یعنی وہ کپڑا جو انسان کے بدن کے ساتھ متصل ہو برخلاف دثار کے کہ وہ کپڑا ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جو بدن سے متصل نہ ہو۔ (مرقاۃ، معجم الوسیط، وغیرہ)

(ج)

ہر جزء کی تشریح و وضاحت:

الوشر: عرب میں یہ دستور تھا کہ بوڑھی عورتیں جوان عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے کیلئے اپنے دانتوں کے کناروں کو تیز اور باریک کرلیا کرتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

الوشم: اسی طرح ایک عادت یہ بھی تھی کہ عورتیں جسم کے بعض حصوں کو سوئی وغیرہ سے گود کر اس میں سرمہ یا نیل وغیرہ بھر دیتی تھی تو اس رواج و عادت سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

النتف: اس کا مطلب یہ ہے کہ زینت و آرائش کے واسطے عورتوں کا اپنے چہروں یعنی پیشانی کے بالوں کو اکھاڑنا اسی طرح مردوں کا داڑھی یا بھنوؤں کے سفید بالوں کو اکھاڑنا ان تمام باتوں سے آپ علیہ السلام نے منع فرمایا۔

والنهي عن هذه الثلاثة لما فيها من تغيير خلق الله تعالىٰ ۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)

مكامعة الرجل الخ: حدیث کے ظاہری الفاظ کا مطلب تو یہی ہے کہ دو مرد ایک لحاف یا چادر وغیرہ میں ملکر بالکل ننگے نہ سوئیں لیکن اگر دونوں کے ستر ڈھکے ہوں اور بقیہ اعضاء جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو تو یہ صورت بھی ممنوع ہے، یہی دونوں صورتیں عورت کے متعلق بھی ہے، پس اگر فتنے اور شر انگیزی کا اندیشہ ہو تو ایک ساتھ سونا قطعاً ممنوع ہے، اور اگر کوئی اندیشہ نہ ہو تو بھی یہ صورت تہذیب و شائستگی اور آداب و اخلاق کے خلاف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أن يجعل الرجل في أسفل ثيابه حريرا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد کیلئے ریشم کا استعمال کرنا قطعاً ممنوع ہے خواہ کپڑے کے اوپر ہو یا نیچے بطور استر کے یا کپڑے کے دامن میں بیل بوٹے وغیرہ کا کام کیا گیا ہو، بشرطیکہ قدر معفوعنہ سے زائد ہو، البتہ اگر بقدر معفوعنہ ہے تب بھی ورع اور تقوی کے خلاف ہیں۔

أن يجعل على منكبيه الخ:

مونڈھوں پر ریشم لگانے کا مطلب یہ ہے کہ کرتوں یا جبوں وغیرہ پر بیل بوٹے کے طور پر ریشمی کپڑا لگوانا یا ریشم کا کام کروانا یہ بھی ممنوع ہے لیکن اگر مقدار معفوعنہ ہے تو جائز ہے۔

مثل الأعاجم: کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عجمی لوگ اپنے کپڑوں میں سنجاف کے طور پر تکبر کی وجہ سے زیادہ ریشمی کپڑے لگواتے ہیں اس طرح تم لوگ مت کرو۔

عن النهبى: اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کے مال ودولت اور ان کی عزت وآبرو پر حملہ کرنے اور ان پر غارت گری کرنے سے منع فرمایا۔

ركوب النمور: یعنی چیتے کی کھال سے بنی ہوئی زینوں کو بھی استعمال کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کیوں کہ اس میں زینت وآرائش اور دکھلاوا اور تکبر مقصود ہوتا ہے۔

إلا لذي سلطان: اس کا مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں کو مہر کی انگوٹھی نہیں استعمال کرنی چاہیے بلکہ صرف اسی شخص کو استعمال کرنی چاہیے جس کو مہر وغیرہ لگانے کی ضرورت ہو جیسے بادشاہ، حاکم، قاضی، امیر، الغرض فقط زیب وزینت کے لیے انگوٹھی استعمال کرنا ممنوع یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔ (مرقات ۱۶۰/۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال خامس رص ۱۴۸۷

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَا أَنَا أَسِيْرُ فِي الْجَنَّةِ إِذَا أَنَا بِنَهْرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ قُلْتُ: مَاهٰذَا يَا جِبْرَئِيْلُ؟ قَالَ الْكَوْثَرُ الَّذِيْ أَعْطَاكَ رَبُّكَ فَإِذَا طِيْنُهُ مِسْكٌ أَذْفَرُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق کرتے ہوئے بتائیے کہ حوض کوثر کہاں ہے؟ جنت میں یا جنت سے باہر؟

(دوسرے انبیاء کے لیے بھی حوض ہوں گے یا نہیں؟ اگر ہوں گے تو کہاں ہوں گے؟

(الف)

ترجمہ: حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں (معراج کی رات میں) جنت کی سیر کر رہا تھا کہ اچانک میرا گزر ایک نہر پر ہوا جس کے دونوں طرف موتیوں کے گنبد تھے میں نے پوچھا کہ جبرائیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ حوض کوثر ہے جو آپ ﷺ کو پروردگار نے عطا کیا ہے، پھر جو میں نے دیکھا تو اسکی مٹی مثل مشک تیز خوشبودار تھی۔

(ب)

خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق:

(۱) **حافتاہ:** یہ کلمہ اضافت کے ساتھ ہے اور حافتا اصل میں حافتان تھا جو حافۃ کا تثنیہ ہے اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گر گئی جس کا معنی ہے، جانباہ وطرفاہ یعنی کنارہ۔

(۲) **قباب:** بکسر القاف، یہ قبۃ کی جمع ہے القبة هو البناء المدود وتفسير بالخيمة. یعنی قبہ کہتے ہیں گول بڑی عمارت کو یعنی گنبد۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳)مجوف :یہ باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے کھول کھولا ،پس مجوف موتی کے گنبد سے مراد یہ ہے کہ حوض کوثر کے دونوں کناروں پر جو گنبد اور قبے ہیں وہ اینٹ پتھر اور چونے گارے جیسی چیزوں سے تعمیر شدہ نہیں ہیں بلکہ ہر گنبد دراصل ایک بہت بڑا موتی جو اندر سے کھول کھلا ہے اور جس میں نشست و رہائش کی جملہ اسائشیں موجود ہیں۔

پہلے حوض کا معنی اور مراد جاننا ضروری ہے:

لغت میں حوض کے معنی ہیں ''پانی جمع ہونا اور بہنا'' اس لئے جو گندہ خون عورتوں سے ہر مہینہ آتا ہے ''حیض'' کہا جاتا ہے اور یہ لفظ بھی حوض ہی سے مشتق ہیں اور یہاں حوض سے مراد (نہر) ہیں جو قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کے لئے مخصوص ہوگا۔

حوض کوثر کہاں ہوگا اس کی تفصیل:

قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی ﷺ کے لیے دو حوض ہوں گے ایک حوض تو میدان محشر میں پل صراط سے پہلے عطا ہوگا اور دوسرا حوض جنت میں ہوگا اور دونوں کا نام کوثر ہوگا۔

واضح رہے کہ عربی میں کوثر کے معنی ہیں خیر کثیر یعنی بے شمار بھلائیاں اور نعمتیں، پھر زیادہ صحیح یہ ہے کہ میدان حشر میں حوض عطا ہوگا وہ ''میزان'' کے مرحلہ سے پہلے ہی ہوگا پس لوگ اپنی قبروں سے پیاس کی حالت میں نکلیں گے اور پہلے حوض پر آئیں گے، اس کے بعد میزان کا مرحلہ پیش آئے گا۔

(ج)

دوسرے انبیاء کے لیے بھی حوض ہوں گے؟

اسی طرح دوسرے انبیاء کے لیے بھی حوض ہوگا اور وہ بھی میدان حشر میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہو گا ہر پیغمبر کا اپنا الگ حوض ہو گا جس پر اس کی امت آئے گی، چنانچہ اس وقت تمام پیغمبر آپس میں فخر اظہار کریں گے کہ دیکھیں کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں ہمارے حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میرے حوض پر آنے والے کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ (مظاہر حق)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۳ھ

سوال اول ص ۲۹

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا إِنِّي أُوْتِيْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰى أَرِيْكَتِهٖ يَقُوْلُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمُ الْحِمَارُ الْأَهْلِيُّ وَلَا كُلُّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوْهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوْهُ فَلَهٗ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب) حدیث شریف کی "باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ" سے مناسبت ظاہر کیجئے؟

(ج) "ألا لا يحل لكم الخ" سے اخیر تک ہر جز کا مطلب واضح کیجئے؟

جواب (الف)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خبردار آگاہ ہو جاؤ بلاشبہ مجھے قرآن اور اس جیسی ایک اور اس کے ساتھ دی گئی ہے آگاہ ہو جاؤ (وہ وقت) قریب ہے کہ ایک شکم سیر آسودہ (پیٹ بھرا) شخص اپنی مسند پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا کہے گا کہ بس اس قرآن کو تم اپنے لئے ضروری سمجھو (یعنی صرف قرآن کو دین جانو) پس تم اس قرآن کے اندر جو چیز حلال پاؤ اس کو حلال سمجھو اور اس کے اندر جو چیز حرام پاؤ اس کو حرام جانو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح وہ چیز جس کو اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے آگاہ ہو جاؤ! تمہارے لیے اہلی گدھے (جو آبادیوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں رہتے ہیں) حلال نہیں ہے، اور نہ درندوں میں سے کچلی رکھنے والے جانور حلال ہیں، اور کسی معاہد کا لقطہ بھی حلال نہیں ہے، الا یہ کہ خود مالک اس سے لاپرواہ ہو جائے اور (خیال رکھو) جب کوئی شخص کسی قوم میں اترے تو اس قوم کے لوگوں پر لازم ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں پس اگر اس قوم کے لوگ اس کی میزبانی نہ کریں تو مہمان کو حق ہے کہ مہمان نوازی کا بدلہ اسی قدر ان سے وصول کرلے۔

(ب)

حدیث کے ساتھ باب کی مناسبات:

جاننا چاہیے کہ یہاں حدیث اور باب کے درمیان بظاہر کوئی مناسبت نظر نہیں آرہی ہے دراصل مناسبت اس طور پر ہے کہ باب چل رہا ہے "کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ" پر اعتماد کرنے کا اور حدیث میں منکرین سنت کی تردید کی گئی معلوم ہوا کہ سنت پر بھی کتاب کے ساتھ ساتھ اعتماد کرنا ضروری ہے تو گویا حدیث کی مناسبت باب کے ساتھ باعتبار ضد کے ثابت ہوتی ہے۔

(ج)

لایحل لکم الخ، سے ہر ایک جز کی تشریح:

(۱) **ألا لایحل لکم الحمار الاھلی:** یعنی وہ گدھا جو شہر و آبادی میں رہتا ہے حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ "وحشی گدھا" جس کو گورخر کہتے ہیں حلال ہے۔

(۲) **ولا کل ذی ناب من السباع:**

یعنی وہ جانور جو نوک دار دانت اور کتا دانت رکھتے ہیں اور اپنے دانتوں سے شکار پکڑتے ہیں اور پھاڑتے ہیں جیسے شیر، بھیڑیا، تیندوا، چیتا، لومڑی، بلی، کتا، یہ سب کے سب حرام ہیں۔

(۳) **ولا لقطۃ معاھد:**

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معاہد دراصل اس کافر کو کہتے ہیں جس کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدۂ امن وامان ہو خواہ وہ ذمی ہو یا غیر ذمی، پس اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کی کوئی چیز کہیں راستہ وغیرہ میں گری پڑی پائی جائے تو وہ اٹھانے والے کے لیے حلال نہیں ہے ہاں اگر وہ چیز معمولی ہو کہ بالعموم اس کا مالک اس کی پرواہ نہیں کرتا ہے جیسے گٹھلی، چھلکے وغیرہ تو اس کو اٹھا کر اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔

(۴)ومن نزل بقوم :

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قبیلہ وخاندان میں کوئی مسافر آ کر اترے تو اس آبادی کے لوگوں کو چاہیے کہ اسکی مہمان نوازی کریں اور اگر وہ قبیلہ مہمان نوازی نہ کریں تو اس مسافر مہمان کو حق ہے کہ وہ مہمانی کے بقدر رقم یا جنس وغیرہ زبردستی وصول کرے۔

سوال ثانی رص ر۱۵۷

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِي دُوْرِهِمْ .

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب)لاجلب ولا جنب" کے دو مطلب ہیں آپ ان دونوں مطلب کو بوضاحت تحریر کریں۔

(ج)اور بتائیے کہ ولاتوخذ صدقاتھم کا کس مطلب سے مناسبت ہے؟

جواب(الف)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عامل (زکوۃ اصول کرنے کیلئے) مویشیوں کو نہ کھنچوائے اور نہ مالک مویشیوں کو لے کر دور چلا جائے بلکہ مویشیوں کی زکوۃ ان کے مکان پر لی جائے۔

(ب)

لاجلب ولاجنب کے دو مطلب:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جلب کے لغوی معنی اپنی طرف کھینچنا اور جنب کے معنی معہود جگہ سے دور ہونا جلب اور جنب کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) پہلی صورت تو زکوۃ میں ہوتی ہے "جلب" کی صورت یہ ہے کہ زکوۃ وصول کرنے والا کسی جگہ میں آ کر ٹھرتا ہے اور ارباب اموال کو حکم دیتا ہے کہ سب اپنی اپنی زکوۃ یہاں لا کر دے دیں اس سے عاملوں کو آپ ﷺ نے منع فرمایا، کیوں کہ اس صورت میں مال والوں کو بہت تکلیف ہوگی، عامل کو حکم ہے کہ خود جگہ میں جا کر زکوۃ وصول کر لیں۔

اور "جنب" کی صورت یہ ہے ساعی کی خبر سن کر ارباب اموال اپنی معہود جگہ چھوڑ کر دور دراز مال لے جائے اس سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا تا کہ ساعی کو مشقت نہ ہو۔

(۲) اور دوسری صورت بیع میں ہوتی ہے "جلب" کی صورت یہ ہے کہ باہر سے کوئی قافلہ مال تجارت لا رہا ہو اور ایک آدمی شہر کے باہر جا کر راستہ میں تمام مال خرید کر لیتا ہے۔

اور "جنب" کی صورت یہ ہے کہ شہر کا کوئی تاجر کسی باہری تاجر کے پاس سب مال بیچ ڈالے تو ان دونوں سے آپ ﷺ نے منع فرمایا، کیوں کہ اس سے شہر والوں کو ضرر ہوتا ہے اگر ضرر نہ ہو تو پھر جائز ہے۔ (درس مشکوۃ ۲/۱۶۶)

(ج)

اور یہ بات روز روشن کے مانند عیاں ہے کہ لا تؤخذ صدقاتھم یہ پہلا مطلب سے مناسبت رکھتا ہے یعنی لا جلب ولا جنب زکوۃ والی صورت کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث ص ۲۷۳

عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرُ رِضَاعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ، ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) رضاعت کی کتنی مقدار سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟ اس سلسلہ میں ائمہ کرام کا اختلاف تحریر کریں اور بتائیے کہ مذکورہ حدیث کس کی دلیل ہے؟

(ج) اگر یہ حدیث مسلک حنفیہ کے خلاف ہو تو ان کی طرف سے اس کا جواب لکھئے نیز حنفیہ کی دلیل بھی تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قرآن کریم میں یہ حکم نازل ہوا تھا کہ دس بار دودھ پینا، جب کہ اس کہ پینے کا کامل یقین ہو تو (نکاح) کو حرام کرتا ہے۔ پھر یہ حکم پانچ بار پینے کے ساتھ کہ جس کے پینے کا کامل یقین ہو، منسوخ ہو گیا (یعنی جب بعد میں یہ حکم نازل ہوا کہ پانچ بار دودھ پینا کہ اس کے پینے کا کامل یقین ہو حرمت رضاعت ثابت کرتا ہے تو پہلا حکم منسوخ ہو گیا) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے، اور یہ آیت قرآن کریم میں تلاوت کی جاتی رہی۔

(ب)

حرمت نکاح کیلئے مقدار رضاعت میں ائمہ کرام کا اختلاف:

حضرت امام شافعیؒ اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک حرمت رضاعت ثابت ہونے کے لئے پانچ گھونٹ پینا شرط ہے اس سے کم میں رضاعت کی حرمت ثابت نہ ہوگی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہی قول امام احمدؒ کا بھی ہے۔

(۲) لیکن امام اعظم اور امام مالکؒ بلکہ جمہور فقہاء اور امام احمد کا مشہور قول یہ ہے کہ حرمت رضاعت کے لئے ایک گھونٹ بھی کافی ہے۔

مذکورہ حدیث کس کی دلیل ہے؟

یہاں جو حدیث بیان کیا گیا وہ امام شافعیؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کی دلیل ہے، کیوں کہ یہاں خمس رضاعت کی بات مذکور ہے۔

(ج)

حنفیہ کی طرف سے حدیث کا جواب:

(۱) اس حدیث اور اس طرح کی دیگر تمام احادیث کا جواب یہ ہے کہ تمام احادیث جو کسی خاص مقدار پر دلالت کرتی ہیں وہ اخبار احاد کے قبیل سے ہیں اور خبر واحد کے ذریعہ کتاب اللہ پر زیادتی نہیں کی جاسکتی۔ (مرقات)

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم پہلے تھا لیکن بعد میں منسوخ ہوگیا۔

امام ابوحنیفہ کا استدلال:

قرآن پاک کی آیت "وامھاتکم اللّٰتی ارضعنکم" کیوں کہ باری تعالی کا یہ قول عام ہے ایک گھونٹ پیا ہو یا اس سے کم پیا ہو یا زیادہ۔

سوال رابع ص ۳۸۹

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا أُبَالِي مَا أَتَيْتُ إِنْ أَنَا شَرِبْتُ تِرْيَاقًا أَوْ تَعَلَّقْتُ تَمِيْمَةً أَوْ قُلْتُ الشِّعْرَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِي.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب)مطلب بوضاحت لکھیے۔

(ج)شعر کہنا کیا مطلقا حرام ہے یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟ بوضاحت تحریر کیجئے۔

(الف)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ہر عمل سے لاپرواہ ہوں گا،اگر میں تریاق (ایک دوا جو زہریلی چیزوں اور دیگر امراض کے لیے نہایت مفید ہے)پیوں یا گلے میں تعویذ ڈالوں یا میں اپنے قصد وارادے سے اشعار کہوں۔

(ب)

حدیث شریف کا مطلب:

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان اشیاء ثلاثہ میں سے کوئی ایک چیز بھی مجھ سے صادر ہوگئی تو میرا بھی شمار انہیں لوگوں میں سے ہوگا جو کسی بھی جائز وناجائز کام کرنے میں ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے گویا کہ جس کے اندر یہ اشیاء ثلاثہ ہوں گی وہ لاپرواہ شمار کیا جائے گا،

(ج)

تعویذ کے احکام مع دلیل:

جاننا چاہیے کہ تعویذ گنڈے بھی امت کے لیے مطلقا حرام نہیں بلکہ اگر غیر اللہ کے نام سے استعانت لی گئی ہو یا ایسے الفاظ ہوں جن کے معنی معلوم نہ ہو یا کفر وشرک سے ملوث ہو تو یہ تعویذ وگنڈے حرام ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے "والرقی الا بالمعوذات" رقی کے اندر جھاڑ پھونک، تعویذ اور گنڈے وغیرہ تمام چیزیں شامل ہیں،

قال صلّی اللّٰہ علیه وسلم علیکم بالشفائین :

صاحب الحل الرضی نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام وصفات قرآنی آیات اور آنحضرت ﷺ سے منقول دعاؤں کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنا مستحب ہے اور جس منتر میں کلمات کفریہ وشرکیہ ہوں اسی طرح اس میں ایسے کلمات والفاظ ہوں جن کے مفہوم ومعانی معلوم نہ ہوان سے جھاڑ پھونک کرنا جائز نہیں، البتہ ایسی منتر جن کے الفاظ وکلمات صحیح روایت میں شارع سے منقول ہوں اوران کے مفہوم ومعانی معلوم ہوں ان کے ذریعہ سے بھی جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے۔

شعر کا حکم:

اشعار کے باب میں روایات مختلف آئی ہیں:

(۱) قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلم لأن یمتلئ جوف احدکم قیحا خیر من أن یمتلئ شعرا، یعنی آدمی کا پیٹ ایسی پیپ سے بھر جائے جو اس کی پیٹ خراب کردے اس سے بہتر ہے وہ اشعار سے بھر جائے۔

(۲) انه صلّی اللّٰہ علیه وسلّم قال إن من الشعر حکمة، یعنی بعض اشعار پر حکمت ہوتے ہیں۔

ان حدیثوں کا مصداق الگ الگ ہیں، کیوں کہ اشعار کلام ہیں پس اچھا کلام اچھا ہے، اور برا کلام برا ہے، سنن دار قطنی میں حضرت عائشہ سے ایک فیصلہ کن روایت مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: الشعر هو کلام فحسنه حسن وقبیحه قبیح، اشعار بھی کلام ہیں پس جو اچھے شعر ہیں وہ اچھے ہیں اور جو برے اشعار ہیں وہ برے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اچھے اشعار پڑھنا صحیح ہے اور برے اشعار پڑھنا غلط ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۳ھ

سوال اول رص ر۳۰

عَنْ عَمْرِوبْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الدِّيْنَ لَيَأْرِزُإِلَى الْحِجَازِ كَمَاتَأْرِزُالْحَيَّةُإِلٰى جُحْرِهَاوَلَيَعْقِلَنَّ الدِّيْنُ مِنَ الْحِجَازِمَعْقِلَ الْأُرْوِيَّةِمِنْ رَأْسِ الْجَبَلِ إِنَّ الدِّيْنَ بَدَأَغَرِيْبًاوَسَيَعُوْدُكَمَابَدَأَفَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ وَهُمُ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَاأَفْسَدَالنَّاسُ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ سُنَّتِيْ:

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب)خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تشریح کر کے پوری حدیث کا مطلب تحریر کریں۔

(الف)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عوف کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ (آخری زمانہ میں) حجاز میں دین اس طرح سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ آتا ہے، اور دین ملک حجاز میں اس طرح پناہ لے گا جیسے بکری پہاڑ کی چوٹی پر پناہ لیتی ہے، دراصل دین غربت سے شروع ہوا اور آخری زمانہ میں) پھر ویسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ شروع ہوا تھا۔

پس خوش خبری ہے غرباء کے لیے جو اس بگاڑ کو درست کریں گے جسے میرے بعد لوگ میری سنت میں پیدا کردیں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق:

(۱) لیارز: یہ باب ضرب یضرب سے فعل مضارع کا واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہیں، ینضم، ماننا اور یہاں مراد دین اسلام سمٹ کر مکہ اور مدینہ کی طرف چلا جانا۔

(۲) جحر: بضم الجیم وسکون الحاء، اس کا معنی ہیں، سوراخ، الجحر: حفرة تأوی الیها الهوام وصغار الحیوان، والجمع جحور، أجحار.

(۳) معقل الاروية: بضم الهمزة وتكسر وتشديد الياء الانثى من المعز الجبلي وهو مصدر بمعنى العقل، يجوز أن يكون اسم مكان.

(۴) غريبا: غرب يغرب من باب كرم هو غريب وجمعه غرباء، معناه، اجنبی، نامانوس، انوکھا۔

حدیث شریف کا مطلب:

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیشین گوئی فرمائی کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ زمین کے اطراف اور جوانب میں دین نہیں رہے گا اور دین اسلام سمٹ کر ارض حجاز کی طرف آجائے گا یعنی مکہ اور مدینہ میں جس طرح سانپ اپنے سوراخ سمٹ کر آجاتا ہے، اسی طرح ارض حجاز میں مضبوط جگہ پکڑے گا جس طرح کہ پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی پر جگہ پکڑی ہے، اور یہ انتہائی مشکل مقامات پر رہتی ہے دیکھنے والوں کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے پاؤں میں پہاڑ پر چپکنے والا کوئی مادہ چسپاں ہے اور یہ سحری کے وقت جماعت کی شکل میں چرنے کے لیے چراگاہ کی طرف نکلتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جب قیامت کے قریب فتنوں کا ظہور ہوگا اور اس زمانے میں دین سمٹ کر ارض حجاز میں جگہ پکڑے گا، جس طرح کہ پہاڑی بکرا پہاڑ کی چوٹی پر انتہائی مضبوطی سے جگہ پکڑ لیتا ہے، باوجود شواری کے اس زمانہ میں یہی حال ہوگا دین اسلام کا اور پھر غرباء کو بشارت دی گئی ہے، اور غرباء سے مراد وہ لوگ ہیں جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے والے ہوں گے، اور لوگوں نے بدعات اور رسومات کا ایجاد اور اختراع کر کے جو فساد پیدا کیا ہوگا یہ لوگ اس کی اصلاح کریں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال ثانی ص ۷۹

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ مُعَاذٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَأْتِيْ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلّٰى لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ أَتٰى قَوْمَهُ فَأَمَّهُمْ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى وَحْدَهُ وَانْصَرَفَ فَقَالُوْا لَهُ أَنَافَقْتَ يَافُلَانُ؟ قَالَ لَاوَاللّٰهِ وَلَآتِيَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَلَأُخْبِرَنَّهُ. اَلْحَدِيْث.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ متنفل کے پیچھے مفترض کی اقتداء درست ہے؟ یہ کس امام کا مذہب ہے؟ اور کس امام کے نزدیک "اقتداء المفترض خلف المتنفل" جائز نہیں؟ ان کی دلیل کیا ہے؟ اور وہ مذکورہ حدیث کا کیا جواب دیتے تحریر کریں۔

جواب (الف)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ یہ کرتے کہ (پہلے تو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے، پھر (اپنے محلّہ کی مسجد میں) آتے اور اپنے محلے والوں کو نماز پڑھاتے، چنانچہ ایک رات ایسا ہوا کہ انہوں نے عشاء کے وقت نبی کریم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، پھر (اپنے محلہ کی مسجد میں) آ کر لوگوں کو نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔

وہ قرات میں سورہ بقرہ پڑھنے لگے، اتنے میں (ان کے مقتدیوں میں سے) ایک صاحب نے سلام پھیر لیا (یعنی جماعت سے نکل آئے) اور اپنی نماز اکیلے پڑھ کر چل دئے ،بعد میں لوگوں نے (حیرت کے ساتھ) ان سے کہا، اے فلاں! کیا تم منافق ہو گئے؟ وہ صاحب بولا نہیں، خدا کی قسم میں منافق ہر گز نہیں ہوا۔ میں رسول اللہ علیہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بارے عرض کروں گا، الی آخر الحدیث۔

(ب)

اقتداء المفترض خلف المتنفل :

مذکورہ حدیث شریف سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی مفترض کا متنفل کے پیچھے اقتداء کرنا جائز ہے اور اسی ظاہر حدیث سے استدلال کرتے ہوئے حضرت امام شافعیؒ اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ متنفل کے پیچھے مفترض کا اقتداء کرنا جائز ہے، ان کا کہنا ہے کہ حضرت معاذؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جب نماز پڑھتے اور اس صورت میں تو فرض ادا کرنے کی نیت سے پڑھتے اور اس صورت میں جب وہی نماز اپنے محلے والوں کو پڑھاتے تو خود ان کی نماز نفل ہوتی تھی، کیوں کہ فرض تو وہ پہلے ہی ادا کر چکے ہوتے تھے پھر جب ان کے ایک مقتدی نے ان کے اس طرح نماز پڑھنے اور پڑھانے کا ذکر حضور علیہ ﷺ کے سامنے کیا تو حضور علیہ ﷺ نے "تقریر" فرمائی یعنی حضرت معاذ کو اس سے منع نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مفترض کا متنفل کے پیچھے اقتداء جائز ہے۔

لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مفترض کو متنفل کے پیچھے اپنی نماز فرض ادا کرنا جائز نہیں ہے ایک روایت میں امام مالکؒ کا مسلک اور ایک روایت میں حضرت امام احمدؒ کا مسلک بھی یہی ہے۔ (مظاہر حق جدید ۱/۶۹۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلائـــل : امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی دلیل ایک تو حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے (ترمذی شریف) **الامام ضامن والمؤذن مؤتمن.**

تو جب امام کی نماز مقتدی کی نماز کو ضمن میں رکھنے والی ہے تو ظاہر بات ہے کہ بڑی چیز کو چھوٹی چیز ضمن میں نہیں لاسکتی اور یہاں مفترض کی نماز بڑی ہے اور متنفل کی نماز چھوٹی ہے لہٰذا متنفل مفترض کی نماز کو ضمن میں نہیں لاسکتی فلہٰذا اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز نہیں ہوگی۔

دوسری دلیل: صلوۃ خوف کی مشروعیت مع جمیع منافی صلوۃ، اگر اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز ہوتی تو آسان صورت یہ تھی کہ ایک ہی امام دونوں گروہ کو دودفعہ الگ الگ نماز پڑھادیتا ایک گروہ کو بنیت فرض اور دوسرے کو بنیت نفل۔

والجواب عن دلائل الشوافع :

شوافع نے جو دلیل پیش کی اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بہت احتمالات ہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ معاذ نے حضور ﷺ کے پیچھے بنیت نفل نماز پڑھی ہو اور اپنی قوم کو بنیت فرض پڑھائی ہو، فلا اشکال۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب ایک نماز کو بنیت فرض دو مرتبہ پڑھنا جائز تھا پھر منسوخ ہوگیا، کما قال الطحاوی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت معاذؓ نے اپنے رائے سے کیا تھا، حضور ﷺ کی طرف سے نہ حکم تھا اور نہ تقریر اس لئے جب حضور ﷺ کو خبر ملی تو حضور ﷺ ناراض ہوگئے۔

نیز حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اصل میں حضرت معاذؓ چند روز حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ کر اس کی کیفیت سیکھی ۔

الغرض تو جب اس میں اتنے احتمالات ہیں تو اس مسئلہ میں کس طرح اس سے استدلال ہوسکتا ہے؟ (درس مشکوۃ:۷۶/۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث رص ۱۶۰

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْصَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ،وَأَمَرَبِهَا أَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلٰوةِ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھئے اور بتائے کہ صدقہ فطر فرض ہے یا واجب؟ اگر واجب ہے تو حدیث میں لفظ فرض کی کیا توجیہ ہوگی؟ نیز بتائے کہ عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر نکالنے کا حکم کس مقصد سے دیا گیا ہے؟ اگر کوئی شخص بعد میں نکالے تو کیا حکم ہے؟

جواب (الف)

ترجمہ : حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں سے ہر غلام، اور آزاد اور ہر مرد اور عورت، اور ہر چھوٹے اور بڑے، پر کھجور کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع زکوۃ الفطر (صدقہ فطر) کے طور پر دینا فرض کیا ہے، اور آپ ﷺ نے اس (صدقہ فطر) کے متعلق یہ حکم دیا ہے کہ لوگوں کے (عید الفطر کی) نماز کے لیے جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔

(ب)

حدیث شریف کا مطلب:

حدیث مذکور کا مطلب یہ ہے کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں سے ہر غلام اور آزاد اور ہر مرد اور عورت اور چھوٹے اور بڑے، ہر ایک پر صدقہ واجب کیا گیا ہے، اور ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے یہ حکم بھی دیا کہ صدقہ فطر عید الفطر کی نماز کے لیے جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صدقۃ الفطر فرض ہے یا واجب یا سنت؟

اس میں اختلاف ہے امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک صدقۃ الفطر فرض ہے پس اس حدیث میں فرض کا جو لفظ آیا ہے وہ آئمہ ثلاثہ کے یہاں اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے۔

مگر حنفیہ کہتے ہیں کہ اس صدقۂ فطر کا ثبوت دلیل قطعی سے نہیں ہے، لہٰذا اس کو اعتقادی فرض تو نہیں کہا جا سکتا ہاں زیادہ سے زیادہ عملی فرض کہا جا سکتا ہے، جس کا ماحصل یہ نکلتا ہے کہ اس کو واجب مانا جائے پس فرض کیا ہے، یعنی آپ ﷺ نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور ایک روایت کے مطابق صدقۂ فطر امام مالکؒ کے یہاں سنت مؤکدہ ہے چنانچہ جو مالکی فقہاء اس کے سنت مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مذکور "فرض کیا" سے مراد یہ ہے کہ مقرر کیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل:

یہ حدیث ہے، إن صدقة الفطر حق واجب على كل مسلم.

صدقۂ فطر عید کی نماز سے پہلے ادا کرنے کا حکم کا مقصد:

یہ حکم اس اعتبار سے دیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے حدیث ہے کہ صدقۂ فطر قبل الصلوۃ ادا کرنا یہ زکوۃ مقبولہ میں سے ہے اور بعد الصلاۃ ادا کرنا یہ صدقہ من الصدقات ہے، پس معلوم ہوا کہ قبل الصلاۃ ادا کرنا یہ اقرب الی القبول ہے۔

نیز صدقۂ فطر کا مقصد حاجت مندوں کی حاجت پوری کرنا اور حاجت مندوں کی حاجت مکمل طور پر پوری تو اس وقت ہوگی جب کہ صدقۂ فطر کو قبل الصلاۃ ادا کیا جائے، تا کہ وہ حاجت مند لوگ اپنی ضروریات و حاجات کو پوری کر کے غنی کے مشابہ ہو جائے۔

واضح رہے کہ صدقۂ فطر کا عید الفطر کی نماز کے لیے جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے اور جائز اس کے بعد ادا کرنا بھی ہے، دراصل حنفیہ اس کے قائل ہیں کہ صدقہ فطر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی ادائے گی علی الفور واجب نہیں، بلکہ اس میں توسع ہے، لہٰذا پوری زندگی کے کسی بھی حصہ میں ادا کیا جائے تو وہ ادا ہی ہوگا قضاء شمار نہیں ہوگا۔

لیکن دوسروں کے یہاں یہ مسئلہ اس سے مختلف ہے، چنانچہ شافعیہ کے یہاں صدقہ فطر کا ادا کرنا خاص عید کے دن کے ساتھ مقید ہے ان کے نزدیک عید کا دن گزرنے کے بعد ادا کیا جانے والا صدقہ فطر ادا نہیں ہوگا بلکہ قضا ہے، حنابلہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

(در مختار)

سوال رابع ص ۲۸۳

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ طَلَّقَ إِمْرَأَةً لَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتَغَيَّظَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ :لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكُهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ فَتَطْهُرَ فَإِنْ بَدَالَهُ اَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھتے ہوئے بتائیے کہ حالت حیض میں طلاق دینے سے کیوں منع کیا گیا ہے؟ اس حالت میں دی گئی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اس حدیث سے کیا معلوم ہوتا ہے؟

(ج) نیز "فتلک العدۃ الخ" کا مفہوم واضح کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو حضرت عمرؓ نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، آنحضرت ﷺ اس واقعہ سے بہت غصہ ہوئے، اور فرمایا، اور فرمایا کہ (اس گناہ کا تدارک کرنے کے لیے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

)عبداللہ کو چاہیئے کہ وہ اس عورت سے رجوع کرے، اور پھر اس کو اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے، اور پھر جب وہ حائضہ ہو اور اس کے بعد پاک ہو جائے اور پھر جب وہ حائضہ ہو اور اس کے بعد پاک ہو جائے اور طلاق دینا ضروری ہو تو پاکی کی حالت میں اسے طلاق دے قبل اس کے کہ اس سے جماع کرے، پس یہی وہ عدت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ اس میں عورتوں کو طلاق دی جائے۔

حدیث شریف کا مطلب:

حدیث شریف کا مطلب تو ترجمہ سے واضح ہو گیا کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دیا تو حضرت عمرؓ نے اس واقعہ کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، تو حضور ﷺ بہت غصہ ہوئے اور فرمایا کہ عبداللہ کو چاہیئے کہ وہ اس عورت سے رجوع کرے۔

حالت حیض میں طلاق دینے سے منع کرنے کی وجہ:

حالت حیض میں طلاق دینے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ طلاق دینے والے نے حالت حیض میں محض کراہت طبع کے سبب طلاق دی ہو اور وہ مصلحت اس کے طلاق دینے کی وجہ نہ ہو جس کی بناء پر طلاق دینا ضروری ہو جاتا ہے، جب کہ پاکی کی حالت میں یہ احتمال پیدا نہیں ہوا۔

حالت حائض میں طلاق دینے کا حکم اور اس بارے میں اختلاف:

(ا) ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک حالت حیض میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگر چہ حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے، حدیث مذکور فی السوال جمہور کی دلیل ہے، اس لیے کہ اس میں رجوع کرنے کا حکم دیا گیا، اور ظاہر ہے کہ رجوع طلاق کے واقع ہونے کے بعد ہو سکتا ہے ورنہ رجوع کا کوئی مطلب ہی نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ طلاق بدعی واقع نہیں ہوتی وہ کہتے ہیں کہ طلاق بدعی ناجائز ہے وہ کیسے واقع ہو سکتی ہے؟ لہٰذا اگر کوئی شخص حیض کے زمانہ میں طلاق دے تو واقع نہیں ہوگی۔

ابن تیمیہؒ کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے جس میں "فَمَهْ أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ" کے الفاظ آئے ہیں کہ یہاں "مَہ" اسم فعل ہے اس کے معنی کف، دور ہو، یعنی اگر شوہر درماندہ ہو گیا اور اس نے حماقت بھرا کام کیا تو کیا شریعت بھی اسکی موافقت کرے گی؟ اور اس نے جو گناہ کا کام کیا اس کو نافذ کرے گی؟

لیکن ابن تیمیہ کی یہ تاویل حدیث کے موافق نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں "فراجعتُها وحسبتُ لها التّطليقةَ التّي طلّقها" (مسلم)

(ج)

فتلک العدۃ کا مفہوم:

پہلے یہ بات یاد کرنی چاہیے کہ ہمارے نزدیک عدت حیض سے گذاری جاتی ہے، اور شوافع کے نزدیک طہر سے، تو دونوں کے مذہب کے اعتبار سے اس کا مفہوم بھی الگ الگ ہوگا۔

احناف کے نزدیک یہاں عدت سے عدت اصطلاحی مراد نہیں، بلکہ اس سے عدت لغوی مراد ہے، اور عدت کے لغوی معنی "وقت" ہے تو اب مطلب یہ ہوا کہ طہر ہی طلاق دینے کا وقت ہے، نہ کہ حیض۔

لیکن شوافع کا مسلک ہمارا خلاف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال خامس ص ۴۲۶

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ، وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ، وَيُلْقَى الشُّحُّ، وَيَكْثُرُ الْهَرَجُ، قَالُوْا وَمَا الْهَرَجُ؟ قَالَ: اَلْقَتْلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث شریف کے ہر جز کی تشفی بخش تشریح کریں۔

(الف)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (وہ وقت بھی آنے والا ہے جب) زمانے ایک دوسرے کے قریب ہوں گے، علم اٹھالیا جائے گا، فتنے پھوٹ پڑے گے، بخل ڈالا جائے گا، اور ہرج زیادہ ہوگا، صحابہؓ نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ ”ہرج“ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا قتل۔ (بخاری و مسلم)

(ب)

ہر جز کی الگ الگ تشریح:

یتقارب الزمان:

زمانے ایک دوسرے کے قریب ہوں گے، اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ اس وقت دنیا کا زمانہ اور آخرت کا زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گے، اس صورت میں قیامت کا قریب ہونا مراد ہوگا یا اس جملہ سے مراد زمانہ والوں میں سے بعض کا بعض کے ساتھ برائی اور بدی کے تعلق سے قریب ہونا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ خود زمانہ کے اجزاء بدی و برائی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب اور مشابہ ہوں گے، یا یہ مطلب ہے کہ آخر میں جو زمانہ آئے گا اس میں لوگوں کی عمریں بہت چھوٹی ہوں گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یا یہ مطلب ہے کہ گناہوں کی کثرت سے زمانہ سے برکت ختم ہوجاتا ہے اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ آخر زمانہ میں وقت اس طرح جلدی گزرے گا کہ ایک سال ایک مہینے کے برابر اور ایک مہینہ ایک ہفتہ کے برابر اور ایک ہفتہ ایک دن کے برابر معلوم ہوگا۔

ویقبض العلم :

علم اٹھالیا جائے گا، کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں مخلص، باعمل اور حقیقی علم کے حامل علماء اٹھالیے جائیں گے اور اس طرح حقیقی علم مفقود ہوجائے گا نیز مختلف علمی فتنوں کا اندھیرا اس طرح پھیل جائے گا کہ علماء حق اور علماء سوء کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہوگا۔

وتظهر الفتن :

کا مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے

سيلقى الشحّ:

بخل ڈالا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں لوگوں میں بخل کی خصلت نہایت پختہ ہوجائے گی اور بخل کی برائی ایک عام وبا کی طرح پھیل جائے گی، نیز لوگ اس بخل کے یہاں تک تابع ہوجائیں گے کہ صنعت وحرفت والے اپنی صنعتی اشیاء کو بنانے اور پیدا کرنے میں بخل وتنگی کرنے لگیں گے اور مال تجارت ولین دین کرنے والے لوگ اپنے مال کو چھپا کر بیٹھ جائیں گے یہاں تک کہ ضروری اشیاء کو بھی فراہم کرنے اور دینے سے انکار کرنے لگیں گے۔

الهرج :

ہرج کے معنی ہیں فتنہ اور خرابی میں پڑنا، وفی القاموس :هرج الناس، تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ لوگ فتنے میں پڑ گئے اور قتل واختلاط یعنی خونریزی اور کاموں کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خلط ملط ہوجانے کی وجہ سے اچھے برے کی تمیز نہ کرسکنے کی آفت میں مبتلا ہوگئے، پس اس ارشادگرامی میں "ہرج" سے مراد خاص طور پر وہ قتل وخونریزی ہے جومسلمانوں کے باہمی افتراق وانتشار کے فتنہ صورت میں اوراچھے برے کاموں کی تمیز مفقود ہونے کی وجہ سے پھیل جائے۔(مظاہر حق جدید/۶/۲۲۵)

سوالات وجوابات

۱۴۳۲ھ

سوال اول/ص/۱۷

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :لَايَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَمُؤْمِنٌ وَلَايَشْرَبُ الْخَمَرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَمُؤمِنٌ وَلَايَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَايَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرْفٍ يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَبْصَارَهُمْ فِيهَا حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَغِلُّ اَحَدُكُمْ حِيْنَ يَغِلُّ وَهُوَمُؤْمِنٌ فَأَيَّاكُمْ وَاِيَّاكُمْ.

(الف)حدیث پراعراب لگاکرترجمہ ومطلب تحریر کریں

(ب) گناہ کبیرہ سے مومن ایمان سے خارج ہوجاتا ہے یانہیں؟اس سلسلہ میں اگراختلاف ہوتو تحریر کریں۔

(ج)نیز یہ حدیث اگرمسلک جمہور کے خلاف ہوتواسکا جواب بھی تحریر کریں۔

جواب(الف)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایازنا کرنے والا جب زنا کرتا ہے اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا ہے،شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا ہے، چوری کرنے والا جب چوری کرتا ہے تو اس وقت اسکا ایمان باقی نہیں رہتا ہے، اور چھینا جھپٹی کرتا ہے اور لوگ اس کو چھینا جھپٹی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں (لیکن خوف ودہشت کے مارے بے بس ہوجاتے ہیں اور چیخ وپکار کے علاوہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں پاتے) تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا ہے، پس تم ان گناہوں سے بچو۔

حدیث شریف کا مطلب:

مومن کا قلب ایک ایسے حساس اور پاکیزہ ظرف کی مانند ہے جس میں صرف ایمان کا نور ٹھر سکتا ہے ایمان کے منافی کوئی بھی چیز درانداز ہونے کی کوشش کرتی ہے تو نہ قلب مومن اس کا روادار ہوتا ہے اور نہ نور ایمان اس کو برداشت کرتا ہے چنانچہ وہ بدترین اور سنگین گناہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہوا ایسی منافی ایمان باتیں ہیں جن کا تحمل نور ایمان کسی حالت میں نہیں کرسکتا، ادھر انسان ان میں سے کسی گناہ پر ارتکاب کرتا ہے تو نور ایمان اس کے قلب سے رخصت ہوجاتا ہے، پھر جب تک کہ اس گناہ پر نادم وشرمندہ ہوکر آئندہ کے لیے خلوص دل سے توبہ نہ کرے تو ایمان کی وہ نورانی کیفیت جو ارتکاب سے قبل اس کو حاصل تھی اس کے قلب میں واپس نہیں آتی۔

(ب)

گناہ کبیرہ سے مومن ایمان سے خارج ہوجاتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فرقین کی اختلاف:

(۱) اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک گناہ کبیرہ مومن بندے کو نہ تو ایمان سے خارج کرتا ہے اور نہ ہی کفر میں داخل کرتا ہے۔

دلیل: یاأیھاالذین امنوا توبوا الی اللّٰہ توبۃ نصوحا:

(۲) یاایھاالذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳)وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا:

(۲)معتزلہ کا مسلک مرتکب کبیرہ نہ مومن ہے اور نہ کافر ہے بلکہ یہ لوگ منزلۃ بین المنزلتین ایمان وکفر کے بیچ کے قائل ہیں یعنی مرتکب کبیرہ نہ کافر ہے نہ مومن۔

دلیل:(ا)قال رسول الله ﷺ لایزنی الزانی حین یزنی وهو مؤمن:

(۲)لاایمان لمن لاامانة له:

(۳)أفمن كان مومنا كمن كان فاسقا:

(۳)خوارج کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ تو کافر ہے مرتکب صغیرہ بھی کافر ہے، ان کے درمیان کوئی درجہ نہیں ہے۔

دلیل:(ا)ومن لم یحکم بماأنزل الله فاولئک هم الكافرون:

(۲)ومن ترک الصلوٰۃ متعمدافقد كفر:

(ج)

حدیث باب کا جواب:

(ا)اس حدیث کے اندر زانی کے کامل مومن ہونے کی نفی کی گئی ہے۔

(۲)اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زانی باحیا مومن نہیں ہیں پس یہاں مستحی من اللہ ہونے کی نفی کی گئی ہے۔

(۳)اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زانی زناء میں مشغول ہوجاتا ہے تو اس کا ایمان سلب کرلیا جاتا ہے اور اس کے اوپر مثل سائبان کے معلق رہتا ہے پھر اس فعل شنیع کے بعد واپس کردیا جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثانی رص ۴۲

عَنْ بُسْرَۃَ قَالَتْ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ إِذَا مَسَّ اَحَدُکُمْ ذَکَرَہٗ فَلْیَتَوَضَّأْ.

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب)زیر بحث مسئلہ میں ائمہ کرام کے اختلاف کو مدلل تحریر کریں؟

(ج)نیز یہ حدیث اگر احناف کے خلاف ہو تو اس کا تشفی بخش جواب دیں۔

(الف)

ترجمہ: حضرت بسرہ بنت صفوان کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب عضو مخصوص کو ہاتھ لگائے تو اس کو چاہیے کہ وضو کرے۔

(ب)

مس ذکر کے بارے میں اختلاف ائمہ مع دلائل:

(۱)ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مس ذکر ناقض وضو ہے،امام احمدؒ کے نزدیک مطلقاً ناقض وضو ہے امام مالک اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس وقت ناقض وضو ہے جب کہ لمس بباطن الکف ہو،البتہ امام مالکؒ کی روایت یہ ہیں کہ مس ذکر کے بعد وضو مستحب ہے نہ کہ واجب۔

دلیل:عن بسرۃ بنت صفوانؓ أن النبی ﷺ قال من مس ذکرہ فلایصلی حتی یتوضأ:

(۲)حنفیہ کے نزدیک مس ذکر مطلقاً ناقض وضو نہیں ہے۔

دلیل:عن طلق بن علی قال قال:رجل مسست ذکری أوقال الرجل لمس ذکرہ فی الصلوۃ أعلیہ وضوء؟ فقال النبی ﷺ لا انما ھو بضعۃ منک:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

الجواب عن حدیث بسرةؓ :

(۱) شیخ بخاریؒ علی بن المدینی اور ابوعمرو علی بن الفلاسؒ کہتے ہیں کہ حدیث طلق بن علی، بسرہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے لہٰذا صحیح کو ترجیح دینا چاہیئے۔

(۲) یہ مسئلہ متعلق ہے رجال کے ساتھ لہٰذا اس بارے میں مردی روایت زیادہ صحیح ہوگی۔

(۳) یہ عموم بلوی کا مسئلہ ہے تنہا ایک مرد کی روایت بھی مقبول ہونے میں اشکال ہے چہ جائے کہ عورت کی روایت مقبول ہو۔

(۴) یہ حدیث ضعیف ہے، کیوں کہ اس میں مروان ایک راوی ہیں وہ ایک ظالم بادشاہ تھا ضعف کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ مروان ایک شرطی بھیج کر اس حدیث کو بسرہ سے سنی اور وہ شرطی مجہول ہے لہٰذا یہ حدیث قابل استدلال نہیں۔

(۵) علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کا جواب یہ دیا کہ یہاں بسرہ کی روایت میں مس ذکر سے خروج نجاست مراد ہے جس سے وضو لازم ہے

(۶) اور بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ بسرہ کی روایت استنجاء پر محمول ہے۔

سوال ثالث رص ر۲۴۵

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ شِرَاءِ التَّمَرِ بِالرُّطَبِ فَقَالَ :أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ ؟فَقَالَ نَعَمْ ،فَنَهَاهُ عَنْ ذَالِکَ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب تحریر کیجیے۔

(ب) زیر بحث مسئلہ میں ائمہ کرامؒ کے اختلاف مع دلائل لکھیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) نیز یہ حدیث اگر امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے خلاف ہوتو اس کا مناسب جواب دیں۔

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سنا جب تازہ کھجور کے بدلے (خشک) کھجور خریدنے کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تازہ کھجور خشک ہونے کے بعد کم ہو جاتی ہے؟ عرض کیا گیا، جی ہاں، چنانچہ آپ ﷺ نے اس طرح لین دین سے منع فرمایا۔

مطلب:

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا کہ تازہ کھجور کو خشک کھجور کے بدلے خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تازہ کھجور خشک ہونے کے بعد کم ہو جاتی ہے؟ تو صحابہؓ نے جواب دیا ہاں تو حضور ﷺ نے فرمایا چونکہ تازہ کھجور خشک ہونے کے بعد کم ہو جاتی ہے تو جنس واحد میں مساوی نہ ہونے کی وجہ سے ربوا لازم آئے گا اس لیے تم ایسا خرید وفروخت مت کرو۔

(ب)

بیع الرطب بالتمر میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل:

(ا) حضرات صاحبینؒ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تر کھجور کو خشک کھجور کے عوض بیچنا جائز نہیں ہے۔

دلیل: ائمہ ثلاثہ مذکورہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں، عن زید بن أبی عیاش عن سعد بن أبی وقاص، قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عمن اشتری التمر بالرطب فقال اینقص الرطب اذا یبس فقالوا نعم فنھی عن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ذلک، اس حدیث میں آپ ﷺ نے بیع الرطب بالتمر کو صراحۃً منع فرمایا۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تر کھجور کو خشک کھجور کے عوض برابر سرابر بیچنا جائز ہے۔

دلیل: رطب درحقیقت تر ہی ہے اور تمر کو تمر کے عوض برابر بیچنا "التمر بالتمر" والی حدیث کی وجہ سے جائز ہے۔

اور رطب تمر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ایک دفع آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں خیبر کی کچھ رطب کھجوریں بطور ہدیہ پیش کی گئی ان کو دیکھ کر آپ ﷺ نے یہ جملہ فرمایا: أو کل تمر خیبر ھکذا، تو اس حدیث میں آپ ﷺ رطب کو تمر فرمایا معلوم ہوا کہ دونوں ایک ہی جنس ہے، اور اگر دونوں الگ جنس مان لیا جائے تو بطریقہ اولی بیچنا جائز ہے بہر حال ہر صورت میں بیع الرطب بالتمر جائز ہے۔ (اشرف الہدایہ)

(ج)

حدیث باب کا جواب:

(۱) صاحب ہدایہ نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہے اور وہ ضعیف ہے فلا یصح الاستدلال بہ، ومدار ھذا الحدیث علی زید بن عیاش وھو ضعیف عند النقلۃ:

(۲) علامہ عبدالحیؒ نے یہ جواب دیا کہ سائل نے یہاں بیع الرطب بالتمر نسیئۃ کا سوال کیا اور یہ بالاتفاق جائز نہیں ہے،

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں سائل کسی یتیم کا وصی تھا اور حضور ﷺ نے دیکھا کہ یتیم کے لیے یہ تصرف فائدہ مند نہیں ہے لہذا از راہ شفقت اس سے منع فرمایا نہ کہ حکم اصلی بیان کیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال رابع ص/۲۷۰

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ بَاطِلٌ بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا فَإِنِ اشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب تحریر کریں؟

(ب) زیر بحث مسئلہ میں ائمہ کرام کے اختلاف مع دلیل تحریر کریں اور مذکورہ حدیث اگر حنفیہ کے خلاف ہو تو اس کا جواب تحریر کریں؟

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس عورت نے اپنا نکاح اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، پھر اگر شوہر نے اس کے ساتھ مجامعت کی ہو تو وہ مہر کی حق دار ہوگی، کیوں کہ شوہر نے اس کی شرم گاہ سے فائدہ اٹھایا ہے اور اگر کسی عورت کے ولی باہم اختلاف کریں تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی بادشاہ ہے۔

مطلب:

اس حدیث میں حضور ﷺ کو یہ بیان کرنا مقصد ہے نکاح کے معاملہ میں ولی کی اجازت و مرضی کو بنیادی درجہ حاصل ہونا چاہیے اور اپنے اس قول کو مؤید کرنے کے لیے تین مرتبہ یہ بات فرمائی کہ اگر ولی کی اجازت کے بغیر کوئی شادی کرلے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ اور آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی عورت کے ولی آپس میں اختلاف کریں اور کسی فیصلہ پر متفق نہ ہو پائیں تو وہ سب کالعدم ہو جاتے ہیں اور اس صورت میں ولایت بادشاہ وقت کو حاصل ہو جاتی ہے، ورنہ یہ معلوم ہی ہے کہ ولی کی موجودگی میں بادشاہ کو ولایت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا حق حاصل نہیں ہوتا ہے۔ (مظاہر حق)

(ب)

اس مسئلہ میں اختلاف ائمہ اور دلائل مع جوابات ۱۴۳۷ھ میں گذر چکا ہے۔

سوال خامس ص ۳۸۰/

عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَنْھٰی عَنِ الْقَزْعِ، قِیْلَ لِنَافِعٍ مَاالْقَزْعُ، یُحْلَقُ بَعْضُ رَأْسِ الصَّبِیِّ وَیُتْرَکُ الْبَعْضُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) وَالْحَقَ بَعْضُھُمُ التَّفْسِیْرَ بِالْحَدِیْثِ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں

(ب) ''قزع'' کی لغوی تشریح کرتے ہوئے مطلب لکھیں، نیز ''والحق بعضھم التفسیر بالحدیث'' کا مطلب واضح کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت نافعؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو قزع سے منع فرماتے ہوئے سنا، حضرت نافع سے پوچھا گیا کہ قزع کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ (قزع اس کو کہتے ہیں کہ) لڑکے کے سر کے بعض بعض حصہ کو مونڈا جائے اور بعض حصہ کو چھوڑ دیا جائے، اور بعض راویوں نے وضاحت کو حدیث کے ساتھ جوڑا ہے، (یعنی ان راویوں کے مطابق ''قزع'' کے یہ معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں)

(ب)

قزع کے لغوی تشریح:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

القنزع :في اللغة كل شيء يكون قطعا متفرقة ومنه قطع السحاب المتفرقة في السماء وقطع الشعر المتفرقة في الرأس .أما واحدته ،قزعة ، (معجم الوسيط) یعنی قزع لغت کے اندر ہر شیء کے متفرق ٹکڑے کو کہتے ہیں آسمان کے اندر بادل کے متفرق ٹکڑا پر بھی صادق آتا ہے، اور سر کے اندر بعض بالوں کو کاٹنے پر بھی صادق آتا ہے۔

والحق بعضهم التفسير بالحديث کی وضاحت:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ "قیل لنافع" سے قزع کی جو تفسیر بیان کی گئی وہ تو اس حدیث میں موقوف ہے یعنی راوی کا قول ہے، حضور کا نہیں، لیکن بعض حضرات نے اس کو مرفوع یعنی حضور علیہ السلام کا قول قرار دیا ہے بایں طور کہ "قیل لنافع" کی جگہ میں صرف "قیل" بیان کر دیا یعنی "قیل مالقزع قال یحلق الخ " اس وقت دوسرے قال کا فاعل خود حضور علیہ السلام ہوں گے۔ (مرقاۃ ۸/۲۷۸)

والحق بعضهم :أى بعض الرواة من المحدثين (التفسير) أى الموقوف .(بالحديث)أى المرفوع بأن حذف قوله لنافع ،وفسر الحديث بتمامه. (مرقاۃ)

سوالات وجوابات

۱۴۳۱ھ

سوال اول ص ۱۸۷

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِيْ مَاوَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا مَالَمْ تَعْمَلْ بِهٖ أَوْتَتَكَلَّمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ).

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں

(ب) پھر وسوسہ کی تعریف اس کے اقسام اور ان کی تعریفیں بیان کیجئے۔

(ج) اور اس کی آخری قسم جسے عزم کہتے ہیں بتائیے کہ کیا اس کا بھی یہی حکم ہے یا اس پر مؤاخذہ ہے؟ اگر مؤاخذہ ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے میری امت کے لوگوں کے ان وسوسوں کو معاف کر دیا ہے جو ان کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں جب تک کہ وہ ان وسوسوں پر عمل نہ کریں اور ان کو زبان پر نہ لائیں۔ (بخاری ومسلم)

(ب)

وسوسہ کی تعریف اور اس کے اقسام مع تعریفات:

الوسوسة لغة :الصوت الخفي (دبی ہوئی آواز)

واصطلاحا:الخواطر إن كانت تدعو إلى الرذائل فهي وسوسة وإن كانت إلى الفضائل فهي الهام (مرقاۃ ۱/۲۲۸)

وسوسہ کے اقسام مع تعریف:

وسوسہ کی دو قسمیں ہیں (۱) ضروریہ (۲) اختاریہ۔

ضروریہ: یہ وہ ہے جو سینے میں ابتداءً آوے اور انسان اس کے دفع کرنے پر قادر نہ ہو۔

اختاریہ: وہ ہے جو قلب میں جاری ہو اور دائما رہ جائے۔

اختیاریہ کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) ہاجس (۲) خاطر (۳) حدیث النفس (۴) ہم (۵) عزم۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہاجس: جوقلب میں واقع ہوکر گزر جائے۔

خاطر: جوقلب میں واقع ہوکر گھومتا رہے لیکن فعل وعدم فعل کی بات پیدا نہ ہو۔

حدیث النفس: جوقلب میں واقع ہوکر گھومتا رہے اور فعل وعدم فعل کی بات بھی پیدا ہوگئی ہو لیکن ابھی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دیا ہو۔

ہم: اور اگر قلب نے فعل وعدم میں سے ایک کو ترجیح تو دے دیا لیکن ترجیح قوی نہیں ہے پس اسی کو ہم کہتے ہیں۔

عزم: عزم یہ ہے کہ فعل وعدم فعل میں سے ایک کی ترجیح دوسرے پر قوی ہو۔

(ج)

کیا عزم پر مؤاخذہ ہے؟ اگر مؤاخذہ ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟

وسوسہ اختیاریہ میں سے سوائے عزم کے سب معاف کر دیا گیا ہے، کیوں کہ وسوسہ کی یہ صورت (عزم) ایسی ہے جو قابل مؤاخذہ ہے لیکن اس مؤاخذہ کی نوعیت عملی طور پر ہونے والے مؤاخذہ سے ہلکی ہوگی۔

عزم قابل مؤاخذہ ہونے کی دلیل:

لأن النبی ﷺ قال القاتل والمقتول کلاھما فی النار: کہ یہاں قاتل فی النار ہونا ظاہر ہے البتہ مقتول چونکہ وہ بھی قتل کرنے کا قصد وارادہ اور عزم کیا تھا اگر چہ کامیاب نہیں ہوسکا اس لیے وہ بھی فی النار ہوگا، اس سے پتہ چلتا ہے کے عزم پر مؤاخذہ ہوتا ہے۔

سوال ثانی رص ۷۷

عَنْ عِكْرِمَةَؒ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍؓ إِنَّهُ أَحْمَقُ فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ: (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب) بتایئے کہ رباعی نماز میں تکبیر افتتاح اور تکبیر القیام من التشہد کو شمار کر کے کتنی تکبیرات ہوتی ہے؟ اگر یہ بائیس ہی ہوتی ہیں تو اس میں حیرت کیا بات ہے؟

(ج) یہ شیخ کون تھے؟ حضرت عکرمہ نے اتنی سخت بات کیوں کہی؟ اور حضرت ابن عباس نے ثکلتک امک سے جو بددعا دی ہے اس کا مقصد بددعا ہی ہے یا اس کو کلمہ ترحم کہا جائے گا؟

(الف)

ترجمہ: حضرت عکرمہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مکہ میں ایک بزرگ کے پیچھے نماز پڑھی اور انہوں نے بائیس تکبیرات کہیں، پھر میں نے جب حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ یہ بوڑھا احمق معلوم ہوتا ہے، تو حضرت ابن عباسؓ نے (بڑی خفگی کے ساتھ) فرمایا: تیری ماں تجھ کو گم کرے، یہ (بائیس تکبیریں کہنا) ابوالقاسم ﷺ کی سنت ہیں۔

(ب)

رباعی نماز میں تکبیر کتنی ہیں نیز حیرت کی وجہ:

چار رکعت والی نماز میں تکبیر تحریمہ سمیت بائیس ہی تکبیریں ہوتی ہیں حضرت عکرمہ کو حضرت ابوہریرہؓ کے ان بائیس تکبیروں کے کہنے پر حیرت اس لیے ہوئی کہ مروان اور بنوامیہ کے دوسرے لوگوں نے اپنے زمانۂ اقتدار میں یہ تکبیریں پکار کر کہنی چھوڑ دی تھیں جس کی وجہ سے اس وقت ان تکبیرات کا رواج زیادہ نہیں رہ گیا تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

یہ شیخ کون تھے؟

یہ شیخ حضرت ابوہریرہؓ تھے۔

حضرت عکرمہ نے اتنی سخت بات کیوں کہی؟

اوپر گذر چکا کہ مروان اور بنوامیہ کے دوسرے لوگوں نے اپنے زمانہ اقتدار میں یہ تکبیریں پکار کر کہنی چھوڑ دی تھیں جس کی وجہ سے اس وقت ان تکبیرات کا رواج زیادہ نہیں تھا، اس لیے حضرت عکرمہ نے اپنے عدم علم کی وجہ سے اتنی سخت بات کہی تھی۔ (مظاہر حق)

ثکلتک امک کا مقصد بددعا ہے، یا کلمہ ترحم ہے؟

لسان عرب میں اس کا استعمال تعجب اور ترحم کے لیے ہوتا ہے، اور کبھی کبھی بددعا کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے، چونکہ یہاں حضرت عکرمہ نے اپنے عدم علم کی وجہ سے ابوہریرہؓ جیسے بڑے بزرگ اور فقیہ فی الدین کے متعلق احمق جیسے لفظ استعمال کردیا بناء بریں حضرت ابن عباس نے اس کی ہلاکت پر ثکلتک امک کہہ دیا۔

ثکلتک امک: کلمة تعجب ظاهرها دعاء عليه وقد يذكر في موضع المرح والذم وههنا محمول على هلاكته ردالقوله احمق فيمن اقتفى سنة ابى القاسم ﷺ (مرقاة)

سوال ثالث/ص/۲۰۷

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ،فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً ،فَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِأَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ ،وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں

(ب) مطلب واضح کریں

جواب (الف)

ترجمہ :حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھی (یعنی فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ لوح محفوظ میں نیکیوں اور برائیوں کے بارے یہ تفصیل لکھ دیں کہ) جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور وہ اس پر عمل نہ کر سکے تو اللہ تعالی اس کے لیے اپنے ہاں اس ارادہ ہی کو ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے ،اور جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور پھر اس نیکی کو کرے تو اللہ تعالی اس کے لیے اپنے ہاں دس گناہ سے سات سو گناہ تک بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیاں لکھ لیتا ہے ،اور جو شخص کسی برائی کا ارادہ کرے اور پھر اس برائی میں بھی مبتلا نہ ہو تو اللہ تعلیٰ اس کے لئے اپنے ہاں ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے ،اور جس شخص نے کسی برائی کا ارادہ کیا پھر اس برائی میں مبتلا بھی ہو گیا تو اللہ تعالی اس کے لیے ایک ہی برائی لکھتا ہے۔ (بخاری)

(ب)

حدیث شریف کا مطلب :

حدیث شریف کا مطلب تو ترجمہ ہی سے واضح ہے کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور وہ نیکی کسی وجہ سے نہ کر سکے تو اس کے لئے بھی ایک نیکی اس لئے لکھی جاتی ہے کہ کسی بھی عمل کا ثواب نیت پر موقوف ہے اور مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر اور افضل ہوتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پس جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور پھر اس نیکی کو کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے ہاں دس گنا سے سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیاں لکھ لیتا ہے، یہ اللہ کا احسان و کرم ہے، برخلاف جو کسی برائی کا ارادہ کرے تو پھر اس برائی میں مبتلا بھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے صرف ایک ہی برائی لکھتا ہے۔

سوال رابع رص ر۳۲۵

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ مُسْلِمًا وَيَهُوْدِيًّا اِخْتَصَمَا إِلٰى عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ ،فَرَأٰى الْحَقَّ لِلْيَهُوْدِ ىِّ فَقَضٰى لَهٗ عُمَرُؓ بِهٖ فَقَالَ لَهُ الْيَهُوْدِىُّ ،وَاللّٰهِ لَقَدْ قَضَيْتَ بِالْحَقِّ فَضَرَبَهٗ عُمَرُؓ بِالدُّرَّةِوَقَالَ وَمَايُدْرِيْكَ؟فَقَالَ الْيَهُوْدِىُّ وَاللّٰهِ إِنَّانَجِدُ فِى التَّوْرَاةِ أَنَّهٗ لَيْسَ قَاضٍ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ إِلَّا كَانَ عَنْ يَمِيْنِهٖ مَلَكٌ وَ عَنْ شِمَالِهٖ مَلَكٌ يُسَدِّدَانِهٖ وَيُوَفِّقَانِهٖ لِلْحَقِّ مَادَامَ مَعَ الْحَقِّ فَإِذَا تَرَكَ الْحَقَّ عَرَجَاوَتَرَكَاهُ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(الف) اِعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھئے۔

(ج) بتائے کہ یہودی کے ''لقد قضیت بالحق'' کہنے پر مارنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت سعید ابن مسیبؒ راوی ہیں کہ (ایک دن) حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں ایک مسلمان اور ایک یہودی اپنا جھگڑا لے کر آئے حضرت عمرؓ نے جب یہ دیکھا کہ یہودی حق پر ہے، تو انہوں نے اس کے حق پر فیصلہ دیا اس یہودی نے کہا کہ خدا کی قسم آپ نے حق کے مطابق فیصلہ دیا ہے، حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اس کو ایک درہ (کوڑا) مارا اور فرمایا کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تجھکو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے حق پر فیصلہ دیا ہے، یہودی نے کہا کہ خدا کی قسم ہم نے توراۃ میں یہ لکھا ہوا پایا ہے کہ جو بھی قاضی حق کے مطابق فیصلہ دیتا ہے، اس کے دائیں ایک فرشتہ ہوتا ہے، اور اس کے بائیں ایک فرشتہ ہوتا ہے، وہ دونوں فرشتے اس کی تقویت پہنچاتے ہیں اور حق کی توفیق دیتے ہیں جب تک وہ حق پر رہتا ہے اور جب قاضی حق کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں، اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(ب)

حدیث شریف کا مطلب:

حدیث شریف کا مطلب تو ترجمہ سے بالکل واضح ہو گیا کہ ایک دن حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں ایک مسلمان اور ایک یہودی اپنا جھگڑا لے آئے، حضرت عمرؓ نے جب قضیہ کی تحقیق کے بعد یہ دیکھا کہ یہودی حق پر ہے تو انہوں نے اس یہودی کے حق میں فیصلہ دیا، اس یہودی نے اپنے حق میں فیصلہ سن کر کہا خدا کی قسم آپ نے حق کے مطابق فیصلہ دیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اس کو ایک درہ مارا اور فرمایا کہ تجھکو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے حق پر فیصلہ دیا ہے، یہودی نے کہا خدا کی قسم ہم نے توراۃ میں ایسا ایسا پایا ہے۔

(ج)

"لقد قضیت بالحق" کہنے پر مارنے کی وجہ:

مذکورہ اشکال کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اس یہودی کو کسی سزا یا غصہ کے طور پر نہیں مارا تھا بلکہ نرمی اور خوش طبعی کے طور پر مارا تھا۔ (مظاہر حق جدید ۴/۴۵۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال خامس رص ر۴۳۵

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ "وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا إِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ" شَقَّ ذٰلِکَ عَلٰی أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَیُّنَا لَمْ یَظْلِمْ نَفْسَهُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَیْسَ ذٰلِکَ إِنَّمَا هُوَ الشِّرْکُ أَلَمْ تَسْمَعُوْا قَوْلَ لُقْمَانَ لِابْنِهِ، یَابُنَیَّ لَاتُشْرِکْ بِاللّٰهِ، إِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں

(ب) صحابہ کرام کو جو اشکال پیش آیا تھا اس کی وضاحت کریں پھر حضور ﷺ کے جواب کی توضیح کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت "الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلمٍ الخ" نازل ہوئی تو اس سے رسول کریم ﷺ کے صحابہ کو بڑا بوجھ محسوس ہوا، چنانچہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں ایسا کون شخص ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بات نہیں ہے، (یعنی ظلم سے مطلق گناہ مراد نہیں ہے) بلکہ ظلم سے شرک مراد ہے کیا تم نے لقمان کی وہ نصیحت نہیں سنی جو انہوں نے اپنے (مومن) بیٹے کو کی تھی اے میرے بیٹے، خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا کیوں کہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

صحابہ کرام کے اشکال اور حضور ﷺ کی طرف سے جواب کی وضاحت:

جب مذکورہ بالا آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے "ظلمٍ" پر جو تنوین ہے اس کو تنوین تنکیر سمجھ کر مطلق گناہ پر حمل کیا یعنی انہوں نے سمجھا کہ اس آیت میں جن مومنین کو مامون اور ہدایت یافتہ قرار دیا گیا ہے ان سے وہی مومنین مراد ہیں جن کے اعمال، گناہ ومعصیت سے بالکل پاک وصاف ہوں، چنانچہ انہوں نے اپنے گمان کے مطابق اس آیت کریمہ کے نزول سے بہت پریشانی محسوس کی اور ان پر بہت بڑا بوجھ محسوس ہوا۔

چنانچہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے ایسا کون شخص ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا ہے؟ تو یہ سن کر حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے واضح طور پر فرمایا کہ ظلم سے وہ مراد نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو یعنی مطلق گناہ بلکہ "ظلم" سے شرک مراد ہے۔

دلیل کے طور پر حضرت لقمان علیہ السلام کا قول پیش کیا جو انہوں نے اپنے مومن بیٹے کو نصیحت کی ہے کہ اے بیٹے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، کیوں کہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔ (مظاہر حق/۵/۶۳۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۰ھ

سوال اول/ص/۱۴

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيْفُهُ عَلَى الرَّحْلِ :قَالَ يَامُعَاذُ مَامِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًارَسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًامِنْ قَلْبِهٖ إِلَّاحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ ،قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَاأُخْبِرُبِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا ؟قَالَ :إِذًايَتَّكِلُوْ فَأَخْبَرَ بِهَامُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَأَثُّمًا .

(الف)اعراب لگا کرترجمہ ومطلب تحریر کریں

(ب)ان کلمات کی شہادت دینے والے پراللہ تعالی جہنم کوحرام کردیں گےاس پر کوئی اعتماد کرتاہےتو یہ بالکل حدیث کے مطابق ہے پھرآپ ﷺ کیوں منع فرماتے ہیں ؟جواب مطلوب ہے۔

(ج)جب آنحضرت ﷺ نے اس کی خبر دینے سے منع فرمایاتوبیان کرنے میں گناہ ہے پھرحضرت معاذ گناہ سے بچنے کے لیے عندالموت کیسے بیان کررہے ہیں؟اس کاجواب تحریر کریں؟

جواب(الف)

ترجمہ: حضرت انسؓ راوی ہیں کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جب کہ (سفر کے دوران) سواری پر تھے اور آپ ﷺ کے پیچھے معاذؓ بیٹھے ہوئے تھے فرمایااے معاذ! معاذؓ نے عرض کیایارسول اللہ حاضر ہوں حضور ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالی کاجو بندہ سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوااور کوئی معبود نہیں،اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تواس پراللہ تعالی دوزخ کی آگ حرام کردیتاہے(یہ سن کر)معاذؓ نے عرض کیایارسول اللہ! کیامیں اس خوش خبری سے لوگوں کوآگاہ کردوں تاکہ وہ اس بشارت کوسن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کر خوش ہو جائیں، تو آپ علیہ نے فرمایا نہیں لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے پھر حضرت معاذؓ قبل الموت اس کو بتادیا (علم چھپانے کے) گناہ کے ڈر سے۔

(ب)

حضرت معاذؓ کو خبر دینے سے منع فرمانے کی وجہ:

حضرت معاذؓ کو آپ علیہ نے اس لیے منع کر دیا تھا کہ لوگ ابھی حدیث الاسلام ہیں یعنی نیا نیا اسلام لائے ہیں اور تکالیف ومشقت برداشت کرنے کی عادت نہیں ہے اور جب اتنی بڑی خوش خبری سن لیں گے تو پھر اجتہاد فی حق اللہ میں کمی آئے گی، بنا بریں ان کے حدیث پر اعتماد کرنا بالکل صحیح ہونے کے باوجود حضور علیہ نے منع فرمایا۔

(ج)

حضرت معاذؓ کو آخری عمر میں لوگوں کو بتلانے کی وجہ:

(۱) حضرت معاذؓ نے آخری میں حضور علیہ کی یہ حدیث لوگوں کو اس لیے سنادی کہ ان کو معلوم تھا کہ اس طرح کی نہی زمانے کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہے اور اب لوگ راسخ الاسلام ہو گئے ہیں لہذا خبر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) حضرت معاذؓ نے اس حدیث کو کتمان علم کی وعید کے بعد بیان کیا ہے، تا کہ کتمان علم کے گناہ سے بچ جائیں، جیسا کہ خود حدیث میں مذکور ہے "فاخبره معاذ عند موته تأثما"۔ (مرقات)

سوال ثانی رص ۹۵

عَنْ أَبِي الْخَلِيْلِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم كَرِهَ الصَّلَاةَ نِصْفَ النَّهَارِ حَتَّى تَزُوْلَ الشَّمْسُ إِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَالَ: إِنَّ جَهَنَّمَ تُسْجَرُ إِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب)جمعہ کے دن نصف النہار میں نماز کا کیا حکم ہے؟ائمہ کے مذاہب بیان کریں پھر جولوگ منع کرتے ہیں ان کی دلیل لکھیں؟

(ج)مذکورہ حدیث کا کتاب میں جو جواب لکھا ہوا ہے اس کو تحریر کریں؟

(الف)

ترجمہ:حضرت ابوالخلیل حضرت ابوقتادہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ٹھیک دوپہر میں نماز پڑھنے کو ناپسند فرماتے تھے،یہاں تک سورج ڈھل جائے جمعہ کے دن کے اور آپ ﷺ نے فرمایا دوزخ ہر دن ٹھیک دوپہر کو جھوکی جاتی ہے سوائے جمعہ کے دن کے۔

(ب)

جمعہ کے دن نصف النہار میں نماز کا حکم اور ائمہ کرام کا اختلاف:

(۱)امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک جمعہ کے دن دوپہر کے وقت نفل نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

دلیل:عن ابی الخلیل عن ابی قتادۃ قال:کان النبی ﷺ کرہ الصلاۃ نصف النہار حتی تزول الشمس الا یوم الجمعۃ وقال ان جھنم تسجر الا یوم الجمعۃ.(درس مشکوۃ)

(۲)امام ابوحنیفہؒ،امام مالکؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک جمعہ کے دن بھی دوپہر کے وقت نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

دلیل:

(۱)عن عقبۃ بن عامر قال ثلاث ساعات کان رسول اللہ ﷺ ینھانا ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نصلی فیھن اونقبرفیھن موتاناحین تطلع الشمس بازغۃحتی ترفع وحین یقوم قائمۃالظھیرۃحتی تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب

(۲) آپ علیہ السلام سے پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی ثابت نہیں کہ آپ علیہ السلام نے دوپہر کے وقت جمعہ کے دن نماز پڑھی اگر جائز ہوتی تو دو ایک مرتبہ ضرور پڑھتے۔

(ج)

مذکورہ حدیث کا کتاب میں جو جواب لکھا ہوا ہے اس کا بیان:

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ اس حدیث کے سند کے اندر انقطاع ہیں اس لیے کہ ابوالخلیل اور ابوقتادہ کے درمیان کا راوی چھوٹ گیا، لہذا حدیث منقطع السند ہوگی، اور حدیث منقطع سے استدلال درست نہیں بن سکتا۔

سوال ثالث رص ر ۲۴۹

عَنْ مُخَلَّدِبْنِ خُفَافٍ قَالَ اِبْتَعْتُ غُلَامًافَاسْتَغْلَلْتُهُ ثُمَّ ظَهَرْتُ مِنْهُ عَلٰى عَيْبٍ فَخَاصَمَهُ إِلٰى عُمَرَبْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِفَقَضٰى لِى بِرَدِّهٖ وَقَضٰى عَلَىَّ بِرَدِّغَلَّتِهٖ فَأَتَيْتُ عُرْوَةَفَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَرُوْحُ إِلَيْهِ الْعَشِيَّةَفَأُخْبِرُهُ أَنَّ عَائِشَةَؓأَخْبَرَتْنِىْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰى فِىْ مِثْلِ هٰذَاأَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ :

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں

(ب) مطلب تحریر کرتے ہوئے بتائیں کہ کیا مبیع کی واپسی کے وقت اس سے حاصل کردہ فوائد کو بھی واپس کرنا ہوگا؟ یا اس میں کوئی تفصیل ہے مفصل تحریر کریں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت مخلد بن خفاف کہتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا جس کی کمائی میں کرتا رہا پھر مجھے اس کے ایک (ایسے) عیب کا علم ہوا چنانچہ اس غلام کے معاملہ کو میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں پیش کیا، انہوں نے مجھے یہ فیصلہ سنایا کہ غلام کو واپس کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ہی اس کی کمائی بھی واپس کر دی جائے پھر میں حضرت عروہ بن زبیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے فیصلہ سے انہیں آگاہ کیا حضرت عروہ نے فرمایا کہ میں شام کے وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں جاؤں گا اور ان کو بتاؤں گا کہ حضرت عائشہ نے مجھ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے ایک معاملہ میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ منفعت ضمان کے ساتھ ہے چنانچہ حضرت عروہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس تشریف لے گئے (اور ان کو آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے مطلع کیا) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پھر مجھے یہ حکم دیا کہ میں غلام کی کمائی اس شخص سے لے لوں جسے دینے کے لئے مجھے پہلے حکم دیا گیا تھا۔

(ب)

مطلب:

حدیث ہذا میں ایک واقعہ بیان کیا گیا کہ مخلد بن خفاف نے ایک غلام خریدا اور اس کی آمدنی خود حاصل کرتا رہا چند دن بعد اس غلام کے اندر عیب ظاہر ہوا جو اس غلام کو واپس کرنے کا سبب بن گیا، اب مخلد اس بات کو لے کر بادشاہ وقت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اس بارے میں وہ کچھ فیصلہ کر دے، چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے یہ فیصلہ کر دیا کہ غلام بھی واپس کر دو اور اس کی کمائی بھی واپس کرو۔

چنانچہ مخلد اس فیصلہ کو لے کر حضرت عروہ کے پاس گئے اور ان کو سنایا تو حضرت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عروہ کو یہ فیصلہ پسند نہیں آیا اور اس نے کہا کہ شام کے وقت میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس جاؤں گا اور اسی قسم کے ایک معاملہ کے بارے میں جو حضور ﷺ کے زمانے میں پیش آیا اسے سناؤں گا چنانچہ حضرت عروہ شام کے وقت آ کر یہ حدیث سنائی "الخراج بالضمان" یعنی عروہ کا فیصلہ یہ تھا کہ غلام تو واپس ہوگا لیکن اس کی کمائی واپس نہیں ہوگی۔

الخراج بالضمان کا مطلب:

حدیث پاک کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اگر وہ غلام خریدنے والے کے پاس مرجاتا یا اس میں کوئی نقص پیدا ہوتا تو ظاہر ہے کہ اس خریدار ہی کا نقصان ہوتا بیچنے والے کا کچھ نہ جاتا اسی طرح غلام سے کوئی منفعت ہوگی تو اس کا حقدار خریدار ہی ہوگا بیچنے والا کا اس پر کوئی حق نہیں ہوگا۔

مبیع واپس کرنے کے وقت اس سے حاصل کردہ فائدکو بھی واپس کرنا ہوگا یا نہیں؟

اس بارے میں تھوڑی سی تفصیل ہے کہ مبیع واپس کرنے کے وقت اس سے حاصل کردہ فوائد بھی واپس کیا جائے گا یا نہیں؟ تفصیل یہ ہے کہ یہاں دیکھنا چاہیے کہ مبیع مشتری کے قبضہ میں کس حیثیت سے مقبوض ہے؟ اگر اس حیثیت سے مقبوض ہے کہ مبیع بالفرض اگر مشتری کے پاس ہلاک ہو جائے تو نقصان بائع کا ہو یا مبیع میں کوئی نقص آ جائے تو بھی وہ نقص بائع کی ملکیت میں متاثر ہو تو ان صورتوں میں اگر مبیع سے ایسا کوئی فائدہ حاصل کرے جس کو واپس دینا ممکن ہو تو مبیع رد کرتے وقت وہ حاصل کردہ فوائد بھی واپس کرنا ضروری ہے اور اگر واپس کرنا ممکن نہ ہو تو بیع لازم ہو جائے گی اور مشتری بقدر نقصان بائع سے رجوع کرے گا۔

اور اگر مبیع مشتری کی ملکیت میں اس حیثیت سے مقبوض ہو کہ اگر فرضا مبیع ہلاک ہو جائے یا مبیع میں کوئی نقص آ جائے تو مشتری کی ملکیت سے ہلاک ہو جائے تو اس صورت میں جو فوائد مشتری نے حاصل کیے ہیں اس کو واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال رابع رص ر۲۷۳

یہ سوال کا جواب ۱۴۳۴ھ سوال رابع میں گذر چکا ہے۔

سوال خامس رص ر۵۲۰

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا صَافَحَ الرَّجُلَ لَمْ يَنْزِعْ يَدَهُ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الَّذِيْ يَنْزِعُ يَدَهُ وَلَا يَصْرِفُ وَجْهَهُ عَنْ وَجْهِهِ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الَّذِيْ يَصْرِفُ وَجْهَهُ وَلَمْ يُرٰى مُقَدِّمًا رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ يَدَيْ جَلِيْسٍ لَهُ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب) مطلب تحریر کریں؟

(ج) رکبتین سے کیا مراد ہے واضح کریں؟

(الف)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ اس وقت تک علیحدہ نہ کرتے جب تک کہ وہی شخص اپنا ہاتھ علیحدہ نہ کر لیتا اور آپ ﷺ اپنا چہرہ مبارک اس کے چہرہ کے سامنے سے اسوقت تک نہیں ہٹاتے تھے جب تک کہ وہی شخص اپنا چہرہ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کے سامنے سے نہ ہٹا لیتا نیز آنحضرت ﷺ کو کبھی کسی نے اس حال میں نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے گھٹنے اپنے ہم نشین کے آگے کر کے بیٹھے ہوں۔

(ب)

حدیث کی مطلب:

حدیث پاک کے اندر حضور ﷺ کے چند اوصاف حسنہ بیان کئے گئے، ایک تو یہ ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ آنحضرت ﷺ جب تک مصافحہ کرنے والا خود اپنا ہاتھ علیحدہ نہ کر لیتا آپ ﷺ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے علیحدہ نہ کرتے اور جب تک کہ وہ شخص خود آپ ﷺ کے سامنے سے نہ ہٹ جاتا آپ ﷺ اس کی جانب متوجہ رہتے اور اسکی طرف سے روئے مبارک نہ ہٹاتے، یہ اوصاف آپ ﷺ کے علوی اخلاق، نہایت تحمل و بردباری اور تواضع وانکساری پر دلالت کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کے نزدیک یہ بات بھی آداب مجلس کے خلاف تھی کہ اپنے نمایاں، برتر اور بڑائی ظاہر کرنے کے لیے مجلس میں اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص سے آگے ہو کر بیٹھیں، چنانچہ جب آپ ﷺ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو سب کے ساتھ ایک صف میں برابر ہو کر بیٹھے اور اپنے گھٹنے اور زانو آگے بڑھا کر نہ بیٹھتے جیسے گھمنڈی لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔

(ج)

رکبتیہ سے کیا مراد ہے:

کتاب کے اندر ''رکبتیہ'' کے تین مطلب بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) ''رکبتین'' سے مراد دونوں پیر ہیں اور ''تقدم'' سے مطلب دونوں کو پھیلانا ہے، تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ حضور ﷺ آداب کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے شرکائے مجلس کے سامنے دونوں پیر کو پھیلا کر نہیں بیٹھتے۔

(۲) حضور ﷺ اپنے دونوں گھٹنوں کو اپنے شرکاء کے گھٹنوں سے آگے بڑھاتے نہیں کہ آپ ﷺ کو نمایاں معلوم ہو بلکہ لوگوں کے ساتھ صف میں برابر بیٹھتے تھے۔

(۳) آپ ﷺ اپنے شرکاء مجلس کے سامنے دونوں گھٹنوں کو اٹھا کر نہیں بیٹھتے بلکہ تواضعاً دونوں بچھا کر بیٹھتے۔

حاصل یہ ہے کہ پہلی صورت میں ''رکبتین'' سے مراد پیر ہیں اور باقی دونوں صورتوں میں گھٹنوں ہی مراد ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۹ھ

سوال اول رص ر۱۵

ضَرَبَ عُمَرُبَيْنَ ثَدْيَيَّ فَخَرَرْتُ لِاسْتِي،فَقَالَ ارْجِعْ يَاأَبَاهُرَيْرَةَ،فَرَجَعْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَجْهَشْتُ بِالْبُكَاءِ،وَرَكِبَنِي عُمَرُوَإِذَاهُوَعَلٰى أَثَرِيْ،وَفِيْ آخِرِالْحَدِيْثِ قَالَ:فَلَاتَفْعَلْ فَإِنِّيْ أَخْشٰى أَنْ يَّتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا،فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُوْنَ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَخَلِّهِمْ :

(الف)اعراب لگاکرترجمہ کریں

(ب)مطلب لکھتے ہوئے حدیث میں مذکورہ پورہ واقعہ لکھے

(ج)اوراس سوال کا جواب لکھیں کہ حضرت عمرؓ کے ذہن میں وہ مصلحت کیسے آئی جونبی ﷺ کے ذہن میں نہیں آئی۔

جواب(الف)

ترجمہ : حضرت عمرؓ نے میرے سینے پراتنے زور سے ہاتھ مارا کہ میں سرین کے بل نیچے گرپڑااورانہوں نے کہاابوہریرہ جاؤواپس چلے جاؤ،چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس لوٹ آیا،اور پھوٹ پھوٹ کررونے لگا،ادھرعمرؓ کاخوف مجھ پرسواری تھا ،اب کیادیکھتاہوں کہ وہ بھی میرے پیچھے پیچھے آپہنچے۔

اورآخرحدیث میں ہے :حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ایسانہ کیجئے ،مجھے ڈرہے کہ لوگ کہیں اسی بشارت پربھروسہ نہ کربیٹھیں،(اورعمل کرناہی چھوڑدیں)اس لئے آپ ﷺ انہیں (زیادہ سے زیادہ)عمل میں لگارہنے دیجئے،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ(اگرتمہاراہی مشورہ ہے)توپھرلوگوں کوعمل میں لگارہنے دو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

مطلب حدیث مع واقعہ مذکورہ فی الحدیث:

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم چند صحابہ رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ حضرت ابو بکر اور عمرؓ بھی تھے کہ رسول اللہ ﷺ اچانک ہمارے درمیان سے اٹھے اور کہیں باہر تشریف لے گئے، جب آپ ﷺ بہت دیر تک واپس تشریف نہیں لائے تو ہمیں سخت تشویش ہوئی کہ کہیں ہماری غیر موجدگی میں کسی دشمن کی جانب سے آپ ﷺ کو کوئی ایذاء نہ پہنچ جائے، اس خیال سے ہم گھبرائے چونکہ سب سے پہلا شخص میں تھا جو گھبرا اٹھا اس لئے سب سے پہلے میں رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں باہر نکلا اور ڈھونڈتا ہوا قبیلہ بنی نجار کے ایک انصاری کے باغ کے قریب پہنچ گیا اس خیال سے کہ شاید آپ ﷺ اس کے اندر ہوں، میں نے اندر جانے کے لیے چاروں طرف دروازہ تلاش کیا مگر دروازہ نظر نہیں آیا، اچانک ایک نالی نظر آئی جو باہر کے کنویں سے باغ کے اندر جا رہی تھی، لہذا میں سمٹ کر اس نالی میں داخل ہوا اور اس کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچ گیا، آپ ﷺ نے اس طرح اچانک اپنے سامنے مجھے دیکھ کر حیرت سے فرمایا ابو ہریرہ تم؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے پھر آپ ﷺ اٹھے اور چل دیئے جب بہت دیر ہو گئی، اور واپس نہیں ہوئے تو ہم گھبرائے کہ کہیں ہماری عدم موجودگی میں آپ ﷺ کسی حادثہ سے دوچار نہ ہو جائیں، اور سب سے پہلے گھبراہٹ مجھ پر طاری ہوئی۔

چنانچہ میں آپکو تلاش کرنے کے لیے یہاں تک آ گیا، اور بقیہ لوگ بھی میرے پیچھے آ رہے ہوں گے، یہ سن کر آپ ﷺ نے اپنی دونوں جوتیاں نکال کر مجھے دیں اور فرمایا کہ اے ابو ہریرہ جاؤ اور ان جوتیوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ تا کہ لوگ جان لیں کہ تم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میرے پاس سے آئے ہو، اور باغ کے باہر جو شخص صدق دل اور پختہ اعتقاد سے یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو اس کو جنت کی بشارت دے دو۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اس پیغام کو لے کر میں باہر نکلا تو سب سے پہلے حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا ابوہریرہ یہ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا یہ جوتیاں رسول اللہ ﷺ کی ہیں، آپ نے مجھے یہ جوتیاں بطور نشانی دے کر اس لیے بھیجا کہ جو شخص صدق دل اور پختہ اعتقاد کے ساتھ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تو میں اس کو جنت کی بشارت دے دوں، یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ میرے سینے پر اتنے زور سے ہاتھ مارا کہ میں سرین کے بل نیچے گر پڑا۔

اور پھر انہوں نے کہا ابوہریرہ جاؤ واپس چلے جاؤ، چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس لوٹ آیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، سرکار دوعالم ﷺ نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا، ابوہریرہ کیا ہوا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپکا پیغام لے کر باہر نکلا تو سب سے پہلے میری ملاقات عمرؓ سے ہوئی میں نے آپ کا وہ پیغام ان تک پہنچایا تو انہوں نے اس کو سنتے ہی میرے سینے پر اتنے زور سے ہاتھ مارا کہ میں سرین کے بل زمین پر گر پڑا اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کو پوچھا، عمر تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان، کیا واقعی آپ نے ایسا حکم دیا حضور ﷺ نے کہا، ہاں، عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا نہ کیجئے مجھے ڈر ہے کہ لوگ کہیں اسی بشارت پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں اور عمل کرنا ہی چھوڑ دیں اس لیے آپ انہیں عمل میں لگا رہنے دیجئے تو حضور پاک ﷺ نے عمرؓ کے اس مشورہ کو قبول کیا۔ (مظاہر حق)

(ج)

حضرت عمرؓ کے ذہن میں وہ مصلحت کیسے آئی جو نبی ﷺ کے ذہن میں نہیں آئی؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہاں سوال کی وضاحت یہ ہے کہ حضورﷺ نے بشارت دینے کا حکم فرمایا، اور حضرت عمرؓ صاف فرماتے ہیں، لاتفعل، اور حضرت عمرؓ اس سے ایک مصلحت کو پیش نظر رکھا، مگر حضورﷺ نے اس مصلحت کی طرف توجہ نہیں کی، تو ظاہرا آپﷺ کے ساتھ مقابلہ ہے اور آپﷺ کی عدل حکمی ہوئی اور یہ مسلمان کی شان نہیں چہ جائے کہ حضرت عمرؓ؟

تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضورﷺ کی مختلف شان ہوتی ہے کبھی اللہ تعالیٰ کی صفت جلالیہ کے مظہر ہوتے ہیں تو اس وقت معمولی گناہ پر دوزخ کی تہدید فرماتے ہیں جیسا کہ فرمایا: من كان في قلبه مثقال ذرة من كبر دخل النّار:

اور کبھی صفت جمالیہ کے مظہر ہوتے ہیں تو اسوقت معمولی نیکی پر جنت کی بشارت دے دیتے ہیں تو جب حضورﷺ مخلوق سے الگ ہوکر اللہ کی صفت رحم وکرم کے سمندر میں مستغرق ہوتے ہیں اسوقت مخلوق کی کمزوری کی طرف نظر نہیں پڑتی، تو فقط ایمان پر جنت کی بشارت دے دیتے ہیں یہاں بھی یہی حالت تھی بناء بریں بشارت دینے کا حکم فرمایا، اور حضرت عمرؓ اس پایہ کے نہیں تھے ان کی نظر مخلوق کی کمزوری کی طرف تھی اس لیے دیکھا کہ اگر بشارت دے دی جائے تو اکثر لوگ نہ سمجھ کر عمل ترک کر کے گمراہ ہوجائیں گے تو حضورﷺ کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا تو حضورﷺ کی خدمت میں عرض کیا اور آپ کی نظر مخلوق کے ضعف پر پڑی تو حضرت عمرؓ کی موافقت فرماتے ہوئے فرمایا کہ اچھا بشارت نہ دو، لہذا حضرت عمرؓ پر کوئی اشکال نہیں ہے۔ (درس مشکوۃ)

سول ثانی رص ر ۳۳

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ لَايَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب)علم کے انتزاع کی جو صورت حدیث میں بیان کی گئی ہے اس کی وضاحت کریں؟

(ج)بتائیں کہ فتوی دینے کے لیے بنیادی شرط کیا ہے اور غلط فتوی دیا جائے تو گناہ کس پر ہوگا؟

(الف)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (آخری زمانہ میں) اللہ تعالی دین کا علم اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں کے اندر سے اسے کھینچ لے گا بلکہ (اس دنیا سے حقیقی) علماء کو اٹھا لینے کی صورت میں دین کا علم اٹھا لے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم دین باقی ہی نہیں رہ جائے گا تو عوام جاہلوں کو مقتداء اور پیشوا بنالیں گے جن سے دینی مسئلے پوچھے جائیں گے اور پھر وہ مقتداء اور پیشوا، علم سے خالی ہونے کی صورت میں جب فتوی دیں گے اور دینی معاملات نمٹائیں گے تو خود بھی گمراہ ہوں گے، اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(ب)

علم کے انتزاع کی صورت:

اس حدیث میں علم کے ختم ہونے اور اٹھ جانے کی صورت بیان کی گئی ہے، کہ قیامت کے قریب علم اٹھ جائے گا اور علم کے اٹھ جانے سے یہ مراد نہیں کہ لوگوں کے دل ودماغ سے علم کو نکال دیا جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اچھے راسخ العلم علماء کو اٹھا لیا جائے گا اور پھر ان کی جگہ خالی رہ جائے گی لوگ چونکہ مسائل معلوم کرنے کے لیے علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں جب صحیح العقیدہ اور راسخین فی العلم نہیں رہیں گے تو لوگ جاہلوں کو اپنا مقتدی اور امام بنالیں گے اور وہ لوگوں کو غلط مسائل بتائیں گے اور غلط فتوے صادر کریں گے خود بھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (مظاہر حق)

(ج)

فتوی دینے کے لیے بنیادی شرط:

فتوی دینے کے لیے بنیادی شرط "علم و معرفت" ہے۔

غلط فتوے دیے جانے پر گناہ کس پر ہوگا، اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث مروی ہے اور وہ یہ ہے، عن أبی هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أفتى بغيرعلم كان اثمه على من افتاه ومن أشارعلى أخيه بامريعلم أن الرشدفي غيره فقدخانه: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط فتوی دینے والے مفتی اور غلط مشورہ دینے والے کا انجام بیان کیا ہے،

اگر پوچھنے والے نے کسی نااہل اور جاہل سے مسئلہ دریافت کیا اور اس نے غلط مسئلہ بتادیا تو دونوں گناہ گار ہوں گے،

سول ثالث رص ر ٦٣

قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ذَكَرُوْ النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ، فَذَكَرُوْا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى، فَأُمِرَبِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْاَذَانَ وَأَنْ يُوْتِرَ الْإِقَامَةَ، قَالَ أَيُّوْبُ: إِلَّا الْإِقَامَةَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں

(ب) اذان کا آغاز کس طرح ہوا؟

(ج) کلمات اذان و اقامت میں اختلاف ائمہ مدلل لکھیں۔

جواب (الف)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا تو کچھ لوگوں نے یہود اور نصاریٰ کا ذکر اٹھایا (اور کہا کہ ان دونوں صورتوں میں غیر مسلم کی مشابہت لازم آئی گی) بالآخران حضرات کی طرف سے حضرت بلال کو حکم ہوا کہ اذان کے کلمے جفت کہیں اور اقامت کے کلمات طاق کہیں، ایوبؒ نے کہا اقامت یعنی "قد قامت الصلوٰۃ" کے علاوہ۔

(ب)

اذان کا آغاز کس طرح ہوا:

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب معراج کی رات میں اوپر تشریف لے گئے اور سراسر پردۂ عزت تک پہنچے کہ جو کبریائی حق کا محل خاص تھا ،تو وہاں سے ایک فرشتہ برآمد ہوا حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل سے پوچھا یہ فرشتہ کون ہے؟ حضرت جبرائیل نے جواب دیا رب العزت کی قسم مخلوق میں سے کسی بھی بارگاہ رب العزت میں مجھ سے زیادہ قربت ونزدیکی حاصل نہیں لیکن اپنے پیدا ہونے کے وقت سے لے کر اب تک میں نے بھی اس فرشتہ کو کبھی نہیں دیکھا بس اسی وقت دیکھ رہا ہوں، اتنے میں اس فرشتہ نے کہا ،اللہ اکبر پردہ کے پیچھے سے آواز آئی سچ کہا میرے بندے نے ،انا اکبر انا اکبر، میں بہت بڑا ہوں۔

اس کے بعد اس فرشتے نے وہ سارے کلمات ادا کیے جو اذان میں کہے جاتے ہیں اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے پوری اذان معراج کی رات میں سنی تھی، چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ اذان کی مشروعیت کے بارے میں اصل بات یہ ہے کہ اذان کے کلمات آنحضرت ﷺ نے معراج کی رات ہی میں سن لیے تھے، لیکن آپ کو یہ حکم نہیں ہوا تھا کہ ان کلمات کو نماز کے لیے اذان کے مقصد سے مقرر کرلیا جائے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ﷺ جب تک مکہ میں رہے اذان کے بغیر ہی نماز ادا کرتے رہے اور جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے اور اس بارے میں صحابہ سے مشورہ ہوا کہ نماز کی آگاہی کے لیے کیا طریقہ اور کیا صورت اختیار کی جائے؟ تو بعض صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے بصورت اذان ان کلمات کا ذکر کیا جو انہوں نے خواب میں سنے تھے، پھر وحی بھی آ گئی کہ آپ ﷺ نے جو کلمات آسمان پر سنے تھے وہی کلمات زمین پر نماز کے لیے اذان کے طور پر مقرر ہوں، اور اس طرح ۱ھ میں مدینہ منورہ میں اذان کی مشروعیت ہوئی اور بعض حضرات نے ۲ھ میں اذان کا مشروع ہونا بیان کیا ہے۔ (مظاہر حق جدید ۲/۵۵۷)

(ج) الإختلاف في عدد كلمات الاذان :

تعداد کلمات اذان میں اختلاف کی بنیاد دو باتوں پر ہے، (۱) اذان میں تربیع یعنی تکبیر کو چار مرتبہ کہنا ہے یا نہیں؟ (۲) اذان میں ترجیع یعنی شہادتین کو دو مرتبہ کہنا ہے یا نہیں؟ تو اب مذاہب کی طرف آیئے

(۱) امام مالکؒ کے نزدیک اذان میں ترجیع ہے لیکن تربیع نہیں ہے، لہٰذا ان کے نزدیک کلمات اذان سترہ ہو گئے۔

دلیل: امام مالکؒ حضرت انسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، کہ قال أمر بلال أن يشفع الأذان وأن يوتر الاقامة .

(۲) امام شافعیؒ کے نزدیک اذان میں تربیع بھی ہے اور ترجیع بھی ہے لہٰذا ان کے نزدیک کلمات اذان انیس ہو گئے۔

دلیل اول: عن أبي محذورة أن رسول الله ﷺ اقعده وألقى عليه الأذان حرفاً حرفاً ،قال ابراهيم :مثل اذاننا قال لبشر :فقلت له اعدعليّ فوصف الأذان بالترجيع .(رواه الترمذي)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل ثانی: اذان کے کلمات انیس ہونے پر امام شافعیؒ کا استدلال حضرت ابو محذورہ کی حدیث ہے "قال علمنی رسول اللہ ﷺ الأذان تسع عشرة كلمة"

(۳) اور احناف کے نزدیک اذان کے اندر تربیع تو ہے لیکن ترجیع نہیں ہے، لہٰذا انکے نزدیک تعداد کلمات اذان پندرہ ہیں، اور امام احمدؒ کا بھی یہی قول ہے۔

حنفیہ اور حنابلہ کے دلائل:

(۱) قال عبد الله بن زيدؓ: كان اذان رسول الله ﷺ شفعا شفعا فی الاذان والاقامة .

(۲) قال سويد بن غفلةؓ: سمعت بلالاً يؤذن مثنى مثنى ويقيم مثنى.

إختلاف الأئمة فی عدد كلمات الإقامة: (درس مشکوٰۃ)

(۱) ائمہ ثلاثہ میں سے حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک اقامت گیارہ کلمات پر مشتمل ہے جس میں شہادتین اور حیعلتین صرف ایک بار ہے، اور قد قامت الصلوۃ دو مرتبہ ہے۔

اور امام مالکؒ کے نزدیک اقامت میں کل دس کلمات ہیں کیوں کہ وہ اقامت کو بھی ایک مرتبہ کہنے کے قائل ہیں۔

دلیل: ان حضرات نے حضرت انسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، قال أمر بلال أن يشفع الاذان وأن يوتر الإقامة إلا الاقامة أی قد قامت الصلوة ".

اور امام مالکؒ بھی اسی حدیث سے دلیل پیش کرتے ہیں البتہ وہ 'الا الاقامة' کے استثناء کو نہیں مانتے ہیں۔

(۲) حنفیہ کے نزدیک کلمات اقامت کل سترہ ہیں گویا اذان کے پندرہ کلمات میں صرف دو مرتبہ "قد قامت الصلوة" کا اضافہ حیعلتین کے بعد کیا جائے گا۔

ادلة الحنفية: (۱) عبد اللہ بن زید انصاری کی روایت ہے "قال: كان أذان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رسول اللہ ﷺ شفعاً شفعاً فی الاذان والاقامۃ"

(۲) عبداللہ بن زید کی وہ روایت جس میں ان کو خواب میں اذان کے ساتھ اقامت بھی سکھائی گئی تھی، یہ روایت ماقبل میں مذکور ہے۔

(درس مشکوٰۃ ۲/۳۵)

والجواب عن دلائل الأئمة الثلاثة:

علامہ ابن ہمام نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حدیث کے اندر "ان یوتر الاقامۃ" میں ایتار سے ایتار لفظی نہیں بلکہ ایتار صوتی مراد ہے یعنی اذان میں مماثلت کلمات کو دو سانس میں کہیں اور اقامت میں ایک ہی سانس میں کہیں اور قد قامت الصلوٰۃ کو الگ الگ سانس میں کہیں اس لئے کہ یہی کلمات اقامت میں مقصود ہیں (فتح القدیر ۱/۲۱۲)

سوال رابع ص ۲۷۸

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَتَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا وَأَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيْسٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) بوضاحت مطلب لکھیں۔

(ج) مہر کی اقل مقدار لکھ کر بتائیں کہ عتق مہر ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے؟

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا اور ان کا ولیمہ حیس نامی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کھانے سے فرمایا۔

(ب)

حدیث شریف کا مطلب:

حضرت صفیہ حُیّی بن اخطب کی بیٹی تھیں جو خیبر میں آباد قبیلہ بنوقریظہ و بنونضیر کے سردار تھے جب خیبر کے یہودیوں سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی اور اللہ تعالی نے اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح عطا کی تو صفیہ بھی ہاتھ لگیں اور بطور لونڈی حضور ﷺ کی ملکیت میں آئی مگر آپ ﷺ نے پہلے ان کو آزاد کیا اور پھر ان سے نکاح کر لیا اور آپ ﷺ نے ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر قرار دیا اور انکے نکاح میں حیس کا ولیمہ کیا

(ج) مہر کی اقل مقدار میں ائمہ کرام کا اختلاف:

مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کی کوئی حد شریعت نے مقرر نہیں کی ہے، اس کو شوہر کے مقدور پر منحصر رکھا ہے، البتہ مہر کی کم سے کم مقدار میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک دس درہم ہے خواہ خود چاندی ہو یا اتنی چاندی کی قیمت کے بقدر سونا ہو، اور خواہ کوئی اور ایسی چیز (روپیہ وغیرہ) ہو جو دس درہم چاندی کی قیمت کے برابر ہو، پس اگر کوئی شخص دس درہم سے کم کا مہر باندھے تو اس کا نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ (۲) حضرت امام مالکؒ کے نزدیک اقل مقدار مہر چوتھائی دینار یا اس کی قیمت ہے۔

(۳) حضرت امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مہر کی کوئی کم سے کم مقدار بھی متعین نہیں ہے، بلکہ ان دونوں کا مسلک یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو قیمت کی صلاحیت رکھتی ہو اور جس پر زوجین راضی ہو جائے اس کو مہر بنانا جائز ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔

عتق مہر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اختلاف ائمہ:

(۱) امام احمدؒ، اسحاقؒ، اور اوزاعیؒ کے نزدیک عتق کو مہر قرار دینا جائز ہے یہی قاضی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابو یوسفؒ کا قول ہے، اور امام شافعیؒ کا ایک قول ہے۔

دلیل: فریق اول نے حضرت صفیہؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، أن رسول الله ﷺ أعتق صفية و تزوجها و جعل عتقها صداقها .

(۲) امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک عتق کو مہر قرار دینا درست نہیں، یہی امام شافعیؒ کا مشہور قول و مفتی بہ قول ہے۔

دلیل (۱) قرآن کریم میں ہے "ان تبتغوا باموالکم" یہاں بدل بضعہ مال ہونے کو شرط قرار دیا گیا۔

(۲) و اتوا النساء صدقاتهن نحلة .

فریق اول کی دلیل کا جواب:

(۱) ان کی طرف سے اس حدیث کی یہ تاویل کی جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے حضرت صفیہؓ کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا جانا ایک استثنائی صورت ہے جو صرف حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ مختص ہے لہذا یہ آنحضرت ﷺ کے خصائص میں سے تھا اور کسی کو جائز نہیں ہے۔

(۲) شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو آزاد کرے اور اس کی آزادی کو اس کا مہر قرار دے تو یہ آزاد کرنا صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل واجب ہوگا۔ (مظاہر حق جدید ۱۱۲/۴)

سوال خامس ص ۳۶۱

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ، الْمَيْتَتَانِ، اَلْحُوْتُ وَالْجَرَادُ وَالدَّمَانِ الْكَبِدُ وَالطِّحَالُ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب)بوضاحت مطلب لکھیئے۔

(ج) مچھلی کے علاوہ پانی کے دوسرے جانور کی حلت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف لکھئے۔

جواب(الف)

ترجمہ : حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لیے دو بغیر ذبح کے مری ہوئی چیزیں اور دو خون حلال ہیں، دو بغیر ذبح کے مری ہو چیزیں تو مچھلی اور ٹڈی ہیں، اور دو خون کلیجی اور تیلی ہیں۔

(ب)

حدیث شریف کا مطلب:

حدیث شریف کا مطلب تو ترجمہ سے بالکل واضح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے لیے دو بغیر ذبح کے مری ہوئی چیزیں حلال ہیں ایک تو مچھلی دوسرا ٹڈی ہے اسی طرح دو خون حلال ہیں ایک تو کلیجی اور دوسرا تلی، کہ یہ دونوں دراصل بستہ خون ہیں۔

(ج)

مچھلی کے علاوہ پانی کے دوسرے جانور کی حلت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف:

تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مچھلی حلال ہے، لیکن اس کے علاوہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ سمندر کے کون کون مائی جانور حلال ہیں اور کون کون حرام ہیں؟

(۱)امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ خنزیر بحری کے سوا تمام مائی جانور حلال ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ مچھلی کے علاوہ تمام جانور حرام ہیں۔

(۳) امام شافعیؒ سے اس بارے میں چار اقوال ہیں:

(۱) حنفیہ کے مذہب کے مطابق (۲) جتنے جانور خشکی میں حلال ہیں ان کی نظیر یں سمندر میں بھی حلال ہیں اور جو خشکی میں حرام ہیں وہ سمندر میں بھی حرام ہیں۔

(۳) ضفدع، تمساح، سلحفاۃ، کلب بحری اور خنزیر بحری حرام ہیں۔

(۴) ضفدع کے سوا تمام بحری جانور حلال ہیں، علامہ نوویؒ نے امام شافعیؒ کے اس آخری قول کو ترجیح دے کر اسے شافعیہ کا مفتی بہ قول قرار دیا ہے۔

شوافع اور مالکیہ کے دلائل:

(۱) قوله تعالیٰ: احل لكم صيد البحر وطعامه، اس میں لفظ صید عام ہے اس لیے ہر جانور حلال ہوگا۔

(۲) قوله عليه السلام: الحل ميتة، کے الفاظ ہر میتۃ ماء کی حلت بیان کر رہے ہیں۔

حنفیہ کے دلائل:

(۱) قوله تعالیٰ: ويحرم عليهم الخبائث۔ اس میں خبائث سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے طبیعت گھن کرتی ہے، اور مچھلی کے علاوہ سمندر کے دوسرے تمام جانوروں سے طبیعت گھن کرتی ہے لہٰذا سمک کے علاوہ دوسرے دریائی جانور خبائث میں داخل ہوں گے۔

(۲) حرمت عليكم الميتة، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر میتۃ حرام ہے، سوائے اس میتۃ کے جس کی تخصیص دلیل شرعی سے ثابت ہوگئی ہو۔

(۳) عن عبدالله بن عمر أن رسول الله ﷺ قال: احلت لنا ميتتان ودمان، فأما الميتتان الحوت والجراد، وأما الدمان فالكبد والطحال.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۸ھ

سوال اول، ص ۱۴/۳۶

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ فِيْ زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا أُمِرَ بِهِ هَلَكَ ثُمَّ يَأْتِيْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعُشْرِ مَا أُمِرَ بِهِ نَجَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں

(ب) بتائیے کہ "ما امر" سے کیا مراد ہے فرائض یا نوافل یا کوئی اور حکم وہ کیا ہے؟

جواب (الف)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرام کو مخاطب بنا کر) فرمایا: تم لوگ درحقیقت ایسے دور میں ہوں اگر تم میں سے کوئی شخص اس چیز کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دے جس کا حکم اس کو دیا گیا ہے تو وہ ہلاک ہو جائے اور پھر ایک دور ایسا آئے گا اس زمانہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص اس چیز کے دسویں حصہ پر بھی عمل کرے گا جس کا حکم اس کو دیا گیا ہے تو وہ نجات پا جائے گا۔

(ب) "ما امر" کی مراد:

ما امر سے نوافل بھی مراد لیا جا سکتا ہے اور دوسری چیز بھی مراد لی جا سکتی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ "ما امر" سے مراد شریعت کے عائد کردہ عام فرائض نہیں ہیں، کیوں کہ شریعت نے جن جن چیزوں کو فرض قرار دیا ہے ان کی ادائے گی ہر دور کے اہل اسلام کے لیے یکساں ہے بلکہ یہاں "ما امر" سے مراد نوافل ہیں کہ اگر اس کے دسویں حصہ پر بھی عمل کریں تو نجات پا جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

محشی ؒ نے فرمایا کہ یہاں ''یا امر'' سے امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا فریضہ مراد ہے اسی بارے میں حضور ﷺ صحابہ سے فرمایا کہ تم لوگوں پر یہ فریضہ بہت شدت اور تاکید کے ساتھ عائد ہے لہٰذا تم کو یہ کام مکمل کرنا ضروری ہے ہاں آخری زمانہ میں جب فتنہ وفساد کی وجہ سے معاشرہ بگڑ جائے تو اس وقت جو مسلمان اس فریضہ کا دسواں حصہ ادا کرے تو اس کو نجات مل جائے گی۔

سوال ثانی رص ۹۱/

عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَعَطَسْتُ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ، مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنْصَرَفَ فَقَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ ثُمَّ قَالَهَا الثَّانِيَةَ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ فَقَالَ رِفَاعَةُ أَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدِ ابْتَدَرَهَا بِضْعَةٌ وَّثَلَاثُوْنَ مَلَكًا أَيُّهُمْ يَصْعَدُ بِهَا

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) کلام مفسد صلاۃ ہے یا نہیں؟

(ج) حدیث میں مذکور کلام سے نماز فاسد ہوئی یا نہیں جو لکھیں مدلل لکھیں۔

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت رفاعہ بن رافع سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا (ایک روز) میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا کہ (اچانک) مجھے چھینک آئی، میں نے کہا الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً فیہ مبارکاً علیہ، کما تحب ربنا ویرضی، رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے اور ہمارے طرف پھرے تو فرمایا: کہ نماز میں کون بولا تھا؟ (یہ سن کر) سب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خاموش رہے حضور علیہ السلام نے پھر دوسری بار یہی فرمایا تب بھی کوئی نہیں بولا جب تیسری بار حضور علیہ السلام نے فرمایا تو رفاعہؓ نے ہمت کر کے کہا کہ یارسول اللہ میں بولا تھا، نبی علیہ السلام نے فرمایا قسم اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کچھ اوپر تیس فرشتے ان کلمات کو لپک رہے تھے کہ کون فرشتہ اس کو اوپر لے جائے گا۔

(ب)

کلام مفسد صلوۃ ہے یا نہیں؟

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ابتداء میں مطلقاً کلام فی الصلوۃ جائز تھا خواہ عمداً ہو کثیر ہو یا قلیل پھر وہ کلام منسوخ ہوگیا، لیکن اس نسخ کی تفصیل میں اختلاف ہے۔

(۱) چنانچہ امام مالکؒ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ اصلاح صلوۃ کے لیے قلیل عمداً منسوخ نہیں ہوا اب بھی جائز ہے۔

(۲) جمہور کے نزدیک عمداً کلام منسوخ ہوگیا قلیل ہو یا کثیر اصلاح صلاۃ کے لیے کیوں نہ ہو البتہ نسیاناً اور سہواً وخطأً منسوخ ہوا یا نہیں؟ اس میں پھر اختلاف ہوگیا،

(۱) امام شافعیؒ اور حسن بصری ان بزرگوں کے نزدیک نسیاناً اور سہواً یا جاہلاً کلام منسوخ نہیں ہوا اور امام احمد کی بھی یہی ایک روایت ہے۔

(۲) اور امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے نزدیک مطلقاً کلام منسوخ ہوگیا خواہ عمداً ہو یا نسیاناً ہو یا سہواً ہو یا خطأً یا جاہلاً قلیلاً کان او کثیراً

(درس مشکوۃ ۲/۹۰)

(ج)

حدیث میں مذکور کلام سے نماز فاسد ہے یا نہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چونکہ حضرت رفاعہؓ کا نماز کے اندر کلام کرنا یا اس زمانہ کا تھا جب کہ نماز کے اندر کلام کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی بنابریں ان کے اس کلام سے نماز فاسد نہیں ہوئی ہاں اگر کوئی اب ایسا کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

سوال ثالث رص ۲۴۶

عَنْ جَابِرٍؓ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْأَصْنَامِ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَرَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهُ تُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ ، وَيُدَّهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ ، قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ شُحُوْمَهَا اَجْمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَأَكَلُوْا ثَمَنَهُ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھئے اور بتائیے کہ قاتل اللہ الیہود جملہ خبریہ ہے یا انشائیہ؟

(الف)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے شراب مردار خنزیر اور بتوں کی خرید فروخت کو حرام قرار دیا ہے، جب آپ ﷺ سے عرض کیا گیا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ ہمیں مردار کی چربی کا حکم بھی بتائیے جو کشتیوں پر ملی جاتی ہے نیز اس سے چمڑوں کو چکنا کیا جاتا ہے اور لوگ اس سے چراغ جلاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مردار کی چربی بھی حرام ہے اس لیے اس سے فائدہ اٹھانا بھی جائز نہیں، پھر آپ ﷺ نے اسی وقت یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مردار کی چربی کو حرام قرار دیا تو یہود نے (یہ حیلہ اختیار) کیا کہ وہ چربی کو پگھلاتے اور بیچ ڈالتے پھر اس کی قیمت کھاتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

حدیث کی مطلب:

حدیث پاک کے اندر چند چیزوں کی بیع کے احکام بیان کئے گئے اور ایک اصول کی طرف بھی اشارہ کیا گیا اصول یہ ہے کہ جن چیزوں کا استعمال منع ہے ان کی بیع بھی حرام ہے اور اس کے دو چند مثال دی گئی، جیسے بتایا کہ خمر، میتہ، خنزیر اور بت و غیرہ بیچنا حرام ہے، کیوں کہ ان کا استعمال حرام ہے۔ پھر صحابہ کرام نے حرام جانوروں کی چربی کا حکم پوچھا کہ اسکا استعمال جائز ہے یا نہیں کیوں کہ وہ انسان کے معیشت میں بہت مفید ثابت ہوا کیوں کہ اس سے کشتی ملی جاتی ہے اور چراغ جلایا جاتا ہے تو حضور ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا۔

حدیث کے آخری جز میں یہودیوں کی ایک عیاری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جب ان پر مردار کی چربی کو حرام قرار دیا تو انہوں نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ وہ چربی کو پگھلا کر اسکو بیچ دیتے تھے پھر اس کی قیمت کے طور پر حاصل ہونے والے مال کو اپنے استعمال میں لاتے اور یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالی نے تو چربی کھانے سے منع فرمایا اور ہم چربی نہیں کھاتے بلکہ اس کی قیمت کے طور پر حاصل ہونے والا مال کھاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ان کی اس عیارانہ چال کی وجہ سے مستحق لعنت قرار دیا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اب ہمارے لیے بھی ایسا حیلہ اختیار کرنا جائز نہیں۔ (مظاہر حق)

قاتل اللہ الیھود جملہ خبریہ ہے یا انشائیہ:

یہ جملہ حضور ﷺ نے بطور بددعا فرمایا ہے، اور دعا بددعا کے جملے سب کے سب انشاء ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال رابع ص ۳۸۵

وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ قَدِاتَّخَذَتْ عَلٰی سَهْوَةٍ لَّهَا سِتْرًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھئے اور بتائیے کہ یہ تماثیل کس طرح کی تھیں کہ ان کا استعمال کتنا مباح قرار دیا۔

(الف)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے شہ نشین پر پردہ ڈال رکھا تھا جس پر تصویریں تھیں چنانچہ آپ ﷺ نے (جب آپ کی نظر اس پردہ پر پڑیں) اس پردے کو پھاڑ دیا، پس حضرت عائشہؓ (مصرف نکالتے ہوئے) اس پردے کے دو تکئے بنا لیے چنانچہ وہ دونوں گھر میں رکھے رہتے تھے اور آپ ﷺ ان پر ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے۔

(ب)

حدیث کی مطلب:

حدیث پاک میں تصویر کی قباحت بیان کی گئی کہ تصویر والا پردہ جب حضرت عائشہ نے لٹکایا تو حضور ﷺ ناراض ہوگئے اور پردہ پھاڑ دیا یا یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ تصویر کی وجہ سے ناراض نہیں ہوئے، کیوں کہ شاید وہ تصویر غیر ذی روح کی تھی بلکہ ناراضی کا سبب دیوار پر پردہ لٹکانا تھا جو رغبت الی الدنیا باعث ہے، حضرت عائشہ نے حضور ﷺ کی ناراضی کو دیکھ کر اس پردہ کو کھول دیا اور تصویر کاٹ کر کے اس سے دو تکئے بنالی اور خود حضور ﷺ ان پر ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تمثیل کی صورت:

پردے پر کیسی تصویر تھی اس بارے میں دونوں قول منقول ہیں (۱) ذی روح کی تصویر تھی (۲) غیر ذی روح کی تصویر تھی۔

تو پھر استعمال مباح پانے کی وجہ صورت اولی میں یہ ہے کہ ان تصویروں کا سر کاٹ کر استعمال کیا گیا اور جاندار کا سر کاٹ کر استعمال کرنا جائز ہے۔

(۲) اور اگر وہ تصویریں غیر ذی روح کی ہو تو اس کا استعمال بالاتفاق جائز ہے۔

سوال خامس رص ر ۱۱؍۴۶۱

وَعَنْ حُذَيْفَةَؓ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ تُعرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عَوْدًا عَوْدًا فَأَىُّ قَلْبٍ اُشْرِبَهَانُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ وَأَىُّ قَلْبٍ اَنْكَرَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ حَتّٰى تَصِيْرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ أَبْيَضَ مِثْلَ الصَّفَاءِ فَلَاتَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ،وَالْاٰخَرُ اَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوْزِ مُجَخِّيًالَايَعْرِفُ مَعْرُوْفًاوَلَايُنْكِرُ مُنْكَرًا اِلَّامَااُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھئے نیز نکتہ سوداء اور نکتہ بیضاء کی مراد اچھی طرح واضح کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ : اور حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں کے دلوں پر فتنے اس طرح ڈالے جائیں گے جس طرح چٹائی کے تنکے ہوتے ہیں بس جو دل ان فتنوں کو قبول کریگا اس میں سیاہ نکتہ ڈال دیا جائے گا اور جو دل ان فتنوں کو قبول کرنے سے انکار کریگا اس میں سفید نکتہ پیدا کر دیا جائے گا۔ چنانچہ قلب دو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قسموں میں بٹ جائیں گے ایک تو سفید مثل سنگ مرمر کے چنانچہ اس طرح کے دل پر کوئی بھی فتنہ اثر انداز اور مضرت رساں نہیں ہوگا جب تک کہ زمین وآسمان قائم وباقی ہیں اور دوسرے راکھ کے رنگ جیسا سیاہ دل اوندھے برتن کی مانند چنانچہ اس طرح کا دل نہ تو نیک واچھے اور مشروع کاموں کو پہچانے گا اور نہ برے کاموں کو برا جانے گا وہ تو بس اس چیز سے مطلوب رکھے گا جو از قسم خواہشات اسمیں رچ بچ گئی ہیں اور جس کی محبت کا وہ اسیر بن چکا ہے۔

مطلب حدیث:

حدیث پاک میں قرب قیامت کی حالت بیان کی گئی کہ اس زمانہ میں انسان کے ذہن وفکر گمراہ نظریات باطل افکار اور نفسانی شہوت وخواہشات وغیرہ میں پھنسے ہوئے ہوں گے اور اس زمانہ فتنہ میں انسان کے قلب دو قسم ہو جائیں گے، ایک تو فتنہ کی طرف دھیان ہی نہیں دیں گے بلکہ اس کے قلب سنگ مرمر جیسے سفید اور صاف رہیں گے اور دوسرا قلب راکھ کے رنگ جیسا سیاہ اور اوندھے برتن جیسا ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قلب فتنوں سے اعراض کریں اس میں ایک سفید نکتہ ڈال دیا جاتا ہے، اور جو قلب ان فتنوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ان قلبوں کے اندر ایک سیاہ نکتہ ڈال دیا جاتا ہے۔

رہی یہ بات کہ نکتہ سوداء اور نکتہ بیضاء سے کیا مراد ہے؟ تو نکتہ سوداء سے مراد یہ ہے کہ دل میں فتنہ کی محبت رچ بس گئی مراد فتنہ راسخ ہو گیا، اور اس کا رنگ دل پر چڑھ گیا، جیسا کہ رنگ کپڑے پر چڑھتا ہے۔

اور نکتہ بیضاء سے مراد یہ ہے کہ اس کا دل سفید سنگ مرمر جیسا ہوگا جس پر کوئی چیز اثر انداز نہیں ہوتی واضح رہے اس تشبیہ میں محض سفیدی مراد نہیں ہے بلکہ سختی اور قوت ایمانی کا اعتبار بھی ملحوظ رکھا گیا (مظاہر حق)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۷ھ

سوال اول رص ۱۸

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِيْنُهٗ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ قَالُوْا وَإِيَّاكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: وَإِيَّايَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِيْ إِلَّا بِخَيْرٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) بتایئے کہ شیطان اور ملائکہ کا یہ مصاحب جو وسوسہ اندازی کرتا ہے، اس وسوسہ کی کون سی قسم نقصان دہ ہے، اور اس کے کتنے درجات ہیں؟

(ج) حضور ﷺ نے اپنے بارے میں جو فرمایا ہے اس کی تشریح اور لفظ فاسلم کا باب وصیغہ متعین کر کے مطابق متعدد معانی لکھئے؟

(الف)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ ایک ہمراہ جنوں (شیطانوں میں سے) اور ایک ہمراہ فرشتوں میں سے مقرر نہ کیا گیا ہو، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا میرے ساتھ بھی، لیکن خدا نے مجھ کو اس (جن مؤکل) سے مقابلہ کرنے میں مدد دے رکھی ہے، اس لیے میں اس کے مکر وفریب اور اس کی گمراہی سے محفوظ رہتا ہوں (بلکہ یہاں تک کہ) وہ بھی مجھے بھلائی کا مشورہ دیتا ہے۔

(ب)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس تمام جزئیات کا مکمل جواب ۱۴۳۱ھ کے سوال اول میں گذر چکا ہے۔

(ج)

حضورﷺ اپنے بارے میں جو فرمایا اس کی وضاحت:

اس حدیث شریف میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان اور ایک فرشتہ مقرر کیا گیا ہے، فرشتہ تو انسان کو نیکی و بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اور انسان کو اچھی باتیں و نیک کام سکھاتا ہے اور اسکے قلب میں خیر و بھلائی کی چیزیں ڈالتا ہے اس کو "ملہم" کہتے ہیں، اور جن شیطان اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کو برائی کے راستہ پر ڈالتا ہے، اور دل میں برے خیالات و غلط وسوسے پیدا کرتا ہے، اس کا نام "وسواس" اور "اہرمن" ہے۔

تو صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ کے ساتھ بھی وہ ایک فرشتہ اور جن شیطان مقرر ہے تو آپ نے فرمایا، ہاں میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ تعالی مجھ کو اس جن و شیطان سے مقابلہ کرنے میں مدد دے رکھی ہے اس لیے میں اسکے مکر و فریب اور اس کی گمراہی سے محفوظ رہتا ہوں۔

لفظ "اسلم" کا باب اور صیغہ:

لفظ "اسلم" میں دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) صیغہ واحد متکلم از مضارع، اس وقت مطلب ہوگا کہ میں محفوظ رہتا ہوں۔

(۲) افعال سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور شیطان فاعل ہے، مطلب یہ ہوگا کہ وہ میرے تابعدار ہو گیا، یا اسلام قبول کرلیا۔

بعض محدثین نے پہلی صورت کو راجح قرار دیا ہے، اس لیے کہ شیطان کا اسلام قبول کرنا متصور نہیں ہوسکتا ہے، مگر جمہور کہتے ہیں کہ جس اللہ نے اس کو کفر پر پیدا کیا اسی اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی قدرت ہے کہ اس کے اندر قبول اسلام کی صلاحیت پیدا کردے نیز "فلا یأمرنی الابخیر" سے ثانی صورت کی تائید ہوتی ہے۔ (درس مشکوٰۃ)

سوال ثانی رص ۶۰

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِيْ فَيَأْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) عصر کی نماز کے ابتداء کے بارے میں ائمہ کے مذاہب مدلل لکھئے۔

(ج) روایت سے کس مذہب کی تائید ہوتی ہے، اور دوسرے حضرات اس حدیث کی کیا توجیہ کرتے ہیں، وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

(الف)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اس حال میں کہ سورج روشن اور بلند ہوتا تھا، پس کوئی جانے والا عوالی مدینہ کی طرف جاتا تو وہاں پہنچتا جب کہ ابھی سورج بلندی پر ہوتا اور (جب کہ) عوالی مدینہ کا بعض حصہ (مسجد نبوی سے) چار میل کے فاصلے پر پڑتا ہے۔

(ب)

عصر کی نماز کے وقت ابتداء میں ائمہ کرام کے مذاہب و دلائل:

(۱) امام مالکؒ کے نزدیک ہر چیز کا سایہ جب ایک مثل ہو جائے سوائے سایہ اصلی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے تو چار رکعت پڑھنے کے اندازہ وقت وقت مشترک ہے، جس میں ظہر بھی پڑھی جاسکتی ہے اور عصر بھی اس کے بعد خالص عصر کا وقت آتا ہے،

دلیل: ابن عباسؓ سے مروی حیث قال فصلی بی الظهر فی الیوم الثانی حین صار ظل کل شئ مثله :

(۲) امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ، وغیرہم کے نزدیک کوئی وقت مشترک نہیں ہے۔

دلیل: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، قال وقت الظهر إذا زالت الشمس و كان ظل الرجل كطوله مالم يحضر العصر:

پھر جمہور کا آپس میں اختلاف ہو گیا کہ ظہر کا وقت کب تک باقی رہتا ہے

(۱) ائمہ ثلاثہ اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک مثل تک ظہر کا وقت رہتا ہے اسکے بعد عصر کا وقت داخل ہو جاتا ہے،

دلیل: (۱) قال رسول الله ﷺ وقت الظهر إذا زالت الشمس و كان ظل الرجل كطوله.

(۲) حضرت عمرؓ کا اثر ہے، کتب إلى عماله ان صلوة الظهر الى ان يكون ظل أحدكم مثله.

(۲) امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو مثل تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔

دلیل: (۱) عن ابی هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ إذا اشتد الحر فابردوا بالصلوة فان شدة الحر من فيح جهنم.

(۲) انه ﷺ قال حين صار ظل كل شئ مثليه.

جواب:

جواب یہ ہے کہ ان حضرت کا دلیل تفصیلی احادیث سے منسوخ ہو گئی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رمضان) نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہم میں سے کچھ وہ تھے جو روزے سے تھے اور کچھ وہ تھے جو روزے سے نہیں تھے پھر جب ہم ایک منزل پر اترے جو سخت دھوپ اور گرمی کا دن تھا تو صائم یعنی روزہ دار لوگ تو گر گئے، (یعنی کمزوری کے سبب کام کاج کے لائق نہیں ہے) اور مفطر یعنی روزہ چھوڑنے والے لوگ کھڑے رہے، اور انہوں نے سب کے لیے خیمے کھڑے کئے، اور سب اونٹوں کو پانی پلایا، اس پر رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: روزہ چھوڑنے والے لوگ آج کے دن بہت سارے ثواب لے گئے۔

(ب)

یہ دونوں جزء ۱۴۳۶ھ کے سوال ثالث میں گذر چکے ہے۔

آخری جزء کا جواب:

مذکورہ روایت امام احمدؒ اور امام اوزاعیؒ کے مذہب کی تائید کرتی ہے، کیوں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ذهب المفطرون اليوم بالأجر"

سوال رابع / ص ۴۱۲

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عليه السلام مَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِيَ لَهُ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ تَرَكَ المِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهُ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ بُنِيَ لَهُ فِيْ أَعْلَاهَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی اور صرفی تحقیق اور مرادی معنی بیان کریں۔

(ج) اس کے بعد حدیث کا مطلب تحریر کریں۔

(الف)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جھوٹ چھوڑ دے جو کہ باطل چیز ہے، اس کے لیے جنت کے کنارے گھر بنایا جائے گا اور جو صاحب حق ہونے کے باوجود لڑائی چھوڑ دے اس کا گھر جنت کے درمیان ہوگا، اور جس نے اپنے اخلاق درست کر لیا اس کے بالائی حصہ میں گھر بنایا جائے گا۔

(ب)

خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق:

(۱)**ربض:** ربض بالمکان کے معنی قیام کرنا، باب سمع سے ہے ملا علی قاریؒ نے اس کا ترجمہ یوں بیان کیا ہے "أی نواحیھا وجوانبھا من داخلھا لا من خارجھا" یعنی جنت کے اندر کے کنارے مراد ہیں نہ کہ باہر کے کنارے تا کہ معتزلہ کا قول "منزلۃ بین المنزلتین" ثابت نہ ہو۔

(۲)**المراء:** بکسر المیم وفتح الراء، یہ ماری یماری ممارۃ ومراء سے باب مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنی مناظرہ کرنا، بحث ومباحثہ کرنا، جھگڑا کرنا، جیسا کہ قرآن میں "فلا تمار فیھم إلا مراء ظاھرا"۔

(۳)**محق:** أحق یحق احقاقا، باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور احق فلان کے معنی حق کہنا، حق پر ہونا، بات سچی ثابت ہونا، اور یہاں اس سے مراد حق پر ہونا،

(۴)**وسط:** وسط الشیء یسط وسطاً بمعنی کسی چیز کے بیچ میں ہونا، جیسے وسط الجنۃ۔ (مرقاۃ)

(ج)

حدیث کا مطلب:

حدیث شریف کا مطلب تو ترجمہ سے واضح ہوگیا، البتہ مذکورہ حدیث میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"وھو باطل" یہ قید اس لیے لگائی گئی ہے کیوں کہ بعض مقامات میں جھوٹ بولنا درست ہے

مثلاً:

(۱) جنگ کے موقع پر جب کہ عہد شکنی کا باعث نہ ہو۔

(۲) صلح کروانے اور مسلمان کے مال وجان کی حفاظت میں جب کہ وہ ناجائز ضائع ہو رہا ہو۔

(۳) جس کی دو بیویاں ہوں وہ ہر بیوی کو کہہ سکتا ہے تجھ سے زیادہ پیار ہے، اور "وھو محق" کا مطلب یہ ہے کہ وہ حق پر ہے، یعنی اس معاملے میں حق دار ہے مگر جھگڑے کو دور کرنے اور تواضع اور کسر نفسی کے لیے اپنا حق چھوڑ دیا۔ اسی طرح اس کا خاموشی اختیار کرنا جب کہ دینی معاملہ نہ ہو اور اس کے سکوت سے کوئی دینی نقصان نہ ہو تو وہ آخرت کے درجات کا حق دار ہے۔ (مظاہر حق)

سوال خامس رص ۱۲م ۵

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِيُّوْنَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) جوامع الکلم کے مرادی معنی لکھ کر حدیث پاک کے ہر ہر جز کی الگ الگ تشریح کریں۔

(الف)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرمایا: انبیاء علیہم السلام پر مجھے چھ باتوں سے فضیلت دی گئی ہے (۱) مجھے جوامع الکلم عنایت کی گئی، (۲) رعب سے میری نصرت کی گئی (۳) میرے لیے غنائم کو حلال کردیا گیا (۴) میرے لیے تمام زمین کو مسجد و پاکیزہ بنادیا گیا، (۵) مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا، (۶) مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا اختتام ہوا۔

(ب)

جوامع الکلم کے مرادی معنی:

اس سے مراد ایسے کلمات ہیں جن کے الفاظ مختلف مگر ان میں معانی کا سمندر ہے مثلاً انما الاعمال بالنیات، ومن حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ، الدین النصیحۃ، وغیرہ ان میں سے ہر ایک بہت سے معنوں پر مشتمل ہیں۔

(۲) جوامع الکلم سے مراد قرآن مجید ہے کہ تھوڑے لفظوں میں بہت کچھ بند کردیا ہے، پہلا معنی ظاہر ہے اور روایت کا سیاق اسی پر دلالت کرتا ہے، اور اختصر لی الکلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ (مظاہر حق)

ہر جز کی تشریح:

(۱) **اعطیت جوامع الکلم:** مطلب یہ ہے کہ دین کی حکمتیں اور احکام، ہدایت کی باتیں، اور مذہبی و دنیاوی امور سے متعلق دوسری چیزوں کو بیان کرنے کا ایسا مخصوص اسلوب مجھے عطا فرمایا گیا جو نہ پہلے کسی نبی اور رسول کو عطا ہوا اور نہ دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے فصیح و بلیغ کو نصیب ہوا اس اسلوب کی خصوصیت یہ ہے کہ تھوڑے سے الفاظ کے ایک چھوٹے جملہ میں معانی و مفہوم کا ایک گنجینہ پنہاں ہوتا ہے۔

(۲) **فضلت علی الأنبیاء بست:** ایک روایت میں پانچ فرمائیں اور یہاں چھ فرمائیں درحقیقت آپ کے فضائل بے شمار ہیں، حصر مقصود نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳)ونصرت بالرعب: کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے میرے اور اسلام کے دشمنوں اور مخالفوں کے مقابلہ پر مجھے اس خصوصیت کے ساتھ فتح ونصرت عطا فرمائی ہے کہ ان کے دلوں میں میرا رعب اور خوف پیدا ہوتا ہے اور وہ مجھ سے ایک مہینہ کی مسافت کی دوری پر بھی ہوتے ہیں تو میرے نام ہی سے ان کی ہمت پست ہو جاتی ہے۔

(۴)وجعلت لی الأرض مسجدا وطهورا:

مطلب یہ ہے کہ مجھ سے پہلے کے رسولوں اور نبیوں کی شریعت میں ہر جگہ نماز پڑھنا اور عبادت کرنا درست نہیں تھا ان کی نماز وعبادت کے لیے جو جگہ عبادت خانہ کے طور پر متعین اور مخصوص ہوتی تھی بس وہیں نماز وعبادت ہو سکتی تھی، لیکن مجھے یہ خصوصیت عطا ہوئی کہ میں اور میری امت کے لوگ بیت الخلاء وغسل خانہ اور مقبرہ کے علاوہ پوری روئے زمین پر جس جگہ اور جہاں چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ وہ جگہ پاک ہو۔

اسی طرح گذشتہ امتوں میں پانی کے بغیر پاکی حاصل نہیں ہوتی تھی لیکن ہمارے لیے یہ جائز قرار دیا گیا کہ اگر کہیں پانی دستیاب نہ ہو یا پانی کے استعمال میں کوئی شرعی عذر ہو تو پاک مٹی کے ذریعہ تیمّم کر کے پاکی حاصل کی جا سکتی ہے۔

(۵)واحلت لی الغنائم:

مطلب یہ ہے کہ مال غنیمت کے بارے میں گذشتہ امتوں میں جو یہ معمول تھا کہ حاصل ہونے والا مال غنیمت اگر جانوروں کے علاوہ کسی اور جنس کا ہوتا تو اس کو جمع کر کے ایک جگہ رکھ دیا جاتا، اور پھر آسمان سے ایک آگ اترتی اور وہاں جمع شدہ تمام مال واسباب کو جلا کر واپس چلی جاتی، اور اگر مال غنیمت مویشیوں اور جانوروں کی صورت میں ہوتا تو اس کے حق دار صرف وہی لوگ ہوتے تھے جو اس کو دشمنوں سے چھینتے اور اس پر قبضہ کرتے تھے نبی اور رسول کو اس میں سے کچھ نہ ملتا۔

لیکن ہمارے حضرت محمد ﷺ کے لیے نہ صرف یہ کہ خمس یعنی مال غنیمت کا پانچواں حصہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بلکہ ’’صفی‘‘ لینا بھی جائز قرار دیا گیا ’’صفی‘‘ اس چیز کو کہتے ہیں جو مال غنیمت میں سب سے اچھی ہو۔

(٦) وأرسلت إلى الخلق كافة:

یعنی مجھ کو روئے زمین کے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا، یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت صرف انسانوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کی بعثت جنات کی طرف بھی ہوئی ہے، اپنی رسالت کے ذریعہ جس طرح آپ ﷺ نے روئے زمین کے تمام انسانوں تک خدا کا پیغام پہنچایا اسی طرح جنات کی بھی ہدایت فرمائی، اسی لیے آپ ﷺ کو ’’رسول الثقلین‘‘ کہا جاتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ جس وقت آپ ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی اسوقت تک جنات کی طرف آپ ﷺ کی بعثت نہ ہوئی ہو بعد میں ہوئی ہو اور اسی وجہ سے اس حدیث میں ’’جنات‘‘ کا ذکر نہیں ہے۔

(٧) وختم بي النبيون:

اور نبوت اور رسالت کا سلسلہ مجھ پر ختم کیا گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی طرف سے وحی آنے کا سلسلہ منقطع ہوگیا، رسالت تمام ہوئی، اب میرے بعد کوئی اور نبی ورسول نہیں آئے گا کیوں کہ خدا کا دین مکمل ہوگیا ہے، اور قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا بھی اسی دین کو مضبوط بنانے اور زیادہ سے زیادہ پھیلانے کے لیے ہوگا۔ (مظاہر حق)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۶ھ

سوال اول رص ۲۹

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ أَلَا إِنِّی أُوْتِیْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ أَلَا یُوْشِکُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰی أَرِیْکَتِہٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِھٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوْہُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْہُ إِنَّمَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کَمَا حَرَّمَ اللّٰہُ أَلَا لَا یَحِلُّ لَکُمُ الْحِمَارُ الْأَھْلِیُّ وَلَا کُلُّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا لُقْطَۃُ مُعَاھِدٍ إِلَّا أَنْ یَسْتَغْنِیَ عَنْھَا صَاحِبُھَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَیْھِمْ أَنْ یَقْرُوْہُ فَإِنْ لَمْ یَقْرُوْہُ فَلَہٗ أَنْ یُعْقِبَھُمْ بِمِثْلِ قِرَاہُ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھئے اور حمار میں اہلی کی قید کا فائدہ اور لقطہ کی تعریف لکھ کر حدیث میں ذکر کردہ تمام جزئیات کا حکم تحریر کریں۔

(الف)

ترجمہ ۱۴۲۴ھ میں گذر چکا ہے۔

(ب)

مطلب حدیث:

مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے آنے والے زمانہ کی خرابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور لوگوں کو اسی زمانہ میں کتاب اور سنت رسول کا دامن پکڑنے کی اہمیت دلاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے قرآن بھی دیا گیا اور قرآن کے ساتھ مضامین حدیث بھی مجھ پر اللہ ہی کی طرف سے نازل ہوئے ہیں فرق صرف یہی ہے کہ قرآن ظاہری وحی ہے اور حدیث پوشیدہ وحی ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لہذا دونوں واجب العمل ہیں۔

لیکن عنقریب کچھ نادان اور شریعت سے ناآشنا لوگ آئیں گے جو اپنی ناآشنائی کے سبب اور اپنی دنیوی مناصب اور رئیسانہ معیار زندگی کے پندار کا شکار شاندار بنگلوں اور ہر عیش گاہوں ونشست گاہوں میں بیٹھ کر بڑی بے اعتنائی کے ساتھ حدیث پر تنقید کریں گے اور صرف قرآن کو واجب العمل مانیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ اللہ تعالی نے جیسے احکام نازل کیے ہیں ایسے ہی میں بھی بہت سارے احکام بتاتا ہوں اس کے بعد بطور مثال کچھ چیزوں کو بیان کیا کہ دیکھو ان چیزوں کا حرام ہونا قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے، لیکن پھر بھی یہ حرام ہیں، کیوں کہ میں ان کی حرمت بیان کر رہا ہوں۔

(۱) اہلی گدھا حلال نہیں ہے۔

(۲) درندوں میں سے کچلی دانت رکھنے والے جانور حلال نہیں ہیں

(۳) کسی معاہد والے کا لقطہ حلال نہیں ہے الا یہ کہ خود مالک اس سے بے پرواہ ہو۔

(۴) مہمان کی مہمان نوازی کرو۔ (مظاہر حق)

حمار اہلی کی قید کا فائدہ:

حمار اہلی کی قید اس لیے لگائی تا کہ "وحشی گدھا" جو ہے وہ خارج ہو جائے، کیوں کہ اس کو کھانا حلال ہے اور اس کو گورخر بھی کہتے ہیں۔ (مظاہر حق)

حدیث پاک میں ذکر کردہ تمام جزئیات کے احکام ۱۴۳۴ھ میں گذر چکا ہے۔

سوال ثانی ص ۱۱۴۳

عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِمَكَّةَ وَالسَّمَاءُ مُغِيمَةٌ فَخَشِيَ الصُّبْحَ فَأَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ انْكَشَفَ فَرَأَى أَنَّ عَلَيْهِ لَيْلًا فَشَفَعَ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ فَلَمَّاخَشِیَ الصُّبْحَ اَوْتَرَبِوَاحِدَۃٍ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ ومطلب لکھ کر وتر کی رکعتوں میں فقہاء کرام کے مذاہب تحریر کیجئے۔

(ب) حضرت ابن عمرؓ نقض وتر کے قائل ہیں ان کی دلیل لکھئے اور جمہور فقہاء جو نقض وتر کے قائل نہیں ہیں ان کی دلیل مع وجہ ترجیح لکھئے۔

(الف)

ترجمہ: حضرت نافع فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے ہمراہ مکہ معظمہ میں تھا اور (اس دن رات میں) آسمان ابر آلود تھا جب حضرت ابن عمر کو صبح ہو جانے کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے ایک رکعت وتر کی پڑھ لی پھر ابر صاف ہو گیا اور انہوں نے دیکھا کہ ابھی رات (کافی باقی) ہے چنانچہ انہوں نے ایک رکعت اور پڑھ کر (پہلی رکعت کو) دوگانہ کر دیا وراس کے بعد دو دو رکعت پڑھتے رہے جب پھر صبح ہونے کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے وتر کی ایک رکعت پڑھ لی۔

مطلب:

حدیث پاک میں حضرت ابن عمر کا واقعہ بیان کیا گیا کہ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رکعت وتر ان کے نزدیک ایک ہی رکعت ہے۔

وتر کی رکعتوں کے بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف:

(ا) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دو رکعت اور رکعت ثالثہ کے درمیان سلام کے ذریعہ فاصلہ کر کے ایک رکعت وتر ادا کر دے، لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ وتر ایک رکعت سے گیارہ رکعت تک جائز ہے۔

دلیل: عن ابن عمر قال: کان النبی ﷺ یصلی من اللیل مثنی مثنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ویوتر برکعۃ:

(۲) امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک رکعت سے وتر پڑھنا جائز نہیں ہے، بلکہ وتر کی تین رکعت ایک سلام سے واجب ہے۔

دلیل: عن عائشۃؓ قالت کان النبی ﷺ لایسلم فی رکعتی الوتر وعنہا قالت: کان النبی ﷺ یوتر بثلاث لایسلم إلافی اخرھن۔

(ج)

حضرت ابن عمرؓ نقض وتر کے قائل ہیں ان کی دلیل:

عن ابن عمرؓ قال: کان النبی ﷺ یصلی من اللیل مثنی مثنی ویوتر برکعۃ،

جو حضرات نقض وتر کے قائل نہیں ہیں ان کی دلیل:

(۱) عن عائشۃؓ قالت: کان النبی ﷺ یوتر بثلاث رکعات لایسلم إلافی اخرھن:

(۲) عن عائشۃ قالت کان النبی ﷺ لایسلم فی رکعتی الوتر:

وجوہ ترجیح:

صلات وتر کے بارے میں اصل بات تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی صلوۃ اللیل اور وتر کی روایت بیان کرنے والے بہت صحابہ کرام ہیں جن میں مشہور حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر ہیں۔

اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کن کی روایت فیصلہ کن اور ترجیح ہوگی تو ظاہر بات یہ ہے کہ جو ہمیشہ قریب سے حضور ﷺ کی نماز دیکھنے والا ہو اس کی روایت فیصلہ کن ہوگی۔

تو واضح ہوا کہ حضرت عائشہؓ ساری زندگی حضور ﷺ کے ساتھ رہیں پھر ان کے علوم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وذہانت کا کمال پھر ذوق علمی ہر وقت سوال کرتی تھیں جس کی بناء پر آپ ﷺ ان کو موفقہ لقب عنایت فرمایا۔ اور آپ ﷺ وتر کے وقت ان کو جگاتے تھے بقیہ حضرات نے ایک دو دفعہ دیکھا اس لیے عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ جو روایت کرتی ہیں پھر تعامل صحابہ وتابعین سے بھی اس کی سے تائید ہوتی ہے، لہذا روایۃً ودرایۃً ایک سلام سے تین رکعت کو ترجیح ہوگی۔

حدیث ابن عمر کی جواب:

دو سلام سے تین رکعات یہ حضرت ابن عمر کا عمل ہے، روایت کا ثبوت نہیں میں یہ نہیں ہے، اس لیے یہ درست نہیں۔

سوال ثالث رص/۱۶۰

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَلْبَسُ اَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَكَنْزٌ هُوَ فَقَالَ مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدِّىَ زَكٰوةَ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ: (رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاؤُدَ).

(الف) ترجمہ اور مطلب لکھیے۔

(ب) زیوروں کی زکوۃ کے بارے میں فقہا کے مذاہب اور ان کی دلائل تحریر کیجیے، اور بتائیے کہ یہ روایت کس کا مستدل ہے؟ اور فریق ثانی کا کیا جواب ہے؟

(الف)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں سونے کا واضح (کڑا) پہنتی تھی تو میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ان کا شمار بھی کنز (یعنی وہ سونا چاندی جن کے جمع کرنے پر قرآن میں وعید نازل ہوئی ہے) میں ہوتا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو چیزیں اتنی مقدار میں ہوں کہ ان کی زکوۃ ادا کی جائے (یعنی نصاب تک پہنچ جائیں) پس ان کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

زکوۃ ادا کردی جائے تو وہ کنز میں شامل نہیں ہوں گی۔

مطلب حدیث:

حدیث پاک کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم کے اندر جب یہ آیت اتری "والذین یکنزون الذہب الخ" تو تمام آدمی اس بات کا خیال رکھتے کہ کہیں میں اسکا مصداق نہ بن جاؤں، اور اصحاب رسول سونا، چاندی، درہم، دنانیر وغیرہ جمع کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے، حضرت ام سلمہؓ نے بھی خوف کے مارے حضور سے یہ سوال کیا کہ میں جو سونا چاندی استعمال کرتی ہوں کیا میں بھی آیت کا مصداق ہوں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ آیت کریمہ میں مطلقا جمع کرنے اور استعمال کرنے کو منع نہیں فرمایا بلکہ وہ مال کنز ہے جس کو بغیر زکوۃ ادا کئے جمع کر رکھا ہو، لہذا اے ام سلمہ تم استعمال کرتی رہو۔

(ب)

زیور کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل:

(۱) ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک عورتوں کے زیور میں زکوۃ نہیں ہے۔

دلیل: قال رسول اللہ ﷺ لیس فی الحلی زکوۃ.

(۲) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورتوں کے زیور میں بھی زکوۃ واجب ہے۔

دلیل: عن ام سلمۃ قال کنت البس اوضاحا من ذھب فقلت یارسول اللہ أکنز ھو فقال مابلغ أن تودی زکوتہ فزکی فلیس بکنز: (مرقات)

یہ روایت کس کا مستدل ہے، اور فریق مخالف کی طرف سے جواب:

یہ حدیث ائمہ احناف کی مستدل ہے۔

جواب: اس کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد غیر مباح زیورات ہیں اور مباح زیورات میں زکوۃ نہیں ہے۔ (مرقاۃ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال رابع رص ۲۵۵

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ وَمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً فَلَيْسَ مِنَّا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) جلب اور جنب سباق میں بھی ہوتا ہے اور صدقہ میں بھی ان دونوں کی سباق اور صدقہ میں پائے جانے کی الگ الگ اس طرح تشریح کیجئے، کہ فرق واضح ہو جائے۔

(ج) شغار کا مطلب اور اس کا حکم لکھیے۔

(الف)

ترجمہ: عمران بن حصین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ جلب (جائز) ہے اور جنب اور نہ شغار، اسلام میں (جائز) ہے، اور یاد رکھو جو شخص کسی کو لوٹتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے (یعنی وہ ہماری) جماعت میں سے نہیں ہے، یا ہمارے طریقہ پر نہیں ہے، حاصل یہ کہ ایسا شخص اس قابل نہیں ہے کہ اسے اسلامی برادری کا ایک فرد سمجھا جائے۔

(ب)

اس جز کا مکمل جواب ۱۴۳۲ھ کے سوال ثانی کی (ب) میں گذر چکا ہے۔

(ج)

شغار کا مطلب:

شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح اس شرط کے ساتھ کرے کہ وہ اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کر دے اور مہر کچھ نہ مقرر ہو بلکہ یہ شرط ہی مہر کے قائم مقام

ہو،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شغار کا حکم:

حدیث میں اس قسم کے عقد کو اسلام کے طریقہ کے خلاف فرمایا گیا چنانچہ اکثر علماء کے نزدیک ایسا عقد فاسد ہے لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ اور سفیانؒ کے نزدیک یہ عقد صحیح ہو جاتا ہے، البتہ مہر مثل واجب ہو جاتا ہے اور ایسا عقد کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے، چنانچہ یہ حضرات بھی کہتے ہیں کہ ایسا عقد نہ کرنا چاہیے۔

سوال خامس رص ر۴۵۹

عَنْ مُحَمَّدِبْنِ كَعْبِ نِ الْقُرَظِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ قَالَ إِنَّا لَجُلُوْسٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ فَاطَّلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَهُ مَرْقُوْعَةٌ بِفَرْوٍ، فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَكٰى لِلَّذِيْ كَانَ فِيْهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِيْ هُوَ فِيْهِ الْيَوْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ بِكُمْ إِذَا غَدَا أَحَدُكُمْ فِيْ حُلَّةٍ وَرَاحَ فِيْ حُلَّةٍ وَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَرُفِعَتْ أُخْرٰى وَسَتَرْتُمْ بُيُوْتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ قَالَ لَا أَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْكُمْ يَوْمَئِذٍ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق لکھ کر للذی کان فیہ من النعمۃ، والذی ھو فیہ الیوم، میں دونوں الذی کا مصداق متعین کر کے مطلب تحریر کریں۔

(الف)

ترجمہ: اور حضرت محمد ابن کعب قرظیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے یہ حدیث بیان کی جس نے حضرت علیؓ سے اس کو سنا تھا، (چنانچہ اس شخص نے بیان کیا) کہ حضرت علی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

؂ نے فرمایا: (ایک دن) ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد (نبوی یا قبا میں) بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب ابن عمیرؓ بھی وہاں آ گئے اس وقت ان کے بدن پر صرف ایک چادر تھی اور اس چادر میں بھی چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو رو پڑے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اظہار تعجب و حسرت کے طور پر فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم میں کا کوئی شخص صبح کو ایک جوڑا پہن کر نکلے گا اور پھر شام کو تو دوسرا جوڑا پہن کر نکلے گا، تمہارے سامنے کھانے کا ایک بڑا پیالہ رکھا جائے گا، اور دوسرا اٹھایا جائے گا اور تم اپنے گھروں پر اس طرح پردہ ڈالو گے جس طرح کعبہ پر پردہ ڈالا جاتا ہے۔ بعض صحابہؓ نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ یا رسوا اللہ! ہم اس دن (جب کہ خوش حالی و ترفہ کی نعمت سے بہرہ مند ہوں گے) آج کے دن سے (جب کہ ہم فقر و افلاس کی گرفت میں ہیں) بہتر حال میں ہوں گے، کیوں کہ اس وقت ہم عبادت کے لیے آزاد و فارغ ہوں گے، اور ہمیں معاشی محنت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔

حضور ﷺ (یہ سن کر فرمایا) کہ ایسا نہیں ہے، (کہ اس وقت تم بہتر ہو گے) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم اس دن کی بہ نسبت آج کے دن زیادہ بہتر ہو۔

(ب)

خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق:

(۱) **بردۃ**: یہ واحد ہے اور اس کی جمع بُرْدٌ و بُرَد، اس کے معنی ہیں کساء مخطط یلتحف به، یعنی وہ سی ہوئی چادر جو اوڑھی جاتی ہے،

(۲) **المرقوعة**: صیغہ واحد مؤنث اسم مفعول من باب فتح یفتح، رُفعتُ الثوب والحذاء، پھٹے ہوئے کپڑے کو سی دیا اور درست کر دیا۔

(۳) **حلة**: یہ واحد ہے اور اس کی جمع "حُلَلٌ" و حلال، یہ لفظ بہت سارے معنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے، نیا موٹا کپڑا یا باریک کپڑا، یا ایک جنس کے دو کپڑے، اور یہی یہاں مراد ہے، اس کا ترجمہ "جوڑا" سے کیا جاتا ہے۔

(۴) **صحفة**: یہ واحد ہے اس کی جمع صحاف ہے، اناء من انیة الطعام، یعنی کھانے کا بڑا برتن۔

(۵) **تتفرغ**: تفرغ یہ باب تفعل سے ہے اور نتفرغ یہ مضارع کے جمع متکلم کا صیغہ ہے، تفرغ للامر، بذل المجهود فيه، یعنی اس کا مکمل کوشش کرنا، اور نتفرغ للعبادة کا معنی یہ ہے کہ عبادت کے لیے ہمت اور کوشش کرنا، اور عبادت کے لیے پورے وقت کو خاص کرنا جیسا کہ کہا جاتا ہے، "تفرغ للدروسه" أي خصص كل وقته له۔

(۶) **المؤنة**: یہ واحد ہے اور اسکا جمع مؤن ہے اور اسکے معنی ہیں، محنت۔ (معجم الوسیط، مصباح اللغات، وغیرہ)

مطلب:

اس حدیث کا مطلب ترجمہ میں بالکل واضح ہے، آپ وہاں ملاحظہ فرمایئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۵ھ

سوال اول رص ر۲۹

عَنْ رَبِيْعَةَ الْجُرَشِيِّ قَالَ: أُتِيَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ فَقِيْلَ لَهُ لِتَنَمْ عَيْنُكَ وَلْتَسْمَعْ أُذُنُكَ وَلْيَعْقِلْ قَلْبُكَ قَالَ: فَنَامَتْ عَيْنَايَ وَسَمِعَتْ أُذُنَايَ وَعَقَلَ قَلْبِي قَالَ فَقِيْلَ لِيْ سَيِّدٌ بَنٰى دَارًا فَصَنَعَ فِيْهَا مَأْدُبَةً وَأَرْسَلَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَرَضِيَ عَنْهُ السَّيِّدُ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَسَخِطَ عَلَيْهِ السَّيِّدُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) انبیاء کی نوم کی خصوصیت لکھئے اور بتایئے کہ ان کا خواب حجت ہے یا نہیں؟ پھر مطلب بیان کریں نیز بتایئے کہ روایت میں "السید، داعی، دار، مأدبہ سے کیا مراد ہے؟

(الف)

ترجمہ: حضرت ربیعہ الجرشیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس خواب میں فرشتے بھیجے گئے اور آپ ﷺ سے کہا گیا یعنی فرشتوں نے کہا چاہیے کہ آپ کی آنکھیں سوئیں اور آپ کے کان سنیں، اور آپ کا دل سمجھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری آنکھیں سوئیں، میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے سمجھا، پھر رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ مجھ سے کہا گیا، یعنی فرشتوں نے میرے سامنے بطور مثال کے بیان کیا کہ ایک سردار نے گھر بنایا اور کھانے کا دستر خوان لگایا اور پھر ایک بلانے والے کو بھیجا تا کہ وہ سب لوگوں کو بلا کر لائے۔ لہٰذا جس نے اس بلانے والے کی دعوت کو قبول کر لیا، وہ اس گھر میں داخل ہوا، کھانا کھایا اور سردار اس سے خوش ہوا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور جس نے بلانے والے کی دعوت کو قبول نہ کیا، وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ ہی کھانا کیا یا اور نہ ہی سردار اس سے خوش ہوا۔

(ب)

انبیاء علیہم السلام کی نوم کی خصوصیت:

انبیاء علیہ السلام کی نوم کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی نوم ناقص وضو نہیں ہے۔ لقوله عليه السلام انماتنام عيناى ولاينام قلبى، فلا تنقض طهارته بالنوم وكذاالأنبياء لقوله عليه الصلاة والسلام، إنامعشر الأنبياء تنام اعينناولاتنام قلوبنا:

اور جن روایتوں میں یہ بات آئی ہے کہ حضور ﷺ نے نیند سے اٹھ کر وضو کیا وہ روایات ایک تو منکر ہیں، اگر روایت صحیح بھی مان لی جائے تو حضور ﷺ کا وضو کرنا تعليما للأمة تھا۔ نیز ان کا خواب حجت ہے۔ لقوله عليه الصلاة والسلام: إنامعشر الأنبياء تنام أعينناولاتنام قلوبنا:

مطلب:

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک الہامی مثال بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ سوئے ہوئے تھے کہ
آپ کے پاس منام کی حالت میں فرشتے آئے اور آپ سے کہنے لگے: چاہیے کہ آپ کی آنکھ سوئے اور کان سنے اور دل سمجھے یعنی دل میں کوئی اور تصور اور خیال نہ آئے، ملائکہ کے اس قول کی غرض وغایت یہ تھی کہ آپ مکمل توجہ، انہماک، اور غور کے ساتھ اس مثال کو سنیں اور سمجھیں تاکہ بات اچھی طرح دل میں مضبوطی کے ساتھ راسخ ہو جائے فرشتوں کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ میری آنکھیں سو گئیں کانوں نے سن لیا، اور دل نے سمجھ لیا، مثال کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اسلام نامی ایک گھر بنایا اور گھر میں جنت نامی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایک دسترخوان بچھایا اور محمد ﷺ کو داعی الی المأدبہ بنا کر بھیجا کہ وہ سب کو بلا کر اسلام نامی گھر میں داخل کر کے جنت نامی دسترخوان سے ابدی کھانا کھلائے، پس جو شخص حضور ﷺ کی دعوت کو قبول کر کے اسلام میں داخل ہوگا وہ جنت میں تو داخل ہوگا ہی ساتھ ساتھ اپنے رب اللہ تعالیٰ کو بھی راضی کرے گا، اور جو شخص اس کے برخلاف کام کرے گا تو وہ جنت نامی دسترخوان سے محروم بھی ہوگا اور رب العالمین بھی اس پر ناراض رہے گا۔

روایت میں ''السید، داعی، دار، مادبہ، سے کیا مراد ہے:

ان کی مراد مذکورہ روایت میں ذکر کی گئی ہے جو کہ حضور ﷺ نے فرمایا، فاللّٰہ ھو السید و محمد، الداعی، و الدار الاسلام و المأدبة الجنة: یعنی اس مثال میں سردار سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، داعی سے مراد، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، گھر سے مراد، اسلام، دسترخوان سے مراد، جنت۔ (مظاہر حق)

سوال ثانی رص ۱۶۳

عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ إِلَّا لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ أَوْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ، وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهِ مَالَهُ كَانَ خُمُوشًا فِي وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرَضْفًا يَأْكُلُهُ مِنْ جَهَنَّمَ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب بیان کریں اور خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق لکھیے۔

(ج) نیز بتائیں کہ دست سوال دراز کرنا کب اور کس کے لیے جائز ہے اور کس کے لیے نہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

(الف)

ترجمہ: حضرت حبشی بن جنادہؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوال کرنا حلال نہیں، نہ تو (اس) غنی کے لیے (جس کے پاس ایک دن کے کھانے بھر موجود ہو) اور نہ اس شخص کے لیے جو توانا اور صحیح سالم ہو، البتہ سوال کرنا حلال ہے، یا تو اس شخص کے لیے جس کو افلاس نے زمین پر پٹک دیا ہو، یا اس شخص کے لیے جو سخت قرض داری میں پھنس گیا ہو، اور جس نے لوگوں سے اس لیے سوال کیا کہ اس کے ذریعہ اپنے مال میں اضافہ کرے، تو اس کا سوال قیامت کے دن اس کے چہرے پر زخم (کی صورت میں) ہوگا، اور دوزخ کا گرم پتھر اس کا کھانا ہوگا، اب جو چاہے کم سوال کرے اور جو چاہے زیادہ سوال کرے۔

(ب)

حدیث کا مطلب:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور پاک ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ: مانگنا حلال نہیں، نہ غنی کے لئے اور نہ تندرست و توانا اور صحیح الاعضاء کے لیے ہاں ایسے فقیر کے لیے مانگنا حلال ہے جو زمین پر بیٹھنا پھٹکا گیا ہو۔ یہ کنایہ ہے شدت احتیاج گی اور مفلسی سے یعنی زمین پر ڈال رکھا ہے کہ اٹھنے کی بھی سکت نہیں رکھتا گویا مطلب یہ ہے کہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا صرف انتہائی محتاجگی ہی کے وقت جائز ہے اس کے علاوہ اگر کسی نے دوسرے سے بلا حاجت صرف مال میں اضافہ کے لیے سوال کرے تو جہنم میں سوال کو ایسی طاقت دی جائے گی کہ وہ اس کے منہ پر زخم کرے گا اور دوزخ کا گرم پتھر اس کا کھانا ہوگا اب تم خود فیصلہ کرو کہ سوال کر کے مال میں اضافہ کرو گے یا نہیں؟

نیز حدیث کا آخری جملہ ”فمن شاء فلیقل الخ“ بطور تنبیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وتہدید ارشاد فرمایا جیسا کہ کافروں، ظالموں کے بارے میں بطور تہدید قرآن کریم کی یہ آیت ہے: فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر إنا اعتدنا للظالمین نارا:

خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق:

(۱) **مرۃ سوی**: مرۃ بکسر المیم أی قوۃ بمعنی طاقت، سَوِیّ أی صحیح سلیم الأعضاء علی الکسب، یعنی صحیح وتندرست اور سالم الاعضاء ہونا۔

(۲) **فقر**: فقر، تہی دستی، غربت، افلاس محتاجی، جمع مفاقر خلاف قیاس۔

مدقع: یہ باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے ادقع یدقع ادقاعا فہو مدقع۔

الادقاع: زمین اور مٹی سے لگ جانا، ذلیل ورسوا ہونا، کمائی میں نچلی سطح پر اتر آنا، انتہائی غریب ہونا، اور فقر مدقع کے معنی رسواکن غریبی انتہاء درجہ کی غربت جمع مداقع۔

(۳) **غرم مفظع**: غین کے ضمہ کے ساتھ بمعنی ادا کی جانے والی چیز، یا مال میں کسی خیانت اور جنایت کے بغیر ہونے والا نقصان۔

مفظع: یہ بھی باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے الافضاع سے اور الإفظاع: بمعنی انتہائی برا ہونا، اور غرم مفظع کے معنی جو سخت قرض داری میں پھنس گیا۔

(۴) **لیثری**: یہ الاثراء سے باب افعال کا واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، أی لیکثر بمعنی زیادہ کرنا۔

(۵) **خموشا**: بالضم أی عبسا، خمش، یخمش، خمشا خموشا، چہرہ نوچنا کھسوٹنا، ناخن مارنا، خمش فلانا کسی کی کھال کھسوٹنا، ناخن مار کر زخمی کرنا۔

(۶) **رضفا**: بفتح الراء وسکون الضاد أی حجر امحمیا، بمعنی گرم پتھر، جمع رضوف، رضاف، وأرضاف:

(۷) **لیقل**: یہ اقل یقل اقلالا سے باب افعال کا مضارع واحد مذکر غائب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا صیغہ ہے، بمعنی کم کرنا (مرقات)

(ج)

سوال کرنا کب اور کس کے لیے جائز اور کس کے لیے ناجائز:

اس بارے میں امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں، پہلی روایت جو ان کے مسلک میں زیادہ مشہور ہے، یہ ہے کہ زکوۃ لینا اور سوال کرنا اس شخص کے لیے حلال نہیں جو یا تو پچاس درہم چاندی کی قیمت کے برابر نقدی کا مالک ہو یا نوکری اور دکانداری وغیرہ کی صورت میں ایسا ذریعہ رکھتا ہو جس سے علی الدوام ہر روز اس کی ضروریات وحاجات کے بقدر اس کو آمدنی حاصل ہو جاتی ہو۔

ان کی دوسری روایت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں غنیٰ کا اصل معیار آدمی کی حالت ہے جس شخص کو اتنی آمدنی ہو جاتی ہو جو اس کی ضروریات کے لیے کافی ہے اور وہ حالت احتیاج میں نہیں ہے تو زکوۃ کا لینا اور سوال کرنا اس کے لیے حلال نہیں، اگرچہ از قسم مال وہ کسی بھی چیز کا مالک نہ ہو، اور جو شخص حالت احتیاج میں ہے، اس کے لیے زکوۃ کا لینا اور سوال کرنا حلال ہے اگرچہ وہ بقدر نصاب مال کا مالک ہی کیوں نہ ہو، اور یہی قول امام مالک" اور امام شافعیؒ کا بھی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ جو شخص بقدر نصاب مال کا مالک نہ اسکے لیے نہ زکوۃ لینا حلال ہے اور نہ سوال کرنا، اور جو شخص بقدر مال کا مالک نہ ہو اس کے لئے زکوۃ لینا تو حلال ہے مگر سوال کرنا اس کے لیے اسی صورت میں حلال ہوگا جب اس کے پاس ایک دن کے گزارہ کا بھی انتظام نہ ہو۔ (مظاہر حق)

سوال ثالث/ص/٢٢٠

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا فَقَالَ رَجُلٌ أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا فَقَالَ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ثُمَّ قَالَ ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوْهُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب باوضاحت لکھیں۔

(ب) پھر بتائیے کہ احکام شرعیہ کا بیان کرنا تو حضور ﷺ کا فرض منصبی ہے، پھر سوال کرنے سے کیوں منع کیا گیا ہے؟ کیا ہر قسم کے سوال کرنے سے روکا گیا ہے یا کسی خاص قسم کے سوال سے؟

(الف)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں! تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہذا تم حج کرو، ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا ہم ہر سال حج کریں؟ آپ ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہی بات کہی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو یقیناً حج (ہر سال کے لیے) فرض ہوجاتا اور تم (تم ہر سال حج) کرنے پر قادر نہیں ہوسکتے تھے، پھر آپ نے فرمایا، جب تک میں تمہیں چھوڑوں تم مجھے چھوڑ دو (یعنی جو کچھ میں نہ کہا کروں مجھ سے مت پوچھا کرو) کیوں کہ جو لوگ تم سے پہلے گذرے ہیں، وہ اسی سبب سے پوچھتے اور ان سے اختلاف کرتے تھے، لہذا جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اس میں سے جو کچھ تم کرنے کی طاقت رکھتے ہو کرو، اور جب میں تمہیں کسی بات سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مطلب:

اللہ تعالی نے جب حج کی فرضیت کا فرمان نازل فرمایا تو آنحضرت ﷺ نے اسی کو امت کے اوپر نافذ کرنے کے لیے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ حج کریں چنانچہ جب آپ ﷺ لوگوں کے سامنے حج کی فرضیت بیان فرما رہے تھے اور انہیں حج کرنے کا حکم دے رہے تھے تو ایک صحابی جن کا نام اقرع بن حابس تھا پوچھ بیٹھے کہ کیا حج ہر سال کیا جائے گا؟ وہ یہ سمجھے کہ جس طرح دیگر عبادتیں نماز، روزہ، زکوۃ، بار بار ادا کی جاتی ہیں اسی طرح یہ حج بھی مقرر ہی ہوگا، اس لیے انہوں نے یہ سوال کیا، لیکن حضور ﷺ کو یہ بات ناگوار ہوئی اس لیے آپ نے پہلے تو تنبیہاً سکوت اختیار فرمایا، جب انہوں نے کئی بار پوچھا تو آخر کار آپ نے جواب دیا کہ اگر میں اس سوال کے جواب میں ہاں کہہ دیتا تو یقیناً ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا تو تم میں اتنی طاقت نہ ہوتی کہ ہر سال اس کی ادائے گی پر قادر ہوتے۔

پھر آپ ﷺ نے متنبہ فرمایا کہ کسی بھی دینی حکم کو مجھ پر چھوڑ دو جمیں کسی فعل کا حکم دوں تو مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ یہ فعل کتنا ہے؟ اور کیسا ہے؟ جب تک میں خود یہ بیان نہ کروں کہ یہ فعل کتنا کیا جائے؟ اور کس طرح کیا جائے؟ میں جس طرح کہوں تم بس اس طرح کرو، اگر کسی فعل کے بارے میں بلا قید و تعیین اعداد کے مطلق حکم کروں تو اس حکم کی اسی طرح بجا آوری کرو، اور اگر یہ بیان کروں کہ اس فعل کو اتنی بار اور اس طرح کرو تو اسے اتنی بار اسی طرح کرو۔ (مظاہر حق)

(ب)

سوال کرنے سے منع کرنے کی وجہ:

احکام شرعیہ کا بیان کرنا تو حضور ﷺ کا فرض منصبی ہے یہ تو مسلم ہے البتہ مذکورہ حدیث میں حضور ﷺ مطلق سوال سے منع نہیں فرما رہے ہیں بلکہ ایسے سوال سے منع فرمایا جس سے قیل وقال لا یعنی کھود و کرید اور لغو تفتیش کی شناعت و قباحت ثابت ہوتی ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیوں کہ حضور علیہ السلام اس کو ناپسند کرتے تھے۔

نیز امام بغوی نے بھی شرح السنہ میں یہ تصریح کی ہے کہ جو سوالات بطور تعلم ضروری ہوں تو "فاسئلوا اھل الذکر" کی رو سے ان کا پوچھنا واجب ہے، لیکن جو سوالات محض کھود کرید اور ذہنی ورزش کے طور پر کیے جائیں حدیث باب میں انہیں کی ممانعت ہے (مصباح الزجاجہ)

سوال رابع ص ر ۴۱۰

عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِىَ بِىْ بِقَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنَ النَّارِ فَقُلْتُ يَاجِبْرِيْلُ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ خُطَبَاءُ أُمَّتِكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ وَعَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِيَسْبِىَ بِهٖ قُلُوْبَ الرِّجَالِ أَوِالنَّاسِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا۔

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، و مطلب تحریر کریں۔

(ب) صرفا اور عدلا کے معنی متعین کریں۔

(الف)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات میں میرا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کی زبانیں آگ کی قینچیوں سے کاٹی جارہی تھیں میں نے پوچھا کہ جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں، جبرئیل نے کہا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے واعظ وخطیب ہیں جو ایسی باتیں کہتے تھے جن پر خود عمل نہیں کرتے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس مقصد کے لیے گھما پھرا کر بات کرنے کا سلیقہ سیکھے کہ وہ اس کے ذریعہ مردوں کے دلوں یا لوگوں کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلوں پر قابو حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ اس کی نفل عبادت قبول کرے گا اور نہ فرض۔

(ا) مطلب حدیث:

اس حدیث میں ان واعظوں اور خطیبوں کے لئے سخت تنبیہ وعید ہے جو دوسروں کو تو نیک کام کرنے کو کہتے ہیں لیکن خود نیک کام نہیں کرتے، تاہم واضح رہے کہ یہ حدیث ان واعظوں اور خطیبوں کی بے عملی کی مذمت کو ظاہر کرتی ہے نہ کہ اس ارشاد کا مقصد اس بات کی برائی کو بیان کرنا ہے کہ وہ نیک کام کے لئے کیوں کہتے ہیں؟ خود نہیں کرتے۔

اسی بنیاد پر علماء لکھتے ہیں کہ امر بالمعروف میں فعل شرط نہیں ہے یعنی یہ ضروری نہیں کہ نیک کام کے لئے وہی شخص کہہ سکتا ہے جو خود بھی اس پر عمل کرے، البتہ یہ بہتر ہے کہ امر بالمعروف کرنے والا اپنے کہے پر خود بھی عمل کرے کیوں کہ جس امر بالمعرف کی بنیاد محض قول پر ہوتی ہے عمل پر نہیں ہوتی ہے اس کا اثر نہیں ہوتا۔

حدیث ثانی کا مطلب:

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس مقصد سے بات کرنے کا سلیقہ سیکھے کہ وہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے، اور لوگوں کے دلوں پر قابو حاصل کرے، تو اس کے لئے سخت وعید آئی ہے کہ قیامت کہ دن اللہ تعالیٰ نہ اس کی نفلی عبادت قبول کرے گا اور نہ فرض۔

(ب)

صرفاً وعدلاً کے معنی مرادی:

صرفاً اور عدلاً کے مرادی معنی میں اختلاف ہے (ا) جمہور علماء کے نزدیک صرفاً سے اعمال فریضہ مراد ہیں، اور عدلاً سے نافلہ مراد ہیں۔

(۲) امام اللغۃ، امام اصمعی نے فرمایا کہ صرفاً سے توبہ مراد ہے اور عدلاً سے فدیہ مراد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے،(۳)وقال یونس الصرف الاکتساب والعدل الفدیۃ ،(۴)قال ابو عبیدۃ العدل الحیلۃ ،والصرف الدیۃ ،(۵)وقیل الصرف الدیۃ ،والعدل الزیادۃ: (نووی علی شرح مسلم).

سوال خامس رص ۴۷۶

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :إِنِّيْ حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَالِ حَتّٰى خَشِيْتُ أَنْ لَاتَعْقِلُوْا أَنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ قَصِيْرٌ أَفْحَجُ جَعْدٌأَعْوَرُمَطْمُوْسُ الْعَيْنِ لَيْسَتْ بِنَاتِيَةٍ وَّلَاجَحْرَاءَ فَإِنْ أُلْبِسَ عَلَيْكُمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ.

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب)مطلب تحریر کریں۔

(ج)خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

جواب(الف)

ترجمہ: حضرت عبادہ ابن الصامت رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں تم لوگوں سے دجال کا حال اس اندیشہ سے (بار بار) بیان کیا ہے کہ کہیں تمہاری سمجھ میں نہ آئے (تو اچھی طرح سمجھ لو کہ) دجال پستہ قد ہے بھدا ہے،اس کے بال مڑے ہوئے ہیں،(ایک آنکھ سے) کانا ہے اور (دوسری) آنکھ سلیٹ یعنی بالکل مٹی ہوئی ہے اس کی آنکھ نہ ابھری ہوئی ہے اور نہ اندر کو دھنسی ہوئی،اس کے بعد بھی اگر تم شبہ میں پڑ جاؤ تو اتنی بات یاد رکھنا کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔

(ب)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث شریف کا مطلب:

حدیث کا مطلب تو ترجمہ سے واضح ہوگیا البتہ جن جملوں کی تشریح ومطلب کی ضرورت ہے وہ درج ذیل ہے۔

انی حدثتکم: یعنی میں نے تم سے دجال کے متعلق جو کچھ بیان کیا اس کو یاد رکھو یا کثرت کی وجہ سے بھول جاؤ میں نے اس لئے بیان کردیا تاکہ تم پر اس کا معاملہ مشتبہ نہ رہے۔

أن المسیح الدجال قصیر: روایت کے الفاظ قبل والی روایت کے خلاف ہیں کیوں کہ اس میں اعظم انسانا کے الفاظ آئے ہیں۔

دونوں میں تطبیق:

(۱) ممکن ہے کہ وہ ٹھگنا بھی ہو اور جسم کی چوڑائی اور فربہ ہونے کے لحاظ سے عظیم الخلقت بھی ہو، اس کے کثیر الفتنہ ہونے لحاظ سے ہیئت وجسامت میں بڑا ہونا مناسب ہے۔

(۲) بعض نے کہا کہ تمیم داری کے دیکھنے وقت وہ ٹھگنا ہو اور نکلنے کے وقت عظیم الخلقت ہوجائے یا بالعکس۔

افحج: اس کو کہتے ہیں جس کے پاؤ چلنے میں ایک دوسرے کے ساتھ لگیں یعنی چلتے وقت تو پاؤں کا اگلا حصہ قریب ہو اور لیکن ایڑھیاں دور ہوں اور پنڈلیاں چھدری ہوں اور قاموس، نہایہ میں اس کا معنی لکھا ہے کہ جس کی دونوں رانوں میں فاصلہ زیادہ ہو۔

لیست بناتیه: یہ جملہ منفیہ موکدہ ہے جو اس بات کو ثابت کرنے کے لئے ہے کہ اس کی آنکھ سپاٹ اور مٹی ہوئی ہے پس یہ اس بات کے منافی نہیں کہ دوسری آنکھ دانہ انگور کی طرح پھولی ہوئی ہو۔ (مظاہر حق)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق:

(۱) قصیر: قلیل الطول، یعنی پست قد والا، جمع قصار، یقال رجل قصیر القامة. یعنی وہ پستہ قد کا ہے۔

(۲) أفحج: یہ صیغہ صفت ہے، فحج یفحج فحجاً باب سمع سے اس کے معنی ہیں وہ شخص جس کے قدم کے اگلے حصے قریب قریب اور ایڑھیاں دور دور، اور ٹانگیں پھیلی ہوئی ہوں۔ الذی یتدانی صدور قدمیه ویتباعد عقباه ـ وینفج ساقاه أی ینفرج۔ (مرقاۃ:۹/ص/۳۱۳)

(۳) جعد: جعد یجعد، باب کرم یکرم، سے ہے، بمعنی گھنگریالے بال، جمع جعاد

(۴) مطموس العین: وہ شخص جس کی آنکھ سپاٹ و برابر یعنی غائب ہو، مطموس اسم مفعول کا صیغہ ہے، طمس یطمس طمسا و طموسا باب نصر ینصر اور ضرب بمعنی نگاہ کا بے نور ہو جانا۔

(۵) ناتیة: اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے، نتا ینتو، نتوًا باب نصر سے آتا ہے بمعنی بلند ہونا او نچا ہونا۔

(۶) جحراء: جیم کی تقدیم کے ساتھ فعلاء کے وزن پر غائرۃ کے معنی میں یعنی دبی ہوئی آنکھ، جحر یجحر جحراً باب فتح سے جب اس کا مفعول العین آئے تو اس کے معنی ہیں آنکھوں کا اندر کو دھنس جانا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۴ھ

سوال اول

اس سوال کا جواب ۱۴۳۰ھ کے سوال اول کے تحت گزر چکا ہیں، اب صرف دو جزء باقی ہے جس کا جواب یہ ہیں۔

(ب)

متفق علیہ کا مطلب:

عام طور پر متفق علیہ لفظ کا استعمال اس حدیث کے لیے کیا جاتا ہے، جو صحیحین میں مذکور ہو لیکن مشکوۃ میں متفق علیہ کی اصطلاح کا استعمال اس حدیث کے لیے کیا گیا ہے، جو ایک صحابی سے بخاری اور مسلم دونوں میں مذکور ہو اگر صحابی کا اختلاف ہو یعنی بخاری میں تو ایک صحابی سے منقول ہے اور مسلم میں دوسرے صحابی سے، لیکن حدیث ایک ہیں ہے، تو اس روایت کو متفق علیہ نہیں کہیں گے (مظاہر حق ر ص ر ۵۰)

(ج)

حضرت معاذ بالکل پاس تھے پھر آپ ﷺ نے تین بار کیوں آواز دی؟

آپ ﷺ نے معاذؓ کو بار بار اس لیے مخاطب فرمایا تاکہ ان کے دل دماغ میں مضمون کی اہمیت وعظمت بیٹھ جائے اور وہ جان لیں کہ جو بات کہی جانے والی ہے وہ ایسی نہیں ہے کہ سرسری طور پر سن لی جائے بلکہ اس کی عظمت کا تقاضہ ہے کہ اس کو پوری توجہ سے سنا جائے اور دل ودماغ کی گہرائیوں تک اس کو پہنچایا جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بشارت کے بعد نماز روزہ کی ضرورت کیوں باقی رہ گئی؟

حدیث ہذا کا مضمون یہ ہوا کہ فقط کلمہ شہادت پڑھ لینے سے نجات عن النار ہو جائے گی خواہ عمل کرے یا نہ کرے سو اس کے بہت سارے جوابات دیے گئے۔

(۱) یہاں شہادت مع اداء جمیع حقوق مراد ہے جیسے کسی نے بوقت نکاح قبلتھا کہا تو اس سے مراد اس کے جمیع حقوق کی ادائے گی بھی ہوتی ہے۔

(۲) وہ نار حرام ہے جو کفار کے لیے تیار ہے اور ظاہر ہے کہ عصاۃ مومنین کو کفار جیسا شدید عذاب نہیں دیا جائے گا۔

(۳) خلود فی النار کی تحریم مراد ہے مطلق نار کی تحریم مراد نہیں۔

(۴) سب سے اچھی توضیح حضرت شیخ الہندؒ نے کی ہے اس حدیث سے کلمہ شہادت کی خاصیت بیان کرنا مقصود ہے کہ اس سے نار حرام ہو جاتی ہے مگر خاصیت کا اثر ظاہر ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ دوسرے اشیاء مغلوب نہ ہو۔ (درس مشکوۃ)

(ج)

اس جزء کا جواب ۱۴۳۰ھ کے سوال اول کے تحت گزر چکا ہے۔

سوال ثانی/ص/۵۲

عَنْ لُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْأُنْثَى وَيُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ.

(الف) بچہ اور بچی ان دونوں کے پیشاب کے حکم میں فرق یا دونوں ناپاک ہیں اگر فرق ہے تو کس عمر تک فرق کیا جائے گا اس میں ائمہ کرام کا اختلاف ہو تو اس کو بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) کپڑے میں بچہ کا پیشاب لگا ہو تو اس کے طریقۂ تطہیر میں امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہ کا قول مع دلیل تحریر کریں۔

(ج) اور یہ حدیث اگر امام ابوحنیفہؒ کے قول کے خلاف ہو تو آپ ان کی طرف سے اس حدیث کی توجیہ تحریر کریں۔

جواب (الف)

بچہ اور بچی کی پیشاب کے حکم میں ائمہ کرام کا اختلاف:

(۱) حضرت عطاء امام زہری اور داؤد ظاہری وغیرہ حضرات کے نزدیک بول صبی کو دھونا ضروری نہیں بلکہ وہ پاک ہے اور بول جاریہ پر نضح کافی ہے۔

دلیل: ان حضرت نے کہا کہ حضرت لبابہ بنت الحارث کہ حدیث میں بول "ذکر" کے بارے میں نضح کا لفظ استعمال کیا گیا اگر ناپاک ہوتا تو غسل کا لفظ استعمال ہوتا۔

(۲) جمہور کے نزدیک بول جاریہ جیسے ناپاک ہے ایسا ہی بول غلام بھی ناپاک ہے ہاں طریقہ تطہیر میں تھوڑا اختلاف ہے، آئندہ جزء کے تحت آنے والا ہے۔

دلیل: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: استنزھوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه: یہ حدیث عام ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہیں۔

کس عمر تک فرق کیا جائے گا؟

اس میں سب کا اتفاق ہے کہ چھوٹا لڑکا اور لڑکی خارجی کوئی غذا کھائے تو پیشاب ناپاک ہے اور بغیر غسل پاک نہیں ہوگا البتہ اگر خارجی غذا نہ کھائے تو اس میں اہل ظواہر دونوں کے درمیان مذکورہ فرق کرتے ہیں اور جمہور فرق نہیں کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ فرق اور عدم فرق کی مدت خارجی غذا لینے تک کی عمر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

امام ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا مذہب اور دلیل:

(ا) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بول غلام میں نضح کافی ہے غسل کی ضرورت نہیں ہے۔

دلیل: عن لبابة بنت الحارث انها قالت: قال النبی ﷺ إنما يغسل من بول الانثى وينضح من بول الذكر،

(۲) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بول غلام اور جاریہ میں کوئی فرق نہیں ہے دھونا ضروری ہے لیکن بول غلام میں غسل خفیف کافی ہے۔

دلیل: (۱) استنزهوا عن البول فأن عامة عذاب القبر منه:

(۲) عن عمارؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ إنما تغسل ثوبک من البول.

(ج)

اس حدیث کا جواب:

(ا) حدیث النضح والرش سے مراد الغسل الخفیف جیسا کہ ترمذی شریف میں لفظ مذی کے بارے میں نضح ذکر کیا گیا، حالانکہ اس میں غسل ضروری ہے۔

(۲) لفظ نضح بہت ساری جگہ غسل کے معنی میں استعمال ہوا جیسا کہ مسلم شریف میں، لہذا یہاں بھی اسکو غسل پر ہی محمول کیا جائے۔ (درس مشکوٰۃ)

سوال ثالث رص ۱۵۸

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ اَوْكَانَ عُشْرِيًّا الْعُشْرُ وَمَاسُقِیَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ (رَوَاہُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْبُخَارِیُّ)وَعَنْ أَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَیْسَ فِیْمَادُوْنَ خَمْسَةِأَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌوَلَیْسَ فِیْمَادُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌوَلَیْسَ فِیْمَادُوْنَ خَمْسِ ذُوْدٍمِنَ الاِبِلِ صَدَقَةٌ(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(الف)دونوں حدیثوں پراعراب لگا کرترجمہ ومطلب تحریر کریں۔

(ب)پیداوارکی زکوۃ کے لیے نصاب ضروری ہے یانہیں؟امام صاحبؒ اورصاحبین کا مذہب نقل کر کے ہرایک کی دلیل تحریر کریں؟

جواب(الف)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس زمین کو آسمان(بارش) نے یا(قدرتی چشموں نے سیراب کیا ہو یا جوزمین تروتازہ ہوتو اس(زمین کی پیداوار)میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے،اوروہ زمین جس کو بیل یا اونٹ کے ذریعہ کنویں سے سیراب کیا گیا ہواس کی پیداوارمیں نصف عشرواجب ہوتا ہے۔

حدیث ثانی:حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکوۃ نہیں ہے،پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوۃ نہیں ہےاور پانچ انٹوں میں زکوۃ نہیں ہے۔

تنبیہ:دونوں حدیثوں کا مطلب ترجمہ سے واضح ہے۔

(ب)

پیداوارکی زکوۃ میں نصاب ضروری ہے یانہیں؟

(ا)صاحبین اس بات کے قائل ہیں کہ زمین کی پیداوارکا نصاب مقرر ہے یعنی پانچ وسق۔

دلیل:قال رسول اللہ ﷺ لیس فیمادون خمسۃاوسق من

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

التمر صدقة، صاحبین کا کہنا ہے کہ اس حدیث کے مطابق زمین کی پیداوار خواہ وہ کھجوروں کی صورت میں ہو یا پھلوں یا گیہوں کی صورت میں اگر پانچ وسق یا اس سے زائد ہو تو اس میں سے دسواں حصہ (عشر) نکالنا واجب ہے اگر پانچ وسق سے کم ہو تو نکالنا واجب نہیں ہے۔

(۲) حضرت امام اعظمؒ اس بات کے قائل ہیں کہ زمین کی پیداوار کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے، ان کا کہنا ہے کہ زمینی پیداوار جس قدر بھی حاصل ہو خواہ بہت ہو یا کم اس میں سے دسوا حصہ نکالنا واجب ہے۔

دلیل: (۱) قولہ تعالی وانفقوا من طیبات ما کسبتم ومما أخرجنا لکم من الارض.

(۲) واتوحقه یوم حصاده.

(۳) قال رسول الله ﷺ فیما سقت السماء و العیون العشر.

یہ آیات اور حدیثیں مطلق ہیں، پانچ وسق کے ساتھ مقید نہیں۔ (مظاہر حق)

سوال رابع ص ر ۲۴۸

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ وَلَا شَرْطَانِ فِيْ بَيْعٍ وَلَا رِبْحَ مَالَمْ يَضْمَنْ وَلَا بَيْعَ مَالَيْسَ عِنْدَكَ

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ہر جز کا الگ الگ مطلب تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب (الف)

حضرت عمرو بن شعیب ناقل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرض اور بیع (ایک دوسرے متعلق کرکے) حلال نہیں، بیع میں دو شرط کرنی درست نہیں، اس چیز سے نفع اٹھانا درست نہیں جو ابھی اپنے ضمان (قبضہ) میں نہیں آئی اور اس چیز کو بیچنا جائز نہیں جو تمہارے پاس (یعنی تمہاری ملکیت میں) نہیں۔

(ب)

ہر جز کا الگ الگ مطلب:

(۱) قرض اور بیع حلال نہیں اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ قرض اور بیع کے دو الگ الگ معاملوں کو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کرکے نہ کرنا چاہیے مثلاً کوئی شخص کسی کے ہاتھ اس شرط کے ساتھ کوئی چیز بیچے کہ مجھے اتنے روپے قرض دینا یہ جائز نہیں ہے۔ یہ معنی بھی مراد ہو سکتا ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی کو کچھ روپے بطور قرض دے اور اسی کے ساتھ اپنی کوئی چیز اس قرض دار کے ہاتھ اصل قیمت سے زائد پر بیچے یہ بھی حرام ہے، کیوں کہ اس صورت میں ظاہر ہے کہ خریدار اس چیز کی زائد قیمت محض اس لئے ادا کرے گا کہ اس نے بیچنے والا سے قرض لیا ہے، اور یہ بالکل صاف مسئلہ ہے کہ "کل قرض جلب نفعاً فھو حرام" یعنی جو بھی قرض کوئی نفع دے وہ حرام ہے۔

(۲) بیع میں دو شرطیں کرنی درست نہیں۔

عبارت ہذا کا مطلب یہ ہے کہ ایک بیع میں دو بیع نہ کرے اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) ایک تو یہ ہے کہ کوئی شخص کسی سے یوں کہے کہ مثلاً اپنی بھینس ایک ہزار روپیہ کے عوض تمہارے ہاتھ بیچتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم اپنا گھوڑا پانچ سو روپیہ کے عوض میرے ہاتھ فروخت کرو، اس طرح کی بیع درست نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں اپنا گھوڑا تمہارے ہاتھ پانچ سو روپے نقد میں اور سات سو روپے ادھار میں بیچتا ہوں یہ بھی ناجائز ہے بشرطیکہ کوئی ایک امر طے نہ ہو اور اگر ایک امر طے ہو جائے اور معاملہ مجمل نہ رہے یعنی اسی وقت طے ہو جائے کہ نقد لیا یا ادھار لیا تو

پھر یہ معاملہ درست ہے۔ (مظاہر حق ج۳/ص/۵۰۷)

(۳) اس چیز سے نفع اٹھانا جو ابھی اپنی ضمان میں نہیں آئی اس کا مفہوم یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے کسی سے کوئی چیز خریدی مگر وہ چیز ابھی خریدار کے قبضہ میں نہیں آئی ہے، یہ چیز چونکہ میں نے خریدی ہے اس لئے میری خریداری کے بعد اس چیز کا جو کرایہ بیچنے والے کی ذمہ داری میں ہے فرض کیجئے کہ اگر وہ چیز ضائع ہو جاتی ہے تو اس کا نقصان بیچنے والے ہی کو برداشت کرنا ہوگا خریدار کا کچھ نہ جائے گا اسی طرح اگر اس چیز سے کوئی نفع حاصل ہوا ہے تو وہ بھی بیچنے والے ہی کا حق ہے خریدار کا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔

سوال خامس/ص/۴۶۴

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ اللِّسَانُ فِيْهَا اَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ: سَتَكُوْنُ صَمَّاءَ بُكْمَاءَ، عَمْيَاءَ مَنْ اَشْرَفَ لَهَا اِسْتَشْرَفَتْ لَهٗ وَاِشْرَافُ اللِّسَانِ فِيْهَا كَوُقُوْعِ السَّيْفِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب تحریر کریں۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کے لغوی و صرفی تحقیق لکھیں۔

جواب (الف)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرمایا عنقریب ایک ایسا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے جو پورے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اس میں مقتول دوزخ میں جائے گا اور اس فتنہ کے موقع پر زبان کا کھولنا تلوار کے وار سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔

مطلب:

اس فتنہ سے مراد وہی ہے کہ دو شخص مال و جان کی طمع میں لڑیں اس کا مقصد حق کی سربلندی اور اہل حق کی مدد نہ ہو جیسا کہ خانہ جنگی والوں کا حال ہوتا ہے کہ اندھا دھند آپس میں لڑتے ہیں۔

دوسری حدیث کا ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب بہرے، گونگے، اندھے، فتنے ظاہر ہوں گے جو ان فتنوں کی طرف جھانکے گا اس کو وہ فتنے اچک لیں گے اور ان فتنوں میں زبان کا چلانا تلوار کے وار کی طرح ہوگا۔

مطلب:

فتنہ صماء: اس فتنے سے نکلنے کی راہ نہ پائیں گے اور نہ حق و باطل میں تمیز کر سکیں گا نصیحت کی بات نہ سنیں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چاہیں گے ہر ایک حق کو خراب کرنے والی بات کرے گا۔

إشراف اللسان : تلوار سے بھی زیادہ اثر کرنے والی ہوگی جیسا کہ شاعر کا قول:

جر احات السنان لها التيام و لايلتام ماجرح اللسان .

خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق:

(۱) **تستنظف:** یہ باب استفعال سے مضارع معروف کے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے مادہ ہے نظف، اس کے معنی ہیں ڈھانپ لینا، تستنظف العرب أی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تستوعبهم هلاكاً من استظف الشيء أي

اخذته كله ۔(حاشیہ مشکوۃ رص ۴۶۴)

(۲)قتلاهم : یہ قتیل کی جمع ہے جومقتول کے معنی میں ہے، اس کے معنی مقتولین کے ہیں۔

(۳)صماء: یہ مؤنث ہے اصم کا اور اصم یہ احمر کے وزن پر صفت مشبہ کا واحد کا صیغہ ہے اس کی جمع ہے، صم، فتنة صماء، شديدة ، یعنی سخت مصیبت اور مشکل فتنہ۔(معجم الغنی)

(۴)بکماء: یہ مؤنث ہے ابکم، کا بمعنی أخرس لايتكلم (گونگا) اس کی جمع بکماوات۔(معجم الغنی)

(۵)عمیاء: یہ مؤنث ہے أعمی کی اس کی جمع ہے، عمیاوات، اس کا ترجمہ ہے ، بہرا۔(معجم الغنی)

تمت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بدایۃ

مرتبین

مولانا محمد عبید اللہ قاسمی مولانا محمد عماد الدین محبوب قاسمی

فاضلان دار العلوم دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فہرست

سوالات وجوابات ۱۴۳۸ھ ۱۷۹

سوالات وجوابات ۱۴۳۷ھ ۱۹۰

سوالات وجوابات ۱۴۳۶ھ ۲۰۱

سوالات وجوابات ۱۴۳۵ھ ۲۱۲

سوالات وجوابات ۱۴۳۴ھ ۲۲۱

سوالات وجوابات ۱۴۳۳ھ ۲۲۸

سوالات وجوابات ۱۴۳۲ھ ۲۳۵

سوالات وجوابات ۱۴۳۰ھ ۲۳۸

سوالات وجوابات ۱۴۲۹ھ ۲۴۴

سوالات وجوابات ۱۴۲۸ھ ۲۵۱

سوالات وجوابات ۱۴۲۷ھ ۲۵۵

سوالات وجوابات ۱۴۲۶ھ ۲۶۱

سوالات وجوابات ۱۴۲۵ھ ۲۶۹

سوالات وجوابات ۱۴۲۴ھ ۲۷۳

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوالات وجوابات

۱۴۳۸ھ

سوال اول رص ۱۰۰

وَإِنْ اِسْتَصْنَعَ شَيْئًامِنْ ذَالِكَ بِغَيْرِأَجَلٍ جَازَاِسْتِحْسَانًالِلْاِجْمَاعِ الثَّابِتِ بِالتَّعَامُلِ وَفِي الْقِيَاسِ لَايَجُوْزُلِأَنَّهُ بَيْعُ الْمَعْدُوْمِ وَالصَّحِيْحُ أَنَّهُ يَجُوْزُ بَيْعًالَاعِدَةً وَالْمَعْدُوْمُ قَدْيُعْتَبَرُمَوْجُوْدًاحُكْمًاوَالْمَعْقُوْدُعَلَيْهِ الْعَيْنُ دُوْنَ الْعَمَلِ حَتّٰى لَوْجَاءَ بِهٖ مَفْرُوْغًاعَنْهُ لَامِنْ صَنْعَتِهٖ أَوْمِنْ صَنْعَتِهٖ قَبْلَ الْعَقْدِفَأَخَذَهُ جَازَ وَلَايَتَعَيَّنُ إِلَّابِالْإِخْتِيَارِحَتّٰى لَوْبَاعَهُ الصَّانِعُ قَبْلَ أَنْ يَّرَاهُ الْمُسْتَصْنِعُ جَازَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) خط کشیدہ کلمات کے لغوی واصطلاحی معنی لکھیں۔

(ج) ذالک کا مشارالیہ متعین کر کے صورت مسئلہ اور اس کا حکم تحریر کریں اور بتائیں کہ اس مسئلہ کا باب السلم سے کیا تعلق ہے؟

جواب (الف)

ترجمہ : اور اگر مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز بغیر میعاد کے بنوائی تو استحسانا جائز ہے اس اجماع کی وجہ سے جو تعامل ناس سے ثابت ہے اور قیاس کے مطابق جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ معدوم کی بیع ہے اور صحیح یہ ہے کہ استصناع بطور بیع کے جائز ہے نہ کہ بطور وعدہ کے۔ اور معدوم کو حکما موجود شمار کیا جائیگا اور معقود علیہ عین شئی ہے نہ کہ عمل حتّٰی کہ اگر کاریگر ایسی بنی ہوئی چیز کو لایا جو اس کی بنائی ہوئی نہیں ہے یا عقد سے پہلے کی بنائی ہوئی ہے پس بنوانے والے نے اس کو لے لیا تو جائز ہے اور وہ چیز متعین نہ ہوگی مگر بنوانے والے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے پسند کرنے سے حتیٰ کہ اگر کاریگر نے بنوانے والے کو دکھلانے سے پہلے اس کو بیچ دیا تو جائز ہے۔

(ب)

خط کشیدہ کلمات کے لغوی واصطلاحی معنیٰ:

استصنع :

یہ واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے باب افتعال سے، استصنعه الشيء یعنی کسی چیز کو بنانے کیلئے کہنا۔

اصطلاح میں استصناع کہا جاتا ہے کسی کا کسی کاریگر سے کہنا کہ فلاں چیز ان اوصاف کے ساتھ اتنی لمبا چوڑی اتنے روپوں میں بنادے اور پوری رقم یا کچھ رقم کاریگر کو دیدے اور کوئی میعاد ذکر نہ کرے۔

استحسان:

الاستحسان لغة: هو اعتبار الشئ حسنا، او اعتقاده حسنا.

والاستحسان عند اهل الاصول (المالكية وغيرهم ممن يأخذبه) هو عدول المجتهد عن قياس جلي ضعيف الاثر الى القياس خفي قوى الاثر.

وقيل: هو العدول عن الحكم الى العادة لمصلحة الناس .

ومنهم من قال : الاستحسان هو عدول المجتهد عن الحكم الكلى الى حكم استثنائى لدليل رجح لديه هذا العدول .

الاجماع:

الاجماع لغة: العزم والاتفاق ، واصطلاحا اتفاق مجتهدى هذه الامة بعد النبى صلى الله عليه وسلم على حكم شرعى .

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

التعامل :

تعامل يتعامل تعاملا،تعامل الشريكان اى عامل كل منهما الآخر.

والتعامل اصطلاحا: عہد رسالت ؐ سے لے کر آج تک بلا نکیر کسی عمل پر چلنے کو شریعت میں تعامل کہتے ہیں۔

القياس:

القياس لغة:التقدير يقال قستُ الشئ بالشئ أى قدرته.

واصطلاحا:تسوية فرع بأصل فى حكم لعلة جامعة بينهما.

مفروغا:

فرغ (ف،ن) وفرِغ (س) فراغا وفروغا من العمل یعنی کام سے خالی ہونا۔فرغ له واليه یعنی قصد کرنا وفرغ من الشئ پورا کرنا،تمام کرنا،وفرغ الظرفُ برتن کا خالی ہونا۔

المستصنع:

یہ اسم فعل کا صیغہ ہیں باب استفعال سے،استصنعه الشئ: کسی چیز کو بنانے کیلئے کہنا۔

(ج)

ذالک کا مشار الیہ اور صورت مسئلہ............

مذکورہ عبارت "وان استصنع شيئا من ذالك" میں ذالک کا مشار الیہ "المذكور" اعنى اللبن،والآجر،والطست،والقمقمة والخف یا اس کے مانند چیزیں۔

اور صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی کسی کام کے کاریگر سے کہے فلاں چیز ان ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اوصاف کے ساتھ اتنی لمبی چوڑی اتنے روپوں میں بنادے اور پوری رقم یا کچھ رقم کاریگر کو دیدے اور کوئی میعاد ذکر نہ کرے ہمارے یہاں اسی کو سائی دیکر بنوانا کہتے ہیں۔

استصناع کا حکم:

استصناع استحساناً جائز ہے مگر قیاساً جائز نہیں ہے۔(وجہ استحسان عملی اجماع ہے کیونکہ عہد رسالت سے لے کر آج تک بلا نکیر لوگوں کا اس پر تعامل چلا آرہا ہے اور لوگوں کا اجماع ایک حجت شرعیہ ہے جیسا کہ رسول علیہ ﷺ نے فرمایا: لا تجمع امتی علی ضلالۃ) اس مسئلہ کا تعلق باب السلم سے: اس طرح ہے کہ بیع سلم میں بھی معدوم شیٔ کا عقد ہوتا ہے اور استصناع میں بھی شیٔ معدوم کو بنانے کیلئے کہا جاتا ہے۔

سوال ثانی ﴿ص ۱۷۹﴾

وَلِهٰذَا قَالَ فِی الْكِتَابِ يُسَلِّمُ الْمَبِيعَ وَيَقْبِضُ الثَّمَنَ وَيُطَالَبُ بِالثَّمَنِ إِذَا اشْتَرٰی وَيَقْبِضُ الْمَبِيعَ وَيُخَاصَمُ فِی الْعَيْبِ وَيُخَاصِمُ فِيهِ لِأَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ مِنَ الْحُقُوقِ وَالْمِلْكُ يَثْبُتُ لِلْمُوَكِّلِ خِلَافَةً عَنْهُ اِعْتِبَارًا لِلتَّوْكِيلِ السَّابِقِ كَالْعَبْدِ يَتَّهِبُ وَيَصْطَادُ وَيَحْتَطِبُ هُوَ الصَّحِيحُ.

(الف) اعراب لگا کر ضمیروں کے مرجع کی تعیین کے ساتھ ترجمہ کریں۔

(ب) خط کشیدہ کلمات کے لغوی تحقیق کریں۔

(ج) الکتاب سے مراد اور اس میں ذکر کردہ چھ مسائل کی مثالیں اور دلیلیں تحریر کریں۔

(د) کالعبد الخ کی اچھی طرح تشریح کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: اسی وجہ سے کتاب میں کہا کہ وکیل مبیع سپرد کرے اور ثمن پر قبضہ کرے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور جب خریدا ہو تو اس سے ثمن کا مطالبہ کیا جائے گا اور مبیع پر قبضہ کرے۔ اور عیب کے سلسلہ میں وکیل سے مخاصمہ کیا جائے گا اور وکیل عیب کے سلسلہ میں مخاصمہ کرے گا۔ کیونکہ یہ سب باتیں حقوق میں سے ہیں اور مؤکل کے لئے ملک وکیل کا نائب ہو کر ثابت ہو گی۔ توکیل سابق پر نظر کرتے ہوئے جیسے غلام ہبہ قبول کرے اور شکار کرے اور لکڑیاں جمع کرے یہی صحیح ہے۔

(ب)

خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق:

یسلم: یہ مضارع معروف سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے باب تفعیل سے مصدر التسلیم سلّم یسلّم تسلیما. سلم الیه یعنی کسی کو کوئی چیز سپرد کرنا اور اس کا قبول کرنا۔

یخاصم: یہ مضارع معروف سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے یہ باب مفاعلہ سے خاصمہ خصاما و مخاصمة معنی جھگڑا کرنا، اسم (الخصومۃ) ہے۔

یتھب: یہ بھی مضارع معروف سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے باب افتعال سے اتّھب اتھابا الھبة معنی ہبہ قبول کرنا۔

یصطاد: صاد یصید و یصاد صیدا و اصطاد الطیر معنی پرندہ کا شکار کرنا صفت صائد صاد فلانا معنی کسی کیلئے شکار کرنا، صاد و اصطاد المکان فلاں جگہ میں شکار کرنا۔

احتطب: لکڑی چننا، صفت (حاطب)

(ج)

الکتاب سے مراد اور اسمیں ذکر کردہ چھ مسائل کی مثالیں اور دلیلیں:

الکتاب سے مراد: امام قدوریؒ کی مختصر القدوری یا امام محمدؒ کی جامع صغیر یا مبسوط

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں۔(اشرف الہدایہ جلد دہم)

چھ مسائل اور مثال:

امام قدوریؒ نے اپنی مختصر القدوری میں یا امام محمدؒ نے جامع صغیر یا مبسوط میں فرمایا کہ اگر وکیل بالبیع ہے تو وہ مبیع مشتری کے حوالہ کرے گا اور ثمن پر قبضہ کرے گا اور وکیل بالشراء ہے تو اس سے ثمن کا مطالبہ کیا جائے گا اور وہ خود مبیع پر قبضہ کرے گا۔ اور اگر وکیل بالبیع ہے اور مشتری مبیع کے کسی عیب پر مطلع ہو گیا تو مشتری اس عیب کے سلسلہ میں وکیل ہی سے گفتگو کرے گا اور اگر وکیل بالشراء ہے اور مبیع کے کسی عیب پر مطلع ہوا تو اس عیب کے سلسلہ میں وکیل ہی بائع سے گفتگو کرنے کا مجاز ہوگا نہ کہ مؤکل۔

دلیل: یہ ہے کہ مذکورہ چھ چیزیں حقوق عقد میں سے ہیں۔ اور جملہ حقوق عقد وکیل کی طرف عود کرتے ہیں۔ لہٰذا مذکورہ چھ چیزیں وکیل کی طرف عود کریں گی اور وکیل ہی ان کا ذمہ دار ہوگا۔

(د)

کالعبد الخ کی تشریح:

اس عبارت سے امام ابوحنیفہ کی ایک قول کی نظیر پیش کیا گیا ہے، امام ابوحنیفہؒ کا قول اور نظیر کی وضاحت یہ ہے: کہ وکیل مؤکل کا نائب ہے تصرف کا استفادہ کرنے میں اور مؤکل وکیل کا نائب ہے۔ ملک ثابت ہونے کے حق میں بہر حال ملکیت مؤکل کے لئے ابتداءً ثابت ہو جاتی ہے۔ اگر چہ اصالۃً نہیں ہوتی بلکہ نیابۃً ثابت ہوتی ہے۔ پس جب مؤکل کیلئے اصالۃً ملک ثابت نہیں ہوتی تو ملک کے تابع ہو کر حقوق عقد بھی مؤکل کے لئے ثابت نہ ہوں گے اور جب مؤکل کے لئے حقوق ثابت نہیں ہوتے تو وکیل کے لئے ثابت ہوں گے۔ ثبوت ملک کے حق میں مؤکل کا وکیل کی طرف سے نائب ہونا ایسا ہی ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جیسا کہ غلام ہبہ قبول کرتا ہے۔ اور شکار مارتا ہے اور لکڑی جمع کرتا ہے۔ یعنی شی ءموہوبہ شکار اور لکڑیوں کا مالک ابتداءً مولی ہی ہوتا ہے۔ لیکن اصالۃً نہیں۔ بلکہ غلام کی نیابت میں مولیٰ کو ملکیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس سبب سے مالک ہونے میں مولیٰ غلام کا قائم مقام ہے۔ اسی طرح وکیل کی نیابت میں مؤکل کے لئے۔

سوال ثالث: ص ۴۰۹/ ۲

وَتَسْلِيمُ الْأَبِ وَالْوَصِيِّ اَلشُّفْعَةَ عَلَى الصَّغِيرِ جَائِزٌ عِنْدَأَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌوَزُفَرُهُوَعَلَى شُفْعَتِهِ إِذَابَلَغَ قَالُوا وَعَلَى هٰذَاالْخِلَافِ إِذَابَلَغَهُمَاشِرَاءُ دَارٍبِجِوَارِ دَارِالصَّبِيِّ فَلَمْ يَطْلُبَاالشُّفْعَةَ وَعَلَى هٰذَالْخِلَافِ تَسْلِيمُ الْوَكِيلِ بِطَلَبِ الشُّفْعَةِ فِي رِوَايَةِ كِتَابِ الْوَكَالَةِوَهُوَالصَّحِيحُ لِمُحَمَّدٍوَزُفَرَ اَنَّهُ حَقٌّ ثَابِتٌ لِلصَّغِيرِفَلايَمْلِكَانِ إِبْطَالَهُ كَدِيَّتِهِ وَقَوَدِهِ وَلِاَنَّهُ شُرِعَ لِدَفْعِ الضَّرَرِفَكَانَ اِبْطَالُهُ اِضْرَارًابِهٖ .

(الف) اعراب لگا کر ضمیروں کے مرجع کی تعیین کے ساتھ ترجمہ کریں۔

(ب) مختلف فیہ تینوں مسائل کی صورتیں بیان کریں۔

(ج) وصی، شفعہ اور وکالت کی تعریف کر کے اس مسئلے میں حضرات شیخین کی دلیل تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: (امام محمدؒ نے جامع صغیر میں) فرمایا اور باپ اور وصی کا سپرد کر دینا شفعہ کو بچہ کے اوپر جائز ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور فرمایا امام محمدؒ اور امام زفرؒ نے کہ بچہ اپنے شفعہ پر رہے گا جبکہ بالغ ہو جائے۔ مشائخ نے فرمایا ہے اور اس اختلاف پر ہے جبکہ ان دونوں کو بچہ کے گھر کے پڑوس میں گھر کی خرید کی خبر پہنچی ہو پس انہوں نے شفعہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طلب نہ کیا ہو اور اسی اختلاف پر ہے طلب شفعہ کے وکیل کا دست برداری دینا مبسوط کی کتاب الوکالۃ کے مطابق اور یہی صحیح ہے۔

اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ حق شفعہ ایسا حق ہے جو بچہ کے لئے ثابت ہے تو یہ دونوں اس کے ابطال کے مالک نہ ہوں گے جیسا کہ اس کی دیت اور اسکا قصاص اور اس لئے کہ یہ حق مشروع ہوا ہے ضرر کو دور کرنے کے لئے تو اس کا ابطال بچہ کو نقصان پہنچانا ہو جائے گا۔

(ب)

مختلف فیہ تینوں مسائل کی صورتیں:

صغیر کی ماں کا انتقال ہو گیا تھا جس سے اس کو ایک مکان میراث میں ملا تھا اب اس کے پڑوس میں ایک مکان فروخت ہوا جس میں بچہ کو شفعہ پہنچتا ہے مگر باپ نے یا باپ نہ ہونے کی صورت میں وصی نے شفعہ سے دست برداری دے دی تو یہ صحیح ہے یا نہیں۔

تو حضرات شیخینؒ نے اس کو جائز کہا اور امام محمدؒ و زفرؒ نے اس کو جائز نہیں کہا بلکہ اس کو معتبر نہیں مانا۔ اور بچہ بالغ ہونے کے بعد اپنے شفعہ پر برقرار رہے گا۔ ان دونوں نے صراحۃً دست برداری دے دی ہو یا شفعہ کی طلب نہ کی ہو تو دونوں صورتوں میں یہی اختلاف ہے۔

اور اگر کسی نے کسی کو اپنے لئے طلب شفعہ کا وکیل بنایا ہو اس گھر کے اندر جو اس کے پڑوس میں فروخت ہوا اور اس وکیل نے شفعہ طلب کے بجائے شفعہ سے دست برداری دے دی ہو تو اس میں بھی یہی اختلاف ہے۔ (اسی کو مصنفؒ نے فرمایا وھو الصحیح، یہ اس لئے فرمایا تا کہ اس روایت کی تردید ہو جائے جس میں حضرات طرفین کو ایک ساتھ کہا گیا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قول کو ان دونوں کے خلاف کہا گیا ہے)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

وصی، شفعہ اور وکالت کی تعریف اور شیخینؒ کی دلیل:

وصی : اس شخص کو کہا جاتا ہے جسکو موصی نے اپنی وصیت کے نافذ کرنے کا حکم دیا ہو اور وصی موصی کے قائم مقام ہوتا ہے۔

شفعہ : یہ ہے کہ شرکت یا پڑوس کی بنیاد پر مشتری کی ادا کردہ قیمت کے بقدر دے کر کسی منفعت کو اپنی ملکیت میں لینا "تملک المنفعة بما قام على المشترى بالشركة او الجوار" (البنایہ : ج/۱۱/ص/۲۷۴)

الوكالة: عبارة عن اقامة الانسان غيره مقام نفسه فى تصرف معلوم.

شیخینؒ کی دلیل:

مذکورہ مسئلہ میں شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ شفعہ میں ایک قسم کی تجارت ہے جس میں نفع اور نقصان دونوں کا احتمال ہے اور بچہ پر ولایت اس لئے ملتی ہے کہ اس کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کیا جائے۔

اور کبھی ترک شفعہ ہی میں شفقت ہوگی کیونکہ مصلحت کا یہاں یہی تقاضہ ہے اس لئے باپ اور وصی کو یہ حق حاصل ہوا کہ وہ شفعہ لینا چھوڑ دیں اور جس طرح صراحۃً ابطال کا حکم ہے سکوت کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ سکوت اعراض کی دلیل ہے تو گویا دونوں صورتوں میں اعراض پایا گیا۔ اول میں صراحۃً اور ثانی میں دلالۃً۔

سوال رابع: ص/۴۳۸

وَيَجُوْزُ الذَّبْحُ بِالظُّفُرِ وَالسِّنِّ وَالْقَرْنِ إِذَا كَانَ مَنْزُوْعًا حَتَّى لَايَكُوْنَ بِأَكْلِهِ بَأْسٌ إِلَّا أَنَّهُ يُكْرَهُ هٰذَا الذَّبْحُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ اَلْمَذْبُوْحُ مَيْتَةٌ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُلْ مَاأَنْهَرَالدَّمَ وَأَفْرَى الْأَوْدَاجَ مَاخَلَا الظُّفُرَوَالسِّنَّ فَإِنَّهَامُدَى الْحَبَشَةِ وَلِأَنَّهُ فِعْلٌ غَيْرُمَشْرُوْعٍ فَلَايَكُوْنُ ذَكَاةً كَمَاإِذَاذَبَحَ بِغَيْرِالْمَنْزُوْعِ وَلَنَاقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ :أَنْهِرِالدَّمَ بِمَاشِئْتَ وَيُرْوٰى اَفْرِالْأَوْدَاجَ بِمَاشِئْتَ بِخِلَافِ غَيْرِالْمَنْزُوْعِ لِأَنَّهُ يَقْتُلُ بِالثِّقَلِ فَيَكُوْنُ فِي مَعْنَى الْمُنْخَنِقَةِ.

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب)خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔

(ج) یکرہ ھٰذاالذبح کی دلیل تحریر کریں۔

(د)امام شافعی کی دلیل کا جواب لکھیں۔

جواب(الف)

ترجمہ: اور جائز ہے ذبح کرنا ناخن اور دانت اور سینگ سے جب کہ یہ جدا ہوں یہاں تک اس کے کھانے میں کچھ حرج نہیں ہے مگر یہ ذبح مکروہ ہے اور شافعیؒ نے فرمایا کہ مذبوح مردار ہے نبی علیہ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے کہ ان جانوروں کو کھاؤ جن کا خون نکال دیا گیا ہو اور اوداج کاٹ دی گئی ہوں علاوہ ناخن اور دانت کے اس لئے کہ یہ حبشیوں کی چھری ہے اور اس لئے کہ یہ (ناخن وغیرہ سے ذبح) فعل غیر مشروع ہے تو یہ ذکاۃ نہ ہوگی جیسا کہ غیر منزوع سے ذبح کیا ہو۔

اور ہماری دلیل فرمان نبی اکرم ﷺ ہے کہ تو خون بہادے کسی چیز سے چاہے اور مروی ہے کہ اوداج کو کاٹ دے جس چیز سے چاہے اور جس روایت کو شافعیؒ نے روایت کیا ہے وہ غیر منزوع پر محمول ہے اس لئے کہ حبشی لوگ ایسا کرتے تھے اور اس لئے کہ یہ زخم کرنے والا آلہ ہے تو جو مقصود ہے وہ اسے حاصل ہوجائے گا اور وہ خون نکلنا ہے اور پتھر اور لوہے کے مثل ہوگیا بخلاف غیر منزوع کے اس لئے کہ ذابح بوجھ سے قتل کرے گا تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہ منخقہ (گلا گھونٹے ہوئے) کے معنی میں ہو گیا۔

(ب)

خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق:

بالظفر: الظَّفر والظِّفر والظُّفر یعنی ناخن جمع اظفار، جمع الجمع اظافیر، کہا جاتا ہے مابقی فی الدار ظفر یعنی گھر میں کوئی باقی نہیں رہا۔

السّنُّ: جمع اسنان واسنة واسُن یعنی دانت (مونث) درانتی یا کنگھی وغیرہ کا دندانہ۔

القرن: مص، سینگ والقرن فی الانسان انسان کے سر کا وہ حصہ جہاں پر جانور کے سینگ نکلتا ہے۔

نزع: فعل ماضی سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہیں باب (ضرب یضرب) نزع الشیء من مکانہ یعنی اکھیڑنا، نزع الامیر العامل یعنی معزول کرنا۔

انھر الدم: خون نکلنا، بہانا، الدم خون کا بہنا العرق رگ سے خون نہ روکنا۔

الودج: جمع اوداج والوداج معنی گردن کی رگ جو غصہ کے وقت پھول جاتی ہے اور بقول بعض ودج اس رگ کو کہتے ہیں جس کو ذبح کرنے والا کاٹتا ہے۔

مدی: المُدیۃ والمَدیۃ والمِدیۃ معنی بڑی چھری جمع مُدیً ومِدیً مُدیات ومِدیات۔

ذکاۃ: ذکا یذکو ذکاو ذکاۃً الذبیحۃ معنی ذبح کرنا۔

المنخنقة: خنقہ (ن) خَنقًا وخنقا وخنقۃ تخنیقا یعنی گلا گھونٹنا کہا جاتا ہے خنقہ البعیرۃ یعنی اسے روتے روتے پھندا لگ گیا۔

(ج)

یکرہ ہذا الذبح کی دلیل:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہ ہے کہ اس میں آدمی کا جزء استعمال کیا جاتا ہے جس میں انسان کی اہانت ہے نیز اس میں حیوانات پر سختی ہوتی ہے حالانکہ ان کے ساتھ بھلائی اور نیکی کا حکم دیا گیا ہے۔

(د)

امام شافعی کی دلیل کا جواب:

یہ ہے کہ امام شافعیؒ جس حدیث سے استدلال کیا ہے تو وہ غیر منزوع پر محمول ہے کیوں کہ حبشی لوگ دانتوں اور ناخنوں سے ذبح کیا کرتے تھے نیز دانت اور ناخن وغیرہ سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو یہ دونوں لوہے اور پتھر کے مثل ہو گئے ہاں اگر ناخن وغیرہ جدا نہ ہوں تو پھر ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔

سوالات وجوابات

۱۴۳۷ھ

سوال اول رص ۳۱۸

(وَمَنِ اشْتَرٰی اِمْرَأَتَهُ عَلٰی أَنَّهُ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَمْ يَفْسُدِ النِّكَاحُ) لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهَا لِمَا لَهُ مِنَ الْخِيَارِ (وَإِنْ وَطِئَهَا لَهُ أَنْ يَرُدَّهَا) لِأَنَّ الْوَطْءَ بِحُكْمِ النِّكَاحِ (إِلَّا إِذَا كَانَتْ بِكْرًا) لِأَنَّ الْوَطْءَ يَنْقُصُهَا، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَقَالَا: يَفْسُدُ النِّكَاحُ) لِأَنَّهُ مَلَكَهَا (وَإِنْ وَطِئَهَا لَمْ يَرُدَّهَا) لِأَنَّ وَطْأَهَا بِمِلْكِ الْيَمِينِ فَيَمْتَنِعُ الرَّدُّ وَإِنْ كَانَتْ ثَيِّبًا.

(الف) اعراب لگا کر واضح ترجمہ کیجیے۔

(ب) عبارت میں ذکر کردہ مسائل کی مع دلائل وضاحت کیجیے۔

(ج) امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے درمیان اختلاف کی بنیاد کیا ہے؟ اسکو تحریر کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب (الف)

ترجمہ: جس شخص نے اپنی بیوی کو اس شرط پر خریدا کہ اسے تین دین کا خیار ہوگا (تو اس کا) نکاح فاسد نہیں ہوگا، اس لئے کہ خیار کی وجہ سے وہ شخص عورت کا مالک نہیں ہوا ہے اور اگر اس کے ساتھ وطی کرلی تو بھی اسے لوٹانے کا اختیار ہے کیونکہ وطی نکاح کے حکم سے ہے لا یہ کہ بیوی باکرہ ہو اس لئے کہ وطی باکرہ میں نقص پیدا کردیتی ہے۔ اور یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ نکاح فاسد ہوجائے گا کیونکہ وہ اس کا مالک ہوگیا ہے اور اگر اس سے وطی کرلی تو وہ واپس نہیں کرسکا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ ملک رقبہ کی وجہ سے وطی کی ہے پس واپس کرنا ممتنع ہوجائے گا اگرچہ یہ عورت ثیبہ ہو۔

(ب)

عبارت میں ذکر کردہ مسائل کی وضاحت:

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو خریدا جو کسی کی باندی تھی اور اس نے تین دن کا خیار لیا تو اب اس کا نکاح فاسد نہیں ہوگا اور اس کے نکاح کے فاسد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کا مالک نہیں ہوگا کیوں کہ اس کو خیار حاصل ہے اور جب مشتری کو خیار حاصل ہو تو ہمارے نزدیک مبیع اس کی ملک میں داخل نہیں ہوتی ہے اور اگر اس نے اس سے وطی کرلی تو اب بھی اس کو اس کے واپسی کا حق حاصل ہوگا اور اس وطی کو نکاح کی وجہ سے جو وطی کرنے کا حق تھا اس کی وجہ سے ہے ملکِ رقبہ کی وجہ سے نہیں ہے لیکن اگر اس نے عورت سے وطی کی اور وہ عورت باکرہ تھی تو اب اس کا نکاح فاسد ہوجائے گا کیوں کہ وطی باکرہ کو عیب دار کردیتی ہے اس کی واپسی متعذر ہوجائے گی اور عقد لازم ہوجائے گا اور جب عقد لازم ہوجائے تو اس کا نکاح بھی فاسد ہوجائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ائمہ کا اختلاف:

حضرات صاحبینؒ کے نزدیک اس کا نکاح فاسد ہو جائے گا اس کے اپنے شوہر کی ملک میں داخل ہونیکی وجہ سے۔

دلیل:

جب خیار شرط مشتری کو حاصل ہو تو مبیع بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے کیوں کہ اگر بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل نہ ہو تو مبیع زائل ہو جائے گی اس لئے اس کو مشتری کی ملک میں داخل قرار دیا جائے گا۔

امام صاحبؒ کے نزدیک نکاح فاسد نہیں ہوگا کیوں کہ وہ اپنے شوہر کی ملک میں داخل نہیں ہوتی ہے خیار شرط ہونیکی وجہ سے؛

دلیل:

اگر مبیع مشتری کی ملک میں داخل ہو جائے تو مبیع اور ثمن دونوں کا ایک آدمی کی ملک میں جمع ہونا لازم آئے گا اور بیع میں مساوات ضروری ہے اس لیے مبیع مشتری کی ملک میں داخل نہیں ہوگی۔

(ج)

بنیاد اختلاف کی وضاحت:

اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ بشرط خیار خریدی ہوئی چیز میں مشتری کیلئے صاحبین کے نزدیک ملک ثابت ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے نزدیک ثابت نہیں ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثانی رص ر ۹۳

وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِي الْحَيَوَانِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَجُوزُ لِأَنَّهُ يَصِيرُ مَعْلُومًا بِبَيَانِ الْجِنْسِ وَالسِّنِّ وَالنَّوْعِ وَالصِّفَةِ وَالتَّفَاوُتُ بَعْدَ ذَالِكَ يَسِيرٌ فَأَشْبَهَ الثِّيَابَ وَلَنَا أَنَّ بَعْدَ ذِكْرِ مَاذُكِرَ يَبْقَى فِيهِ تَفَاوُتٌ فَاحِشٌ فِي الْمَالِيَّةِ بِاعْتِبَارِ الْمَعَانِي الْبَاطِنَةِ فَيُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ بِخِلَافِ الثِّيَابِ لِأَنَّهُ مَصْنُوعٌ لِلْعِبَادِ فَقَلَّمَا يَتَفَاوَتُ الثَّوْبَانِ إِذَا نُسِجَا عَلَى مِنْوَالٍ وَاحِدٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اور عبارت کی تشریح کرتے ہوئے بتائیں کہ جنس، نوع، صفت اور معانی باطنہ سے کیا مراد ہے؟

جواب (الف)

ترجمہ: اور حیوان کی بیع سلم جائز نہیں ہے اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جائز ہے اس لئے حیوان جنس، نوع، عمر اور صفت بیان کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد تفاوت خفیف ہے تو یہ کپڑوں کے مشابہ ہو گیا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مذکورہ امور ذکر کرنے کے بعد چونکہ حیوان میں باطنی امور کے اعتبار سے مالیت میں بہت بڑا تفاوت باقی رہ جاتا ہے اس لئے مفضی الی المنازعہ ہوگا برخلاف کپڑوں کے کیونکہ کپڑے بندوں کے تیار کردہ ہیں پس جب دو کپڑے ایک آلہ پر بنے جاویں تو ان میں بہت کم تفاوت ہوتا ہے۔

(ب)

عبارت کی تشریح اور جنس، نوع، صفت، اور معانی باطنہ سے مراد:

جانوروں کے اندر بیع سلم کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مطلق جانور کی بیع سلم کی گئی ہو یعنی نہ اس کی جنس بیان کی ہو، نہ عمر بیان کی ہو، نہ صفت بیان کی ہو اور نہ اس کی نوع بیان کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہو۔دوسرے یہ کہ مذکورہ چیزیں بیان کر کے جانور کی بیع سلم کی گئی ہے۔پہلی صورت میں بالاتفاق بیع سلم ناجائز ہےاوردوسری صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے۔اورامام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے۔اسی کے قائل امام مالکؒ اورامام احمدؒ ہیں۔

امام شافعی کی دلیل:

یہ ہے جب جانور کی جنس نوع عمراورصفت بیان کردی گئی تو وہ معلوم المقداروالصفۃ مبیع اور مسلم فیہ میں بیع سلم درست ہے اس لئے اس طرح کے جانور میں بھی بیع سلم درست اور جائز ہوگی اور پھران اوصاف کے بیان کرنے کے بعد اول تو کوئی جہالت ہی نہی رہتی اور جو جہالت رہتی بھی ہے وہ بہت معمولی رہتی ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتاہے اس لئے اس جہالت کا بھی اعتبار نہیں ہوگا اور جس طرح اگرکسی کپڑے کے تمام اوصاف معلوم ہوجائے تو اگرچہ اس میں معمولی سی جہالت رھتی ہے مگر یہ جہالت بیع سلم سے مانع نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل:

حدیث شریف ہے ان النبی علیہ صلی اللہ وسلم نھی عن السلم فی الحیوان (اخرجہ الحاکم فی المستدرک)

دلیل ثانی:

یہ ہے کہ حیوان کے تمام اوصاف بیان کرنے کے بعد بھی حیوانوں میں باطنی اوراندرونی اعتبار سے خفاءاور پوشیدگی رہتی ہے چنانچہ اندورونی طور پر کوئی گھوڑا تیز رفتار ہوتا ہے اوردوسرا کم رفتار ہوتا ہے ان صورتوں میں عقد مفضی الی المنازعہ ہوگا اور مفضی الی المنازعہ عقد فاسد ہوتا ہے اس لئے حیوان کی بیع سلم بھی فاسد ہوگی۔

جنس،نوع،صفت،اورمعانی باطنہ سے مراد:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جانور کی جنس بیان کرنا۔مثلا یہ کہنا کہ وہ اونٹ ہے یا بھینس ہے،اورنوع بیان کرنا مثلا یہ کہنا کہ وہ بختی ہے یا عربی ہے۔

اور صفت بیان کرنا۔مثلا یہ کہنا کہ وہ خوب فربہ،موٹا تازہ ہے یا دبلا پتلا لاغر ہے۔

جانور کے معانی باطنہ ۔مثلاً گھوڑے کا تیز رفتار اور فرماں بردار ہونا،غلام کا ہوشیار اور باسلیقہ ہونا،باندی کا خوبصورت ہونا وغیرہ۔

سوال ثالث رص ر۴۰۲

(اَلشُّفْعَةُ وَاجِبَةٌ فِي الْعِقَارِ وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا يُقْسَمُ)وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ:لَا شُفْعَةَ فِيْمَا لَا يُقْسَمُ ،لِاَنَّ الشُّفْعَةَ اِنَّمَا وَجَبَتْ دَفْعًا لِمُؤْنَةِ الْقِسْمَةِ وَهٰذَا لَا يَتَحَقَّقُ فِيْمَا لَا يُقْسَمُ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلشُّفْعَةُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ عِقَارٍ اَوْ رَبْعٍ اِلٰى غَيْرِ ذَالِكَ مِنَ الْعُمُوْمَاتِ وَلِاَنَّ الشُّفْعَةَ سَبَبُهَا الْاِتِّصَالُ فِي الْمِلْكِ وَالْحِكْمَةُ دَفْعُ ضَرَرِ سُوْءِ الْجِوَارِ عَلٰى مَامَرَّ وَاِنَّهُ يَنْتَظِمُ الْقِسْمَيْنِ مَا يُقْسَمُ وَمَا لَا يُقْسَمُ وَهُوَ الْحَمَّامُ وَالرَّحٰى وَالْبِيْرُ وَالطَّرِيْقُ.

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب)ہمارے اور امام شافعیؒ کے مسلک اور دلائل کی تشفی بخش وضاحت کریں۔

(ج)اور بتائیں کہ نا قابلِ تقسیم ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب(الف)

ترجمہ: شفعہ ثابت ہے زمین میں اگر چہ وہ ان چیزوں میں سے ہو جس کا بٹوارہ نہ ہو سکے اور امام شافعیؒ نے کہا اس چیز میں شفعہ نہیں ہے جس کی تقسیم نہ ہو سکے اس لئے کہ شفعہ قسمت کی مشقت دور کرنے کی غرض سے ثابت ہوتا ہے اور یہ بات متحقق نہیں ہوتی اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چیز میں جس کا بٹوارہ نہ ہوسکے اور ہماری دلیل فرمان نبی کریم ﷺ ہے۔ شفعہ ہر چیز میں ہے زمین ہو یا منزل۔ اس کے علاوہ معمولات میں سے اور اس لئے کہ شفعہ اس کا سبب ملک میں اتصال ہے اور حکمت پڑوس کی برائی کے ضرر کو دور کرنا ہے، اس تفصیل کے مطابق جو گذر گئی اور یہ بات دونوں قسموں کو شامل ہے جو قابل قسمت ہو اور جو قابل قسمت نہ ہو اس کو بھی اور وہ (جو قابل قسمت نہ ہو) حمام اور پن چکی اور کنواں اور راستہ ہے۔

(ب)

ہمارے اور امام شافعیؒ کے مسلک اور دلائل:

(۱) حضرت امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ وہ چیز جو تقسیم کے قابل نہ ہو اس میں شفعہ نہیں ملتا ہے۔

دلیل:

یہ ہے کہ شفعہ بٹوارے کی مشقت دور کرنے کے لئے مشروع ہوا ہے اور جو چیز بٹوارے کے قابل نہیں ہے اس میں مشقت تقسیم بھی نہیں ہے اور جب یہ علت نہیں پائی جائے تو شفعہ بھی واجب نہیں ہوگا لہذا غیر مقسوم میں چوں کہ یہ علت نہیں ہے تو اس لئے اس میں شفعہ بھی نہیں ہوگا اس لئے کہ ضابطہ بھی ہے "الحکم ینتفی بنفی العلۃ"

(۲) احناف کا مذہب یہ ہے:

کہ ہر مقسوم اور غیر مقسوم زمین میں شفعہ ثابت ہے۔

دلیل:

یہ ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "الشفعۃفی کل شئ عقار أوربع الخ اس حدیث میں مطلق زمین اور مکان کے اندر شفعہ کو ثابت کیا گیا ہے خواہ وہ قابل تقسیم ہو یا نہ ہو سب میں شفعہ ثابت ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عقلی دلیل:

یہ ہے کہ شفعہ کا سبب اتصال ملک ہے اور شفعہ کی حکمت برے پڑوس کے ضرر سے بچانا ہے اور یہ دونوں چیزیں تمام زمین ومکان اور ہر طرح کی اشیاء کو شامل ہیں خواہ وہ قابل تقسیم ہو یا قابل تقسیم نہ ہو۔

"لان الشفعة سببها الاتصال فی الملک والحکمة دفع ضرر سوء الجوار"

(ج)

نا قابل قسمت کا مطلب:

یہ ہے کہ جو زمین یا مکان وغیرہ تقسیم کے بعد قابل انتفاع نہ رہے تو وہ غیر قابل قسمت ہے۔ (تفہیم الہدایہ)

سوال رابع ص/۴۳۵

وَإِنْ تَرَكَ الذَّابِحُ التَّسْمِيَةَ عَمَدًا فَالذَّبِيحَةُ مَيْتَةٌ لَاتُؤْكَلُ وَإِنْ تَرَكَهَا نَاسِيًا أُكِلَ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ أُكِلَ فِي الْوَجْهَيْنِ. وَقَالَ مَالِكٌ: لَاتُؤْكَلُ فِي الْوَجْهَيْنِ وَالْمُسْلِمُ وَالْكِتَابِيُّ فِي تَرْكِ التَّسْمِيَةِ سَوَاءٌ، وَعَلَى هٰذَا الْخِلَافِ إِذَا تَرَكَ التَّسْمِيَةَ عِنْدَ إِرْسَالِ الْبَازِي وَالْكَلْبِ وَعِنْدَ الرَّمْيِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) عبارت میں ذکر کردہ تمام مسائل کی مع اختلاف ائمہ وضاحت کریں۔

(ج) اور خاص طور پر امام شافعیؒ کی نقلی اور عقلی دلیل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب (الف)

ترجمہ: اور اگر ذابح نے عمداً تسمیہ چھوڑ دیا تو ذبیحہ مردار ہے نہیں کھایا جائے گا اور اگر تسمیہ بھول کر چھوڑ دیا تو کھایا جائے گا اور شافعیؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں کھایا جائے گا اور مالک نے فرمایا دونوں صورتوں میں نہیں کھایا جائے گا اور مسلمان اور کتابی تسمیہ چھوڑنے میں برابر ہیں اور اسی اختلاف پر ہے جبکہ چھوڑ دیا ہو باز اور کتے کے چھوڑنے کے وقت اور تیر پھینکنے کے وقت۔

(ب)

ذابح اگر تسمیہ چھوڑ دے تو ذبیحہ حلاح ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف:

حضرت امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر ذابح نے تسمیہ کو ترک کر دیا خواہ عمداً کیا ہو یا ناسیاً دونوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے اور اس کا کھانا درست ہے۔

دلیل:

قولہ علیہ السلام: المسلم یذبح علی اسم اللہ تعالیٰ سمیّٰ اولم یسمّ

اس حدیث میں عمداور نسیان کی قید کے بغیر مسلمان کے ذبیحہ کھانے کی اجازت دی ہے خواہ اس نے تسمیہ کہا ہو یا نہ کہا ہو دونوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے اس کا کھانا درست ہے۔

حضرت امام مالکؒ کا مذہب: یہ ہے کہ تسمیہ کو عمداً ترک کیا ہو یا ناسیاً دونوں صورتوں میں ذبیحہ مردار ہے اس کا کھانا درست نہیں ہے

دلیل:

احناف کی ذکر کردہ دلیلوں کا ظاہری مفہوم ہے کہ ان دلائل میں عمداور نسیان کی تفصیل کے بغیر مطلق متروک التسمیہ کو حرام بتایا ہے لہٰذا دونوں صورتوں میں ذبیحہ حرام ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احناف کا مذہب یہ ہے: کہ اگر ذابح نے عمداً تسمیہ ترک کر دیا تو ذبیحہ حرام ہوگا اور اگر ذابح نے بھول کر تسمیہ کو ترک کیا ہے تو یہ ذبیحہ حلال ہے اس کا کھانا درست ہے۔

دلیل:

قرآن شریف کی آیت کریمہ قولہ تعالیٰ ولا تاکلوا ممالم یذکر اسم اللہ علیہ اس آیت میں متروک التسمیہ عمداً کی حرمت کا اعلان کیا گیا ہے۔

دوسری دلیل:

اجماع صحابہ کرام ہے کہ اس کی حرمت پر تمام صحابہ اور متقدمین فقہاء کا اجماع ہو چکا ہے۔

تیسری دلیل:

عدی بن حاتمؓ کی روایت ہے قال ﷺ فی آخرہ فانک انماسمیت علی کلبک ولم تسم علی کلب غیرک علل الحرمۃ بترک التسمیۃ.

اور ایک مسئلہ یہ ہے:

کہ گر کسی نے تیر پھینکتے ہوئے یا شکار پر کتا چھوڑتے ہوئے تسمیہ چھوڑ دیا تو اس میں بھی یہی اختلاف ہے۔ یعنی ہمارے یہاں اگر بھول کر چھوڑ دیا اور شکار پکڑ لیا گیا اس حال میں کہ وہ مر چکا ہے تو حلال ہے۔ اور اگر عمداً تسمیہ چھوڑا ہو تو حلال نہیں۔

امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں حلال ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں حلال نہیں ہے۔

(ج)

امام شافعیؒ کی نقلی اور عقلی دلیل:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نقلی دلیل:

قوله علیه السلام :المسلم یذبح علی اسم اللّٰہ تعالیٰ سمّیٰ اولم یسمّ

اس حدیث میں عمداور نسیان کی قید کے بغیر مسلمان کے ذبیحہ کھانے کی اجازت دی ہے خواہ اس نے تسمیہ کہا ہو یا نہ کہا ہو دونوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے اس کا کھانا درست ہے۔

عقلی دلیل:

یہ ہے کہ اگر آپ تسمیہ کو شرط کہیں گے تو پھر وضو کے درجہ میں ہوگا کہ وضوء عمداً چھوڑ دیا یا سہواً بہر صورت نماز نہ ہوگی کیونکہ اذا فات الشرط فات المشروط قاعدہ کلیہ ہے۔ حالانکہ آپ نسیان کی صورت میں ترکِ تسمیہ کی وجہ سے ذبیحہ کو حلال کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ شرط نہیں اور جب شرط نہیں تو اگر عمداً ترک ہو جائے تو ذبیحہ مردار نہ ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۶

سوال اول رص ر۴۲

وَمَنِ اشْتَرىٰ عَبْدًا فَقَبَضَهٗ فَادَّعىٰ عَيْبًا لَمْ يُجْبَرْ عَلىٰ دَفْعِ الثَّمَنِ حَتّٰى يَحْلِفَ الْبَائِعُ اَوْيُقِيْمَ الْمُشْتَرِىْ الْبَيِّنَةَ لِاَنَّهٗ اَنْكَرَ وُجُوْبَ دَفْعِ الثَّمَنِ حَيْثُ اَنْكَرَ تَعَيُّنَ حَقِّهٖ بِدَعْوَى الْعَيْبِ وَدَفْعَ الثَّمَنِ اَوَّلًا لِيَتَعَيَّنَ حَقُّهٗ بِاِزَاءِ تَعَيُّنِ الْمَبِيْعِ وَلِاَنَّهٗ لَوْقَضىٰ بِالدَّفْعِ فَلَعَلَّهٗ يَظْهَرُ الْعَيْبُ فَيُنْتَقَضُ الْقَضَاءُ فَلَايَقْضِىْ بِهٖ صَوْنًا لِقَضَائِهٖ ۔

(الف) اعراب لگا کر واضح ترجمہ کریں

(ب) مدعی اور مدعیٰ علیہ کی تعریف، خصومت میں دونوں کا عمل اور قاضی کے فیصلہ کی ترتیب بیان کیجئے

(ج) پھر مسئلہ اور اس کی دونوں دلیلوں کی مکمل تشریح کیجئے اور بتائیے کہ اگر مشتری کہہ دے (شہودی بالشام) تو کیا حکم ہے؟

جواب (الف)

ترجمہ : اور جس نے غلام خرید کر اس پر قبضہ کیا پھر اس میں عیب کا دعویٰ کیا تو اس کو ثمن دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ بائع قسم کھائے یا مشتری گواہ قائم کرے اسلئے کہ جب مشتری نے عیب کا دعویٰ کر کے اپنا حق متعین سے انکار کیا تو اپنے اوپر ادائے ثمن واجب ہونے کا انکار کیا حالانکہ (مشتری پر) پہلے ثمن ادا کرنا اسی وجہ سے (واجب ہوا تھا) کہ بائع کا حق مبیع متعین ہونے کے مقابلہ میں متعین ہو جائے اور اس لئے کہ اگر قاضی نے ثمن ادا کرنے کا فیصلہ کیا تو ممکن ہے کہ عیب ظاہر ہو کر فیصلہ ٹوٹ جائے۔ پس اپنے حکم کی حفاظت کے واسطے قاضی حکم نہیں کرے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

مدعی اور مدعیٰ علیہ کی تعریف:

المدعی :هو الذی ینسب الی نفسه استحقاق الشیء المدعی به ،ویطالب بتسلیمه ایاه، والمدعی علیه :هو الذی ینفی مادعاه المدعی وزعمه ،وینکر استحقاق المدعی علیه.

وقال بعض :المدعی من یدعی ویتمسک بمالیس بثابت.

والمدعی علیه :من یتمسک بماهو ثابت.

خصومت میں دونوں کا عمل:

خصومت کے وقت مدعی بینہ پیش کریگا اور اگر بینہ نہ ہو تو مدعی علیہ پر یمین لازم آئے گا، کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:البینة علی المدعی والیمین علی من انکر.

قاضی کے فیصلہ کی ترتیب:

قاضی پہلے مدعی سے بینہ طلب کریگا اگر مدعی بینہ پیش کرنے پر قادر نہ ہو تو مدعی علیہ کو یمین پر مجبور کریگا۔

(ج)

مسئلہ اور اس کی دونوں دلیلوں کی مکمل تشریح:

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی غلام خریدا اور قبضہ کرنے کے بعد اس غلام میں کسی عیب کا دعویٰ کیا تو اس کے اس دعویٰ کے بعد اسے ثمن ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور اس وقت تک نہیں کیا جائے گا جب تک کہ بائع عدم عیب کی قسم نہ کھالے اگر بائع نے قسم کھالی تو اب مشتری کو ثمن ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور قاضی زبردستی اس سے ثمن اصول کرکے بائع کو دے گا یا مشتری کو اپنے دعویٰ پر بینہ پیش کرنے کا مکلّف بنایا جائے گا اگر اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے بینہ پیش کر دیا تو اس کو مبیع واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور دعویٔ عیب کے بعد مشتری کو ادائے ثمن پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

پہلی دلیل:

اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ جب مشتری نے عیب کا دعویٰ کر کے اپنا حق متعین ہونے سے انکار کر دیا تو اپنے اوپر ادائے ثمن واجب ہونے سے انکار کیا، کیونکہ جب مبیع کے اندر عیب ہے تو مبیع واپسی کے لائق ہے اور جب مبیع واپسی کے لائق ہے تو مشتری کا حق اس میں متعین ہی نہ ہوا اور جب مشتری کا حق متعین نہیں ہوا تو اس پر ادائے ثمن بھی واجب نہیں ہوا۔

حالانکہ مشتری پر پہلے ثمن ادا کرنا اسی وجہ سے واجب ہوا تھا کہ بائع کا حق بھی ثمن میں متعین ہو جائے جس طرح مشتری کا حق مبیع میں متعین ہوا ہے اور عیب کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے چونکہ مبیع میں اس کا حق متعین نہیں ہوا، اس لیے اس پر بھی پہلے ادائے ثمن واجب نہ ہوگا۔

دوسری دلیل:

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر قاضی مشتری پر ثمن دینے کا حکم کرے اور پھر عیب ظاہر ہو جائے تو قاضی کا فیصلہ ٹوٹ جائے گا، اسلئے اپنے حکم کی حفاظت کی خاطر قاضی ثمن ادا کرنے کا حکم نہ کرے اور جب قاضی حکم نہیں کریگا تو مشتری کو ادائے ثمن پر مجبور بھی نہیں کیا جائے۔

مشتری کا کہنا "شهودی بالشام" اور اسکا حکم:

اگر مشتری نے کہا کہ میرے گواہ ملک شام میں ہیں تو اس کو ان کے آنے کی مہلت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ اس مہلت دینے میں بائع کا ضرر ہے، تو بائع سے قسم لی جائے گی اور ثمن دلایا جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثانی رص ۱۲۴ر

وَمَنْ بَاعَ دَارًا وَكَفَلَ رَجُلٌ عَنْهُ بَالدَّرْكِ فَهُوَتَسْلِيْمٌ لِاَنَّ الْكَفَالَةَ لَوْ كَانَتْ مَشْرُوْطَةً فِي الْبَيْعِ فَتَمَامُهُ بِقُبُوْلِهٖ ثُمَّ الدَّعْوٰى يَسْعٰى فِيْ نَقْضِ مَاتَمَّ مِنْ جِهَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ مَشْرُوْطَةً فِيْهِ فَالْمُرَادُ بِهَا اِحْكَامُ الْبَيْعِ وَتَرْغِيْبُ الْمُشْتَرِىْ فِيْهِ اِذْلَايَرْغَبُ فِيْهِ دُوْنَ الْكِفَالَةِ فَنَزَلَ مَنْزِلَةَ الْاِقْرَارِ بِمِلْكِ الْبَائِعِ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) کفالت کی تعریف کر کے مسئلہ اور دلیل کی دونوں شقوں کی واضح تشریح کیجئے۔

(ج) اور بتایئے کہ " فنزل منزلة الاقرار الخ" کا کیا مطلب ہے؟

(د) ضمان بالدرک کسے کہتے ہیں؟

جواب (الف)

ترجمہ: اور کسی نے مکان فروخت کیا اور ایک آدمی بائع کی طرف سے کفیل بالدرک ہوگیا تو یہ تسلیم ہے اس لیے کہ کفالہ اگر بیع کے اندر مشروط ہو تو بیع کا پورا ہونا کفیل کے قبول کرنے پر ہے، پھر دعویٰ کر کے اس چیز کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کی طرف سے تمام ہوئی ہے اور اگر کفالہ بالدرک اس بیع میں مشروط نہ ہو تو کفالہ سے مراد بیع کا مستحکم ہونا اور مشتری کا اس بیع میں رغبت کرنا ہے جب کہ مشتری بغیر کفالہ کے اس بیع میں رغبت نہ کرے پس عقد کفالہ، ملک بائع کے اقرار کے مرتبہ میں اتار لیا جائے گا۔

(ب)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کفالت کی تعریف اور مسئلہ اور دلیل کا بیان:

الکفالۃ :ھی الضم لغۃ قال اللہ تعالیٰ وکفلھا زکریّا والکفالۃاصطلاحا: ھی ضم الذمۃ الی الذمۃ فی المطالبۃ وقال بعض: ضم الذمۃ الی الذمۃ فی الدین والاول اصح .

صورت مسئلہ اور دلیل:

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے مکان فروخت کیا اور ایک شخص بائع کی طرف سے مشتری کیلئے کفیل بالدرک ہوگیا یعنی کفیل نے مشتری سے کہا کہ اگر یہ مکان مستحق ہوگیا تو ثمن واپس کرنے کا ضامن میں ہوں۔ پس کفیل کا یہ کہنا اس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ یہ مکان بائع کی ملک ہے اس کے بعد اگر کفیل نے مشتری پر یہ دعویٰ کیا کہ اس مکان کا مالک میں ہوں تو کفیل کے اس دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی اور اس کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی کیونکہ کفالہ بیع کے اندر مشروط ہوگا یا مشروط نہ ہوگا یعنی یا تو بائع نے اس شرط کے ساتھ فروخت کیا ہوگا کہ فلاں آدمی مشتری کے لیے کفیل بالدرک ہے اور یا بغیر شرط کے فروخت کیا ہوگا مگر بعد میں کسی نے کفالت قبول کرلی ہوگی۔ پس اگر کفالہ بیع کے اندر مشروط ہے تو بیع کا تمام ہونا کفیل کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا یعنی جب کفیل، کفالہ بالدرک قبول کرلے گا تب جاکر بیع پوری ہوگی گویا عقد بیع کو واجب اور لازم کرنے والا کفیل ہے اس کے بعد اگر کفیل یہ دعویٰ کرے کہ مکان کا مالک میں ہوں اور یہ مکان میری ملک ہے تو گویا وہ اس عقد کو توڑنا چاہتے ہے جو خود اس کی طرف سے پورا کیا گیا تھا اور اس عقد کو توڑنے کی کوشش کرنا جو خود اس کی طرف سے تمام ہوا باطل ہے اس لئے اس مسئلہ میں کفیل کا یہ دعویٰ کرنا کہ مکان کا مالک میں ہوں یہ بھی باطل ہے یہی وجہ ہے کہ کفیل اگر اس مسئلہ میں شفیع ہو تو اس کا حق شفعہ باطل ہوجاتا ہے اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ کفیل نے پہلے بائع کی ملک کا اقرار ہے اور اب اپنی ملک کا دعویٰ کرتا ہے تو اسکے دعویٰ میں تناقض ہوگیا اور تناقض کی صورت میں دعویٰ قبول نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوتا اس لئے کفیل کا یہ دعویٰ کہ مکان کا مالک میں ہوں قبول نہ ہوگا۔

اور اگر کفالہ عقد بیع میں شرط نہ ہو تو کفالہ کا مقصد عقد بیع کو مستحکم اور مضبوط کرنا اور مشتری کو اس عقد کی طرف راغب کرنا ہوتا ہے کیونکہ بسا اوقات مبیع کے مستحکم ہونے کے اندیشہ سے مشتری اس مبیع کو خریدنے کی طرف سے رغبت نہیں کرتا، پس کفیل مشتری کو اطمینان دلاتے ہوئے کہتا ہے کہ تو مکان خرید لے اور فکر مت کر یہ مکان بائع ہی کی ملک ہے اور اگر خدانخواستہ کسی نے استحقاق کا دعویٰ کر کے اس مکان کو لے لیا تو ثمن واپس کرنے کا ضامن میں ہو پس اس صورت میں بھی کفیل کی طرف سے بائع کی ملک کا اقرار پایا گیا اور جو شخص بائع کی ملک کا اقرار کر لے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے بعد اپنے مالک ہونے کا دعویٰ کرے۔

حاصلِ یہ کہ اس صورت میں کفالہ، کفیل کی جانب سے بائع کے مالک دار ہونے کے اقرار کے مرتبہ میں ہے اور جب کفالہ کی وجہ سے کفیل نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ اس مکان کا مالک بائع ہے تو اس کے بعد کفیل کا یہ دعویٰ کہ میں مالک ہوں تناقض کی وجہ سے قابل قبول نہ ہوگا۔

(ج)

"فنزل منزلة الاقرار الخ کا مطلب:

کفیل نے جب مشتری سے کہا کہ اگر یہ مکان مستحق ہو گیا تو ثمن واپس کرنے کا ضامن میں ہوں اور کفالہ بیع کے اندر مشروط ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں کفالہ کفیل کی جانب سے بائع کے مالک دار ہونے کے اقرار کے مرتبہ میں ہے اور جب کفالہ کی وجہ سے کفیل نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ اس مکان کا مالک بائع ہے تو اسکے بعد کفیل کا یہ دعویٰ کہ میں مالک ہوں تناقض کی وجہ سے قابل قبول نہ ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د)

ضمان بالدرک کا مطلب:

الضمان بالدرک :ھو قبول رد الثمن عند استحقاق المبیع یعنی کفیل کا مشتری سے یہ کہنا کہ اگر مبیع کا مستحق کسی شخص ہو گیا تو ثمن واپس کرنے کا ضامن میں ہوں۔

سوال ثالث رص ۱؍۳۹۱

وَاِذَا اجْتَمَعَ الشُّفَعَاءُ فَالشُّفْعَةُ بَيْنَهُمْ عَلٰى عَدَدِ رُؤُوْسِهِمْ وَلَا يُعْتَبَرُ اِخْتِلَافُ الْاَمْلَاكِ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ هِیَ عَلٰى مَقَادِيْرِ الْاَنْصِبَاءِ لِاَنَّ الشُّفْعَةَ مِنْ مَرَافِقِ الْمِلْكِ اَلَا يُرٰى اَنَّهَا لِتَكْمِيْلِ مَنْفَعَتِهِ فَاَشْبَهَ الرِّبْحَ وَالْغَلَّةَ وَالْوَلَدَ وَالثَّمْرَةَ وَلَنَا اَنَّهُمْ اِسْتَوَوْا فِیْ سَبَبِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَهُوَ الْاِتِّصَالُ فَيَسْتَوُوْنَ فِی الْاِسْتِحْقَاقِ اَلَا يُرٰى اَنَّهُ لَوْ اِنْفَرَدَ وَاحِدٌ مِنْ هُمْ اِسْتَحَقَّ كَمَا لَ الشُّفْعَةِ وَهٰذَا آيَةُ كَمَالِ السَّبَبِ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) شفعہ کی تعریف اور شفعہ کی قسمیں لکھتے ہوئے مطلب لکھیے، امام شافعی کے پیش کردہ نظائر کی وضاحت کی جیئے، اپنی دلیل کی وضاحت کرتے ہوئے بتایئے کہ سبب استحقاق سے کیا مراد ہے؟ امام شافعی کی دلیل کا کیا جواب ہے۔

جواب (الف)

ترجمہ : اور جبکہ چند شفیع جمع ہو جائے شفعہ ان کے درمیان انکے عدد روؤس کے مطابق ہوگا اور اختلاف املاک کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور شافعؒ نے فرمایا کہ شفعہ حصوں کے بقدر ہوگا اس لیے کہ شفعہ منافع ملک میں سے ہے، کیا یہ بات نہیں دیکھتے کہ شفعہ ملک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی منفعت کی تکمیل کے لئے ہے تو یہ (حق شفعہ ربح اور غلہ اور ولد اور پھل کے مشابہ ہو گیا۔اور ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ سب استحقاق کے سبب میں برابر ہیں اور وہ اتصال ہے تو استحقاق کے اندر برابر ہوں گے کیا یہ بات نہیں دیکھتی کہ اگر ان میں سے کوئی ایک منفرد ہو تو یہ مکمل شفعہ کا مستحق ہوگا اور یہ کمال سبب کی علامت ہے۔

(ب)

تعریف الشفعة لغة و اصطلاحا :

الشفعة لغة: ضم العقار المشتراة الی عقار الشفیع

الشفعة اصطلاحا: وهی تملک المنفعةبماقام علی المشتری بالشرکة او الجوار.

اقسام الشفعة :ان الشفعة تنقسم علی ثلاثة اقسام الاول الخلیط فی نفس المبیع و الثانی الخلیط فی حق المبیع و الثالث الجوار.

عبارت کا مطلب:

اس عبارت میں صاحب کتاب چند شفیع کے اجتماع کی صورت میں تقسیم کی شکل کو بیان کررہے ہیں اس سلسلہ میں احناف کا مذہب یہ ہے کہ جتنے بھی شفیع ہیں سب کو برابر برابر حصہ ملے گا ملکیت کے تناسب اور فرق سے ان کے حق شفعہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اجتماع شفعاء کی صورت میں ہر شفیع کو اس کے حصے کے بقدر ہی شفعہ ملے گا ان کی دلیل یہ ہے کہ شفعہ یہ ملک کے منافع میں سے ہے یعنی ملکیت ہی کی وجہ سے شفیع کو یہ حق ملتا ہے تو جب شفعہ ملک کے منافع میں سے ہے اور منافع ملک بقدر حصص تقسیم ہوتے ہیں تو شفعہ بھی شفعہ کے حصوں کے بقدر تقسیم ہوگا، حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ آپ خود غور کریں کہ شفعہ کے ذریعہ منفعت کی تکمیل ہوتی ہے یعنی ایک چیز مشترک ہے جب کوئی بطور شفعہ لے لے گا تو اس میں اسکی ملکیت تام ہو جائے گی تو حق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شفعہ ربح ولد اور پھل کے مشابہ ہوگیا جیسے دو آدمیوں نے ایک چیز خریدی ایک نے دس روپے دیئے اور ایک نے پانچ روپے تو اب ربح بھی ان ملکیت کے اعتبار سے ہوگا ایسا ہی شفعہ میں بھی ملکیت کے اعتبار سے حق شفعہ حاصل ہوگا۔

امام شافعیؒ کے پیش کردہ نظائر:

(۱) دو آدمیوں نے پندرہ میں کوئی چیز تجارت کیلئے خریدی، ایک کے دس روپے اور دوسرے کے پانچ اور شرط کچھ نہیں اور اٹھارہ روپے میں اس چیز کو فروخت کر دیا تو دو روپے دس روپے والے کو اور ایک روپیہ پانچ والے کو ملے گا کیونکہ ان کی ملکیت اسی تناسب سے ہے۔

(۲) دو آدمیوں نے زمین خریدی ایک کے اس میں دس ہزار اور دوسرے کے پانچ ہزار روپے ہیں، پھر اس میں کاشت کی تو گلہ مثلاً تیس کو نٹل پیدا ہوا تو اس میں سے اول کو بیس اور دوسرے کو دس کو نٹل ملے گا اس لئے کہ ان کی ملکیت اسی تناسب سے ہے۔

(۳) دو آدمیوں نے ایک باندی خریدی پندرہ روپے میں ایک کے دس اور ایک کے پانچ روپے پھر انہوں نے اس کا کسی سے نکاح کر دیا اور بچہ پیدا ہوا جوان دونوں کا غلام ہے جو تیس روپے میں فروخت ہوا تو اول کو بیس اور دوسرے کو دس روپے ملیں گے، ملکیت کے تناسب کے اعتبار سے۔

(۴) دو آدمیوں نے مل کر ایک باغ خریدا حسب سابق پھر اس کے پھل فرخت ہوئے تو اس کا نفع بھی ملک کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔ تو امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یہی حال شفعہ کا ہے یہ بھی ملک کے تناسب سے ملے گا، ہم نے کہا عدد رؤس پر تقسیم ہوگا۔

ہماری دلیل:

ہم اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ شفعہ کا سبب اتصال ہے اور تمام شفعاء میں اتصال برابر ہیں لہٰذا وہ استحقاق شفعہ میں بھی ایک دوسرے کے مساوی رہیں گے اگر ان میں سے کوئی تنہا ہو تو اسے پورے کا پورا شفعہ ملے گا ایسا نہیں کہ صرف حصے کے ہی بقدر ملے گا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لہٰذا انفرادی حالت میں تمام شفعہ کا ملنا یہ خود کمال سبب کی دلیل ہے۔

سبب استحقاق سے مراد:

المراد بسبب الاستحقاق هو الاتصال .

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب:

حضرت امام شافعی کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آپ نے شفعہ کو منافع ملک میں سے مانا ہے مگر یہ نہیں سوچا کہ شفعہ منافع میں کیسے آسکتا ہے آپ ہی بتائیں کہ مثلاً باپ کو اپنے بیٹے کی باندی پر ملکیت کی قدرت حاصل ہوتی ہے لیکن یہ ملک باپ کی ملکیت کا ثمرہ تو نہیں ہے بلکہ یہ تو بیٹے کی ملکیت کا ثمرہ ہے پھر شفعہ کو ہم کیسے منافع ملک میں مان لیں رہا مسئلہ پھل وغیرہ کا تو چوں کہ پھل عین ملک سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا اسے ہم بھی منافع ملک سے مانتے ہیں لیکن شفعہ کو منافع ملک میں سے ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

سوال رابع رص ر۴۷۲

وَيُكْرَهُ بَيْعُ السَّلاحِ فِي أَيَّامِ الْفِتْنَةِ لِأَنَّهُ تَسْبِيبٌ إِلَى الْمَعْصِيَةِ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي السِّيَرِ ،وَلَابَأْسَ بِبَيْعِ الْعَصِيرِ مِمَّنْ يُعْلَمُ أَنَّهُ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا لِأَنَّ الْمَعْصِيَةَ لَاتُقَامُ بِعَيْنِهِ بَلْ بَعْدَ تَغْيِيرِهِ ،بِخِلَافِ بَيْعِ السِّلاحِ فِي أَيَّامِ الْفِتْنَةِ

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) مکروہ کے معنی بیان کرتے ہوئے دونوں مسئلے اور انکی دلیلوں کی مکمل تشریح کیجئے اور بتائیے کہ ہتھیار کا کن لوگوں سے اور کب بیچنا مکروہ ہے؟

(ج) دونوں مسئلوں میں وجہ فرق کی وضاحت کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب (الف)

ترجمہ : اور فتنہ کے زمانہ میں ہتھیار بیچنا مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ (اہل فتنہ کے ہاتھ ہتھیار بیچنا) معصیت کا سبب برانگیختہ کرنا ہے اور ہم اس کو کتاب السیر میں بیان کر چکے ہیں اور شیرۂ انگور بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس شخص کے ہاتھ جس کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ اس کو شراب بنائے گا اس لیے کہ معصیت عین عصیر کے ساتھ قائم نہیں کی جاتی بلکہ اس کو متغیر کرنے کے بعد بخلاف ہتھیار بیچنے کے فتنہ کے زمانہ میں (اس لیے کہ معصیت عین سلاح کے ساتھ قائم ہوتی ہے)۔

(ب،ج)

مکروہ کے معنی اور مسئلہ کی تشریح اور دونوں مسئلہ کے مابین وجہ فرق

مکروہ کے معنی:

قال صاحب الهداية تكلم الفقهاء في معنى المكروه المرويّ عن محمد نصاان كل مكروه حرام الاانه لما لم يجد فيه نصاقاطعالم يطلق عليه لفظ الحرام وعن ابى حنيفةؒ وابى يوسفؒ انه الى الحرام اقرب.

مسئلہ کی تشریح اور بیان وجہ فرق:

جب کچھ لوگوں نے امام عادل کے بارے میں اسکے خلاف بغاوت برپا کر رکھی ہے تو ایسے ایم میں اہل فتنہ اور باغیوں کے ہاتھ جبکہ یہ معلوم ہو کہ باغیوں میں سے ہے ہتھیار فروخت کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ معصیت پر تعاون ہے اور فرمان باری ہے" ولاتعاونوا على الاثم والعدوان "اور اگر یہ معلوم نہ ہو یہ باغیوں میں سے ہے تو پھر اس کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کو فتنہ میں استعمال نہ کرے تو جانب مخالف کا محض شک کی بنیاد پر بیع کو مکروہ نہیں کہا جا سکتا ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اگر کسی شخص کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ شیرۂ انگور کی شراب بنائے گا اسکے باوجود بھی اس کے ہاتھ شیرۂ انگور فروخت کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ معصیت شراب کے ساتھ وابستہ ہے اور شراب اسکو متغیر کرنے کے بعد بنے گی، بخلاف ہتھیار کے کیونکہ معصیت ہتھیار سے بغیر کسی تغیر کے قائم ہوتی ہے اس لئے ایام فتنہ میں ہتھیار کی بیع مکروہ ہے اور شیرۂ انگور کی بیع جائز ہے۔

سوالات وجوابات

۱۴۳۵ھ

سوال اول رص ۲۴

وَلَوْ إِشْتَرٰى ثَوْبًا وَاحِدًا عَلٰى أَنَّهٗ عَشَرَةُ أَذْرُعٍ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ فَإِذَا هُوَعَشَرَةٌ وَنِصْفٌ اَوْ تِسْعَةٌ وَّنِصْفٌ ،قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ الْوَجْهِ الْاَوَّلِ يَأْخُذُهٗ بِعَشَرَةٍ مِنْ غَيْرِ خِيَارٍ،وَفِيْ الْوَجْهِ الثَّانِيْ يَأْخُذُهٗ بِتِسْعَةٍ إِنْ شَاءَ وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ الْوَجْهِ الْأَوَّلِ يَأْخُذُهٗ بِأَحَدَعَشَرَإِنْ شَاءَ،وَفِيْ الثَّانِيْ يَأْخُذُ هٗ بِعَشَرَةٍ إِنْ شَاءَ وَقَالَ مُحَمَّدٌرَحِمَهُ اللّٰهُ :فِيْ الْأَوَّلِ يَأْخُذهٗ بِعَشَرَةٍ وَنِصْفٍ إِنْ شَاءَ،وَفِيْ الثَّانِيْ بِتِسْعَةٍ وَنِصْفٍ وَيُخَيَّرُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) تینوں ائمہ احناف کے اقوال بوضاحت لکھ کر ان کے دلائل تحریر کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور اگر کسی نے کپڑے کا ایک تھان خریدا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہے اور ہر گز ایک درہم میں ہے پھر وہ تھان ساڑھے دس یا ساڑھے نو گز کا نکلا تو (اس سلسلہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں) حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ پہلی صورت میں مشتری اسے دس درہم کے عوض بغیر کسی اختیار کے لے لے گا۔ اور دوسری صورت میں اگر مشتری چاہے تو نو درہم میں لے لے۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر مشتری چاہے تو پہلی صورت میں اسے گیارہ درہم کے عوض لے لے اور دوسری صورت میں اگر لینا چاہے تو دس درہم کے عوض لے لے۔

اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر مشتری چاہے تو اس کو پہلی صورت میں ساڑھے دس درہم کے عوض لے لے۔ اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درہم میں لے لے اور اسے اختیار حاصل ہوگا۔

(ب)

تینوں اماموں کے مذاہب مع دلائل:

امام صاحبؒ کا مذہب مذکورہ صورت میں یہ ہے کہ زیادتی کی صورت میں مشتری بغیر کسی اختیار کے دس درہم میں وہ تھان خرید لے گا اور کمی کی صورت میں مشتری کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو نو درہم میں لے لے اور اگر نہ چاہے تو اس کو ترک کر دے۔

امام صاحبؒ کی دلیل:

اصل کے اعتبار سے ذراع وصف ہے اور وصف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا ہے لیکن جب بائع نے "کل ذراع بدرهم" کی شرط لگا دی اور ذراع کا مستقل ثمن بیان کر دیا تو اس شرط کی وجہ سے ذراع کی وصفیت ختم ہوگئی اور اس میں اصل کی بو آ گئی اور شرط کے متعلق اصول یہ ہے کہ ہر ممکن اس کی رعایت کی جائے تو جب مشتری نے "کل ذراع بدرهم" میں کامل ذراع کا ثمن بیان کیا ہے تو شرط کی رعایت بھی کامل ذراع میں ہوگی نہ کہ نصف میں۔ اب یہ نصف ذراع اپنی اصل کی طرف لوٹ جائے گی۔ اور اس کی اصل وصف ہونا ہے اور وصف کے مقابلہ میں کوئی ثمن نہیں ہوگا اور زیادتی کی صورت میں دس درہم میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بغیر اختیار کے خرید لے گا اور نقص کی صورت میں نو درہم میں اختیار ہوگا خرید نے اور نہ خرید نے کا اور یہ اختیار تفرق صفقہ کی وجہ سے اختیار حاصل ہوا ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ مشتری کو دونوں صورتوں میں اختیار حاصل ہوگا زیادتی گز کی صورت میں بھی اور نقص گز کی صورت میں بھی۔ اگر چاہے تو زیادتی گز کی صورت میں گیارہ درہم میں خرید لے اور نقص کی صورت میں دس درہم کے عوض میں خرید لے اور اگر نہ چاہے تو نہ خریدے۔

سوال ثانی / ص ۱۰۶

وَمَنْ بَاعَ جَارِيَةً قِيمَتُهَا أَلْفُ مِثْقَالِ فِضَّةٍ وَفِي عُنُقِهَا طُوْقُ فِضَّةٍ قِيمَتُهَا أَلْفُ مِثْقَالٍ بِأَلْفَيْ مِثْقَالِ فِضَّةٍ وَنَقَدَ مِنَ الثَّمَنِ اَلْفَ مِثْقَالٍ ثُمَّ افْتَرَقَا فَالَّذِيْ نَقَدَ ثَمَنُ الْفِضَّةِ لِاَنَّ قَبْضَ حِصَّةِ الطَّوْقِ وَاجِبٌ فِي الْمَجْلِسِ ،وَالظَّاهِرُ مِنْهُ الْإِتْيَانُ بِالْوَاجِبِ وَكَذَالَوِ اشْتَرَاهُمَا بِأَلْفَيْ مِثْقَالٍ اَلْفٍ نَسِيئَةٍ وَاَلْفٍ نَقْدًا فَالنَّقْدُ ثَمَنُ الطَّوْقِ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مسئلہ اولی اور اسکی دلیل کی وضاحت کرتے ہوئے بتائے کہ حصہ طوق کا مجلس میں قبضہ کرنا کیوں ضروری ہے؟

(ج) نیز دوسرے مسئلہ کی بھی وضاحت کرتے ہوئے اس کی دلیل لکھئے۔

جواب (الف)

ترجمہ : ایک شخص نے ایک باندی جس کی قیمت ایک ہزار مثقال چاندی ہے اور جس کی گردن میں چاندی کا ایک طوق ہے جس کی قیمت بھی ایک ہزار مثقال ہے اسکو دو ہزار مثقال چاندی کے عوض فروخت کیا اور مشتری نے ایک مثقال ثمن نقد ادا کیا پھر دونوں جدا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہو گئے تو جو کچھ اس نے نقد ادا کیا ہے وہ چاندی کے طوق کا ثمن ہے کیونکہ حصہ طوق پر قبضہ کرنا اسی مجلس میں واجب ہے، اس لئے کہ یہ صرف کا بدل ہے بائع کی طرف سے ظاہر یہی ہے کہ اس نے واجب ادا کیا ہوگا اور اسی طرح اگر اس نے باندی اور طوق دونوں کو دو ہزار مثقال کے عوض (اس طرح) خریدا کہ ایک ہزار ادھار ہے اور ایک ہزار نقد ہے تو نقد، طوق کا ثمن ہوگا۔

(ب)

صورت مسئلہ:

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے دو ہزار مثقال چاندی کے عوض کوئی ایسی باندی خریدی جس کی قیمت ایک ہزار مثقال ہے اور اس باندی کی گردن میں چاندی کا ایک طوق ہے اس کی بھی قیمت ایک ہزار مثقال ہے اور پھر ثمن میں سے اس نے ایک ہزار مثقال نقد اداء کر دیا اس کے بعد عاقدین ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو جو ثمن مشتری نے نقد ادا کیا ہے وہ باندی کا عوض نہیں ہے بلکہ اداء کردہ ثمن طوق کا عوض ہوگا کیونکہ یہاں مبیع یعنی باندی دو طرح مال ہے ایک بذات خود مال ہے دوسرے اس کی گردن میں موجود طوق بھی مال ہے اور طوق چونکہ نقد ہے اور مشتری کی طرف سے ادا کردہ ثمن بھی نقد ہے اس لئے ان دونوں میں جو عقد ہوگا وہ عقد صرف ہوگا اور عقد صرف کے متعلق آپ کو پتا ہے کہ مجلس عقد میں اس کے عوضین پر قبضہ کرنا ضروری ہے اس لئے اس نقد ثمن کو طوق کا عوض قرار دیا جائے گا۔ (احسن الہدایہ، ج/۹، ص/۹۰)

دلیل:

یہ عقد صرف ہے اور عقد صرف مجلس عقد میں ہی عوضوین پر قبضہ کرنا ضروری ہے اس لئے اس نقد ثمن کو طوق کا عوض قرار دیا جائے گا تا کہ عوضین پر مجلس عقد میں قبضہ متحقق ہو جائے اور عقد صرف درست ہو جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

دوسری مسئلہ کی وضاحت مع دلیل:

اسی طرح اگر باندی اور طوق کو دو ہزار مثقال چاندی کے عوض اس طور پر خریدا کہ ایک ہزار مثقال ادھار ہیں اور ایک ہزار نقد ہیں تو ایک ہزار نقد طوق کا ثمن شمار کیا جائے گا ۔کیونکہ بیع صرف میں میعاد مقرر کرنا یعنی ادھار معاملہ کرنا باطل ہے اور باندی کی بیع میں ادھار جائز ہے۔اور عاقدین کے حال سے یہی ظاہر ہے کہ بیع جائز ہو۔پس ظاہر حال کی رعایت کرتے ہوئے ایک ہزار نقد کو طوق کا حصہ ثمن قرار دینا مناسب ہے تا کہ طوق اور باندی دونوں کی بیع درست ہوجائے۔

سوال ثالث رص ر۴۰۵

وَإِذَااشْتَرٰى دَارًافَسَلَّمَ الشَّفِيْعُ الشُّفْعَةَ ثُمَّ رَدَّهَا الْمُشْتَرِيْ بِخِيَارِ رُؤْيَةٍ اَوْشَرْطٍ اَوْ بِعَيْبٍ بِقَضَاءِ قَاضٍ فَلَاشُفْعَةَ لِلشَّفِيْعِ لِاَنَّهُ فَسْخٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَعَادَ اِلٰى قَدِيْمِ مِلْكِهٖ وَالشُّفْعَةُ فِيْ إِنْشَاءِ الْعَقْدِ وَاِنْ رَدَّهَا بِعَيْبٍ بِغَيْرِ قَضَاءٍ اَوْتَقَايَلَا الْبَيْعَ فَلِلشَّفِيْعِ الشُّفْعَةُ لِاَنَّهُ فَسْخٌ فِيْ حَقِّهِمَا لِوَلَايَتِهِمَا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا وَقَدْ قَصَدَ الْفَسْخَ وَهُوَ بَيْعٌ جَدِيْدٌ فِيْ حَقِّ ثَالِثٍ.

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب)دونوں مسئلوں کی صورت ،ان کا حکم اور ان کے درمیان فرق کی وجہ تحریر کیجئے۔

(ج)اور بتائے کہ پہلے مسئلہ میں مشتری کے مبیع پر قبضہ کرنے نہ کرنے سے حکم میں فرق پڑے گا یا نہیں؟اور دوسرے مسئلہ میں (ثالث) سے کون مراد ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب (الف)

ترجمہ : اور جب مشتری نے گھر خریدا پس شفیع نے شفعہ سے دست برداری دے دی، پھر مشتری نے اس گھر کو خیار رؤیت یا خیار شرط یا عیب کی وجہ سے قاضی کے فیصلہ کے ساتھ واپس کیا تو شفیع کے لئے شفعہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ ہر اعتبار سے فسخ ہے تو مبیع لوٹ گیا بائع کی پرانی ملک کی جانب اور شفعہ انشاء عقد میں ہے، اور اگر واپس کیا مشتری نے گھر کو عیب کی وجہ سے بغیر قضاء کے ان دونوں نے بیع کا اقالہ کر لیا تو شفیع کے لئے شفعہ ہے اس لئے کہ یہ ان دونوں کے حق میں فسخ ہے ان دونوں کی ولایت کی وجہ سے اپنے نفسوں پر حالانکہ ان دونوں نے فسخ کا ارادہ کیا ہے اور تیسرے کے حق میں یہ جدید بیع ہے۔

(ب)

دونوں مسئلوں کی وضاحت اور انکا حکم اور انکے درمیان فرق:

صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید نے بکر سے ایک مکان خریدا خالد کو حق شفعہ پہنچتا تھا مگر اس نے شفعہ لینے سے انکار کر دیا تو اب اس کا شفعہ باطل ہو چکا ہے۔ اب زید اس مکان کو واپس کرتا ہے یا تو خیار رویت کے سبب یا خیار شرط کے سبب اور عیب کی وجہ سے جب اس نے واپس کیا تو قاضی کے فیصلہ سے کیا۔

بہر حال جب ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت میں مکان مشتری کے پاس واپس آتا ہے تو خالد نے پھر شفعہ کا دعوی کر دیا یعنی بکر سے تو خالد نے انکار کر دیا تھا اور اب خالد زید سے اس کو شفعہ میں لینا چاہتا ہے اور اس واپسی کو بیع کا درجہ دے کر شفعہ طلب کرتا ہے تو کیا خالد کو شفعہ ملے گا؟ تو فرمایا کہ نہیں ملے گا کیونکہ یہ بیع نہیں بلکہ پہلی بیع کا بالکلیہ فسخ ہے تو جب شرط بالکلیہ فوت ہوگئی تو شفعہ ملنے کا کیا سوال؟ سوال یہاں بیع کسی اجنبی کے پاس نہیں آئی بلکہ بائع پہلے بھی اس کا مالک تھا اور اب بھی اس کا مالک ہے گویا کہ بائع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی ملک میں استمرار ہے اور استمرار کی صورت میں شفعہ نہیں ملتا اور کسی چیز کو اس کی سابق حالت پر واپس کرنے کی صورت میں شفعہ نہیں ملتا۔ بلکہ شفعہ انشاء عقد کی صورت میں ملتا ہے اور عقد کا انشاء یہاں ہے نہیں۔ پھر جب مشتری نے ان مذکورہ صورتوں میں مبیع کو واپس کر دیا تو یہی حکم ہے خواہ قبضہ سے پہلے واپس کرے یا قبضہ کے بعد۔

دوسری مسئلہ کا وضاحت:

یہ ہے کہ اگر بغیر قاضی کے فیصلہ کے عیب کی وجہ سے مبیع کو واپس کر دیا ہو یا دونوں نے اقالہ کر لیا ہو تو اب شفیع کو شفعہ ملے گا یا نہیں؟

تو فرمایا کہ ان دونوں صورتوں میں شفعہ ملے گا۔ چونکہ یہاں قاضی کا حکم تو ہے نہیں بلکہ ان دونوں کی رضامندی ہے اور یہ دونوں عاقل بالغ ہیں اہل ولایت ہیں اپنے اوپر دونوں کو ولایت حاصل ہے اور ان دونوں نے بیع کو فسخ کرنے کا ارادہ کیا ہے لہٰذا ان کی ذات تک ان کا ارادہ معتبر ہوگا، اور کہا جائے گا کہ ان دونوں کے حق میں یہ فسخ بیع ہے۔ مگر ان کو اپنے اوپر ہی ولایت ہے شفیع کے اوپر نہیں لہٰذا ان کا ارادہ شفیع کے اوپر نہیں تھوپا جا سکتا۔

بلکہ یہ کہا جائے گا کہ ان دونوں کے حق میں یہ فسخ ہے اور تیسرے کے حق میں بیع جدید ہے اور شفیع تیسرا ہی ہے اور بیع کہنے میں کچھ حرج بھی نہیں کیونکہ بیع کی تعریف موجود ہے۔ یعنی مبادلة المال بالمال بالتراضی۔ بہر حال شفیع کو شفعہ ملے گا اور اقالہ کا یہ حکم پہلے سے جانا پہچانا ہے کہ وہ متعاقدین کے حق میں فسخ اور ثالث کے حق میں بیع جدید ہے۔

مگر یہ ساری تقریر اس وقت ہے جب کہ خیار عیب کی وجہ سے قبضہ کے بعد واپس کرے ورنہ اگر قبضہ سے پہلے واپس کر دے تو اب یہ بالکلیہ فسخ ہے اور بیع جدید کا شائبہ اس کے اندر نہیں ہے لہٰذا اب شفیع کو شفعہ نہیں ملے گا۔

کیونکہ خیار عیب کی وجہ سے اگر قبضہ سے بعد واپسی ہو تو صفقۂ بیع کے بعد واپسی ہے جو بیع جدید ہو سکتی ہے اور قبضہ سے پہلے صفقہ ہی تام نہیں ہوا۔ لہٰذا اس کو مجبوراً بالکلیہ فسخ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قرار دینا پڑے گا۔

(ج)

پہلے مسئلہ میں مشتری کے مبیع پر قبضہ کرنے نہ کرنے کا حکم اور دوسرے مسئلہ میں "ثالث" سے مراد:

پہلے مسئلہ میں کوئی فرق نہیں ہے قبضہ کے درمیان اور عدم قبضہ کے درمیان اور دوسرے مسئلہ میں "ثالث" سے مراد شفیع ہی ہے۔

سوال رابع رص ر ۴۷

وَإِذَا بَاعَ الْمُسْلِمُ خَمْرًا وَأَخَذَ ثَمَنَهَا وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَإِنَّهُ يُكْرَهُ لِصَاحِبِ الدَّيْنِ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ وَإِنْ كَانَ الْبَائِعُ نَصْرَانِيًّا فَلَابَأْسَ بِهِ وَالْفَرْقُ أَنَّ الْبَيْعَ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ قَدْ بَطَلَ لِأَنَّ الْخَمْرَ لَيْسَ بِمَالٍ مُتَقَوَّمٍ فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ فَبَقِيَ الثَّمَنُ عَلَى مِلْكِ الْمُشْتَرِيْ فَلَايَحِلُّ أَخْذُهُ مِنَ الْبَائِعِ وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي صَحَّ الْبَيْعُ لِأَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوَّمٌ فِي حَقِّ الذِّمِّيِّ فَمَلَكَهُ الْبَائِعُ فَيَحِلُّ الْأَخْذُ مِنْهُ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) صورت مسئلہ بوضاحت لکھ کر اس کا حکم تحریر کیجئے اور بتایئے کہ بائع کے مسلم اور نصرانی کی وجہ سے حکم میں فرق کیوں ہوا؟

(ج) اور مال متقوم کسے کہتے ہیں۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور جب مسلمان نے شراب بیچی اور اس کا ثمن لے لیا اور اس پر قرض ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تو قرض والے کے لئے مکروہ ہے کہ اس سے یہ لے اور اگر بائع نصرانی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور فرق یہ ہے کہ بیع پہلی صورت میں باطل ہوگئی اس لئے کہ شراب مسلمان کے حق میں مال متقوم نہیں ہے تو ثمن مشتری کی ملک پر باقی رہا تو بائع سے اس کا لینا حلال نہیں ہے اور دوسری صورت میں بیع صحیح ہوگئی اس لیے کہ وہ ذمی کے حق میں مال متقوم ہے تو بائع اس کا مالک ہوگیا تو اسے لینا حلال ہے۔

(ب)

صورت مسئلہ کی وضاحت:

مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان کے حق میں شراب مال متقوم نہیں ہے اور ذمیوں کے حق میں مال متقوم ہے لہذا کسی مسلمان کا کسی پر قرض ہوا اور وہ شراب بیچ کر اس کا قرض اداء کرتا ہے تو اب دو صورتیں ہیں، یہ بائع مسلمان ہے یا ذمی اگر ذمی ہے تو چونکہ وہ اس کا مالک ہو چکا ہے تو اس کو لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر مسلمان ہے تو لینا حلال نہیں ہے کیونکہ مسلمان خود اس کا مالک نہیں بنا بلکہ اس کا مالک تو مشتری ہے اس لئے کہ لینا حلال نہیں ہے۔

(ج)

مال متقوم کا معنی:

المال المتقوم :هو الذی له قیمة مالیة فی الشرع حیث اباح الانتفاع به فی حالة السعة والاختیار .

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۴ھ

سوال اول رص ۴۲

فَإِنْ قَطَعَ الثَّوْبَ وَخَاطَهُ أَوْ صَبَغَهُ أَحْمَرَ أَوْ لَتَّ السَّوِيْقَ بِسَمَنٍ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلٰى عَيْبٍ رَجَعَ بِنُقْصَانِهِ لِامْتِنَاعِ الرَّدِّ بِسَبَبِ الزِّيَادَةِ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إِلَى الْفَسْخِ فِي الْأَصْلِ بِدُوْنِهَا لِأَنَّهَا لَا تَنْفَكُّ عَنْهُ وَلَا وَجْهَ إِلَيْهِ مَعَهَا لِأَنَّ الزِّيَادَةَ لَيْسَتْ بِمَبِيْعَةٍ فَامْتَنَعَ أَصْلًا وَلَيْسَ لِلْبَائِعِ أَنْ يَأْخُذَهُ لِأَنَّ الْامْتِنَاعَ لِحَقِّ الشَّرْعِ لَا لِحَقِّهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) عبارت کی اطمینان بخش تشریح کیجیے۔

(ج) بتائے کہ رجوع بالنقصان کی کیا صورت ہوگی؟

جواب (الف)

ترجمہ: پھر اگر کپڑا کاٹ کر اس کو سلایا یا اس کو سرخ رنگ میں رنگا یا ستو کو گھی کے ساتھ ملایا پھر کسی عیب پر واقف ہوا، تو اس کا نقصان واپس لے کیونکہ زیادتی کی وجہ سے بیع واپس کرنا ممتنع ہے اس لئے اصل بیع میں بغیر زیادتی کے فسخ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ زیادتی اس سے جدا نہیں ہوسکتی ہے اور زیادتی کے ساتھ بھی فسخ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ زیادتی مبیع نہیں ہے اس لئے واپس کرنا بالکل ممتنع ہوگیا، اور بائع کو زیادتی کے ساتھ مبیع لینے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ واپسی کا ممتنع ہونا حق شرع کی وجہ سے ہے نہ کہ بائع کی حق کی وجہ سے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

عبارت کی تشریح:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے کپڑا کاٹ کر سلالیا یا اس کپڑے کو سرخ رنگ میں رنگا دیا یا ستو خرید کر اس میں گھی یا مکھن ملادیا پھر اس عیب پر واقف ہوا جو بائع کے پاس پیدا ہوا تھا، تو مشتری نقصان عیب واپس لے سکتا ہے، کیونکہ مبیع کے ساتھ ایک زائد چیز مخلوط ہونے کی وجہ سے مبیع کا واپس کرنا ممتنع ہو گیا۔ اس طور پر کہ اصل مبیع میں بیع یا تو بغیر زیادتی کے فسخ کرے گا یا زیادتی کے ساتھ۔ اور یہ دونوں صورتیں ممکن نہیں ہیں، اول تو اس لئے کہ شئی زائد اصل مبیع سے جدا نہیں ہوسکتی ہے پس بغیر شئی زائد کے اصل مبیع بیع فسخ کرنا کس طرح ممکن ہوسکتا ہے۔

اور دوسری صورت اسلئے ممکن نہیں ہے کہ شئی زائد مبیع نہیں ہے اور "فسخ بیع" مبیع کے اندر ہوتا ہے غیر مبیع کے اندر نہیں ہوتا۔ اس لئے زیادتی کے ساتھ فسخ کرنا بھی ممکن نہ ہوگا۔ پس جب بیع فسخ کرکے مبیع واپس کرنا بالکل ممتنع ہو گیا تو مشتری سے ضرر دور کرنے کے لئے مشتری کو نقصان عیب واپس لینے کا مجاز قرار دیا گیا ہے۔

(ج)

رجوع بالنقصان کی صورت:

بائع سے نقصان عیب لینے کی صورت یہ ہے کہ اگر ثمن ادا نہیں کیا تو اس عیب کے بقدر ثمن کم کردے گا اور اگر ثمن ادا کرچکا تو اس عیب کے بقدر ثمن واپس لے لے۔ (احسن الہدایہ/۸/ص/۱۲۳)۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثانی رص ۱۰۶

وَمَنْ بَاعَ إِنَاءَ فِضَّةٍ ثُمَّ افْتَرَقَا وَقَدْ قَبَضَ بَعْضَ ثَمَنِهِ بَطَلَ الْبَيْعُ فِيمَا لَمْ يَقْبِضْ وَصَحَّ فِيمَا قَبَضَ وَكَانَ الْإِنَاءُ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا، لِأَنَّهُ صَرْفٌ كُلُّهُ فَصَحَّ فِيمَا وُجِدَ شَرْطُهُ وَبَطَلَ فِيمَا لَمْ يُوجَدْ وَالْفَسَادُ طَارٍ لِأَنَّهُ يَصِحُّ ثُمَّ يَبْطُلُ بِالْافْتِرَاقِ فَلَا يَشِيعُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) بیع صرف کی تعریف اور اس کی شرائط تحریر کیجئے۔

(ج) عبارت کی تسلی بخش تشریح کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور اگر کسی نے چاندی کا برتن فروخت کیا پھر دونوں جدا ہو گئے حالانکہ بائع بعض ثمن پر قبضہ کر چکا ہے تو اس حصہ میں جس پر بائع نے قبضہ نہیں کیا ہے۔ بیع باطل ہو جائے گی اور جس پر قبضہ کر چکا ہے اس میں بیع صحیح ہو جائے گی اور برتن بائع اور مشتری کے درمیان مشترک ہو جائے گا کیونکہ یہ پورا عقد صرف ہے، پس جس قدر میں صرف کی شرط پائی گئی اس میں عقد صحیح ہو گیا اور جس میں شرط نہیں پائی گئی اس میں باطل ہو گیا اور فساد چونکہ طاری ہے کیونکہ عقد صحیح ہو کر افتراق کی وجہ سے پھر باطل ہو گا، اس لئے فساد نہیں پھیلے گا۔

(ب)

بیع صرف کی تعریف اور شرائط:

بیع الصرف: صرف بیع کی ایسی قسم ہے جس میں ثمن کے عوض ثمن کا معاملہ کیا جاتا ہے "الصرف اسم لنوع بیع وھو مبادلۃ الاثمان بعضھا ببعض" (البنایہ رص: ۸/۳۹۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بیع صرف کا شرط:

بیع صرف کا شرط یہ ہے کہ افتراق سے پہلے عوضین پر قبضہ کرنا ضروری ہے
"ولابدمن قبض الاعوضین قبل الافتراق بالابدان باجماع العلماء" (بنایہ ۳۹۵/۸)

(ج)

عبارت کی تشریح:

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی نے چاندی کا برتن فروخت کیا پھر مشتری نے ثمن میں سے بعض حصہ ادا کر دیا اس کے عاقدین ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو اب حکم یہ ہے کہ جتنے ثمن پر بائع نے قبضہ کیا ہے اتنی مقدار میں برتن میں بیع درست ہوگی اور مبیع کا جو حصہ ثمن سے خالی ہے اس حصہ میں بیع باطل ہو جائے گی کیونکہ یہ عقد مکمل طور پر عقد صرف ہے اور عقد صرف کی صحت کے لئے مجلس عقد میں عوضین پر قبضہ کرنا شرط ہے اور وہ مبیع بائع اور مشتری کے درمیان مشترک ہوگی کیونکہ جس میں بیع درست ہوتی ہے وہ حصہ مشتری کا مملوک ہے اور جس حصہ میں بیع باطل ہوئی ہے وہ حصہ بائع کی ملکیت میں ہے اس لئے مبیع دونوں کے درمیان مشترک ہوگی۔

اور "الفساد طار" سے ایک سوال مقدر کا جواب دیا گیا ہے:

سوال: یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں جب نصف برتن پر قبضہ نہ کرنے کی وجہ سے اس میں بیع فاسد ہے تو یہ فساد پورے عقد میں پھیلے گا اور حصہ مقبوضہ میں بھی بیع درست نہیں ہوگی۔

جواب: یہ ہے کہ فساد کی دو قسمیں ہیں (۱) فساد اصلی (۲) فساد طاری۔

فساد اصلی: ابتداء عقد میں پیدا ہونے والا فساد ہے اور جو فساد درمیان عقد میں پیدا ہوا ہے اس کو فساد طاری کہتے ہیں ان دونوں میں سے فساد اصلی پورے عقد میں پھیل جاتا ہے لیکن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فسادطاری پورے عقد میں نہیں پھیلتا ہے بلکہ بقدر مفسد ہی رہتا ہے اور یہاں ایک حصہ میں عقد صحیح ہے اس لئے فسادطاری ہوگا لہٰذا بقدر مفسد ہی محدود رہے گا پورے عقد میں نہیں پھیلے گا۔

سوال ثالث/ص ۴۱۳

وَاِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الشُّرَكَاءِ يَنْتَفِعُ بِنَصِيْبِهٖ قَسَمَ بِطَلَبِ اَحَدِهِمْ لِاَنَّ الْقِسْمَةَ حَقٌّ لَازِمٌ فِيْمَا يَحْتَمِلُهَا عِنْدَ طَلَبِ اَحَدِهِمْ وَاِنْ كَانَ يَنْتَفِعُ اَحَدُهُمَا وَيُسْتَضَرُّبِهِ الْآخَرُ لِقِلَّةِ نَصِيْبِهٖ فَاِنْ طَلَبَ صَاحِبُ الْكَثِيْرِ قَسَمَ وَاِنْ طَلَبَ صَاحِبُ الْقَلِيْلِ لَمْ يُقْسَمْ لِاَنَّ الْاَوَّلَ مُنْتَفِعٌ بِهٖ فَاعْتُبِرَ طَلَبُهٗ وَالثَّانِيْ مُتَعَنِّتٌ فِيْ طَلَبِهٖ فَلَمْ يُعْتَبَرْ۔

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ''ما یقسم'' اور ''مالا یقسم'' کا مطلب واضح کیجئے۔

(ج) پھر عبارت کی تشریح کی جیئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور جب شرکاء میں سے ہر ایک اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکتا ہے تو قاضی ان میں سے ایک کی طلب پر تقسیم کر دے گا اس لئے کہ ان چیزوں کو تقسیم کرنا جو تقسیم کا احتمال رکھتی ہے ان میں سے کسی ایک کی طلب پر حق لازم ہے اور اگر ان میں سے ایک نفع اٹھا سکتا ہے اور دوسرے کو اپنے حصہ کے کم ہونے کی وجہ سے ضرر ہوگا تو اگر صاحب کثیر طلب کرے تو قاضی تقسیم کر دے گا اور اگر صاحب قلیل تقسیم کو طلب کرے تو قاضی تقسیم نہیں کرے گا اس لئے کہ اول تو اپنے حصہ سے منتفع ہو سکتا ہے لہٰذا اس کی طلب کا اعتبار کیا جائے گا اور دوسرا اپنی طلب میں بربادی چاہنے والا ہے تو اس کی طلب معتبر نہ ہوگی۔

(ب)

قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کا مطلب۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قابل قسمت کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین یا مکان وغیرہ تقسیم کے بعد قابل انتفاع ہوتو وہ قابل قسمت ہے۔

غیر قابل قسمت کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین یا مکان وغیرہ تقسیم کے بعد قابل انتفاع نہ رہے تو وہ غیر قابل قسمت ہے۔ (تفہیم الہدایہ)

(ج) عبارت کی تشریح:

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب ہر شریک کو اپنے حصے سے انتفاع کا مکمل اختیار ہے تو اگر ایک جنس کی کوئی چیز چند آدمیوں کے درمیان مشترک ہو تو ان میں سے کسی ایک کی درخواست پر قاضی اسے تقسیم کردے گا اور اگر کوئی تقسیم کا منکر ہے تو اس پر جبر بھی کیا جائے گا کیونکہ قابل قسمت چیزوں میں تقسیم حق لازم ہے لہٰذا ایک شریک کے مطالبے پر قاضی کو تقسیم کرنا پڑے گا۔

اگر ایک زمین کے دو شریک ہیں ان میں سے ایک کا حصہ زیادہ ہے اور دوسرے کا بہت کم کہ تقسیم کے بعد قابل انتفاع نہیں رہ جائے گا اب اگر ان میں سے کوئی تقسیم کا مطالبہ کرے تو کیا شکل ہوگی اگر زیادہ حصے والا تقسیم کا مطالبہ کرتا ہے تو تقسیم ہوگی ورنہ نہیں یہ قدوری میں مذکور ہے اس لئے کہ صاحب کثیر کو طلب سے فائدہ ہوگا کہ اسے اپنے حصے سے بھرپور نفع ہوگا یہی وجہ ہے کہ اسکی طلب معتبر ہوگی اور صاحب قلیل تقسیم کا مطالبہ کرکے اپنی بربادی کو دعوت دینا چاہتا ہے اس لئے کہ اس کی طلب معتبر نہیں ہوگی اور اس کے مطالبے پر تقسیم عمل میں نہیں آئے گی۔ (احسن الہدایہ ۱۳/۱۳۶)

سوال رابع رص ۴۶۱

وَتَنْظُرُ الْمَرْأَةُ مِنَ الْمَرْأَةِ اِلٰی مَایَجُوْزُ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّنْظُرَ اِلَیْهِ مِنَ الرَّجُلِ لِوُجُوْدِ الْمُجَانَسَةِ وَاِنْعِدَامِ الشَّهْوَةِ غَالِبًا كَمَافِیْ نَظَرِ الرَّجُلِ اِلَی الرَّجُلِ وَكَذَا الضُّرُوْرَةُ قَدْ تَحَقَّقَتْ اِلَی الْاِنْكِشَافِ فِیْمَابَیْنَهُنَّ وَعَنْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّ نَظَرَ الْمَرْأَةِ كَنَظَرِ الرَّجُلِ اِلٰی مَحَارِمِهٖ بِخِلَافِ نَظَرِهَا اِلَی الرَّجُلِ لِاَنَّ الرِّجَالَ يَحْتَاجُوْنَ اِلٰی زِيَادَةِ الْاِنْكِشَافِ لِلْاِشْتِغَالِ بِالْاَعْمَالِ وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) پھر تشفی بخش تشریح کی جیئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور دیکھے عورت سے اس حصہ کو کہ جائز ہے مرد کے لیے کہ دیکھے اس کی جانب مرد کے مجانست پائے جانے کی وجہ سے اور شہوت نہ ہونے کی وجہ سے غالباً جیسا کہ مرد کے دیکھنے میں مرد کی جانب اور ایسے ہی ضرورت متحقق ہے ان کے درمیان انکشاف کی جانب اور ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ عورت کا عورت کی جانب مرد کے دیکھنے کے مثل ہے اپنے محارم کی جانب بخلاف عورت کے دیکھنے کے مرد کی جانب اس لئے کہ مرد زیادہ انکشاف کے محتاج ہیں کاموں میں اشتغال کی وجہ سے اور اول اصح ہے۔

(ب)

عبارت کی تشریح:

مرد دوسرے مرد کے بدن کا جتنا حصہ دیکھ سکتا ہے اتنا ہی ایک عورت دوسری عورت کا دیکھ سکتی ہے کیوں کہ یہ ہم جنس ہیں اور عموماً شہوت نہیں ہوتی جیسے مرد کے دیکھنے میں دوسرے مرد کی جانب اور اس لئے بھی کہ عورتیں آپس میں اتنے بدن کا کھولنے کی حمام وغیرہ میں ضرورت محسوس کرتی ہے لہٰذا اس کی اجازت ہوگی۔

حضرت امام صاحبؒ سے روایت ہے کہ عورتوں کا حکم آپس میں ایسا ہے جیسا کہ مرد کا حکم ہے اپنی محارم کے بارے میں یعنی پیٹ اور کمر دیکھد یکھنے کا عدم جواز، البتہ عورت مرد کا پیٹ اور کمر دیکھ سکتی ہے کیوں کہ مرد کاموں میں اشتغال کی وجہ سے زیادہ انکشاف کے محتاج ہیں مگر پہلا قول اصح ہے یعنی عورت کے لئے جواز ہے کہ وہ دوسری عورت کی کمر اور پیٹھ دیکھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۳ھ

سوال اول رص ر ۲۹

وَأُجْرَةُ الْكَيَّالِ وَنَاقِدِالثَّمَنِ عَلَى الْبَائِعِ أَمَّا الْكَيْلُ فَلَابُدَّمِنْهُ لِلتَّسْلِيمِ وَهُوَ عَلَى الْبَائِعِ وَمَعْنَى هٰذَااِذَابِيعَ مُكَايَلَةً وَكَذَا أُجْرَةُ الْوَزَّانِ وَالذَّرَّاعِ وَالْعَدَّادِوَأَمَّا النَّقْدُ فَالْمَذْكُورُ رِوَايَةُ ابْنِ رُسْتُم عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِأَنَّ النَّقْدَ يَكُونُ بَعْدَ التَّسْلِيمِ أَلَاتَرٰى أَنَّهُ يَكُونُ بَعْدَ الْوَزْنِ وَالْبَائِعُ هُوَالْمُحْتَاجُ إِلَيْهِ لِيُمَيِّزَ مَاتَعَلَّقَ بِهٖ حَقُّهُ مِنْ غَيْرِهٖ أَوْ لِيَعْرِفَ الْمَعِيبَ لِيَرُدَّهُ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ سَمَاعَةَ عَنْهُ عَلَى الْمُشْتَرِي.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) عبارت کی تشریح کرتے ہوئے بتایئے کہ نقدِ ثمن سے کیا مراد ہے؟ اور نقد ثمن کی اجرت میں کیا اختلاف ہے؟ دلیل کے ساتھ تحریر کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ : اور ناپنے والے، ثمن پرکھنے والے کی اجرت بائع پر واجب ہے ناپنے کی اجرت تو اس لئے واجب ہے کہ مشتری کو مبیع سپرد کرنے کے واسطے مبیع کو ناپنا ضروری ہے اور سپرد کرنا بائع پر واجب ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ چیز پیمانہ کے حساب سے بیچی گئی ہو اور اسی طرح وزن کرنے والے اور گزوں سے ناپنے والے اور شمار کرنے والے کی اجرت (بھی بائع پر واجب ہے) اور ثمن پرکھنے کا بیان جو مذکور ہے وہ امام محمدؒ سے ابن رستم کی روایت ہے، کیونکہ ثمن پرکھنا تو بائع کو سپرد کرنے کے بعد ہوتا ہے، کیا نہیں دیکھتے ہو کہ وہ وزن کے بعد ہوتا ہے اور پرکھنے کی ضرورت بائع ہی کے واسطے ہے تا کہ بائع اس کو جس کے ساتھ اس کا تعلق ہوا ہے اس کے علاوہ سے ممتاز کرے یا اس لئے کہ عیب دار کو پہچان کر مشتری کو واپس کر دے، اور امام محمدؒ سے ابن سماعہ کی روایت کے مطابق ثمن پرکھنے کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اجرت مشتری پر واجب ہے۔

(ب)

عبارت کی تشریح اور نقد ثمن سے مراد اور نقد ثمن کی اجرت کے بارے میں

اختلاف:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے کیلی چیزوں کو کیل کے ذریعہ بیچا یا موزون چیز کو وزن کے ساتھ بیچا یا مذروعات میں سے کسی کو گز سے ناپ کر بیچا معدود کو شمار کر کے بیچا تو کیل کرنے اور وزن کرنے والے گزوں سے ناپنے والے اور شمار کرنے والے کی اجرت بائع پر واجب ہے، اسی طرح مشتری جو ثمن دے گا اس کے کھرا کھوٹا پرکھنے والے کی اجرت بھی بائع پر واجب ہے، کیل یا وزن وغیرہ کرنے والے کی اجرت تو بائع پر اس لئے واجب ہوگی کہ مبیع سپرد کرنا بائع پر واجب ہے اور مبیع سپرد کرنا کیل وغیرہ کرنے پر موقوف ہے اور قاعدہ ہے کہ واجب کا موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے، اس لئے کیل کرنا وزن کرنا بائع پر واجب ہوگا۔

اور جب کیل کرنا بائع پر واجب ہو تو اگر اس نے دوسرے سے کیل کرایا تو اس کی اجرت بھی بائع پر واجب ہوگی اور رہا ثمن کو پرکھنا اور اس کے کھرے کھوٹے کو دیکھنا تو امام محمدؒ سے ابن رستم کی روایت تو وہی ہے جو قدوری میں مذکور ہے کہ ثمن پرکھنے کی اجرت بائع پر واجب ہے، اور امام محمدؒ سے ابن سماعہ کی روایت یہ ہے کہ ثمن پرکھنے کی اجرت مشتری پر واجب ہے ابن رستم کی روایت کی دلیل یہ ہے کہ ثمن پرکھنا اور اس کا کھورا کھوٹا ہونا دیکھنا اس وقت ہوتا ہے جب کہ مشتری ثمن بائع کو سپرد کر دے۔

چنانچہ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ثمن پرکھنا ثمن وزن کرنے کے بعد ہوگا، اور ثمن وزن کرنے سے تسلیم متحقق ہو جاتی ہے، پس ثابت ہوا کہ ثمن پرکھنے کی ضرورت تسلیم کے بعد ہی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پیش آئے گی، اور تسلیم ثمن کے بعد کھرا کھوٹا پہچاننے کی ضرورت بائع کو ہے تاکہ بائع کھرے کو جس سے اس کا حق متعلق ہے کھوٹے سے ممتاز کر سکے، یا اس لئے کہ عیب دار کو پہچان کر مشتری کو واپس کر دے، اور ابن سماعہ کی روایت کی دلیل یہ ہے کہ مشتری پر چونکہ جید ثمن (جو عقد بیع میں متعین کیا گیا ہے) سپرد کرنا واجب ہے اور جید ہونا پرکھنے سے معلوم ہوگا جس طرح ثمن کی مقدار وزن کرنے سے معلوم ہوتی ہے اس لئے ثمن پرکھنے کی اجرت مشتری پر واجب ہوگی۔

نقدِ ثمن:

نقدِ ثمن سے مراد ثمن، دراہم، دنانیر کو پرکھنا کہ کھوٹا ہے یا نہیں۔

سوال ثانی: ر ص ر ۸۳

قَالَ وَ يَجُوزُ بَيْعُ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ مِثْلاً بِمِثْلٍ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا لَايَجُوزُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ سُئِلَ عَنْهُ اَوْ يَنْقُصُ اِذَاجَفَّ فَقِيْلَ نَعَم فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَااِذاً لَهُ اَنَّ الرُّطَبَ تَمْرٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ اُهْدِىَ اِلَيْهِ رُطَبًا اَوْ كُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَااَسَمَّاهُ تَمْرًا وَبَيْعُ التَّمْرِ بِمِثْلِهِ جَائِزٌ لِمَارَوَيْنَا ۔

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) ''بیع الرطب بالتمر'' کے سلسلہ میں جو اختلاف ہے اس کی وضاحت کر کے ہر فریق کے مذہب کو مدلل کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک پختہ تازے کو چھوارے کو پختہ خشک چھوارے کے عوض برابر بیچنا جائز ہے، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے کیونکہ جس وقت تازہ چھوارے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تازہ چھوہارہ خشک ہوکر گھٹ جاتا ہے تو عرض کیا گیا کہ ہاں، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ رطب (تازہ چھوارے) بھی تمر ہے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس خیبر کے رطب (تازہ چھوارے) ہدیہ بھیجے گئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا خیبر کے کل تمر ایسے ہی ہیں، رسول اکرم ﷺ نے رطب کو تمر فرمایا اور تمر کو تمر کے عوض برابر بیچنا حدیث مذکور کی وجہ سے جائز ہے۔

(ب)

بیع الرطب کے سلسلہ میں اختلاف کی وضاحت:

مسئلہ یہ ہے کہ رطب کی بیع تمر کے عوض متفاضلاً یعنی کمی، زیادتی کے ساتھ بالاجماع ناجائز ہے اور متساویاً یعنی برابر، برابر حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو جائز ہے البتہ صاحبینؒ کے نزدیک ناجائز ہے، حضرت امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام محمدؒ بھی ناجائز کے قائل ہیں۔

صاحبینؒ کی دلیل:

یہ ہے کہ ایک بار رسول اکرم ﷺ سے بیع الرطب بالتمر مثلاً بمثل کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ یہ جائز ہے یا نہیں تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا رطب یعنی تازہ چھوہرہ خشک ہوکر گھٹ جاتا ہے لوگوں نے جواب میں عرض کیا کہ ہاں گھٹ جاتا ہے اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر رطب کی بیع تمر کے عوض برابر، برابر ناجائز ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیع الرطب بالتمر برابر، برابر بھی ناجائز ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی دلیل نقلی:

یہ ہے کہ ایک مرتبہ مدنی آقا ﷺ کی خدمت میں خیبر کے رطب یعنی تازہ چھوارے ہدیہ پیش کئے گئے ان کو دیکھ کر آپ نے فرمایا اوکل تمر خیبر ھکذا، کیا خیبر کے تمام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چھوارے ایسے ہی ہیں، ملاحظہ فرمایئے حضور ﷺ نے رطب کو تمر فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ رطب، تمر ہیں، اور تمر کی بیع تمر کے عوض برابر، برابر جائز ہے جیسا کہ حدیث التمر بالتمر مثلاً بمثل والفضل ربا یعنی تمر کی بیع تمر کی عوض برابر، برابر جائز ہے اس پر شاہد عدل ہے، پس ثابت ہوا کہ رطب کی بیع تمر کے عوض برابر، برابر جائز ہے۔

ابو حنیفہؒ کی عقلی دلیل:

یہ ہے کہ رطب کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو رطب، تمر ہے اور یا غیر تمر ہے اگر رطب تمر ہے تو رطب کی بیع تمر کے عوض برابر، برابر جائز ہے، کیونکہ حدیث ربوا کے اول میں گزر چکا التمر بالتمر مثلاً بمثلٍ اور اگر رطب غیر تمر ہے تو رطب کی بیع تمر کے عوض متساویاً اور متفاضلاً دونوں طرح جائز ہے، کیونکہ اسی حدیث کے آخر میں ہے اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم ۔یعنی اختلاف جنس کی صورت میں جس طرح چاہو فروخت کرو، خواہ متساویاً خواہ متفاضلاً

صاحبینؒ کی پیش کردہ حدیث کا جواب:

یہ ہے کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف اور مجہول راوی ہیں اس لئے یہ روایت حدیث مشہور کے مقابلے میں استدلال نہ ہوگی۔

سوال ثالث/ص/۳۹۵

وَتَجُوزُ الْمُنَازَعَةُ فِي الشُّفْعَةِ وَإِنْ لَمْ يُحْضِرِ الشَّفِيعُ الثَّمَنَ إِلَى مَجْلِسِ الْقَاضِي فَإِذَا قَضَى الْقَاضِي بِالشُّفْعَةِ لَزِمَهُ إِحْضَارُ الثَّمَنِ وَهٰذَا ظَاهِرُ رِوَايَةِ الْأَصْلِ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ لَا يَقْضِي حَتَّى يُحْضِرَ الشَّفِيعُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الثَّمَنَ وَهُوَ رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ لِأَنَّ الشَّفِيعَ عَسَاهُ يَكُوْنُ مُفْلِساً.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) مسئلہ کی صورت لکھ کر اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کیجئے۔

(ج) اور بتائیے کہ مصنف ؒ نے "ظاہر روایۃ الاصل" کیوں فرمایا؟ "روایۃ الاصل" کیوں نہیں کہا؟

جواب (الف)

ترجمہ: اور شفعہ کے اندر منازعت جائز ہے اگرچہ شفیع مجلس قاضی میں ثمن کو حاضر نہ کرے پھر جب قاضی نے شفعہ کا فیصلہ کر دیا تو شفیع کو لازم ہے کہ ثمن حاضر کرے اور یہی مبسوط کی روایت کا ظاہر ہے اور امام محمد ؒ سے منقول ہے کہ قاضی فیصلہ نہ کرے یہاں تک کہ شفیع ثمن حاضر کر دے اور یہی ابو حنیفہ ؒ سے حسن کی روایت ہے اس لئے کہ شفیع کبھی مفلس ہوتا ہے۔

(ب)

صورت مسئلہ اور اختلاف ائمہ مع دلائل:

صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب شفیع قاضی کی عدالت میں شفعہ کے متعلق منازعہ کرنے جائے تو ثمن ساتھ لے جانا ضروری ہے یا نہیں اس سلسلے میں دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب:

یہ ہے کہ شفعہ کا فیصلہ ہونے سے پہلے شفیع پر ثمن ساتھ لے جانا ضروری نہیں ہے البتہ فیصلہ ہونے کے بعد ثمن کا حاضر کرنا ضروری ہے ظاہر الروایہ سے یہی حکم سمجھ میں آتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسرا مذہب:

یہ ہے کہ جب تک شفیع ثمن نہ لے آئے اس وقت تک قاضی شفعہ کا فیصلہ نہیں کرے گا امام محمدؒ سے یہ منقول ہے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ہوسکتا ہے شفیع قلاش ہو اور مشتری کو پریشان کرنے کے لئے اس نے احضار ثمن کے بغیر آ کر منازعہ کرلیا اس ثمن حاضر کرنے کے بعد ہی شفعہ کا فیصلہ ہوگا تاکہ مشتری کو نقصان سے بچایا جاسکے کیونکہ اگر فیصلۂ شفعہ کے بعد شفیع کی مفلسی کا پتہ چلے گا تو اس صورت میں مشتری کو ضرر ہوگا اس لئے کہ وہ بے چارہ اپنا پیسہ لگا کر اب تک خاموش تماشائی بنا رہے گا لہٰذا بہتر یہی ہے کہ احضار ثمن کے بعد ہی شفعہ کا فیصلہ کیا جائے۔ (احسن الہدایہ ۱۳/۳۹)

اختلاف ائمہ کا بیان:

(۱) مذہب یہ ہے کہ شفعہ کا فیصلہ ہونے سے پہلے شفیع پر ثمن ساتھ لے جانا ضروری نہیں ہے۔

دلیل:

یہ ہے کہ فیصلۂ شفعہ سے پہلے مشتری کو شفیع سے ثمن کے مطالبہ کرنے کا حق ہی نہیں ہے اس لئے ابھی تک تو شفیع پر ثمن لازم ہی نہیں ہے ثمن تو فیصلۂ شفعہ کے بعد لازم ہوگا یہی وجہ ہے کہ قضاء قاضی سے پہلے ثمن کی سپردگی ضروری نہیں ہے تو قبل القضاء ثمن کو لانے کی کیا ضرورت ہے۔

(۲) مذہب:

یہ ہے کہ جب تک شفیع ثمن نہ لے آئے اس وقت تک قاضی شفعہ کا فیصلہ نہیں کرے گا۔

دلیل:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہ ہے کہ ہوسکتا ہے شفیع قلاش ہو اور مشتری کو پریشان کرنے کے لئے اس نے احضار ثمن کے بغیر آ کر منازعہ کرلیا اس لیے ثمن حاضر کرنے کے بعد ہی شفعہ کا فیصلہ ہوگا تا کہ مشتری کو نقصان سے بچایا جاسکے۔

(ج)

ظاہر روایۃ الاصل کہنے کی وجہ:

اس پر صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ مبسوط کی روایت کا ظاہر اسی حکم کی جانب مشیر ہے یعنی مبسوط میں یہ مسئلہ صراحۃً ایسے مذکور نہیں، البتہ وہاں کی عبارت سے یہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ بغیر احضار ثمن کے منازعت جائز ہے کیونکہ مبسوط کی عبارت اس طرح ہے للمشتری ان یحبس الدار حتی یستوفی الثمن منہ او من ورثتہ ان مات۔

سوالات وجوابات

۱۴۳۲ھ

سوال اول رص ر۲۲

وَيَجُوزُ بِإِنَاءٍ بِعَيْنِهِ لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهُ وَبِوَزْنِ حَجَرٍ بِعَيْنِهِ لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهُ لِأَنَّ الْجَهَالَةَ لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ لِمَا أَنَّهُ يَتَعَجَّلُ فِيهِ التَّسْلِيمُ فَيَنْدُرُ هَلَاكُهُ قَبْلَهُ بِخِلَافِ السَّلَمِ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ فِيهِ مُتَأَخِّرٌ وَالْهَلَاكُ لَيْسَ بِنَادِرٍ قَبْلَهُ فَيَتَحَقَّقُ الْمُنَازَعَةُ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) عبارت کی تشریح کرتے ہوئے بتائیے کہ صاحب ہدایہ "بخلاف السلم" سے کیا کہنا چاہتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب (الف)

ترجمہ: اور ایک معروف المقدار معین برتن اور اسی طرح ایک غیر معروف المقدار معین پتھر کے عوض بیع درست ہے اس لیے کہ یہ جہالت مفضی الی المنازعت نہیں ہے، نیز اس میں فی الحال سپردگی بھی ہے تو اس ثمن (معین پتھر یا برتن) کا سپردگی مبیع سے قبل ہلاک ہونا نادر ہے، برخلاف سلم کے کیونکہ اس میں سپردگی متأخر ہوتی ہے اور اس سے پہلے ثمن کا ہلاک ہونا نادر نہیں ہے۔ لہٰذا وہاں منازعت متحقق ہے۔

(ب)

عبارت کی تشریح:

ایک متعین برتن کے ناپ کے ساتھ جس کی مقدار معلوم نہیں ہے اور ایک متعین پتھر کے وزن کے ساتھ جس کی مقدار معلوم نہیں ہے بیع کرنا درست ہے، مثلاً بقال نے کہا کہ ایک روپئے میں اس مٹکی سے چار مٹکیاں اناج دوں گا یا ایک روپئے میں اس پتھر سے ایک مرتبہ طول کر دوں گا تو اس صورت میں بیع جائز ہے اگر چہ مبیع مجہول ہے لیکن یہ جہالت ایسی نہیں ہے جو مفضی الی النزاع ہو کیوں کہ دونوں طرف سے معاملہ نقدی ہے اور یہ بات نادر الوقوع ہے کہ وہ برتن یا پتھر صرف لینے دینے میں ہلاک ہو جائے یہ صورت مفضی الی النزاع نہیں ہے اور اگر یہ مفضی الی النزاع ہو تو اس کی اصلاح ممکن ہے لہٰذا بیع درست ہوگی۔

لیکن بیع سلم میں اس طرح کا معاملہ کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ بیع سلم میں مبیع کی حوالگی ایک مدت کے بعد ہوتی ہے اور مدت متعین میں برتن اور حجر کے ہلاک ہونے کا قوی اندیشہ ہے اس لئے یہ معاملہ مفضی الی النزاع ہے جو جوازِ بیع کے لئے مانع ہے۔ (عین الہدایہ ۲/ص ۱۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام صاحب کے نزدیک جس طرح بیع سلم درست نہیں ہے اسی طرح مطلق بیع بھی درست نہیں ہے لیکن امام صاحب تمام برتنوں کے بارے میں نہیں کہتے بلکہ صرف زنبیلی اور جوالق وغیرہ کے بارے میں عدم جواز کے قائل ہیں لیکن صاحب کتاب مطلق بیع کے بارے میں قول اول کو راجح قرار دیتے ہیں۔

دلیل:

امام صاحب کی یہ ہے جوالق اور زنبیل میں کمی زیادتی کا احتمال ہے تو یہ صورت مفضی الی النزاع ہوجائے گی قول اول کو راجح قرار دینے والوں کی دلیل یہ ہے کہ یہ معاملہ مفضی الی النزاع نہیں ہے اس لئے درست ہے اور مبسوط میں ہے کہ اگر کسی نے کسی معین برتن سے کوئی چیز خریدی ہاتھ در ہاتھ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور بیع مجازفہ بھی درست ہے یعنی اندازہ اور اٹکل سے بیع کرنا تو یہ برتن اور حجر والی صورت تو بدرجہ اولی جائز ہوگی ۔(البنایہ: ج/۸/ص/۲۰)

بخلاف السلم کی وضاحت:

بیع سلم میں یہ معاملہ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ بیع سلم میں بیع کی حوالگی ایک مدت کے بعد ہوتی ہے اور اس دوران اس برتن کے ہلاک ہونے اور اس حجر کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور اس کے ہلاک ہونے کی صورت میں یہ معاملہ مفضی الی النزاع ہوجائے گا اس لئے بیع سلم میں یہ معاملہ کرنا درست نہیں ہے۔(احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۲۶)

سوال ثانی:

یہ سوال مکمل مع جواب ۱۴۳۴ھ میں گزر چکا ہے۔

سوال ثالث

یہ سوال بھی ۱۴۳۴ھ کے سوال ثالث کے تحت گزر چکا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۰ھ

سوال اول رص ر ۳۰

وَخِيَارُ الْمُشْتَرِیْ لَايَمْنَعُ خُرُوْجَ الْمَبِيْعِ عَنْ مِلْكِ الْبَائِعِ لِاَنَّ الْبَيْعَ فِیْ جَانِبِ الْاٰخَرِ لَازِمٌ وَهٰذَالِاَنَّ الْخِيَارَ اِنَّمَا يَمْنَعُ خُرُوْجَ الْبَدَلِ عَنْ مِلْكِهٖ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ لِاَنَّهٗ شُرِعَ نَظَرًالَهٗ دُوْنَ الْاٰخَرِ قَالَ اِلَّا اَنَّ الْمُشْتَرِیْ لَايَمْلِكُهٗ عِنْدَاَبِیْ حَنِيْفَةَ وَقَالَايَمْلِكُ لِاَنَّهٗ لَمَّا خَرَجَ عَنْ مِلْكِ الْبَائِعِ فَلَوْ لَمْ يَدْخُلْ فِیْ مِلْكِ الْمُشْتَرِیْ يَكُوْنُ زَائِلًالَاالٰی مَالِكٍ وَلَاعَهْدَلَنَابِهٖ فِی الشَّرْعِ وَلِاَبِیْ حَنِيْفَةَ اَنَّهٗ لَمَّالَمْ يَخْرُجِ الثَّمَنُ عَنْ مِلْكِهٖ فَلَوْقُلْنَا بِاَنَّهٗ يَدْخُلُ الْمَبِيْعُ فِیْ مِلْكِهٖ لَاجْتَمَعَ الْبَدَلَانِ فِیْ مِلْكِ رَجُلٍ وَاحِدٍ حُكْمًا لِلْمُعَاوَضَةِ وَلَااَصْلَ لَهٗ فِی الشَّرْعِ لِاَنَّ الْمُعَاوَضَةَ يَقْتَضِی الْمُسَاوَاةَ وَلِاَنَّ الْخِيَارَ شُرِعَ نَظَرًا لِلْمُشْتَرِیْ لِيَتَرَوّٰی فَيَقِفُ عَلَی الْمَصْلَحَةِ وَلَوْثَبَتَ الْمِلْكُ رُبَمَايَعْتِقُ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ اِخْتِيَارِهٖ بِاَنْ كَانَ قَرِيْبَهٗ فَيَفُوْتُ النَّظَرُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) زیر بحث مسئلہ میں امام صاحب اور صاحبین کے مسلک اور ان کے دلائل کی وضاحت کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور مشتری کا خیار مبیع کو بائع کی ملک سے نکلنے کو نہیں روکتا ہے کیونکہ بیع دوسری جانب میں لازم ہے اور یہ اس لئے کہ خیار، من لہ الخیار کی ملک سے خروج بدل کو روکتا ہے، کیونکہ خیار اسی پر شفقت کرنے کیلئے مشروع ہوا ہے نہ کہ دوسرے کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

واسطے، قدوری نے کہا لیکن مشتری ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس مبیع کا مالک نہ ہوگا، اور صاحبین نے فرمایا کہ مشتری اس کا مالک ہو جائے گا، کیونکہ مبیع جب بائع کی ملک سے نکل گئی اب اگر مشتری کی ملک میں داخل نہ ہوئی تو وہ بغیر مالک کے رائیگاں ہوگی، حالانکہ شرع میں ہم کو ایسا علم نہیں دیا گیا ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب مشتری کی ملک سے ثمن نہیں نکلا پس اگر ہم کہیں کہ مبیع اس کی ملک میں داخل ہوگئی تو بحکم معاوضہ دونوں بدل ایک آدمی کی ملک میں جمع ہو جائیں گے، حلانکہ شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے، کیونکہ معاوضہ، مساوات کا تقاضہ کرتا ہے اور اس لئے کہ خیار مشتری، پر شفقت کرنے کیلئے مشروع ہوا ہے تاکہ غور وفکر کر کے اپنی مصلحت پر واقف ہو اور اگر ملک ثابت ہو جائے تو بسا اوقات مبیع اسکی طرف سے بے اختیار آزاد ہو جائے گی بائیں طور کہ مبیع اسکا قریبی رشتہ دار ہو تو (اس کے حق میں) خیر خواہی فوت ہو جائے گی۔

(ب)

اختلاف الأئمہ:

(ا) حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک مبیع بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل ہو جائے گی۔

دلیل:

اس لئے کہ جب مبیع بائع کی ملک سے نکل گئی اور اگر مشتری کی ملک میں داخل نہ ہو تو اس طرح مبیع ہلاک ہو جائے گی اس لئے اس کا کسی کی ملک ہونا ضروری ہے تو اس صورت میں وہ مشتری کی ملک میں ہوگی۔

(۲) حضرت امام صاحبؒ کی مذہب یہ ہے کہ مبیع بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل نہیں ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل:

یہ ہے کہ جب مشتری کو خیار ہے تو ثمن اس کی ملک سے نہیں نکلے گا اور اگر ہم مشتری کی ملک میں مبیع کے داخل ہونے کو تسلیم کرے تو ایک آدمی کی ملک میں مبیع اور ثمن دونوں کا داخل ہونا لازم آئے گا اور بیع میں مساوات ضروری ہے اور یہ مساوات کے خلاف ہے اس لئے اس کو مشتری کی ملک میں داخل قرار نہیں دیا جائے گا۔

سوال ثانی: ص ۸۲

وَلَایَجُوزُ بَیعُ الْحِنطَةِ بِالدَّقِیقِ وَلَا بِالسَّوِیقِ لِأَنَّ الْمُجَانَسَةَ بَاقِیَةٌ مِنْ وَجْهٍ لِأَنَّهُمَا مِنْ اَجْزَاءِ الْحِنطَةِ وَالْمِعْیَارُ فِیهِمَا الْکَیلُ لٰکِنَّ الْکَیلَ غَیرُ مُسَوٍّ بَینَهُمَا وَبَینَ الْحِنطَةِ لِاکْتِنَازِهِمَا فِیهِ وَتَخَلْخُلِ حَبَّاتِ الْحِنطَةِ فَلَا یَجُوزُ وَإِنْ کَانَ کَیلًا بِکَیلٍ۔

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھیے۔

(ج) دلیل کی وضاحت کرتے ہوئے اکتناز اور تخلخل کی مراد بھی واضح کیجیے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور گندم کا آٹے کے عوض بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ستو کے عوض کیونکہ مجانست من وجہ باقی ہے اس لئے کہ آٹا اور ستو دونوں گندم کے اجزاء میں سے ہیں اور ان دونوں میں معیار کیل ہے لیکن کیل ان دونوں اور گندم کے درمیان برابری نہیں کر سکتا کیونکہ آٹا اور ستو پیمانہ میں ٹھوس بھر جاتا ہے اور گندم کے دانوں کے درمیان خلا رہ جاتا ہے اس لئے جائز نہیں ہے اگر چہ بیع کیلاً بکیل ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب،ج)

عبارت کا مطلب اور دلیل:

مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک گندم کی بیع اس کے آٹے کے عوض اور گندم کی بیع اس کے ستوں کے عوض جائز نہیں ہے نہ برابر کر کے اور نہ کمی، زیادتی کے ساتھ یہی ایک قول امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام ثوریؒ کا ہے اور امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ گندم کی بیع، اس کے آٹے اور ستوں کے عوض برابر کر کے جائز ہے یہی امام احمدؒ کا قول اظہر ہے امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ گندم کا آٹا اور ستو بعینہ گندم ہے صرف اتنا فرق ہے کہ گندم کے اجزاءِ متفرقہ کا نام آٹا اور ستو ہے اور اجزاءِ مجتمعہ کا نام حنطہ اور گندم ہے، پس آٹا اور ستو گندم کے چھوٹے چھوٹے دانوں کے مشابہ ہو گئے اور نفس گندم بڑے بڑے دانوں کے مشابہ ہو گیا اور گندم کے بڑے بڑے دانوں کو چھوٹے چھوٹے دانوں کے عوض کیل اور پیمانہ کے ذریعہ برابر کر کے فروخت کرنا چونکہ جائز ہے، اس لئے گندم کو آٹے اور ستو کے عوض برابر کر کے بیچنا بھی جائز ہو گا۔

ہماری دلیل:

یہ ہے کہ گندم اور اس کے آٹے کے درمیان من وجہ ہم جنس ہونا موجود ہے اور من وجہ موجود نہیں ہے مجانست موجود تو اس لئے ہے کہ گندم کو پیسنے سے صرف گندم کے اجزاء متفرق ہو جاتا ہیں اور شئی مبیع تفریق اجزاء کی وجہ سے دوسری شئی نہیں ہو جاتی بلکہ سابقہ شئی ہی باقی رہتا ہے۔ پس پسنے سے پہلے جو چیز تھی پسنے کے بعد بھی وہی چیز باقی ہے اور مجانست غیر موجود اس لئے ہے کہ جنس کا اختلاف نام، صورت اور معنی کے اختلاف سے متحقق ہوتا ہے جیسے گندم اور جو کے درمیان اختلاف جنس ہے کیونکہ دونوں کا نام بھی مختلف ہے، صورت بھی مختلف ہے اور معانی اور منافع بھی مختلف ہے، پس اسی طرح اس صورت میں پسنے سے پہلے گندم نام تھا اور پسنے کے بعد آٹا یا ستو ہو گیا تو گویا دونوں کا نام مختلف ہیں کیونکہ گندم کو بھون کر چبایا جاتا ہے اور آٹے اور ستو کے درمیان من وجہ مجانست زائل ہو گئی اور من وجہ زائل نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوئی بلکہ باقی ہے تو گویا مجانست کے زائل ہونے میں شک واقع ہوگیا، حالانکہ مجانست کا موجود ہونا یقینی تھا اور یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا، اس لئے کہا گیا کہ مجانست زائل نہیں ہوئی بلکہ باقی ہے پس گندم اور اس کے آٹے کے درمیان اور گندم اور ستو کے درمیان اتحاد جنسی اور اتحاد قدر دونوں پائے گئے اور جب قدر مع الجنس دونوں پائے گئے تو تفاضل اور شبہ تفاضل دونوں حرام ہوں گے اور برابری کے ساتھ بیع جائز ہوگی لیکن گندم اور آٹے اور ستو ناپنے کا پیمانہ کیل ہوتا ہے اور کیل کے ذریعہ گندم اور اسکے آٹے اور ستو کے درمیان برابری پیدا کرنا ممکن ہے کیونکہ پیمانے میں آٹے کو ٹھوس ٹھوس کر بھرا جاسکتا ہے مگر گندم کے دانوں کے درمیان چونکہ خلا باقی رہتا ہے، اس لئے اس کو ٹھوس کر نہیں بھرا جاسکتا ہے پس جب گندم کا ایک کیل، آٹے کے ایک کیل کے عوض بیچا جائے گا تو ان دونوں کے درمیان کمی زیادتی کا شبہ باقی رہتا جائے گا یعنی آٹا زائد ہوگا اور گندم کم ہوگا ، اور اموال ربویہ یعنی قدر مع الجنس پائے جانے کی صورت میں جس طرح حقیقتاً ربوا یعنی کمی زیادتی حرام ہے اسی طرح ربوا کا شبہ بھی حرام ہے، اس لئے گندم کی بیع آٹے اور ستو کے عوض ناجائز قرار دی گئی اگر چہ کیل کے ذریعہ دونوں عوضوں کو برابر کر دیا گیا ہو۔

اکتناز: سے مراد کسی چیز کو مثلاً آٹے وغیرہ کو ٹھوس ٹھوس کر بھرنا۔

اور **تخلخل:** کا معنی خلا باقی رہنا یہاں مراد گندم کے دانوں کے درمیان خلا باقی رہنا کیونکہ گندم کے دانے ایسے ہیں جسکو ٹھوس ٹھوس کر نہیں بھرا جاسکتا ہے۔

سوال ثالث: ص/۳۹۸

وَإِذَا حَطَّ الْبَائِعُ عَنِ الْمُشْتَرِیْ بَعْضَ الثَّمَنِ یَسْقُطُ ذَالِکَ عَنِ الشَّفِیْعِ وَإِنْ حَطَّ جَمِیْعَ الثَّمَنِ لَمْ یَسْقُطْ عَنِ الشَّفِیْعِ لِأَنَّ حَطَّ الْبَعْضِ یَلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ فَیَظْهَرُ فِیْ حَقِّ الشَّفِیْعِ لِأَنَّ الثَّمَنَ مَابَقِیَ، وَکَذَا إِذَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حَطَّ بَعْدَ مَا أَخَذَهَا الشَّفِيْعُ بِالثَّمَنِ يُحَطُّ عَنِ الشَّفِيْعِ حَتّٰى يَرْجِعَ عَلَيْهِ بِذَالِكَ الْقَدْرِ بِخِلَافِ حَطِّ الْكُلِّ لِأَنَّهُ لَايَلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ بِحَالٍ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) عبارت میں مذکورہ تمام مسائل کی مع دلیل وضاحت کیجیے۔

جواب (الف)

ترجمہ : اور جب بائع نے مشتری سے کچھ ثمن کم کر دیا تو وہ شفیع کے لئے ساقط ہو جائے گا اور اگر بائع نے سارا ثمن کم کر دیا تو یہ کمی شفیع کے اوپر سے ساقط نہ ہوگی اس لئے کہ بعض کو کم کر دینا اصل عقد کے ساتھ لاحق ہوتا ہے تو یہ کمی شفیع کے حق میں ظاہر ہوگی اس لئے کہ باقی بچ گیا وہ ثمن ہے اور ایسے ہی جبکہ بائع نے کم کر دیا بعد اس کے کہ شفیع اس کو لے چکا ہے ثمن کے بدلے میں کم کر دیا جائے گا (وہ ثمن) شفیع سے یہاں تک کہ شفیع مشتری پر رجوع کرے گا اسی مقدار کے مطابق بخلاف کل کو کم کر دینے کے اس لئے کہ کمی کسی بھی حال میں اصل عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگی۔

(ب)

عبارت میں مذکور تمام مسائل کی مع دلیل وضاحت:

جب بائع نے مشتری کے ذمہ سے کچھ ثمن کم ادا کر دیا تو یہ شفیع کے ذمے سے بھی ساقط ہو جائے گا اور اگر پورا ثمن کم کر دیا (معاف کر دیا) تو شفیع کے ذمی سے کچھ بھی ساقط نہیں ہوگا اس لئے کہ اگر بعض ثمن کو ساقط کرتا ہے تو اسکے بعد بھی ثمن کا نام باقی ہے اور شفیع ثمن ہی دیکر شفعہ لیتا ہے لہٰذا اس صورت میں یہ کمی اس کے حق میں بھی ظاہر ہوگی اور اسے مکان ملے گا لیکن جب بائع نے پورا ثمن معاف کر دیا تو اب یہاں ثمن کا نام ونشاں ہی نہیں رہا اس لئے کہ جب پورا ثمن معاف ہو گیا تو کمی کس میں سے ہوگی اب یا تو وہ مکان بائع کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طرف سے ہبہ ہے یا پھر بیع بلاثمن ہے اور شفعہ نہ تو ہبہ میں ملتا ہے نہ ہی بیع بلاثمن میں اس لئے کہ یہ بیع فاسد ہے لہٰذا اگر ہم یہاں شفیع سے پورا ثمن ساقط کردیں گے تو اس کا حق ہی ختم ہوجائے گا اس لئے کہ شفیع کے حق کی رعایت کرتے ہوئے ہم نے یہاں اس کے حق میں ثمن کی کمی کو نہیں مانا اور پوری قیمت پر اسے مکان لینے کا مکلف بنایا ہے اور اگر مشتری بائع کی خاطر ثمن میں کچھ زیادتی کردے تو یہ زیادتی شفیع کے حق میں لازم نہ ہوگی اس لئے کہ زیادتی کو معتبر ماننے میں شفیع کا نقصان ہے کیوں کہ اس میں شفیع اس سے کم میں لینے کا مستحق ہے برخلاف کمی کے کیوں کہ اس میں شفیع کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔(احسن الہدایہ ۱۳/۵۵)

سوالات وجوابات

۱۴۲۹ھ

سوال اول: ص ۲۹/

وَاِذَااشْتَرَی الرَّجُلَانِ غُلَامًا عَلٰی اَنَّھُمَا بِالْخِیَارِ فَرَضِیَ اَحَدُھُمَا فَلَیْسَ لِلْاٰخَرِ اَنْ یَّرُدَّہٗ عِنْدَاَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَقَالَا لَہٗ اَنْ یَّرُدَّہٗ، وَعَلٰی ھٰذَاالْخِلَافِ خِیَارُالْعَیْبِ وَخِیَارُالرُّؤْیَۃِ لَھُمَا اَنَّ اِثْبَاتَ الْخِیَارِ لَھُمَااِثْبَاتُہٗ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا فَلَایَسْقُطُ بِاِسْقَاطِ صَاحِبِہٖ لِمَافِیْہِ مِنْ اِبْطَالِ حَقِّہٖ، وَلَہٗ اَنَّ الْمَبِیْعَ خَرَجَ عَنْ مِلْکِہٖ غَیْرَمَعِیْبٍ بِعَیْبِ الشَّرْکَۃِ فَلَوْرَدَّہٗ اَحَدُھُمَارَدَّہٗ مَعِیْبًابِہٖ وَفِیْہِ اِلْزَامُ ضَرَرٍزَائِدٍ، وَلَیْسَ مِنْ ضَرُوْرَۃِ اِثْبَاتِ الْخِیَارِ لَھُمَاالرِّضَاءُ بِرَدِّ اَحَدِھِمَالِتَصَوُّرِ اِجْتِمَاعِھِمَاعَلَی الرَّدِّ.

(الف) عبارت بااعراب نقل کرکے ترجمہ کیجئے۔

(ب) اور مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فریقین کے دلائل تحریر کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب (الف)

ترجمہ : اور جب دوآدمیوں نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ ان دونوں کو خیارِ شرط حاصل ہے، پھران دونوں میں سے ایک راضی ہوگیا توامام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسرے کو واپس کرنے کا اختیار ہے، اوراسی اختلاف پر خیارِ عیب اور خیارِ رؤیت ہے، صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں کیلئے خیار ثابت کرنا ان دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے خیار ثابت کرنا ہے، اس لئے اس کے ساتھی کے خیار ساقط کرنے سے اس کا خیار ساقط نہ ہوگا، کیونکہ اس میں اس کے حق کا باطل کرنا ہے اور امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ بائع کی ملک سے مبیع ایسی حالت میں نکلی کہ اس میں شرکت کا عیب نہیں تھا، پس اگران دونوں میں سے ایک اس کو رد کردے تو اس عیبِ شرکت کے ساتھ عیب دار کرکے واپس کرے گا، حالانکہ اس میں ضررزائد کا الزام ہے اور دونوں کیلئے خیار ثابت کرنے سے لازم نہیں آتا ہے کہ وہ ان میں سے ایک کے راضی کرنے پر راضی ہو کیونکہ دونوں کو واپس کرنے پر متفق ہونا ممکن ہے۔

(ب)

مسئلہ کی وضاحت اور فریقین کے دلائل:

صورت مسئلہ یہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک غلام اس شرط کے ساتھ خریدا کہ دونوں کیلئے خیارشرط ہے، پھران دونوں میں سے ایک بیع پر راضی ہوگیا تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسرے مشتری کا خیار باطل ہوگیا اس کو اپنے خیار کے تحت بیع رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا، اور صاحبین نے فرمایا کہ اس کے خیار باقی ہے، اسکو اپنے خیار کے تحت بیع رد کرنے کا پورا پورا اختیار ہے یہی اختلاف خیار عیب اور خیار رویت میں ہے، خیار عیب کی صورت یہ ہے کہ دو شخص نے ایک چیز بغیر دیکھے خریدی پھر دیکھ کر ایک راضی ہوگیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسرا مشتری خیار رویت کی وجہ سے اسکو واپس کر نہیں سکتا اور صاحبین کے نزدیک واپس کر سکتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صاحبین کی دلیل:

یہ ہے کہ دونوں مشتریوں کیلئے خیار کا اثبات بِرد حقیقت ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے اثبات ہے، اور جو خیار دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ثابت ہو اس کو اگر ایک نے ساقط کر دیا تو اسے دوسرے کا خیار ساقط نہیں ہوتا کیوں کہ اس میں اس دوسرے مشتری کے حق کو باطل کرنا لازم آتا ہے اور دوسرے کے حق کو باطل کرنا جائز نہیں ہے اس لئے صرف ایک کے خیار ساقط کرنے سے دوسرے کا خیار ساقط نہ ہوگا،

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل:

یہ ہے کہ مبیع بائع کی ملکیت سے ایسی حالت میں نکلی ہے کہ اس میں شرکت کا عیب نہیں تھا اب اگر ان دونوں مشتریوں میں سے فقط ایک اسکو واپس کرے تو ایسی حالت میں واپس کریگا کہ اس میں عیب شرکت ہے یعنی ایک مشتری (جس میں بیع رد نہیں کی) اور بائع کے درمیان بیع مشترک ہوگئی۔

حالانکہ اس صورت میں بائع پر ضرر زائد لازم آتا ہے اور اپنے عمل سے کسی دوسرے کو ضرر میں مبتلا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اس لئے دونوں مشتریوں میں سے ایک کے بیع پر راضی ہونے کے بعد دوسرے مشتری کو بیع رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

عبارت میں ضرر کو زائد کی قید کے ساتھ اس لئے مقید کیا ہے کہ رد کے ممتنع ہونے کی صورت میں اس مشتری کا نقصان ہوگا جو بیع پر راضی نہیں ہوا بلکہ اس کو رد کرنا چاہتا ہے، مگر رد بیع کے ممتنع ہونے کی صورت میں اس مشتری کا نقصان کم ہے اور رد کرنے کی صورت میں بائع کا نقصان زیادہ ہے اس لئے بائع کے نقصان کا لحاظ کرتے ہوئے واپس کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صاحبین کی دلیل کا جواب:

ولیس من ضرورة الخ سے صاحبین کی دلیل کا جواب ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ دونوں مشتریوں کو خیار دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ بائع ان دونوں میں سے ایک کے واپس کرنے پر بھی راضی ہو، کیونکہ دونوں کا متفق ہو کر واپس کرنا ممکن ہیں پس بائع اس بات پر راضی ہوا تھا کہ دونوں ملکر بیع پوری کریں یا دونوں متفق ہو کر واپس کرے اس پر قطعاً راضی نہیں ہوا تھا کہ ایک بیع کو پوری کرے اور دوسرا رد کرے۔

سوال ثانی: ص ۲۶/۷

وَمَنْ بَاعَ بِثَمَنٍ حَالٍّ ثُمَّ أَجَّلَهُ أَجَلًا مَعْلُومًا صَارَ مُؤَجَّلًا، أَلَا يُرٰى أَنَّهُ يَمْلِكُ إِبْرَاءَهُ مُطْلَقًا، فَكَذَا مُؤَقَّتًا، وَلَوْ أَجَّلَهُ إِلٰى أَجَلٍ مَجْهُولٍ وَإِنْ كَانَتِ الْجَهَالَةُ مُتَفَاحِشَةً كَهُبُوبِ الرِّيحِ لَا يَجُوزُ وَإِنْ كَانَتْ مُتَقَارِبَةً كَالْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ، يَجُوزُ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْكَفَالَةِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) عبارت میں ذکر کردہ مسئلوں کی مع دلیل وضاحت کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور جس شخص نے نقد ثمن کے عوض کوئی چیز فروخت کی، پھر اس نے ایک معلوم میعاد تک اسے ادھار کر دیا تو ثمن ادھار ہو جائے گا، کیا یہ نہیں معلوم کہ بائع مطلقاً مشتری کو ثمن سے بری کر دینے کا مالک ہے اسی طرح وہ ثمن کو ادھار کرنے کا بھی مالک ہوگا، اور اگر بائع نے کسی مجہول میعاد تک ادھار کیا، تو اگر جہالت متفاحش ہو مثلاً ہوا کا چلنا تو یہ جائز نہیں ہے، اور اگر جہالت متقارب ہو جیسے کھیتی کا کاٹنا، گاہنا تو یہ جائز ہے اس لئے کہ یہ کفالہ کے درجہ میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

عبارت میں ذکر کردہ مسئلوں کی بیان دلائل کے ساتھ:

اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کے عمادالدین نے عبیداللہ سے ایک چیز نقد فروخت کی اس کے بعد ایک معلوم مدت تک عمادالدین نے مشتری کو ادائے ثمن کی مہلت دیدی تو یہ درست اور جائز ہے اس لئے کہ ثمن بائع یعنی عمادالدین ہی کا حق ہے اور انسان اپنے حق میں ہر طرح کے تصرف کا مجاز ہوتا ہے لہٰذا مشتری کی آسانی کیلئے اگر بائع کچھ دنوں کی مہلت دیتا ہے تو یہ جائز ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے:

کہ ثمن بائع کا حق ہیں اور بائع مطلقاً بغیر کسی میعاد کے مشتری کو ثمن سے بری کرنے کا حق رکھتا ہے تو جب مطلق ابراء کا مالک ہے تو مؤقت ابراء کا تو وہ بدرجہ اولی مالک ہوگا۔

اور اگر بائع نے ادائے ثمن کی کوئی مجہول میعاد مقرر کی تو اسکی دو صورتیں ہیں

(۱) میعاد کی جہالت فاحش اور بعید الفہم ہوگی۔

(۲) جہالت اجل قریب الفہم ہوگی اگر پہلی صورت ہیں مثلاً بارش کا برسنا ہوا کا چلنا اس صورت میں تاجیل درست نہیں ہوگی اور بائع کو ہمہ وقت مطالبہ ثمن کا اختیار ہوگا اور اگر دوسری صورت ہے جیسے کھیتی کاٹنے یا گاہنے تک کی میعاد مقرر کرنا تو اس صورت میں بائع کی جانب سے تاجیل درست ہوگی اور حصاد یا دیاس سے پہلے اسے مطالبہ ثمن کا اختیار نہیں ہوگا اور اس تاجیل کے جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عقد کے بعد میعاد مقرر کرنا کفالہ کے درج میں ہے جس طرح کفیل کفالہ میں عقد کے بعد ایک مدت تک کے لئے ادائے ثمن وغیرہ کا ضامن ہوتا ہے اسی طرح اس میں بھی عقد کے بعد بائع مشتری کو ایک مدت تک ادائے ثمن کی ڈھیل اور مہلت دیتا ہے اور کفالہ جہالت یسیرہ کے ساتھ تو جائز ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مگر جہالت فاحشہ کے ساتھ جائز نہیں ہے

اس عبارت کے متعلق اور ایک مسئلہ: یہ ہے کہ بچہ کے مال سے قرض دینا درست نہیں ہے کیونکہ یہ ضرر محض ہے۔

سوال ثالث: ص/۳۹۶

وَمَنِ اشْتَرٰی دَارًا لِغَیْرِہٖ فَھُوَ الْخَصْمُ لِلشَّفِیْعِ لِاَنَّہٗ ھُوَ الْعَاقِدُ وَالْاَخْذُ بِالشُّفْعَةِ مِنْ حُقُوْقِ الْعَقْدِ فَیَتَوَجَّہُ عَلَیْہِ قَالَ اِلَّا اَنْ یُسَلِّمَھَا اِلَی الْمُوَکِّلِ لِاَنَّہٗ لَمْ یَبْقَ لَہٗ یَدٌ وَلَا مِلْکٌ فَیَکُوْنُ الْخَصْمُ ھُوَ الْمُوَکِّلُ، وَھٰذَا لِاَنَّ الْوَکِیْلَ کَالْبَائِعِ مِنَ الْمُوَکِّلِ عَلٰی مَا عُرِفَ فَتَسْلِیْمُہٗ اِلَیْہِ کَتَسْلِیْمِ الْبَائِعِ اِلَی الْمُشْتَرِیْ فَتَصِیْرُ الْخُصُوْمَةُ مَعَہٗ اِلَّا اَنَّہٗ مَعَ ذَالِکَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمُوَکِّلِ فَیُکْتَفٰی بِحُضُوْرِہٖ فِی الْخُصُوْمَةِ قَبْلَ التَّسْلِیْمِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اور زیر بحث مسئلہ کی مع دلیل وضاحت کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور جس نے خریدا کوئی گھر اپنے غیر کے لئے تو یہی شفیع کا خصم ہوگا اس لئے کہ عاقد یہی ہے اور شفعہ میں لینا حقوق عقد میں سے ہے تو یہ حق مشتری پر متوجہ ہوگا۔ قدوری نے کہا مگر یہ کہ وکیل اس گھر کو موکل کو سپرد کردے۔ اس لئے کہ اس کے لئے نہ قبضہ باقی رہا اور نہ ملکیت تو خصم موکل ہوجائے گا اور یہ اس لئے کہ وکیل ایسا ہے جیسے موکل کے ہاتھ فروخت کرنے والا۔ جیسا کہ معلوم ہے تو وکیل کا موکل کی جانب سونپ دینا ایسا ہے جیسے بائع کا مشتری کو سونپ دینا تو خصومت موکل کے ساتھ ہوگی مگر وہ (وکیل) موکل کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قائم مقام ہے تو تسلیم سے پہلے خصومت میں اسکے حاضر ہونے پر اکتفا کرلیا جائے گا۔

(ب)

زیر بحث مسئلہ کی وضاحت دلیل کے ساتھ:

اصول یہ ہے کہ بیع میں وکیل کی جانب ہی حقوق عقد راجع ہوتے ہیں۔لہٰذا اگر کسی نے دوسرے کا وکیل بن کر کوئی گھر خریدا اور ابھی تک موکل کے حوالہ نہیں کیا تو شفیع وکیل سے خصومت کرکے شفعہ لے سکتا ہے۔کیونکہ شفعہ میں لینا بھی عقد بیع کا ایک حق ہے اور حقوق وکیل کی جانب راجع ہوتے ہیں۔

ہاں اگر وکیل موکل کے سپرد کرچکا ہے تو اب مخاصمت وکیل کے ساتھ نہ ہوگی کیونکہ نہ اس کا قبضہ رہا اور نہ ملکیت۔کیونکہ وکیل وموکل بائع اور مشتری کے درجہ میں ہیں تو جو حکم وہاں تھا وہی وکیل اور موکل میں ہوگا،اگر سوال کیا جائے کہ جب وکیل بائع کے درجہ میں ہے تو بائع کی صورت میں تو مشتری کا حضور ضروری تھا۔کیا وکیل کے ساتھ موکل کا حضور بھی ضروری ہے اور اگر نہیں ہے تو وکیل وموکل بائع کے درجہ میں کیسے ہوگئے؟

تو ہم جواب دیں گے کہ بائع مشتری کا نائب نہیں تھا اور وکیل اپنے موکل کا نائب ہے اور جب نائب موجود ہے تو اصل کے حاضر ہونے کی کیا ضرورت ہے اس وجہ سے دونوں میں فرق ہوگیا۔اگر مشتری وکیل ہو تب بھی یہی حکم ہے اور اگر بائع وکیل ہو تب بھی یہی حکم ہے کہ شفیع بائع کے وکیل سے شفعہ طلب کرے جب تک کہ وہ اس کے قبضہ میں ہے ورنہ مشتری سے اور وصی کا بھی یہی حکم ہے کہ جب وصی نے بیچ دیا اور ابھی تک مبیع اسکے قبضہ میں ہے تو شفیع وصی سے مخاصمت کرسکتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۸ھ

سوال اول:

یہ سوال مع مکمل جواب ۱۴۲۰ھ میں گزر چکا ہے۔

سوال ثانی: ص ر۱۱۰

وَمَنْ اَعْطٰى صَيْرَفِيًّا دِرْهَمًا وَقَالَ اَعْطِنِىْ بِنِصْفِهٖ فُلُوْسًا وَبِنِصْفِهٖ نِصْفًا اِلَّا حَبَّةً جَازَ الْبَيْعُ فِى الْفُلُوْسِ وَبَطَلَ فِيْمَا بَقِىَ عِنْدَهُمَا لِاَنَّ بَيْعَ نِصْفِ دِرْهَمٍ بِالْفُلُوْسِ جَائِزٌ وَبَيْعُ النِّصْفِ بِنِصْفٍ اِلَّا حَبَّةً رِبوًا فَلَا يَجُوْزُ وَعَلٰى قِيَاسِ قَوْلِ اَبِىْ حَنِيْفَةَؒ بَطَلَ فِى الْكُلِّ لِاَنَّ الصَّفْقَةَ مُتَّحِدَةٌ وَالْفَسَادُ قَوِىٌّ فَيَشِيْعُ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(۲) اور دونوں مسلکوں کی مع دلیل وضاحت کریں نیز وعلی قیاس قول ابی حنیفۃ کو اچھی طرح واضح کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ : اور اگر کسی نے صراف کو ایک درہم دے کر کہا کہ مجھے اس کے آدھے کے عوض فلوس اور آدھے کے عوض ایک حبہ کم نصف درہم دے دے تو صاحبینؒ کے نزدیک فلوس میں یہ بیع جائز ہے اور باقی میں باطل ہے کیونکہ فلوس کے عوض نصف درہم کی بیع تو جائز ہے اور نصف درہم کی بیع حبہ کم نصف درہم کے عوض ربوا ہے اس لئے ناجائز ہے اور ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق کل میں بیع باطل ہے کیونکہ صفقہ متحد اور فساد قوی ہے، اس لئے فساد پھیل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جائے گا۔

(ب)

دونوں مسلکوں کی وضاحت نیز وعلی قیاس الخ کی تشریح:

مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے صراف کو ایک درہم دے کر کہا کہ تو مجھے اس کے نصف کے عوض فلوس دے دے اور نصف کے عوض، ایک حبہ کم نصف درہم دے دے تو صاحبین کے نزدیک فلوس میں یہ بیع جائز ہے اور ما باقی میں باطل ہے کیونکہ اس نے نصف درہم کا مقابلہ فلوس سے کیا ہے اور نصف درہم کا مقابلہ، حبہ کم نصف درہم سے کیا ہے۔ پس فلوس کے ساتھ نصف درہم کے مقابلہ میں چونکہ کوئی مانع جواز نہیں ہے۔ اس لئے فلوس کے عوض نصف درہم کی بیع تو جائز ہوگی اور حبہ کم نصف درہم کا مقابلہ نصف درہم کے ساتھ کرنے میں چونکہ ربوا ہے اس لئے اس کی بیع باطل ہوگی۔

اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کا تقاضہ یہ ہے کہ کل کے اندر بیع باطل ہو کیونکہ پورے درہم کا صفقہ تو ایک ہے اور نصف درہم میں ربوا لازم آنے کی وجہ سے فساد قوی ہے اور فساد اس لئے قوی ہے کہ ربوا کی وجہ سے جو فساد پیدا ہوگا وہ مجمع علیہ اور متفق علیہ ہے اور فساد قوی چونکہ پورے عقد میں پھیل جاتا ہے اس لیے پورا عقد فاسد ہوگا

مثلاً جب کسی نے آزاد اور غلام ملا کر فروخت کیا اور ان میں سے ہر ایک کا ثمن بیان نہیں کیا تو آزاد کی بیع میں فساد چونکہ قوی ہے اس لیے یہ فساد بالاجماع پورے عقد میں پھیل جاتا ہے۔ پس اسی طرح مذکورہ مسئلہ میں بھی پورے عقد میں فساد پھیل جائے گا اور کل کے اندر عقد باطل ہو جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث: ص ۳۹۶

وَاِذَاقُضِیَ لِلشَّفِیْعِ بِالدَّارِ وَلَمْ یَکُنْ رَاٰھَافَلَہٗ خِیَارُالرُّؤْیَۃِ وَاِنْ وَجَدَبِھَاعَیْبًافَلَہٗ اَنْ یَّرُدَّھَاوَاِنْ کَانَ الْمُشْتَرِیْ شَرَطَ الْبَرَاءَۃَمِنْہُ لِاَنَّ الْاَخْذَ بِالشُّفْعَۃِ بِمَنْزِلَۃِ الشِّرَاءِ اَلَایُرٰی اَنَّہٗ مُبَادَلَۃُ الْمَالِ بِالْمَالِ فَیَثْبُتُ فِیْہِ الْخِیَارَ ان کَمَافِی الشِّرَاءِ وَلَایَسْقُطُ بِشَرْطِ الْبَرَاءَۃِ مِنَ الْمُشْتَرِیْ وَلَابِرُؤْیَتِہٖ لِاَنَّہٗ لَیْسَ بِنَائِبٍ عَنْہُ فَلَایَمْلِکُ اِسْقَاطَہٗ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اور زیر بحث مسئلہ کی مع دلیل وضاحت کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور جب کہ شفیع کے لئے دار کا فیصلہ کر دیا گیا حالانکہ اس نے اس کو دیکھا نہیں تھا تو شفیع کیلئے خیار رویت ہے اور اگر وہ اس دار میں عیب پائے تو اس کے لئے اس کو واپس کرنے کا حق ہے اگر چہ مشتری نے عیب سے براءۃ کی شرط لگائی ہو اس لئے کہ شفعہ میں لینا خریدنے کے درجہ میں ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ مبادلۃ المال بالمال ہے۔

تو اس میں (شفعہ میں لینے میں) دونوں خیار ثابت ہوں گے جیسا کہ شراء میں اور مشتری کے براءت کی شرط لگانے سے خیار ساقط نہ ہوگا اور نہ مشتری کے دیکھنے سے اس لئے کہ مشتری شفیع کا نائب نہیں ہے تو مشتری مالک نہیں ہوگا شفیع کے خیار کو ساقط کرنے کا۔

(ب)

زیر بحث مسئلہ کی وضاحت مع دلیل:

مسئلہ یہ ہے کہ صاحب قدوری نے شفیع کیلئے خیار عیب اور خیار رویت کو ثابت کیا ہے کہ جس طرح دیکھے بغیر کوئی چیز خریدنے کے بعد اس میں عیب نظر آنے کی صورت میں مشتری کو خیار عیب و خیار رویت ملتا ہے ٹھیک اسی طرح دیکھنے سے پہلے کسی کو بطور شفعہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لینے کی صورت میں بھی شفیع کو خیار رویت حاصل ہوگا اور ایسی ہی مبیع میں عیب نظر آنے کے بعد شفیع کو واپس کرنے کا بھی اختیار ملے گا اگر چہ مشتری نے عیب سے بری ہونے کی شرط لگا دی ہو اسلئے کہ شفعہ کے طور پر مبیع کو لینا یہ خریدنے کے درجے میں ہے پھر اس میں شراء ہی کی طرح مبادۃ المال بالمال بھی موجود ہے لہٰذا جس طرح دیکھے بغیر شراء کی صورت میں خیار رویت اور خیار عیب ملتا ہے اسی طرح شفعہ میں بھی یہ دونوں خیار ملیں گے۔

"ولا یسقط بشرط البراءۃ ...... الخ سے یہ بتانا چاہتے ہے کہ مشتری کی جانب سے براءت عیب کی شرط لگانے یا رویت کا اقرار کرنے سے شفیع کے حق میں خیار کے ساقط ہونے کا وہم نہ کیا جائے اس لئے کہ خیار تو وہاں ساقط ہوتا ہے جہاں براءت کی شرط لگانے والا یا دیکھنے والا نائب اور قائم مقام ہوتا ہے اور صورت مذکورہ میں مشتری نہ تو شفیع کا نائب ہے اور نہ ہی اس کا قائم مقام لہٰذا اسکی شرط براءت یا اس کی رویت سے خیار عیب اور اسکے خیار رویت پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۷ھ

سوال اول: ص ۳۴۶

وَمَنِ اشْتَرىٰ دَارًا عَلىٰ اَنَّهُ بِالْخِيَارِ فَبِيْعَتْ دَارٌ اُخْرىٰ اِلىٰ جَنْبِهَا فَاَخَذَهَا بِالشُّفْعَةِ فَهُوَ رِضًا لِاَنَّ طَلَبَ الشُّفْعَةِ يَدُلُّ عَلىٰ اِخْتِيَارِهِ الْمِلْكَ فِيْهَا لِاَنَّهُ مَا ثَبَتَ اِلَّا لِدَفْعِ ضَرَرِ الْجِوَارِ وَذَالِكَ بِالْاِسْتِدَامَةِ فَيَتَضَمَّنُ ذَالِكَ سُقُوْطَ الْخِيَارِ سَابِقًا عَلَيْهِ فَيَثْبُتُ الْمِلْكُ مِنْ وَقْتِ الشِّرَاءِ فَيَتَبَيَّنُ اَنَّ الْجِوَارَ كَانَ ثَابِتًا وَهٰذَا التَّقْرِيْرُ يُحْتَاجُ اِلَيْهِ لِمَذْهَبِ اَبِىْ حَنِيْفَةَ خَاصَّةً.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) دلیل کی وضاحت کیجئے۔

(ج) اور بتلائے کہ صرف امام ابوحنیفہؒ ہی کے مذہب پر تقریر مذکور کی کیوں حاجت ہے اور صاحبینؒ کے مذہب پر کیوں نہیں؟

جواب (الف)

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک مکان بشرط خیار خریدا۔ پھر دوسرا مکان اس کے پہلو میں فروخت ہوا پھر اس دوسرے مکان کو مشتری نے بطور شفعہ کے لے لیا تو یہ (بیع پر) رضامندی ہے۔ کیونکہ شفعہ طلب کرنا دارِ مبیعہ میں مشتری کے ملکیت اختیار کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ شفعہ نہیں ثابت ہوا مگر پڑوس کے ضرر کو دور کرنے کیلئے اور یہ بات دائمی ملکیت طلب کرنے سے حاصل ہوگی۔ پس طلب شفعہ متضمن ہوگا کہ طلب شفعہ سے پہلی خیار ساقط ہوجائے۔ لہٰذا خریدنے کے وقت سے ملکیت ثابت ہوجائے گی اور ظاہر ہوگا کہ پڑوس ثابت تھا۔ اور اس تقریر کی احتیاج خاص طور پر ابوحنیفہؒ کے مذہب کے واسطے ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب،ج)

دلیل اور امام ابو حنیفہؒ کے تقریر کو خاص کرنے کی وجہ:

پہلے جاننا چاہیئے کہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک مکان تین دن کے خیار کی شرط کے ساتھ خریدا۔ پھر مدت خیار میں اسکے پہلو میں دوسرا مکان فروخت ہوا۔ اور مشتری نے حق کا دعویٰ کر کے اس دوسرے مکان کو لے لیا۔ تو یہ شفعہ کا دعویٰ کرنا بیع پر رضامندی کا اظہار ہے اس کی وجہ سے مشتری کا خیار ساقط ہو جائے گا۔ دلیل یہ ہے کہ مشتری کا شفعہ طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مشتری دارِ مبیعہ میں اپنی ملکیت ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ شفعہ پڑوس کا ضرر دور کرنے کیلئے ثابت ہوتا ہے اور پڑوس ثابت ہوگا خریدے ہوئے مکان میں دائمی ملکیت ثابت کرنے سے اور دائمی ملکیت ثابت کرنا ملکیت کا تقاضہ کرتا ہے۔ اور ''ملک'' خیار کے ساتھ ثابت نہیں ہوتی۔ پس خیار ساقط ہو کر خریدنے سے دارِ مبیعہ میں ملک ثابت اور ظاہر ہو جائے گا کہ دوسرے مکان کی بیع کے وقت جوار اور پڑوس ثابت تھا۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ تقریر خاص طور پر امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر ہوگی۔ کیونکہ حضرات صاحبین کے نزدیک خیارِ مشتری کی ملک میں داخل ہو جاتا ہے اس وجہ سے مشتری کیلئے دوسرے مکان کو حق شفعہ کا دعویٰ کر کے لینے میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔

سوال ثانی: ص ۱۲۹۷

وَتَصِحُّ الْحَوَالَةُ بِرِضَاءِ الْمُحْتَالِ وَالْمُحْتَالِ وَالْمُحْتَالِ عَلَيْهِ أَمَّا الْمُحْتَالُ فَلِأَنَّ الدَّيْنَ حَقُّهُ وَهُوَ الَّذِي يَنْتَقِلُ بِهَا وَالذِّمَمُ مُتَفَاوِتَةٌ فَلَابُدَّ مِنْ رِضَاهُ وَأَمَّا الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ فَلِأَنَّهُ يَلْزَمُهُ الدَّيْنُ وَلَا لُزُومَ بِدُوْنِ الْتِزَامِهِ أَمَّا الْمُحِيْلُ فَالْحَوَالَةُ تَصِحُّ بِدُوْنِ رِضَاهُ ذَكَرَهُ فِي الزِّيَادَاتِ لِأَنَّ الْتِزَامَ الدَّيْنِ مِنَ الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ تَصَرُّفٌ فِي حَقِّ نَفْسِهِ وَهُوَ لَا يَتَضَرَّرُ بِهِ بَلْ فِيْهِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نَفْعُهُ لِاَنَّهٗ لَایَرْجِعُ عَلَیْهِ اِذَالَمْ یَكُنْ بِاَمْرِهٖ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حوالہ کی تعریف کر کے ایک مثال کے ذریعہ محیل، محتال لہ محتال علیہ اور محتال بہ کی تعیین کیجئے۔

(ج) عبارت کا مطلب واضح کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ : اور حوالہ محیل محتال لہ، اور محتال علیہ کی رضامندی سے صحیح ہوتا ہے۔ بہر حال محتال لہ، تو اس لئے کہ قرضہ اسی کا حق ہے اور قرضہ، حوالہ کے ذریعہ منتقل ہو جاتا ہے اور ذمے متفاوت ہوتے ہیں۔ اس لئے محتال لہ کی رضامندی ضروری ہے اور رہا محتال علیہ تو اس لئے کہ یہ قرضہ اسی کے ذمہ لازم ہوگا اور بغیر اس کے لازم کئے لزوم نہیں ہو سکتا ہے اور رہا محیل تو حوالہ بغیر اس کی رضامندی کے صحیح ہو جاتا ہے۔ اس کو امام محمدؒ نے زیادات میں ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے کہ محتال علیہ کی طرف سے قرضہ کا التزام اپنے حق میں ایک تصرف ہے اور اس سے محیل کو کوئی ضرر بھی نہ پہنچے گا بلکہ اس میں اس کا نفع ہے کیونکہ جب محیل کے امر سے حوالہ نہ ہو تو محتال علیہ، محیل سے واپس بھی نہیں لے سکتا ہے۔

(ب)

حوالہ کی تعریف اور مثال:

حوالہ کی تعریف: مقروض کے ذمے سے محتال علیہ کے ذمے مطالبہ کو منتقل کرنے کا نام حوالہ ہے "الحوالة فی اصطلاح الفقهاء تحويل الدين من ذمة الاصيل الى ذمة المحتال عليه على سبيل التوثيق به" (البنایہ: ج ۸/ص ۴۸۵)

حوالہ کے لغوی معنی: "هو نقل الشیء من محل الى محل"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مثال: طاہر نے عمادالدین سے ایک ہزار روپے قرض لئے اب طاہر ادا نہیں کررہا ہے تو معصوم سلہتی نے اس قرض کے اداء کرنے کا ذمہ لے لیا تو اس مثال میں طاہر محیل یعنی مقروض ہے اور عمادالدین محتال لہ یعنی قرض خواہ اور معصوم محتال علیہ یعنی حوالہ قبول کرنے والا ہے اور ایک ہزار روپے محتال بہ یعنی وہ مال جس کا حوالہ کیا جاتا ہے۔

(ج)

عبارت کا مطلب:

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حوالہ کی صحت اور اس کی درستگی کے لئے محتال لہ محتال علیہ اور محیل سب کی باہمی رضامندی ضروری ہے چنانچہ محتال لہ کی رضامندی تو اس لئے ضروری ہے کہ قرض اسی کا حق ہے اور اسی کے حق کے لئے حوالہ کیا جاتا ہے اور چونکہ حوالہ کے ذریعہ یہ حق محیل کے ذمے سے محتال علیہ کے ذمے کی طرف منتقل ہوجائے گا اور محتال علیہ کئی طرح کے لوگ ہوسکتے ہیں اور سب کا ذمہ متفاوت ہوتا ہے بعض دیندار اور خداترس ہوتے ہیں ٹال مٹول کئے بغیر دین اداء کردیتے ہیں اور کچھ لوگ ٹال مٹول کرتے ہیں محتال لہ کو محتال علیہ کا علم ہونا چاہئے تاکہ وہ اپنی فہم کے مطابق محتال علیہ کی امانت ودیانت کے مطابق حوالہ پر رضامندی یا عدم رضاء کا اظہار کرسکے۔

اور صحت حوالہ کے لئے محتال علیہ کی رضامندی بھی ضروری ہے کیونکہ وہ اپنے اوپر دین کو لازم کرتا ہے اور اس کے لازم کئے بغیر دین لازم نہیں ہوگا اس لئے محتال علیہ کی رضامندی ضروری ہے۔

محیل کی رضامندی کے تعلق سے دو قول ہیں:

(۱) پہلا قول: جو امام محمد کے زیادات میں مذکور ہے کہ اگر محیل کی رضامندی شامل حال نہ ہو تو بھی حوالہ درست اور جائز ہے کیونکہ حوالہ میں محتال علیہ اپنے ذمہ قرض کو لازم کرتا ہے اور یہ اس کی ذات میں ایک تصرف ہے اور محیل کو اس سے کوئی ضرر نہیں ہے بلکہ اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کو فائدہ ہی فائدہ ہے اس لئے محیل کی رضامندی کے بغیر بھی حوالہ درست ہے کیونکہ حوالہ محیل کے حکم سے نہیں ہوگا تو ظاہر ہے کہ محتال علیہ کو اس کے اداء کردہ مال واپس لینے کا اختیار بھی نہیں ہوگا۔

دوسری روایت امام قدوری کی ہے کہ حوالہ کی صحت کے لئے محیل کی رضامندی بھی شرط اور ضروری ہے۔

سوال ثالث: ص ر ۷ ر ۴۰

وَإِذَا بَاعَ الشَّفِيعُ مَا يَشْفَعُ بِهِ قَبْلَ أَنْ يُقْضٰى لَهُ بِالشُّفْعَةِ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ لِزَوَالِ سَبَبِ الْاِسْتِحْقَاقِ قَبْلَ التَّمَلُّكِ وَهُوَ الْاِتِّصَالُ بِمِلْكِهِ وَلِهٰذَا يَزُوْلُ بِهِ وَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ بِشَرَاءِ الْمَشْفُوْعَةِ كَمَا إِذَا سَلَّمَ صَرِيْحًا أَوْ أَبْرَأَ عَنِ الدَّيْنِ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ بِهِ وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ الشَّفِيعُ دَارَهُ بِشَرْطِ الْخِيَارِ لَهُ لِأَنَّهُ يَمْنَعُ الزَّوَالَ فَبَقِيَ الْاِتِّصَالُ.

(الف) عبارت با اعراب نقل کر کے ترجمہ کیجئے۔

(ب) مایشفع بہ اور سبب استحقاق کی مراد متعین کر کے عبارت کا مطلب لکھئے نیز وھذا بخلاف الخ کی وضاحت کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور جب شفیع نے وہ گھر فروخت کر دیا جس کی وجہ سے وہ شفیع بنا تھا اس کے لئے شفعہ کا فیصلہ کئے جانے سے پہلے تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا مالک بننے سے پہلے ہی استحقاق کا سبب زائل ہونے کی وجہ سے اور وہ شفیع کی ملکیت کے ساتھ اتصال ہے اور ایسی وجہ سے زائل ہو جائے گا حق شفعہ اسے (شفیع کے اپنا گھر بیچنے کی وجہ سے) اگر چہ وہ نہ جانے دار مشفوعہ کی شراء کو جیسا کہ جب کہ شفیع نے صراحۃً دست برداری دے دی ہو یا اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے قرض سے بری کردیا ہو۔ حالانکہ وہ دین کو نہیں جانتا اور یہ اس صورت کے خلاف ہے جب کہ شفیع نے اپنا گھر فروخت کیا ہو اپنے لئے خیار کی شرط کے ساتھ اس لئے کہ یہ زوال کو روکتا ہے تو اتصال باقی ہے۔

(ب)

عبارت کا مطلب:

اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کہ نسیم ایک مکان کا مالک ہے اس کے برابر میں ندیم کا مکان ہے اور نسیم اس کا شفیع ہے اب اگر ندیم نے اپنا مکان فروخت کیا اور ابھی تک نسیم کے لئے قاضی نے شفعہ کا فیصلہ نہیں کیا تھا کہ نسیم نے بھی اپنا مکان فروخت کردیا اب نسیم کو شفعہ نہیں ملے گا اس لئے کہ دار مشفوعہ کا مالک بننے سے پہلے ہی نسیم کا سبب استحقاق ختم ہوگیا اور وہ سبب ندیم کی ملکیت سے نسیم کی ملکیت کا اتصال تھا جو ختم ہوگیا اس لئے یہاں اس کا حق شفعہ باطل ہوگیا اس لئے کہ سبب استحقاق کا زوال شئ مستحق کے زوال کو مستلزم ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ندیم نے اپنا مکان فروخت کیا اور نسیم کو اس کا علم نہ ہوسکا پھر اس نے بھی اپنا مکان فروخت کردیا تو اس کا حق شفعہ ختم ہوجائے گا اس لئے کہ اپنا حق ساقط کرنے کے لئے مسقط کا جاننا ضروری نہیں ہے اور جب علم مسقط ضروری نہیں ہے تو اس کے بغیر بھی اپنا حق ساقط کرسکتا ہے لہٰذا عدم علم شراء کے بغیر اگر نسیم نے اپنا مکان فروخت کردیا تو یہ اس کے حق میں غدر نہیں ہوگا بلکہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ دار مشفوعہ کی بیع کے بعد شفیع نے صراحتاً اپنا حق ساقط کردیا ہو ظاہر ہے کہ اس صورت میں اسے شفعہ نہیں ملے گا۔

ایسے ہی اس میں جب کہ قرض خواہ کو اپنے دین کا علم نہ ہو اور قرض دار کو بری کردے تو وہ بری ہوجائے گا اسی طرح شفعہ میں بھی یہ ہی حکم ہے اس مسئلہ کے برخلاف اگر شفیع نے اپنا مکان خیار شرط کے ساتھ فروخت کیا ہو تو اس کا حق شفعہ باطل نہیں ہوگا اس لئے کہ خیار زوال ملکیت سے مانع ہے لہٰذا اتصال بدستور باقی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"ما یشفع بہ" اور سبب استحقاق کی مراد کی تعیین:

"ما یشفع بہ" سے مراد وہ مکان ہے جس کا شفیع مالک تھا اور جس کی بناء پر حق شفعہ حاصل ہوا تھا۔

"سبب استحقاق" سے مراد شفیع کی ملکیت کا بائع کی ملکیت سے اتصال ہے یہ اتصال ملک ہی سبب استحقاق ہے "سبب الاستحقاق وهو اتصال الملک"

بخلاف ما اذا باع الخ: سے یہ بتارہے ہیں کہ شفیع نے دار مشفوعہ کے برابر والا اپنا مکان فروخت تو کردیا مگر اس نے اپنے لئے خیار شرط لگادی تو چوں کہ خیار شرط کیوجہ سے وہ مکان ابھی تک اسی کی ملکیت میں ہے اور جب مکان اس کی ملکیت میں ہے تو دار مشفوعہ سے اس کا اتصال برقرار ہے اور اتصال ہی سے شفعہ ملتا ہے لہٰذا اسے شفعہ ملے گا اس لئے کہ خیار بائع کی ملکیت کو زائل نہیں کرتا ہے "لان خیار البائع یمنع زوال الملک فبقی الاتصال وهو السبب فلاتسقط شفعته"

سوالات وجوابات

۱۴۲۶ھ

سوال اول رص ۲۹

وَمَنْ بَاعَ سِلْعَةً بِثَمَنٍ قِيْلَ لِلْمُشْتَرِىْ إِدْفَعِ الثَّمَنَ أَوَّلًا لِاَنَّ حَقَّ الْمُشْتَرِىْ تَعَيَّنَ فِىْ الْمَبِيْعِ فَيُقَدَّمُ دَفْعُ الثَّمَنِ لِيَتَعَيَّنَ حَقُّ الْبَائِعِ بِالْقَبْضِ لِمَا أَنَّهُ لَايَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِيْنِ تَحْقِيْقًا لِلْمُسَاوَاةِ ،وَمَنْ بَاعَ سِلْعَةً بِسِلْعَةٍ أَوْثَمَنًا بِثَمَنٍ قِيْلَ لَهُمَا سَلِّمَا مَعًا لِاِسْتِوَائِهِمَا فِى التَّعْيِيْنِ وَعَدَمِهِ فَلَاحَاجَةَ إِلٰى تَقْدِيْمِ اَحَدِهِمَا فِى الدَّفْعِ.

(الف) عبارت باعراب نقل کرکے ترجمہ کیجئے۔

(ب) مطلب کی وضاحت کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)اور بتلائیے کہ یہاں ثمن سے مال کی کون سی قسم مراد ہے اور بیع الثمن بالثمن کا اصطلاحی نام کیا ہے تحریر کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور جس شخص نے ثمن کے عوض کوئی سامان فروخت کیا، تو مشتری سے کہا جائے گا کہ پہلے ثمن ادا کرو۔ اس لئے کہ مشتری کا حق مبیع میں متعین ہو چکا ہے، لہٰذا ادائیگی ثمن کو مقدم کیا جائے گا تا کہ قبضہ سے بائع کا حق بھی متعین ہو جائے۔ اس لئے کہ ثمن متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا (اور ادائیگی ثمن کی تقدیم کا حکم) برابری ثابت کرنے کیلئے ہے اور جس شخص نے سامان کو سامان کے عوض یا ثمن کو ثمن کے عوض فروخت کیا تو دونوں سے کہا جائے گا کہ ایک ساتھ سپرد کرو۔ تعیین اور عدم تعیین میں دونوں کے برابر ہونے کی وجہ سے۔ لہٰذا ادائیگی میں کسی ایک کو مقدم کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

(ب)

عبارت کا مطلب:

عبارت میں دو مسئلہ بیان کئے گئے ہیں:

(ا) اگر کسی نے ثمن یعنی دارا ہم و دنانیر کے عوض کوئی سامان فروخت کیا اور عاقدین ادائیگی میں اختلاف کرنے لگے اس صورت میں تقدیم ادا کا مکلف کون ہوگا۔ فرماتے ہیں اس صورت میں دو باتیں قابل غور ہیں (ا) عقد بیع سے مبیع میں مشتری کا حق متعین ہو جاتا ہے اور محض عقد سے ثمن میں بائع کا حق متعین نہیں ہوتا تو نفس عقد سے مشتری کو ایک طرح کا تقدم حاصل ہو جاتا ہے اور بیع میں مساوات ضروری ہے لہٰذا مشتری کو اس بات کا مکلّف بنایا جائے گا کہ وہ ثمن کی ادائیگی کرے تا کہ اس پر قبضہ کرنے کے بعد بائع کا حق بھی ثمن سے متعلق ہو جائے۔ اب مساوات کو ثابت کرنے کے لئے مشتری کو ثمن کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ادا کرنے کا پہلے مکلّف بنایا جائے گا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ثمن کو ثمن کے عوض اور سامان کو سامان کے عوض فروخت کیا تو ان دونوں صورتوں میں کسی کو بھی پہلے ادا کرنے کا مکلّف نہیں بنایا جائے گا وجہ اس کی یہ ہے کہ ثمن کے عوض ثمن کی

صورت میں عدم تعین میں دونوں برابر ہیں اور سامان کے عوض کی صورت میں دونوں تعین حق میں برابر ہے اس لئے ان دونوں صورتوں میں کسی کو بھی تقدم حاصل نہیں ہوگا اور پہلے مسئلہ میں مشتری کو ایک طرح کا تقدم حاصل ہوگا اس لئے اس کو ادائے ثمن کا مکلف بنایا جائے گا لیکن دوسرے مسئلہ میں کسی کو کوئی تقدم حاصل نہیں ہوگا اس لئے کسی کو بھی پہلے ادائیگی کا مکلّف نہیں بنایا جائے گا۔

(ج)

ثمن سے مراد اور بیع الثمن بالثمن کا اصطلاحی نام:

یہاں ثمن سے مراد: دراہم ودنانیر وغیرہ ہیں اور بیع الثمن بالثمن کو اصلاح میں بیع الصرف کہتے ہیں۔

سوال ثانی: ص ۱۱۶/

وَالْمَكْفُولُ لَهُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ طَالَبَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْاَصْلُ وَاِنْ شَاءَ طَالَبَ كَفِيْلَهُ لِاَنَّ الْكَفَالَةَ ضَمُّ الذِّمَّةِ اِلَى الذِّمَّةِ فِى الْمُطَالَبَةِ وَذَالِكَ يَقْتَضِىْ قِيَامَ الْاَوَّلِ لَا الْبَرَاءَةَ عَنْهُ اِلَّا اِذَا شَرَطَ فِيْهِ الْبَرَاءَةَ فَحِيْنَئِذٍ تَنْعَقِدُ حَوَالَةً اِعْتِبَارًا لِّلْمَعَانِىْ كَمَا اَنَّ الْحَوَالَةَ بِشَرْطِ اَنْ لَا يَبْرَءَ بِهَا الْمُحِيْلُ يَكُوْنُ كَفَالَةً.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت با اعراب نقل کرکے ترجمہ کیجئے۔

(ب) کفالت کی تعریف اور الاصل کی مراد لکھکر ایک مثال کے ذریعہ کفیل مکفول لہ اور مکفول عنہ کی تعیین کیجئے اسی طرح حوالہ کی تعریف ومثال دیکر محیل اور محتال لہ اور محتال علیہ کی تعیین کیجئے۔

(ج) مسئلہ کی وضاحت کرکے لان الکفالۃ الخ سے بیان کردہ دلیل کی تشریح کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور مکفول کو اختیار ہے کہ چاہے اس شخص سے مطالبہ کرے جس پر اصل قرضہ ہے اور چاہے اس کفیل سے مطالبہ کرے کیونکہ کفالہ نام ہے مطالبہ میں ایک ذمہ کو دوسرے ذمہ کے ساتھ ملانے کا اور یہ اول کے موجود ہونے کا تقاضہ کرتا ہے نہ کہ اس سے بری ہونے کا مگر جبکہ اس میں براءت کی شرط کی گئی ہو تو اس وقت معانی کا اعتبار کرتے ہوئے حوالہ منعقد ہوگا جیسا کہ حوالہ اس شرط کے ساتھ کہ حوالہ کرنے والا بری نہ ہو کفالہ ہوتا ہے۔

(ب)

کفالہ کی تعریف اور اسکے متعلقات کا بیان:

کفالہ کی تعریف:

مطالبہ میں ایک ذمہ کو دوسرے ذمہ سے ملانے کا نام کفالہ ہے "الکفالۃ ھی ضم الذمۃ الی الذمۃ فی المطالبۃ"

الاصل: سے مراد مکفول عنہ (یعنی جس کی جانب سے قرض ادا کرنے کی ذمہ داری لیا گیا ہیں۔

کفالہ کی مثال: عبید اللہ نے اجیر الدین سے ایک ہزار روپے قرض لیا تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عبدالمنان نے کہا کہ میں عبیداللہ کی جانب سے کفیل ہوا گر وہ ادانہ کرے تو میں ادا کرونگا تو اس مثال میں عبیداللہ مکفول عنہ اور اجیرالدین مکفول لہ اور عبدالمنان کفیل ہے۔

اور حوالہ کی تعریف مع مثال ۱۴۲۷ھ کے سوال ثانی کے ماتحت گزر چکا ہے۔

(ج)

مسئلہ کی وضاحت اور دلیل کی تشریح:

مسئلہ یہ ہے کہ کفالہ بالمال میں مکفول لہ کا اختیار ہے کہ وہ قرضہ کا مطالبہ اصیل یعنی مکفول عنہ سے کرے یا کفیل سے کرے یا بیک وقت دونوں سے کرے۔

لان الکفالۃ الخ کی تشریح: اس عبارت سے دلیل کی بیان کیا گیا ہے اور یہ ہے کہ کفالہ مطالبہ میں ایک ذمہ کا دوسرے ذمہ کے ساتھ ملانے کا نام ہے یعنی کفیل کا ذمہ اصیل یعنی مکفول عنہ کے ذمہ کے ساتھ مل جاتا ہے اور کفیل کے ذمہ کا اصیل کے ذمہ کے ساتھ ملنا اس بات کا مقتضی ہے کہ پہلا ذمہ یعنی اصل کا ذمہ باقی رہے اور اس بات کا مقتضی نہیں ہے کہ اصیل کا ذمہ مطالبہ سے بری ہو جائے کیونکہ اگر اصیل کا ذمہ مطالبہ سے بری ہو گیا تو "ضم" یعنی ایک ذمہ کا دوسرے ذمہ کے ساتھ ملنا متحقق نہ ہوگا۔ اور جب ایک ذمہ کا دوسرے ذمہ کے ساتھ ملنا متحقق نہ ہوا تو کفالہ بھی متحقق نہ ہوگا۔

حالانکہ مسئلہ کفالہ ہی کی صورت میں فرض کیا گیا ہے پس ثابت ہوا کہ کفالہ کا موجب یعنی ضم الذمۃ الی الذمۃ فی المطالبۃ، اصیل کے ذمہ موجود رہنے کا تقاضہ کرتا ہے اس کے ذمہ کے بری ہونے کا تقاضہ نہیں کرتا۔ ہاں اگر کفالہ میں اصیل یعنی مکفول عنہ کے بری ہونے کی شرط لگادی گئی ہو۔ یعنی کفالہ میں مکفول عنہ نے یہ شرط کی ہو کہ میرا ذمہ بری ہوگا۔ یا کفیل نے اس شرط کیساتھ کفالت کی ہو کہ مکفول عنہ کا ذمہ بری ہے اور مکفول لہ نے اس کو منظور کر لیا ہو تو ایسی صورت میں بلاشبہ مکفول عنہ کا ذمہ مطالبہ سے بری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوجائے گا مگر یہ کفالہ نہ ہوگا بلکہ لفظ کفالہ کے ساتھ حوالہ منعقد ہوگا۔یعنی نام اگر چہ یہ کفالہ ہے لیکن حقیقت میں حوالہ ہے اور وجہ یہ ہے کہ کفالہ اور حوالہ عقود کے قبیل سے ہیں اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا۔اور مطالبہ سے اصیل کا بری ہونا حوالہ کے معنی ہیں نہ کہ کفالہ کے۔اس لئے کفالہ اصیل یعنی مکفول عنہ کے مطالبہ سے بری ہونے کی شرط کے ساتھ حوالہ ہوگا جیسے حوالہ اس شرط کے ساتھ کہ اصیل یعنی حوالہ کرنے والا بری نہ ہو تو یہ لفظاً اگر چہ حوالہ ہے لیکن حقیقۃً کفالہ ہے کیونکہ مطالبہ سے اصیل کا بری نہ ہونا کفالہ کے معنی ہیں نہ کہ حوالہ کے اور عقود میں چونکہ معانی معتبر ہوتے ہیں نہ کہ الفاظ اس لئے معنی کا اعتبار کرتے ہوئے حوالہ اس شرط کیساتھ کہ اصیل بری نہ ہو کفالہ ہے۔

سوال ثالث: ص/۴۴۲

وَيُكْرَهُ اَكْلُ الطَّافِي مِنْهُ وَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لَابَأْسَ بِهِ لِإِطْلَاقِ مَارَوَيْنَا وَلِاَنَّ مَيْتَةَ الْبَحْرِ مَوْصُوْفَةٌ بِالْحِلِّ بِالْحَدِيْثِ، وَلَنَا مَارَوَى جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ مَانَضَبَ عَنْهُ الْمَاءُ فَكُلُوْا وَمَالَفَظَهُ الْمَاءُ فَكُلُوْا وَمَاطَفَافَلَا تَاكُلُوْا وَعَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مِثْلُ مَذْهَبِنَا وَمَيْتَةُ الْبَحْرِ مَالَفَظَهُ الْبَحْرُ لِيَكُوْنَ مَوْتُهُ مُضَافًا اِلَى الْبَحْرِ لَامَامَاتَ فِيْهِ مِنْ غَيْرِ آفَةٍ.

(الف) عبارت با اعراب نقل کر کے ترجمہ کیجئے۔

(ب) مسئلہ کی تشریح کر کے فریقین کے دلائل کی وضاحت کیجئے۔

(ج) سمک طافی کی تعریف کیجئے اور بتائیے میتة البحر الخ سے شارح کیا کہنا چاہتے ہیں؟۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب (الف)

ترجمہ: اور مچھلی میں سے طافی (جو مر کر الٹی ہو جائے) مکروہ ہے اور مالکؒ اور شافعیؒ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس حدیث کے مطلق ہونے کی وجہ سے جس کو ہم روایت کر چکے ہیں اور اسلئے کہ دریا کا مردار حدیث کی وجہ سے حلت کے ساتھ موصوف ہے اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس کو جابرؓ نے روایت کیا ہے وہ کہتے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس مچھلی سے پانی خشک ہو گیا ہو پس تم اس کو کھاؤ اور جس کو دریا نے پھینک دیا اس کو کھاؤ اور جو الٹی ہو گئی ہو تو مت کھاؤ اور صحابہؓ کی ایک جماعت سے ہمارے مذہب کے مثل منقول ہے اور دریا کا مردار وہ ہے جس کو دریا نے پھینک دیا ہو تاکہ اس کی موت دریا کی جانب مضاف ہو سکے نہ وہ جو کہ دریا میں بغیر آفت کے مرگئی (یعنی طافی)۔

(ب)

مسئلہ کی تشریح اور فریقین کی دلیل:

ہر قسم کی مچھلی حلال ہے زندہ ہو یا مردہ، البتہ جو مچھلی خود بخود مرگئی بغیر کسی آفت و مصیبت کے مرجائے اور دریا میں الٹی ہو جائے کہ پیٹ اوپر اور پشت نیچے ہو جائے جس کو طافی کہتے ہیں یہ مکروہ تحریمی ہے۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اس کو بھی حلال قرار دیتے ہیں اور دلیل پیش کرتے ہیں نبی ﷺ کے قول ھو الطھور ماؤہ والحل میتة سے تو جب دریا کا مردار حلال ہے تو طافی بھی تو دریا کا مردار ہے۔

ہماری دلیل:

حضرت جابرؓ کی وہ حدیث ہے جو یہاں مذکور ہے یعنی جس دریا میں پانی خشک ہو اور پانی سوکھنے کی وجہ سے مچھلی مرگئی تو اس کو کھانا حلال ہے کیونکہ یہ موت آفت کی وجہ سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اور اگر دریا کے پانی میں زوردار حرکت ہوئی جس کی وجہ سے مچھلی دریا سے باہر آ گئی اور مرگئی تو یہ حلال ہے، کیونکہ آفت کی وجہ سے ہے لیکن جو طافی ہو اس کو کھانا حلال نہیں ہے۔ صحابہؓ کی ایک جماعت بھی اسی کی قائل ہے۔ اور الحل میتۃ سے استدلال تام نہیں بلکہ وہ مچھلی جس کی موت دریا کی جانب منسوب ومضاف ہو وہ دریا کا مردار کہلائے گی یعنی جس کو دریا نے باہر پھینک دیا ہو تو اس کو اس حدیث میں حلال کہا گیا ہے اور اس کو ہم بھی حلال کہتے ہیں۔

(ج)

سمک طافی کی تعریف اور میتۃ البحر الخ سے مراد:

سمک طافی:

اس مچھلی کو کہا جاتا ہے جو پانی کے اندر از خود مرگئی ہو اور الٹی ہو کر پانی کے اوپر آ گئی ہو اس کو سمک طافی کہتے ہیں۔

الطافی هو الذی یموت فی الماء حتف انفه فیعلو علی وجه الماء ویظهر (البنایه ج ۱۱ ص ۶۰۹)

ولان میتة البحر موصوفة بالحل بالحدیث: سے مراد ہے کہ دریا کا مردار حدیث مذکور یعنی هو الطهور ماءه والحل میتته سے حلت ثابت ہوتا ہے اور یہ اس طرح کہ حدیث میں دریا کے مردار کو حلال کہا گیا اور طافی بھی دریا کا مردار ہے تو یہ بھی حلال ہے۔ (یہ قول امام شافعیؒ اور مالکؒ کا ہیں اور اس کا جواب اوپر میں گزر چکا ہیں)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۵ھ

سوال اول: ص ر ۶۰

وَكَذَالِكَ لَوْبَاعَ عَبْدًا عَلٰى اَنْ يَسْتَخْدِمَهُ الْبَائِعُ شَهْرًا اَوْدَارًا عَلٰى اَنْ يَسْكُنَهَا اَوْعَلٰى اَنْ يُقْرِضَهُ الْمُشْتَرِيْ دِرْ هَمًا اَوْعَلٰى اَنْ يُهْدِىَ لَهُ هَدْيَةً لِاَنَّهُ شَرْطٌ لَايَقْتَضِيْهِ الْعَقْدُوَفِيْهِ مَنْفَعَةٌ لِاَحَدِالْمُتَعَاقِدَيْنِ وَلِاَنَّهُ لَوْكَانَ الْخِدْمَةُ وَالسُّكْنٰى يُقَابِلُهُمَاشَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ يَكُوْنُ اِجَارَةً فِيْ بَيْعٍ وَقَدْنَهَى النَّبِيُّ عَلَيْہِ السَّلَامُ عَنْ صَفْقَتَيْنِ فِيْ صَفْقَةٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) عبارت کا مطلب لکھئے اور دونوں دلیلوں کی وضاحت کیجئے۔

(ج) بیع اجارہ اور اعارہ کی تعریف بھی لکھئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور اسی طرح اگر غلام اس شرط پر بیچا کہ بائع اس سے ایک ماہ کی خدمت لے گا یا کوئی گھر اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع اس میں سکونت کریگا یا اس شرط پر کہ مشتری بائع کو ایک درہم قرضہ دے یا اس شرط پر کہ مشتری بائع کو کچھ ہدیہ دے کیونکہ یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد تقاضہ نہیں کرتا ہے اور اس میں احد المتعاقدین کا نفع ہے اور اس لئے کہ اگر غلام سے خدمت لینے اور گھر میں رہنے کے مقابل ثمن میں سے کوئی حصہ ہو بیع کے اندر اجارہ ہوجائے گا اور اگر خدمت اور سکونت دونوں کے مقابل ثمن کا کوئی حصہ نہ ہو تو بیع کے اندر اعارہ ہوجائے گا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صفقہ کے اندر دو صفقہ جمع کرنے سے منع کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

عبارت کا مطلب اور دلیلوں کی وضاحت:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے غلام اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ غلام ایک ماہ میری خدمت کرے گا یا مکان اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع ایک ماہ اس میں سکونت کریگا یا اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو ایک درہم قرض دے یا اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری بائع کو کچھ ہدیہ دے ان تمام صورتوں میں بیع فاسد ہے۔

دلیل......

یہ ہے کہ یہ تمام شرطیں مقتضی عقد کے خلاف ہیں اور ان شرطوں میں احد المتعقدین یعنی بائع کا نفع بھی ہے۔ اور جو شرط مقتضی عقد کے خلاف ہو اور اس میں احد المتعاقدین کا نفع ہو وہ مفسد بیع ہے اس لئے ان شرطوں کے ساتھ بیع فاسد ہوگی۔

دوسری دلیل...... یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور قرض جمع کرنے سے منع فرمایا ہے یعنی ایسی بیع سے منع فرمایا ہے جس میں شرط مذکور ہو کہ مشتری بائع کو قرض بھی دے گا۔

تیسری دلیل...... یہ کہ غلام سے خدمت لینے اور گھر میں رہنے کے مقابلہ میں ثمن کا کوئی حصہ ہوگا یا نہیں؟ اگر ان دونوں کے مقابلہ میں ثمن کا کوئی حصہ ہو تو یہ بیع کے اندر اجارہ ہوگا اور اگر ان کے مقابلہ میں ثمن نہ ہو تو یہ بیع کے اندر عاریت پر لینا ہوگا یعنی بیع کے اندر اجارہ داخل ہوگا یا اعارہ داخل ہوگا حالانکہ مدینہ کے آقا رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معاملہ کے اندر دو معاملہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یعنی ایک معاملہ کو دسرے معاملہ کے اندر داخل کرکے دونوں کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خدمت لینے اور گھر میں رہنے کی شرط لگانا شرط فاسد ہے اس کی وجہ سے بیع فاسد ہو جائے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

بیع ،اجارہ اور اعارہ کی تعریف:

بیع کی تعریف:

یہ ہے کہ آپسی رضامندی سے مال کے بدلے مال کا تبادلہ کرنا یہ شریعت کی اصطلاح میں بیع کہلاتا ہے"مبادلة المال بالمال على وجه التراضي"

اجارہ کی تعریف:

یہ ہے کہ اجارہ ایسا عقد ہے جو معلوم معاوضہ پر منافع معلومہ پر ہوتا ہے "الاجارة عقد على المنافع بعوض" (قدوری)

اعارہ کی تعریف: یہ ہے کہ کسی کو منافع کا بلا عوض مالک بنانا یعنی کسی چیز کو مفت استعمال کرنے کیلئے دے اور بعد میں اس کو واپس لے لے۔(لغة الفقهاء:۱۱۳)

"تمليك المنافع بغير عوض على ان تردالعين"

سوال ثانی

یہ سوال مع مکمل جواب ۱۴۳۴ھ کے سوال ثانی کے تحت گزر چکا ہے۔

سوال ثالث: ص ۳۹۵

وَإِذَاقُضِيَ لَهُ بِالدَّارِ فَلِلْمُشْتَرِيْ أَنْ يَّحْبِسَهَاحَتّٰى يَسْتَوْفِي الثَّمَنَ وَيَنْفُذُ الْقَضَاءُ عِنْدَمُحَمَّدٍ أَيْضًالِأَنَّهُ فَصْلٌ مُجْتَهِدٌ فِيْهِ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الثَّمَنُ فَيُحْبَسُ فِيْهِ فَلَوْأَخَّرَأَدَاءَ الثَّمَنِ بَعْدَمَاقَالَ لَهُ إِدْفَعِ الثَّمَنَ إِلَيْهِ لَاتَبْطُلُ شُفْعَتُهُ لِأَنَّهَاتَأَكَّدَتْ بِالْخُصُوْمَةِ عِنْدَالْقَاضِيْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

بیع، اجارہ اور اعارہ کی تعریف:

بیع کی تعریف:

یہ ہے کہ آپسی رضامندی سے مال کے بدلے مال کا تبادلہ کرنا یہ شریعت کی اصطلاح میں بیع کہلاتا ہے "مبادلة المال بالمال علی وجه التراضی"

اجارہ کی تعریف:

یہ ہے کہ اجارہ ایسا عقد ہے جو معلوم معاوضہ پر منافع معلومہ پر ہوتا ہے "الاجارۃ عقد علی المنافع بعوض" (قدوری)

اعارہ کی تعریف: یہ ہے کہ کسی کو منافع کا بلاعوض مالک بنانا یعنی کسی چیز کو مفت استعمال کرنے کیلئے دے اور بعد میں اس کو واپس لے لے۔ (لغة الفقهاء:۱۱۳)

"تملیک المنافع بغیر عوض علی ان ترد العین"

سوال ثانی

یہ سوال مع مکمل جواب ۱۴۳۴ھ کے سوال ثانی کے تحت گزر چکا ہے۔

سوال ثالث: ص ۳۹۵

وَإِذَاقُضِیَ لَهُ بِالدَّارِ فَلِلْمُشْتَرِیْ أَنْ یَّحْبِسَهَاحَتّٰی یَسْتَوْفِی الثَّمَنَ وَیَنْفُذُ الْقَضَاءُ عِنْدَمُحَمَّدٍ أَیْضًالِأَنَّهُ فَصْلٌ مُجْتَهِدٌ فِیْهِ وَوَجَبَ عَلَیْهِ الثَّمَنُ فَیُحْبَسُ فِیْهِ فَلَوْأَخَّرَأَدَاءَ الثَّمَنِ بَعْدَمَاقَالَ لَهُ إِدْفَعِ الثَّمَنَ إِلَیْهِ لَاتَبْطُلُ شُفْعَتُهُ لِأَنَّهَاتَأَکَّدَتْ بِالْخُصُوْمَةِ عِنْدَالْقَاضِیْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) عبارت کا مطلب لکھ کر بتایئے کہ جب امام محمدؒ کے نزدیک شفیع کے ثمن حاضر کرنے سے پہلے قاضی شفعہ کا فیصلہ نہیں کرسکتا تو پھر ان کے نزدیک مذکورہ فیصلہ کیوں کرنا ہوگا؟

جواب (الف)

ترجمہ: اور جب شفیع کے لیئے گھر کا فیصلہ کردیا گیا تو مشتری کو حق ہے کہ گھر کو روکے یہاں تک کہ ثمن کو وصول کرلے اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی فیصلہ نافذ ہوگا اس لئے کہ یہ فصل مجتہد فیہ ہے اور شفیع پر ثمن واجب ہوگا پس روک لیا جائے گا مبیع کو ثمن کے بارے میں پس اگر تاخیر کی شفیع نے ثمن کے اداء کرنے میں بعد اس کے کہ اس کو قاضی نے کہہ دیا کہ مشتری کو ثمن دیدے تو شفعہ باطل نہ ہوگا اس لئے کہ وہ (شفعہ) مضبوط ہوگیا ہے قاضی کے سامنے خصومت کرنے سے

(ب)

عبارت کا مطلب اور امام محمد کے قول پر اعتراض اور اس کا جواب:

مسئلہ یہ ہے کہ جب شفیع نے قاضی کی مجلس میں احضار ثمن کے بغیر منازعہ کیا اور قاضی نے شفعہ کا بھی فیصلہ کردیا تو اب مشتری کو یہ حق ہے کہ جب تک پوری قیمت وصول نہ کرے گھر شفیع کے حوالہ نہ کرے اس لئے کہ جب اس نے ثمن دے کرا سے خریدا ہے تو ظاہر ہے کہ ثمن لیئے بغیر وہ کیسے دے گا۔

سوال......امام محمدؒ کے نزدیک تو بغیر احضار ثمن کے فیصلہ ہی جائز نہیں تو حبس کیسا؟

جواب......انہوں نے احضار ثمن کو ضروری کہا لیکن یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے لہٰذا اگر بغیر احضار کے قاضی نے فیصلہ کردیا تو فیصلہ نافذ ہوجائے گا۔ اگر قاضی نے شفیع کو کہا کہ ثمنِ ادا کرو پھر بھی شفیع نے تاخیر کردی تب بھی شفعہ باطل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ قاضی کے سامنے خصومت کی وجہ سے اب شفعہ لوہالاٹ ہوگیا ہے۔ لہٰذا وہ اب باطل نہ ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۴ھ

سوال اول

یہ سوال مع مکمل جواب ۱۴۲۷ھ میں گزر چکا ہے۔

لیکن صرف یہ بات باقی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشتری کا خیار اس کی ملک میں مبیع کے داخل ہونے سے مانع ہے لیکن صاحبینؒ کے نزدیک مانع نہیں ہے۔

سوال ثانی رص ر ۸۶

وَلَارِبٰوا بَیْنَ الْمَوْلٰی وَعَبْدِہٖ لِاَنَّ الْعَبْدَوَمَافِیْ یَدِہٖ مِلْکٌ لِمَوْلَاہُ فَلَایَتَحَقَّقُ الرِّبَاوَھٰذَااِذَاکَانَ مَأذُوْنَالَہٗ وَلَمْ یَکُنْ عَلَیْہِ دَیْنٌ وَاِنْ کَانَ عَلَیْہِ دَیْنٌ لَایَجُوْزُ بِالْاِتِّفَاقِ لِاَنَّ مَافِیْ یَدِہٖ لَیْسَ مِلْکَ الْمَوْلٰی عِنْدَأَبِیْ حَنِیْفَۃَؒ وَعِنْدَھُمَاتَعَلَّقَ بِہٖ حَقُّ الْغُرَمَاءِ فَصَارَکَالْاَجْنَبِیِّ فَیَتَحَقَّقُ الرِّبَاکَمَایَتَحَقَّقُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ مُکَاتَبِہٖ.

(الف) عبارت باعراب نقل کر کے ترجمہ کیجئے۔

(ب) عبارت کی اطمینان بخش تشریح کرتے ہوئے مذکورہ اختلاف کو مع دلائل واضح کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ : اور مولی اور اسکے غلام کے درمیان سود نہیں ہے کیونکہ غلام اور جو کچھ اسکے قبضہ میں ہے اپنے مولیٰ کی ملک ہے اس لئے سود متحقق نہ ہوگا اور یہ اس وقت ہے جبکہ غلام ماذون لہ، ہو اور اس پر قرضہ نہ ہو اور اگر اس پر قرضہ ہو تو بالاتفاق جائز نہیں ہے کیونکہ امام ابو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حنیفہؒ کے نزدیک جو کچھ غلام کے قبضہ میں ہے وہ مولیٰ کی ملک نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کے ساتھ قرض خواہوں کا حق متعلق ہے۔ پس مولیٰ بمنزلہ اجنبی کے ہوگیا پس ربوا متحقق ہوگیا۔ جیسا کہ مولیٰ اور اسکے مکاتب کے درمیان متحقق ہوتا ہے۔

(ب)

عبارت کی اطمینان بخش تشریح اور بیان اختلاف:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام ماذون لہ فی التجارت ہو اور اس پر لوگوں کا اس قدر قرضہ نہ ہو جو اس کے رقبہ کو احاطہ کرلے تو اس غلام اور اس کے مولیٰ کے درمیان ربوا متحقق نہیں ہوگا۔ یعنی اموال ربویہ میں اگر یہ دونوں کمی ،زیادتی کے ساتھ خرید وفروخت کریں تو یہ ربوا نہ ہوگا۔ مثلاً انعام الدین نے اپنے غلام کو مال دے کر تجارت کی اجازت دی پھر غلام کے دو من گیہوں ایک من گیہوں کے عوض خریدے تو یہ ربوا نہ ہوگا۔ کیونکہ غلام اور جو کچھ غلام کے قبضہ میں مال ہے وہ سب اس کے مولیٰ کی ملک ہے۔ پس جب غلام اور جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے مولیٰ کی ملک ہے تو مولیٰ اور اس کے غلام کے درمیان بیع ہی متحقق نہ ہوگی اور جب بیع متحقق نہیں ہوئی تو ربوا بھی متحقق نہ ہوگا اور اگر غلام پر لوگوں کا اس قدر قرضہ ہو جو اس کے رقبہ کا احاطہ کرلیتا ہے تو اس غلام اور اس کے مولیٰ کے درمیان اموال ربویہ میں کمی زیادتی کے ساتھ بیع بالاتفاق جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ اس صورت میں جو کچھ غلام کے قبضہ میں ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مولیٰ کی ملک نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگرچہ مولیٰ کی ملک ہے لیکن اس کے ساتھ قرض خواہوں کا حق متعلق ہے۔ بہر حال امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک غلام اپنے مولیٰ کے لئے بمنزلہ اجنبی کے ہوگیا ہے۔ اور اجنبیوں کے درمیان بیع متحقق ہوتی ہے اور جب بیع متحقق ہوتی ہے تو شرط ربوا پائے جانے کی صورت میں ربوا بھی متحقق ہوگا۔ جیسے مولیٰ اور اس کے مکاتب کے درمیان بیع بھی متحقق ہوتی ہے اور ربوا بھی متحقق ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث: ص ۴۱۳

یہ سوال مع جواب ۱۴۳۲ھ کی سوال ثالث میں گزر چکا ہے۔

سوال کی ایک جزء باقی ہیں اور یہ ہے کہ ”متعنت“ کا مطلب بتائیے اور مسئلہ میں جو اختلاف ہیں بیان کیجئے۔

جواب

”متعنت“ سے مراد:

مثلاً: دو شریک ہیں ان میں سے ایک کا حصہ بہت کم ہے کہ قسمت کے بعد جس سے انتفاع نہ ہو سکے اور دوسرے کا حصہ زیادہ ہے کہ قسمت کے بعد بھی اس سے انتفاع ہو گا تو اول اگر قسمت کا طلب کرے تو کہا جائے گا کہ وہ اپنی طلب میں ”متعنت“ ہیں یعنی بربادی چاہنے والا کیونکہ اگر قاضی تقسیم کر کے دے گا تو وہ چیز قابل انتفاع نہیں رہے گا۔

اختلاف کی وضاحت:

دو شریک ہیں ان میں سے ایک کا حصہ بہت کم ہیں کہ قسمت کے بعد جس سے انتفاع نہ ہو سکے اور دوسرے کا حصہ زیادہ ہے کہ قسمت کے بعد بھی اس سے انتفاع ہو گا اور ان میں سے ایک

تقسیم کا مطالبہ کرتا ہے تو اب قاضی کیا کرے اس بارے میں اختلاف ہو گیا۔ امام قدوریؒ فرماتے ہیں کہ اگر طلب کرنے والا صاحبِ کثیر ہے تو بٹوارہ کر دیا جائے گا اور صاحب قلیل کی طلب پر بٹوارہ نہ ہو گا۔ اس لئے کہ اول کی طلب تو معتبر ہے کیونکہ اس کا نفع برقرار ہے اور دوسرے کی طلب غیر معتبر ہے کیونکہ وہ اپنی بربادی چاہنے والا ہے۔

اور جصاصؒ...... فرماتے ہیں کہ اول کی طلب پر تقسیم نہ ہو گی اور دوسرے کی طلب پر ہو جائے گی۔ دوسرے کی طلب تو اس لئے معتبر ہے کہ وہ اپنے نقصان سے راضی ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اوراول کی طلب اس لئے معتبر نہیں کہ وہ دوسرے کو تکلیف دینے کے درپے ہے۔

اورحاکم شہیدؒ اپنی مختصر میں بیان فرمایا کہ جونسا بھی قسمت کو طلب کرے تو قاضی تقسیم کردے۔

تمت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شرح عقائد

مرتبین

مولانا محمد عبید اللہ قاسمی مولانا محمد عماد الدین محبوب قاسمی
فاضلان دارالعلوم دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فہرس

سوالات وجوابات ۱۴۳۸ھ.......... ۲۷۹

سوالات وجوابات ۱۴۳۷ھ.......... ۲۸۳

سوالات وجوابات ۱۴۳۶ھ.......... ۲۸۷

سوالات وجوابات ۱۴۳۵ھ.......... ۲۹۵

سوالات وجوابات ۱۴۳۴ھ.......... ۳۰۴

سوالات وجوابات ۱۴۳۳ھ.......... ۳۰۹

سوالات وجوابات ۱۴۳۲ھ.......... ۳۱۳

سوالات وجوابات ۱۴۳۱ھ.......... ۳۱۸

سوالات وجوابات ۱۴۳۰ھ.......... ۳۲۵

سوالات وجوابات ۱۴۲۹ھ.......... ۳۳۲

سوالات وجوابات ۱۴۲۸ھ.......... ۳۳۶

سوالات وجوابات ۱۴۲۷ھ.......... ۳۴۰

سوالات وجوابات ۱۴۲۶ھ.......... ۳۴۶

سوالات وجوابات ۱۴۲۵ھ.......... ۳۵۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوالات وجوابات

۱۴۳۸ھ

سوال اول/ص/۳۴

وَأَقْوٰی اَدِلَّةِ إِثْبَاتِ الْجُزْءِ أَنَّهٗ لَوْ وُضِعَتْ كُرَةٌ حَقِيْقِيَّةٌ عَلٰى سَطْحٍ حَقِيْقِيٍّ لَمْ تَمَاسُّهٗ إِلَّا بِجُزْءٍ غَيْرِ مُنْقَسِمٍ إِذْ لَوْ مَاسَّتْهُ بِجُزْئَيْنِ لَكَانَ فِيْهَا خَطٌّ بِالْفِعْلِ فَلَمْ تَكُنْ كُرَةٌ حَقِيْقِيَّةٌ وَأَشْهَرُهَا عِنْدَ الْمَشَايِخِ وَجْهَانِ اَلْأَوَّلُ أَنَّهٗ لَوْ كَانَ كُلُّ عَيْنٍ مُنْقَسِمًا لَا إِلٰى نِهَايَةٍ لَمْ تَكُنِ الْخَرْدَلَةُ أَصْغَرَ مِنَ الْجَبَلِ لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا غَيْرُ مُتَنَاهِي الْأَجْزَاءِ وَالْعِظَمُ وَالصِّغَرُ وَإِنَّمَا هُوَ بِكَثْرَةِ الْأَجْزَاءِ وَقِلَّتِهَا وَذٰلِكَ إِنَّمَا يُتَصَوَّرُ فِي الْمُتَنَاهِيْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) خط کشیدہ کلمات کی اصطلاحی تعریفات لکھیں۔

(ج) اور بتائیں کہ مذکورہ دلائل کن لوگوں کے خلاف پیش کیے گئے ہیں؟ اور ان کا موقف کیا ہے؟

(الف)

ترجمہ: اور جزء لایتجزی کو ثابت کرنے والی دلیلوں میں سب سے مضبوط دلیل یہ ہے کہ اگر کرۂ حقیقی کو سطح حقیقی پر رکھا جائے تو وہ کرہ سطح حقیقی سے صرف ایک غیر منقسم جزء کے ساتھ ملے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کرہ دو جزوں کے ساتھ سطح حقیقی سے ملے گا تو کرہ میں بالفعل خط پایا جائے گا پھر وہ کرہ کرۂ حقیقی باقی نہیں رہے گا، اور مشائخ کے نزدیک اس کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مشہور ترین دو دلیلیں ہیں، پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر ہر عین کو لاالی النہایہ منقسم کیا جائے تو رائی کا دانہ بھی پہاڑ سے چھوٹا نہیں ہوگا اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک غیر متناہی الاجزء ہے اور چھوٹا، بڑا ہونا کثرت اجزاء اور قلت اجزاء کی بنیاد پر ہوتا ہے اور قلت وکثرت متناہی شیٔ میں متصور ہوتی ہے۔

(ب)

خط کشیدہ کلمات کی اصطلاحی تعریفات:

جزء لایتجزی کی تعریف:

جزء لایتجزی وہ عین ہے جو کسی بھی طرح تقسیم کو قبول نہ کرے نہ فعلانہ وہما اور نہ فرضا،

کرۃ کی تعریف:

کرہ وہ جسم ہے جس کو سطح واحد گھیرے ہوئے ہو اس کے وسط میں ایک نقطہ ہو اس نقطہ سے نکلنے والے تمام خطوط مساوی ہوں،

سطح کی تعریف:

جو طول وعرض میں انقسام کو قبول کرے اور عمق میں نہ کرے مگر یہاں مراد سطح مستوی ہے یعنی جس کے تمام اجزاء برابر ہوں اس میں اونچ نیچ نہ ہو۔

(ج)

مذکورہ دلائل کن لوگوں کے خلاف پیش کیے گئے ہیں، اور ان کا موقف کیا ہے

: مذکورہ دلائل فلاسفہ کے خلاف پیش کیے گئے ہیں۔

واضح رہے کہ مذکورہ مسئلہ کی اب تک جو تفصیل ذکر کی گی ہے یہ سب حضرات

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

متکلمین کی جانب سے تھی۔رہے اہل سنت والجماعت کے مشہور عالم حضرت امام رازیؒ تو آپ نے اس مسئلہ میں توقف اختیار کیا ہے اور کوئی فیصلہ کن رائے پیش نہیں کی ہے۔

سوال ثانی

یہ سوال ۱۴۳۵ھ کی سوال ثانی میں ملاحظہ فرمائیں:

سوال ثالث ص ۱۱۱

وَالثَّانِی أَنَّ الْمُذْنِبَ إِذَاعَلِمَ أَنَّهُ لَایُعَاقِبُ عَلٰی ذَنْبِهٖ كَانَ ذٰلِکَ تَقْرِیْرًالَهُ عَلَی الذَّنْبِ وَإِغْرَاءً لِلْغَیْرِعَلَیْهِ وَهٰذَایُنَافِیْ حِكْمَةَإِرْسَالِ الرُّسُلِ وَالْجَوَابُ أَنَّ مُجَرَّدَجَوَازِالْعَفْوِلَایُوْجِبُ ظَنَّ عَدَمِ الْعِقَابِ فَضْلًاعَنِ الْعِلْمِ كَیْفَ وَالْعُمُوْمَاتُ الْوَارِدَةُفِی الْوَعِیْدِالْمَقْرُوْنَةِبِغَایَةِمِنَ التَّهْدِیْدِتُرَجِّحُ جَانِبَ الْوُقُوْعِ بِالنِّسْبَةِإِلٰی كُلِّ وَاحِدٍوَكَفٰی بِهٖ زَاجِرًا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اور بتائیں کہ یہ دوسری دلیل کن لوگوں کی ہے اوران کا مسلک کیا ہے؟

(ج) عمومات کی مراد اور مثالیں لکھیں۔

(الف)

ترجمہ: دوسری دلیل یہ ہے کہ گنہ گار کو جب اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ اس کو اس کے گناہ پر سزا نہیں دی جائے گی تو یہ اس کو گناہ پر برقرار رکھنے اور دوسرے کو گناہ پر آمادہ کرنے کا سبب ہوگا اور یہ رسولوں کو بھیجنے کی حکمت منافی ہے، اور جواب یہ ہے کہ صرف معافی کا امکان سزا نہ ہونے کا گمان بھی پیدا نہیں کرتا، چہ جائیکہ یقین (پیدا کرے) کیسے یقین پیدا کرسکتی ہیں؟ جبکہ وعید کے بارے میں آنے والی عام آیات جو انتہائی تہدید پر مشتمل ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہر ایک کی نسبت وقوع کی جانب کو ترجیح دیتی ہیں اور رد کرنے کے لئے اتنی بات کافی ہے۔

(ب)

دوسری دلیل والوں کا مسلک:

یہ دوسری دلیل معتزلہ کی ہے ان کا مسلک یہ ہے کہ مغفرت صرف صغائر کی ہے اور ان کبائر کی جن سے بندہ نے توبہ کر لی ہو ان کی دوسری دلیل کی وضاحت یہ ہے کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ باری تعالیٰ کی طرف سے ہر جرم کی معافی بغیر توبہ کے ہو سکتی ہے تو پھر گناہ کرنے والا بے باک ہو جائے گا، اور گناہ کرنے پر جری ہو جائے گا، اور دوسروں کو بھی گناہ کرنے پر آمادہ کرنے کا سبب بنے گا، اس لئے کہ جب وہ یہ سمجھے گا کہ معافی ہو سکتی ہے تو پھر بجائے رکنے کے اور زیادہ گناہ کا ارتکاب کرنے لگے گا، اور یہ رسول بھیجنے کے مقصد کے خلاف ہو گا کیونکہ رسول بھیجنے کا مقصد گناہ سے روکنا ہوتا ہے نہ کہ گناہوں پر آمادہ کرنا۔

(جواب یہ ہے کہ شرک کے علاوہ باقی تمام گناہوں کی معافی کا جو اعلان ہے، اس کو کیا واجب قرار دیا گیا ہے، نہیں بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف کیا گیا ہے، اس میں جس طرح معافی کی امید ہے اسی طرح تعذیب کی بھی امید بلکہ تعذیب کی امید زیادہ ہے اس لئے کہ سزا کی وعید کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں وہ انتہائی تہدید پر مشتمل ہیں لہٰذا عذاب دینا راجح ہے اور معافی کا صرف امکان ہے اور محض معافی کے امکان پر کوئی شخص گناہ پر جری نہیں ہو سکتا اور یہ یقین نہیں کر سکتا کہ اب مجھ کو معاف کر دیا جائے گا۔)

(ج)

عمومات کی مراد:

عمومات سے مراد: سزا کی وعید کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں، مثلاً زنا کی سزا کے بارے میں قولہ تعالی: الزانية والزنی فاجلدوا کل واحد منهما الخ اور چوری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی سزا کے بارے میں والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما الخ اور احادیث میں سے مثلاً تارک صلوٰۃ کے بارے میں قال النبی ﷺ من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر ۔

سوالات وجوابات

۱۴۳۷ھ

سوال اول رص ۴۸

وَاَمَّا الدَّلِيلُ عَلٰى عَدَمِ التَّحَيُّزِ فَهُوَ اَنَّهُ لَوْ تَحَيَّزَ فَاِمَّا فِى الْاَوَّلِ فَيَلْزَمُ قِدَمَ الْحَيِّزِ اَوْلَا فَيَكُوْنُ مَحَلًّا لِلْحَوَادِثِ وَ اَيْضًا اِمَّا اَنْ يُّسَاوِىَ الْحَيِّزَ اَوْيَنْقُصَ عَنْهُ فَيَكُوْنُ مُتَنَاهِيًا اَوْيَزِيْدَ عَلَيْهِ فَيَكُوْنُ مُتَجَزِّيًا .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) حیز کی تعریف کرنے کے بعد باری تعالیٰ کے متحیز نہ ہونے کی مذکورہ دونوں دلیلوں کی وضاحت کریں۔

(ج) اور بتائیں کہ زیر بحث مسئلہ میں معتزلہ کا کیا مسلک ہے؟

جواب (الف)

ترجمہ : اور اللہ تعالیٰ کے متحیز نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ متحیز ہوگا تو یا تو ازل میں (متحیز) ہوگا تو اس صورت میں حیز کا بھی قدیم ہونا لازم آئے گا، یا (ازل میں متحیز) نہیں ہوگا تو وہ محل حوادث ہوگا، نیز یا تو وہ حیز کے برابر ہوگا یا حیز سے کم تر ہوگا ایسی صورت میں وہ متناہی ہوگا یا حیز سے بڑا ہوگا تو متجزی ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

حیز کی تعریف اور مذکورہ دونوں دلیلوں کی وضاحت:

حیز: اس موہوم خلا کو کہتے ہیں جس کو کوئی چیز خواہ بعد اور امتداد والی ہو جیسا کہ جسم یا بعد اور امتداد والی نہ ہو جیسا کہ جوہر وغیرہ آ کر بھر دیتے ہیں۔

دلیلوں کی وضاحت:

صاحب کتاب نے باری تعالی کے متحیز نہ ہونے کی دو دلیلیں پیش کی ہیں، پہلی دلیل یہ پیش کی ہے کہ اگر ہم باری تعالیٰ کو متحیز مانیں تو یا تو ازل میں ماننا پڑے گا یا بعد از ازل ماننا پڑے گا، اب اگر ہم ازل میں باری تعالیٰ کو متحیز مانتے ہیں تو اس صورت میں غیر اللہ یعنی حیز کو بھی ازلی اور قدیم ماننا پڑے گا اور یہ باطل ہے اس لئے کہ اللہ رب العزت کے علاوہ تمام اشیاء حادث ہیں، اور اگر باری تعالیٰ کو بعد از ازل متحیز مانیں تو پھر اس کو محل حوادث ماننا پڑے گا اور یہ بھی باطل ہے، اور جب یہ دونوں باطل ہیں تو اللہ رب العزت کا متحیز ہونا بھی باطل ہے۔

دوسری دلیل: صاحبِ کتاب نے یہ پیش کی ہے کہ اگر ہم اللہ رب العزت کو متحیز مانتے ہیں تو اس کے لئے حیز کی تین صورتیں ہوں گی

(۱) یا تو اللہ کی ذات اور حیز دونوں برابر ہوں گے۔

(۲) یا تو اللہ کی ذات حیز سے بڑا ہوگی

(۳) یا اللہ کی ذات حیز سے کم ہوگی

اور یہ تینوں صورتیں باطل ہیں، پہلی صورت اس لئے باطل ہے کہ اگر ذات باری اور حیز کو برابر مانیں تو حیز متناہی ہے پس ذاتِ باری کا بھی متناھی ہونا لازم آئے گا اس لئے کہ جو چیز متناہی کے برابر ہوتی ہے وہ بھی متناہی ہو جاتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ متناہی ہونے سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پاک ہیں، اور دوسری صورت اس لئے باطل ہے کہ اگر ذات باری کو حیز سے بڑا مانیں تو اس کا متجزی ہونا لازم آئے گا بایں وجہ کہ جب ذاتِ باری حیز سے بڑی ہوگی تو اس کا کچھ حصہ حیز میں ہوگا اور کچھ حصہ حیز سے باہر ہوگا اور ذات باری تجزی سے پاک ہے، اور تیسری صورت اس لئے باطل ہے کہ اگر ذات باری کو حیز سے کم مانیں تو ذات باری کا حیز میں محدود ہونا لازم آئے گا اور ذات باری کسی شئی میں محدود ہونے سے پاک ہے۔

سوال ثانی رص ۷۵

وَتَقْرِيرُ الثَّانِي اَنَّ مُوسٰیؑ قَدْ سَأَلَ الرُّؤْيَةَ بِقَوْلِهٖ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَيْکَ فَلَوْلَمْ تَكُنْ مُمْكِنَةً لَكَانَ طَلَبُهَا جَهْلًا بِمَا يَجُوْزُ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَمَا لَايَجُوْزُ أَوْ سَفَهًا وَعَبَثًا وَطَلَبًا لِلْمُحَالِ وَالْاَنْبِيَاءُ مُنَزَّهُوْنَ عَنْ ذٰلِکَ وَاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ عَلَّقَ الرُّؤْيَةَ بِاسْتِقْرَارِ الْجَبَلِ وَهُوَ اَمْرٌ مُمْكِنٌ فِیْ نَفْسِهٖ وَالْمُعَلَّقُ بِالْمُمْكِنِ مُمْكِنٌ لِاَنَّ مَعْنَاهُ الْاِخْبَارُ بِثُبُوْتِ الْمُعَلَّقِ عِنْدَ ثُبُوْتِ الْمُعَلَّقِ بِهٖ وَالْمُحَالُ لَايَثْبُتُ عَلٰی شَيْئٍ مِنَ التَّقَادِيْرِ الْمُمْكِنَةِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) عبارت میں مذکورہ دونوں دلیلوں کی تشفی بخش وضاحت کریں

(ج) اور بتائیں کہ زیر بحث مسئلہ میں معتزلہ کا کیا مسلک ہے؟

جواب (الف)

ترجمہ: اور ثانی کی تقریر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے قول رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَيْکَ سے رؤیت کا سوال کیا تو اگر رؤیت ممکن نہ ہوتی تو رؤیت کی طلب ان احکام سے جہالت ہے جو اللہ کی شان میں جائز ہیں اور جو جائز نہیں ہیں یا یہ سفاہت اور لغو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کام ہوگا اور محال کی طلب ہوگی حالانکہ انبیاء اس سے منزہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رؤیت کو پہاڑ کے ٹھرنے پر معلق فرمایا اور استقرارِ جبل فی نفسہٖ امر ممکن ہے اور جو چیز کسی ممکن پر معلق ہو وہ بھی ممکن ہوتی ہے اس لئے کہ تعلیق کے معنیٰ معلق کے ثبوت کی خبر دینا ہے معلق بہ کے ثبوت کے وقت اور محال تقادیرِ ممکنہ میں سے کسی تقدیر پر ثابت نہیں ہوتا۔

(ب،ج)

دلیلوں کی وضاحت اور زیرِ بحث مسائل میں معتزلہ کا مسلک:

معتزلہ کے نزدیک رؤیت باری ممکن نہیں ہے اور اہل سنت کے نزدیک ممکن ہے اسی امکان پر دلیل نقلی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست آئی ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنی ذات دکھلا دیجئے تا کہ میں اس کو دیکھ سکوں اب دیکھئے موسیٰ علیہ السلام رؤیت باری کی درخواست کر رہے ہیں اور درخواست ممکن ہی چیزوں کی ہوسکتی ہے لہٰذا ثابت ہوگیا کہ رؤیت باری ممکن ہے کیونکہ اگر رؤیت ممتنع ہوتو دو حال سے خالی نہیں یا تو موسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہیں کہ رؤیت ممتنع ہے پھر درخواست کر رہے ہیں تو ایک پیغمبر کا رؤیت کا طلب کرنا جہالت ہوگا اور اگر معلوم ہے کہ رؤیت ممتنع ہے پھر بھی درخواست کر رہے ہیں تو یہ فعل عبث ہے حالانکہ انبیاء کرام ان سب سے پاک ہیں لہٰذا ماننا پڑے گا کہ رؤیت باری ممکن ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے:

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پہاڑ کو دیکھو اگر یہ تجلی کو برداشت کر کے اپنی جگہ پر ٹکا رہ جائے تو تم بھی مجھے دیکھ لو گے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رؤیت کو استقرارِ جبل پر معلق کیا اور پہاڑ کا اپنی جگہ پر استقرار یہ امر ممکن ہے، لہٰذا رؤیت بھی ممکن ہوگی کیونکہ قاعدہ ہے کہ المعلق بالممکن ممکن اور تعلیق کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اگر معلق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہ کا تحقق ہو گیا تو معلق بھی ثابت ہو گا اور جو چیز محال ہوتی ہے وہ بہر صورت محال ہوتی ہے اس کا ثبوت کسی طرح نہیں ہوتا ہے۔

سوال ثالث

یہ سوال کی جزء (الف) اور جزء (جیم) ۱۴۳۴ھ کے سوال کے ماتحت گزر چکا ہے۔

(ب)

کبیرہ کی تعریف اور کبائر کے اقسام:

کبیرہ: الکبیرة کل معصية فيها حد في الدنيا أووعيد في الآخرة: وقيل كل محرم كبيرة.

کبیرہ گناہ نو ہیں:

(۱) خدا کے ساتھ شریک کرنا (۲) ناحق قتل کرنا (۳) زنا کی تہمت لگانا (۴) زنا کرنا (۵) میدان جہاد سے بھاگنا (۶) جادو کرنا (۷) یتیم کا مال کھانا (۸) والدین کی نافرمانی کرنا (۹) حرم مکہ میں گناہ کا ارتکاب کرنا۔ (نشر الفوائد)

سوالات وجوابات

۱۴۳۶ھ

سوال اول رص ۱۲

قَالَ اَهْلُ الْحَقِّ وَهُوَ الْحُكْمُ الْمُطَابِقُ لِلْوَاقِعِ يُطْلَقُ عَلَى الْاَقْوَالِ وَالْعَقَائِدِ وَالْاَدْيَانِ وَالْمَذَاهِبِ بِاعْتِبَارِ اشْتِمَالِهَا عَلَى ذٰلِكَ وَيُقَابِلُهُ الْبَاطِلُ وَاَمَّا الصِّدْقُ فَقَدْ شَاعَ فِي الْاَقْوَالِ خَاصَّةً وَيُقَابِلُهُ الْكِذْبُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَقَدْ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا بِاَنَّ الْمُطَابَقَةَ تُعْتَبَرُ فِي الْحَقِّ مِنْ جَانِبِ الْوَاقِعِ وَفِي الصِّدْقِ مِنْ جَانِبِ الْحُكْمِ فَمَعْنٰى صِدْقِ الْحُكْمِ مُطَابَقَتُهُ لِلْوَاقِعِ وَمَعْنٰى صِدْقِ الْحُكْمِ مُطَابَقَةُ الْوَاقِعِ اِيَّاهُ.

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب)اہل حق کی مراد واضح کرتے ہوئے مطلب لکھیے۔

(ج)''باعتبار اشتمالہا'' سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟

(د)صدق اور کذب، حق اور باطل کی تعریف لکھ کر ان کے درمیان فرق حقیقی ہے یا اعتباری؟

جواب(الف)

ترجمہ: اہل حق نے فرمایا اور حق وہ حکم ہے جو واقع کے مطابق ہو وہ بولا جاتا ہے اقوال اور عقائد، ادیان، اور مذاہب پر ان چاروں کے مشتمل ہونے کی وجہ سے اس پر اور اس کے مقابل میں لفظ باطل آتا ہے اور بہر حال صدق پس اس کا زیادہ استعمال خاص طور سے اقوال میں ہوتا ہے اور اس کے مقابل میں لفظ کذب آتا ہے اور کبھی ان دونوں کے درمیان اس طرح فرق کیا جاتا ہے کہ مطابقت کا اعتبار حق میں واقع کی جانب سے کیا جاتا ہے اور صدق میں حکم کی جانب سے۔ تو حکم کے صادق ہونے کا معنی حکم کا واقع کے مطابق ہونا ہے اور حکم کے حق ہونے کا معنی واقع کا حکم کے مطابق ہونا ہے۔

(ب)

اہل حق کی مراد:

اہل حق سے مراد متکلمین علماء اہل سنت والجماعت ہیں، اس نام سے موسوم ہونے کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حق باری تعالی کے اسماء میں سے ہے، چونکہ اہل سنت والجماعت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حق معانی کا وجود ثابت کرتے ہیں اس لیے انہیں اہل حق کہا گیا۔

عبارت کی مطلب:

شارح علیہ الرحمہ اس عبارت میں حق اور باطل کے معنی کی وضاحت فرماتے ہیں، جس کا ماحصل یہ ہے کہ حق اور باطل کے معنی وہی ہیں جو صدق وکذب کے ہیں۔

یعنی حکم ایک چیز کی دوسری چیز کی طرف نسبت کرنا اگر واقع کے مطابق ہو تو حق اور صدق ہے اور اگر حکم واقع کے مطابق نہ ہو تو باطل اور کذب ہے مثلاً "اللہ واحد" کہنا حق اور صدق ہے، کیونکہ اس میں جو حکم ہے یعنی اللہ کی طرف وحدت کی نسبت کرنا واقع کے مطابق ہے، کیونکہ واقع میں اللہ واحد ہے اور "الآلھۃ ثلاثۃ" کہنا باطل اور کذب ہے، کیونکہ اس میں جو حکم ہے یعنی اللہ کی طرف تثلیث کی نسبت کرنا واقع کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ واقع میں اللہ ایک ہے تین نہیں ہے۔

بہر حال صدق کی تعریف ہی حق کی تعریف ہے، دونوں کے معنی اور حقیقت میں کوئی فرق نہیں ہے، البتہ استعمال میں فرق ہے، حق کا استعمال عام ہے اس کا اطلاق اقوال وعقائد، ادیان اور مذاہب سب پر ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: اقول حقہ عقائد حقہ، ادیان حقہ، مذاہب حقہ اور اس کے بالمقابل صدق کا استعمال صرف اقوال میں ہوتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: اقوال صادقہ اور عقائد وادیان ومذاہب میں اس کا استعمال شاذ ونادر ہی ہوتا ہے اور صدق کا مقابل کذب ہے۔

(ج)

"باعتبار اشتمالھا" سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں:

"باعتبار اشتمالھا" سے مصنفؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حق کے یہ معنی (ایسا حکم جو واقع کے مطابق ہو) حقیقی ہیں اور اس کا اطلاق مذہب اور ادیان وغیرہ پر یہ مجازی معنی ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور معنی مجازی کے لیے علاقہ کا ہونا ضروری ہے تو یہاں علاقہ اشتمال کا ہے یعنی چاروں حق کے معنی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ تو مصنف نے علاقہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(د)

صدق اور کذب، حق اور باطل کی تعریف اور ان کے درمیان فرق:

تعریف الحق و الصدق :ھو الحکم المطابق للواقع

صدق اور حق کی تعریف ایک ہی ہے، یعنی وہ حکم ہے جو واقع کے مطابق ہو۔

کذب اور باطل کی تعریف:

ھو الحکم الذی لایطابق للواقع. یعنی وہ حکم ہے جو واقع کے مطابق نہ ہو۔

دونوں کے درمیان فرق:

بعض لوگوں نے فرمایا، صدق اور حق میں حقیقۃً ومعنی کوئی فرق نہیں ہے، لیکن استعمال میں تھوڑا سا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ حق کا اطلاق عقائد، ادیان اور مذاہب سب ہی پر ہوتا ہے اور صدق کا اطلاق صرف اقوال پر ہوتا ہے۔

اور بعض لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ حق اور صدق کے معنی میں حقیقت میں فرق ہے، کیونکہ وہ حکم جو واقع کے مطابق ہوا سے صدق کہتے ہیں اور یہ مطابقت باب مفاعلۃ کا مصدر ہے جس کی خاصیت شرکت ہے، تو یہاں دو چیزیں ہیں، واقع اور حکم اور یہ دونوں فعل مطابقت میں شریک ہیں تو اگر حکم واقع کے مطابق ہو تو صدق ہے اور اگر واقع حکم کے مطابق ہو تو حق ہے اور اس فرق کا نام فرق اعتبار ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثانی (ص ۷۷)

(فَيُرىٰ لَا فِي مَكَانٍ وَلَا عَلىٰ جِهَةٍ مِنْ مُقَابَلَةٍ وَاتِّصَالِ شُعَاعٍ أَوْ ثُبُوْتِ مُسَافَةٍ بَيْنَ الرَّائِيْ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالىٰ وَقِيَاسُ الْغَائِبِ عَلَى الشَّاهِدِ فَاسِدٌ وَقَدْ يُسْتَدَلُّ عَلىٰ عَدَمِ الْاِشْتِرَاطِ بِرُؤْيَةِ اللّٰهِ تَعَالىٰ إِيَّانَا وَفِيْهِ نَظَرٌ لِأَنَّ الْكَلَامَ فِي الرُّؤْيَةِ بِحَاسَّةِ الْبَصَرِ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) یہ عبارت میں معتزلہ کے ایک شبہ کا جواب ہے آپ پہلے اختلافی مسئلہ کا تعارف کراتے ہوئے معتزلہ کے شبہ کی وضاحت کریں، پھر جواب کی تشریح کریں۔

(ج) رویت کی مراد متعین کرتے ہوئے بتائیے کہ "قد یستدل" سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟

(الف)

ترجمہ: کہ اللہ تعالی دیکھائی دیں گے حالانکہ وہ نہ کسی مکان میں ہوں گے اور نہ سامنے کی جہت میں ہوں گے، اور نہ شعاع کا اتصال ہوگا، اور نہ رائی اور اللہ تعالی کے درمیان مسافت کا ثبوت ہوگا، اور غائب کو حاضر پر قیاس کرنا غلط ہے، اور کبھی (مذکورہ چیزوں کے) شرط نہ ہونے پر اللہ تعالی کے ہم کو دیکھنے سے استدلال کیا جاتا ہے اور اس میں اعتراض ہے اس لیے کہ گفتگو حاسۂ بصر کے ذریعہ دیکھنے میں ہے۔

(ب)

اختلافی مسئلہ کا تعارف، معتزلہ کے شبہ کی وضاحت اور جواب کی تشریح:

مخالفین معتزلہ وغیرہ رؤیت باری کے مسئلہ میں کچھ شبہات پیش کرتے ہیں اور وہ شبہات دو قسم کے پیش کرتے ہیں: عقلی اور نقلی۔

عقلی شبہوں میں سب سے قوی شبہ یہ ہے کہ کسی چیز کی رویت کے لئے کچھ شرائط

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں (۱) پہلی شرط قوتِ باصرہ صحیح وسالم ہو، (۲) مرئی کی رویت ممکن ہو، عقلاً محال نہ ہو (۳) مرئی کسی مکان اور جہات میں ہو (۴) رائی اور مرئی کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ہو اور کوئی چیز حائل نہ ہو (۵) رائی اور مرئی دونوں آمنے سامنے ہوں (۶) مرئی نہ بہت زیادہ قریب ہو اور نہ بہت زیادہ دور ہو (۷) مرئی بہت زیادہ چھوٹی نہ ہو (۸) رائی کی نگاہ سے نکلنے والی شعاع کا شئ مرئی کے ساتھ اتصال ہو، تو رویت کے لیئے ان چند شرائط کا ہونا ضروری ہے اور باری تعالی میں بعض شرائط نہیں پائی جاتیں لہذا ان کی رویت بھی ممکن نہیں ہوگی۔

جواب: ان کے اس اشکال کا اجمالی جواب یہ ہے کہ ہماری رویت کے عالم اسباب میں جو مذکورہ بالا شرائط ہیں وہ اللہ کے ماسوا کے لئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی رویت کے لئے کوئی شرط نہیں ہے، لہذا ان کی رویت ہوگی۔ اور ان کے اعتراض کا تفصیلی جواب قیاس الغائب علی الشاہد ہے یعنی معترض کے شبہ کی بنیاد یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس موجودات کی چیزوں کی رویت کرتے ہیں اور یہ چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے تو اللہ تعالی کی رویت بھی ان چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہوگی، اور یہ شرطیں اللہ تعالی میں نہیں پائی جاتیں، لہذا اس کی رویت بھی نہیں ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ معترض اللہ تعالیٰ کی رویت کو موجودات کی رویت پر قیاس کرتا ہے، اور یہ قیاس الغائب علی الشاہد ہے۔

(ج)

رویت کی مراد اور قد یستدل الخ سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟

رویت سے مراد انکشاف تام ہے، قد یستدل الخ سے مصنف معتزلہ کے شبہ کا ایک دوسرا جواب دے رہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ معتزلہ کا یہ کہنا کہ رویتِ باری کے لئے چند شرائط ہیں یہ ہمیں تسلیم نہیں ہے، اس لئے کہ معتزلہ اور اہل سنت دونوں کا یہ عقیدہ ہے کے اللہ تعالیٰ ہم کو ہر وقت دیکھ رہا ہے، لیکن یہاں تمام شرائطِ مذکورہ متحقق نہیں ہیں، لہذا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جس طرح اللہ تعالیٰ کے ہم کو ہر وقت دیکھنے میں کوئی شرط نہیں ہے اسی طرح ہمارے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں کوئی شرط نہیں ہے،، جمہور محققین نے اس جواب کو پسند نہیں کیا ہے اور یہ کہا کہ رویتِ باری پر اپنی رویت کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ہمارا اور معتزلہ کا جو اختلاف ہے وہ رویت بالبصر کے بارے میں ہے اور باری تعالیٰ جو ہم کو دیکھتا ہے وہ حاسۂ بصر کے ذریعہ نہیں دیکھتا اور ہم حاسۂ بصر سے دیکھتے ہیں لہٰذا یہ قیاس فاسد ہوا۔

سوال ثالث: ص ۱۴۲

وَالْمُسْلِمُوْنَ لَابُدَّ لَهُمْ مِنْ اِمَامٍ يَقُوْمُ بِتَنْفِيْذِ اَحْكَامِهِمْ وَاِقَامَةِ حُدُوْدِهِمْ وَسَدِّ ثُغُوْرِهِمْ وَتَجْهِيْزِ جُيُوْشِهِمْ وَاَخْذِ صَدَقَاتِهِمْ وَقَهْرِ الْمُتَغَلِّبَةِ وَالْمُتَلَصِّصَةِ وَقُطَّاعِ الطَّرِيْقِ وَاِقَامَةِ الْجُمَعِ وَالْاَعْيَادِ وَقَطْعِ الْمُنَازَعَاتِ الْوَاقِعَةِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَقُبُوْلِ الشَّهَادَاتِ الْقَائِمَةِ عَلَى الْحُقُوْقِ وَتَزْوِيْجِ الصِّغَارِ وَالصَّغَائِرِ الَّذِيْنَ لَا اَوْلِيَاءَ لَهُمْ وَقِسْمَةِ الْغَنَائِمِ وَنَحْوِ ذَالِكَ مِنَ الْاُمُوْرِ الَّتِيْ لَايَتَوَلَّاهَا اٰحَادُ الْاُمَّةِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) تفصیل سے مطلب بیان کرتے ہوئے بتایئے کہ امام مقرر کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو کس پر؟ اللہ تعالیٰ پر یا بندوں پر؟ دلیل نقلی سے یا دلیل عقلی سے؟ جو لکھیے کتاب میں ذکر کردہ دلائل کے ساتھ لکھیے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور مسلمانوں کے لئے کوئی امام ہونا ضروری ہے جو ان پر احکام شریعت نافذ کرے اور ان پر حدود قائم کرے، اور ان کی سرحدوں کی حفاظت کرے، اور ان کا لشکر تیار کرے، اور ان سے صدقات وصول کرے اور ظالموں، غاصبوں اور چوروں اور ڈاکوں کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مغلوب کرے، اور جمعہ وعیدین کی نمازوں کا انتظام کرے، اور لوگوں کے درمیان واقع ہونے والے جھگڑوں کا خاتمہ کرے، اور حقوق پر قائم کی جانے والی شہادتوں کو قبول کرے، اور ان نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کرے جن کا کوئی ولی نہ ہو، اور اموال غنیمت تقسیم کرے، اور ان کے علاوہ وہ سارے کام (انجام دے) جنہیں امت کے عام افراد نہیں سنبھال سکتے۔

(ب)

عبارت کا مطلب اور امام مقرر کرنے کا شرعاً حکم دلائل کے ساتھ:

مصنفؒ نے عبارت مذکورہ میں مسلمانوں کے خلیفہ اور امام کی ذمہ داریوں کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے تا کہ امام کے مقرر کرنے کی اہمیت واضح ہو جائے، اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں کا خلیفہ جب مذکورہ صفات کا حامل ہو گا تب اس کی خلافت کو خلافت علی منہاج النبوت کہا جائے گا۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ لوگوں پر امام اور خلیفہ کا مقرر کرنا واجب ہے،

پہلا اشکال یہ ہے:

کہ ہر علاقہ میں کسی شوکت اور طاقت والے شخص کو کافی سمجھ لینا کیوں جائز نہیں ہے، اور ایسا شخص مقرر کرنا کہاں سے واجب ہے جس کو (تمام بلاد اسلامیہ پر) ریاست عامہ حاصل ہو، ہم جواب دیں گے اس لیے کہ وہ ایسے باہمی جھگڑوں کا ذریعہ بنے گا جو دین و دنیا کا کام بگڑ جانے کا سبب ہوں گے، جیسا کہ ہم اپنے اس زمانے میں مشاہدہ کر رہے ہیں (کہ مسلمان حکمران آپس میں دست و گریباں ہیں)

پھر اگر دوسرا اشکال کیا جائے:

کہ ایسے شخص کو کافی سمجھ لیا جائے جس کو تمام بلاد اسلامیہ پر ریاست عامہ حاصل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہو خواہ وہ امام ہو (یعنی امامت کے اوصاف وشرائط مثلاً قریشی ہونے کے ساتھ متصف ہو) یا غیر امام ہو اس لئے کہ (دین ودنیا کے) کاموں کا انتظام اس سے ہوجائے گا جیسا کہ مسلمان ترک بادشاہوں کے زمانہ میں تھا، ہم جواب دیں گے کہ دنیوی امور کا کچھ انتظام (مثلاً اسلامی سرحدوں کی حفاظت، اسلامی لشکر کی تیاری وغیرہ کا کام) تو ہوجائے گا مگر دین کے کام (مثلاً جمعہ وعیدین کی نمازیں قائم کرنے وغیرہ) میں خلل پڑے گا، (کیوں کہ ان کاموں کے لئے امام کا ہونا ضروری ہے) حالانکہ یہی یعنی امور دین کا انتظام ہی امام مقرر کرنے سے اہم مقصود ہے، پھر اگر اشکال کیا جائے کہ اس بات کی بناء پر جو ذکر کی گئی کہ مدت خلافت تیس سال ہے خلفاء راشدین کے بعد زمانہ امام سے خالی ہوگا تو پوری امت گنہگار ہوگی، اور ان سب کی موت جاہلیت کی موت ہوگی، ہم جواب دیں گے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ خلافت کاملہ مراد ہے، اور اگر مان لیا جائے کہ مطلق خلافت مراد ہے تو دوسرا جواب یہ ہے کہ شاید دور خلافت ختم ہوجائے گا دور امامت ختم نہیں ہوگا اس بناء پر کہ امامت عام ہے (خلافت سے) لیکن یہ اصطلاح ہم نے لوگوں سے نہیں پائی، بلکہ بعض شیعہ یہ کہتے ہیں کہ خلیفہ عام ہے اسی وجہ سے وہ ائمہ ثلاثہ کی خلافت کے تو قائل ہیں، ان کی امامت کے قائل نہیں ہیں، رہا عباسیہ کے بعد تو یہ بات باعث اشکال ہے۔ (شمس الفوائد ۴۱۴/۲)

سوالات و جوابات

۱۴۳۵ھ

سوال اول رص ۱۲/

ثُمَّ لَمَّا نُقِلَتِ الْفَلَاسِفَةُ عَنِ الْيُوْنَانِيَّةِ اِلَى الْعَرَبِيَّةِ وَخَاضَ فِيْهَا الْاِسْلَامِيُّوْنَ وَحَاوَلُوْا الرَّدَّ عَلَى الْفَلَاسِفَةِ فِيْمَا خَالَفُوْا فِيْهِ الشَّرِيْعَةَ فَخَلَطُوْا بِالْكَلَامِ كَثِيْرًا مِنَ الْفَلْسَفَةِ لِيُحَقِّقُوْا مَقَاصِدَهَا فَيَتَمَكَّنُوْا مِنَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اِبْطَالِهَا وَهَلُمَّ جَرًّا اِلَى اَنْ اَدْرَجُوْا فِيْهِ مُعْظَمَ الطَّبْعِيَّاتِ وَالْاِلٰهِيَّاتِ وَخَاضُوْا فِي الرِّيَاضِيَّاتِ حَتّٰى كَادَ لَايَتَمَيَّزُ عَنِ الْفَلْسَفَةِ لَوْلَا اِشْتِمَالُهٗ عَلَى السَّمْعِيَّاتِ وَهٰذَا هُوَ كَلَامُ الْمُتَاَخِّرِيْنَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) طبعیات، الٰہیات، ریاضیات وسمعیات کی تعریف کیجئے۔

(ج) متاخرین کے علم کلام کی وضاحت کیجئے اور بتایئے کہ متقدمین ومتاخرین کے علم کلام میں کیا فرق ہے؟

جواب (الف)

ترجمہ: پھر جب فلسفہ یونانی زبان سے عربی زبان میں منتقل کیا گیا اور اہل اسلام اس میں مشغول ہوئے اور فلاسفہ کی تردید کا ارادہ کیا ان چیزوں میں جن میں ان لوگوں نے شریعت کی مخالفت کی تھی تو ان لوگوں نے علم کلام میں فلسفہ کی کافی آمیزش کردی تاکہ اس کے مسائل کو ثابت کریں پھر اس کو باطل کرنے پر قادر ہو جائیں اور اسی طرح معاملہ چلتا رہا (یعنی آمیزش ہوتی رہی) یہاں تک کہ انہوں نے علم کلام میں بہت سی طبعیات اور الٰہیات کی بحثوں کو داخل کردیا، اور ریاضیات میں بھی مشغول ہو گئے۔

یہاں تک کہ قریب تھا کہ علم کلام کو فلسفہ سے کوئی امتیاز ہی نہ رہے اگر وہ ایسے مسائل پر مشتمل نہ ہوتا جو سمعی اور نقلی ہیں (جن کے علم کا ذریعہ دلائل سمعیہ اور نقلیہ ہیں) اور یہی متاخرین کا کلام ہے۔

(ب)

طبعیات، الٰہیات، ریاضیات وسمعیات کی تعریف:

علم الطبعی: هو علم يتعلق بامور يتوقف على مادة في

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

التصور والوجود الذهنی والخارجی کالجسم۔

یعنی وہ علم ہے جس میں ان چیزوں کے احوال سے بحث کی جاتی ہے جن کو وجود میں لانا انسان کی قدرت واختیار میں نہیں ہے اور وہ وجود ذہنی اور وجود خارجی دونوں میں مادہ کی محتاج ہے، جیسے: انسان

علم الالٰھی: ھو علم یتعلق بامور لایتوقف علی مادۃ فی التصور والوجود کالوجود والوجوب والعلۃ والمعلول۔

یعنی وہ علم ہے جس میں ان چیزوں کے احوال سے بحث کی جاتی ہے جن کو وجود میں لانا انسان کی قدرت واختیار میں نہیں ہے، اور وہ وجود ذہنی اور وجود خارجی دونوں میں مادہ کی محتاج نہیں ہیں جیسے: اللہ اور واجب الوجود

الریاضیات: ھو علم یتعلق بامور تتوقف علی مادۃ فی الوجود دون التصور کالکرۃ۔

یعنی وہ علم ہے جس میں ان چیزوں کے احوال سے بحث کی جاتی ہے جن کو وجود میں لانا انسان کے قدرت واختیار میں نہیں ہے اور وہ وجود ذہنی میں تو کسی مخصوص مادہ میں محتاج نہیں ہے لیکن وجود خارجی میں مادہ کی محتاج ہوتی ہے جیسے: اعداد، کرہ۔

(ج)

متقدمین اور متاخرین کے علم کلام میں فرق:

فرق یہ ہے کہ متقدمین کے کلام میں فلسفہ کی آمیزش بالکل نہیں ہے، اور متاخرین کے کلام میں فلسفہ کی اتنی آمیزش ہے کہ اگر نقلی دلائل نہ ہوں تو علم کلام کو فلسفہ سے الگ کرنا دشوار ہو جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثانی/ص/۶۳

وَتَحْقِيقُ الْخِلَافِ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ يَرْجِعُ إِلَى إِثْبَاتِ الْكَلَامِ النَّفْسِي وَنَفْيِهِ وَإِلَّا فَنَحْنُ لَا نَقُولُ بِقِدَمِ الْأَلْفَاظِ وَالْحُرُوفِ وَهُمْ لَا يَقُولُونَ بِحُدُوثِ الْكَلَامِ النَّفْسِي وَدَلِيْلُنَا مَا مَرَّ أَنَّهُ ثَبَتَ بِالْإِجْمَاعِ وَتَوَاتُرِ النَّقْلِ عَنِ الْأَنْبِيَاءِ أَنَّهُ مُتَكَلِّمٌ وَلَا مَعْنٰى لَهُ سِوٰى أَنَّهُ مُتَّصِفٌ بِالْكَلَامِ وَيَمْتَنِعُ قِيَامُ اللَّفْظِي الْحَادِثِ بِذَاتِهِ تَعَالٰى فَتَعَيَّنَ النَّفْسِي الْقَدِيْمُ، وَأَمَّا اسْتِدْلَالُهُمْ بِأَنَّ الْقُرْآنَ مُتَّصِفٌ بِمَا هُوَ مِنْ صِفَاتِ الْمَخْلُوقِ وَسِمَاتِ الْحُدُوْثِ فَإِنَّمَا يَقُوْمُ حُجَّةً عَلَى الْحَنَابِلَةِ لَا عَلَيْنَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) کلام نفسی اور کلام لفظی کی تعریف کر کے کلام نفسی کو دلیل سے ثابت کیجئے۔

(ج) باری تعالیٰ کی صفت کلام میں اہل سنت اور معتزلہ کا اختلاف لکھیں اور بناء اختلاف بھی منقح کیجئے۔

(د) ''واما استدلالھم'' سے شارح کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جواب (الف)

ترجمہ: اور ہم اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان اختلاف کا مدار کلام نفسی کے اثبات اور اس کی نفی پر ہے، ورنہ ہم الفاظ اور حروف کے قدیم ہونے کے قائل نہیں ہیں اور وہ لوگ بھی کلام نفسی کے حدوث کے قائل نہیں ہیں، اور ہماری دلیل وہی ہے جو گزر چکی، کہ وہ ثابت ہے اجماع سے اور انبیاء علیہم السلام سے تواتر کے ساتھ منقول ہونے سے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے اور اس کا اس کے علاوہ کوئی معنی نہیں کہ وہ کلام کے ساتھ متصف ہے اور اس کی ذات کے ساتھ کلام لفظی حادث کا قیام محال ہے، پس کلام نفسی قدیم متعین ہے۔

رہا (کلام نفسی قدیم کی نفی اور قرآن کے حادث ہونے پر) معتزلہ کا یہ استدلال کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قرآن ایسی چیزوں کے ساتھ متصف ہے جو مخلوق کی صفات اور حدوث کی علامت میں سے ہیں مثلاً مؤلف ہونا، منظم ہونا نازل کیا جانا عربی ہونا، اس کا سنا جانا، فصیح ہونا، معجزہ ہونا وغیرہ تو یہ استدلال حنابلہ کے خلاف حجت ہوگا، نہ کہ ہمارے خلاف۔

(ب)

کلام لفظی اور کلام نفسی اور قدم اور حدوث کی تعریف:

کلام نفسی: یہ ہے کہ بولنے سے پہلے آدمی کے دل میں جو مضمون آتا ہے اور جو خیال آتا ہے اس کو کلام نفسی کہتے ہیں، لیکن جب آدمی بول دے یا لکھ دے یا اشارہ کر دے تو یہ کلام لفظی ہے اور کلام کا اطلاق کلام نفسی پر حقیقت ہے اور کلام لفظی پر مجاز ہے۔

قدم اور حدوث کا مطلب: یہ ہے کہ قدم کا معنی اس پر عدم جاری نہیں ہوتا ہے اور حدوث کے معنی جس پر طریان العدم ہوتا ہے۔ پس یہاں کلام لفظی پر طریان عدم ہوتا ہے اس لئے یہ حادث ہیں اور کلام نفسی پر طریان عدم نہیں ہوتا ہے اس لئے یہ کلام نفسی قدیم ہے۔

کلام نفسی کا ثبوت:

یہ تو تواتر سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے اور اس پر اجماع بھی ہے اور جب وہ متکلم ہے تو صفت کلام بھی اس کے لئے ثابت ہوگی اور جب کلام اس کی صفت ہوگی تو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہوگی لہٰذا وہ قدیم بھی ہوگی، ورنہ باری تعالیٰ کے ساتھ حوادث کا قیام لازم آئے گا جو محال ہے اور جب کلام قدیم ہے تو ثابت ہو گیا کہ وہ کلام جو ذات باری کے ساتھ قائم ہے، وہ کلام نفسی ہے نہ کہ کلام لفظی اس لئے کہ کلام لفظی حادث ہے۔

(ج)

صفت کلام میں اختلاف کا بیان:

اس مسئلہ میں اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ کلام لفظی حادث ہے اور کلام نفسی قدیم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، اوران کے نزدیک کلام سے مراد کلام نفسی ہے نہ کہ کلام لفظی، شارحؒ وتحقیق الخلاف بيننا وبينهم الخ سے اہل سنت والجماعت اور معتزلہ کے درمیان وجہ اختلاف کیا ہے؟ یہ بیان کیا ہے، تو وجہ اختلاف ظاہر ہے کہ اہل سنت جو قرآن کی تعریف کرتے ہیں اس سے معتزلہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تعریف چونکہ کلام لفظی پر صادق آتی ہے اس لئے اس سے مراد کلام لفظی ہے اور یہ جب کلام لفظی ہے تو حادث ہوگا اور اگر یہ واضح اور ثابت ہو جائیں کہ اس سے مراد کلام نفسی ہے تو معتزلہ بھی قدیم ہونے کے قائل ہو جائے گے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد کلام نفسی ہے اور جب وہ کلام نفسی ہے تو قدیم ہوگا اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس سے مراد کلام لفظی ہے تو ہم بھی اس کو قدیم نہیں کہیں گے بلکہ حادث کہیں گے، خلاصہ یہ کہ ہمارے اوران کے درمیان محل اختلاف صرف یہ ہے کہ کلام سے مراد کلام نفسی ہے یا نہیں، وہ کلام نفسی نہیں مانتے اس لئے حادث کہتے ہیں اور ہم مانتے ہیں اس لئے قدیم کہتے ہیں۔

اور تواتر سے یہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے اور اس پر اجماع بھی ہے اور جب وہ متکلم ہے تو صفت کلام بھی اس کے لئے ثابت ہوگی اور جب کلام اس کی صفت ہوگی تو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہوگی لہٰذا وہ قدیم بھی ہوگی، ورنہ باری تعالیٰ کے ساتھ حوادث کا قیام لازم آئے گا جو محال ہے اور جب کلام قدیم ہے تو ثابت ہو گیا کہ وہ کلام جو ذات باری کے ساتھ قائم ہے، وہ کلام نفسی ہے نہ کہ کلام لفظی اس لئے کہ کلام لفظی تو حادث ہے۔

(د)

واما استدلالهم الخ سے شارحؒ کا مراد:

معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ کلام نفسی کوئی چیز نہیں ہے اور قرآن مخلوق اور حادث ہے، اوران کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن کی تعریف کرتے ہوئے کہا "هو كلام منقول الينا بين الدفتين تواترا" غرض یہ ہے کہ ان ساری صفات کا مصداق کلام لفظی ہی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے جو حادث ہوتا ہے، قرآن حادث ہے اور یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام کلام لفظی ہے؟ تو شارح معتزلہ کے اس استدلال کا جواب دیتے ہیں کہ معتزلہ کا یہ استدلال حنابلہ کے مقابلہ میں تو حجت ہوسکتا ہے کیونکہ وہ کلام لفظی کے قدیم ہونے کے قائل ہیں لیکن ہمارے مقابلہ میں حجت نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ہم بھی کلام لفظی کے حدوث کے قائل ہیں۔

سوال ثالث ص ۱۱۳

(وَالشَّفَاعَةُ ثَابِتَةٌ لِلرُّسُلِ وَالْأَخْيَارِ فِي أَهْلِ الْكَبَائِرِ) بِالْمُسْتَفِيضِ مِنَ الْأَخْبَارِ خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ وَهٰذَا مَبْنِيٌّ عَلٰى مَاسَبَقَ مِنْ جَوَازِ الْعَفْوِ وَالْمَغْفِرَةِ بِدُوْنِ الشَّفَاعَةِ فَبِالشَّفَاعَةِ أَوْلٰى، وَعِنْدَهُمْ لَمَّا لَمْ يَجُزْ لَمْ تَجُزْ، لَنَا قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿فَمَاتَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ﴾ فَإِنَّ أُسْلُوْبَ هٰذَا الْكَلَامِ يَدُلُّ عَلٰى ثُبُوْتِ الشَّفَاعَةِ فِي الْجُمْلَةِ

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) شفاعت کے لغوی و مرادی معنی لکھئے۔

(ج) شفاعت کے سلسلہ میں اہل سنت اور معتزلہ کا اختلاف اور بنائے اختلاف بوضاحت لکھئے۔

(د) مذکورہ آیات سے اہل کبیرہ مومنین کے حق میں شفاعت کا ثبوت کس طرح ہوتا ہے؟ وضاحت کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور شفاعت یعنی گناہ معاف کئے جانے کی سفارش رسولوں اور نیک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بندوں کے لئے ثابت ہے اہل کبائر کے حق میں اخبار مشہورہ سے، برخلاف معتزلہ کے۔ (کہ ان کے یہاں سفارش گناہ معاف کیے جانے کے لئے نہیں ہوگی بلکہ ثواب کی زیادتی کے لئے ہوگی) اور یہ اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے جو گزر چکا ہے کہ ہمارے نزدیک عفو ومغفرت بغیر سفارش ممکن ہے تو سفارش کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ ممکن ہے، اور معتزلہ کے نزدیک جب مغفرت ممکن نہیں تو سفارش بھی ممکن نہیں، اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی سے یہ فرمانا ہے کہ آپ اپنی کوتاہی کی اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے قصور کی معافی طلب کیجئے، اور (کفار کے حق میں) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا ہے کہ ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش کام نہ دے گی اس لئے کہ اس کلام کا اسلوب فی الجملہ سفارش کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

(ب)

الشفاعة فی اللغة:المعونة ،والمراد رفع العقوبة وطلب التجاوز عن الذنب واجمع السلف الصالحون ومن بعدهم من اهل السنة والجماعة علی ثبوت الشفاعة واستدلوا بصريح قوله تعالیٰ:يومئذلاتنفع الشفاعة الامن اذن له الرحمن ورضی له قولا.(التسهيل)

(ج،د)

شفاعت کے سلسلہ میں اختلاف اور مذکورہ آیات سے شفاعت کا ثبوت کی وضاحت:

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اہل کبائر کے حق میں حضرات انبیاء اور صلحاء امت کی شفاعت بمعنی گناہ معاف کئے جانیکے سفارش ہوگی، شارحؒ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے وہ یہ کہ ہمارے نزدیک "ویغفر مادون ذالک لمن یشاء" کے تحت جب بغیر شفاعت کے کبائر کی مغفرت ممکن ہے تو شفاعت کے ساتھ بدرجہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اولیٰ ممکن ہے، اور معتزلہ کے نزدیک جب بغیر شفاعت کبائر کی مغفرت جائز نہیں تو شفاعت کے ساتھ بھی جائز نہیں، گناہ بخشوانے کے لئے شفاعت کے ثبوت پر ہماری دلیل ایک تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات:

ترجمہ: اے نبی آپ اپنی کوتاہی کی اور مومنین مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی مغفرت طلب کیجئے، اور اللہ تعالی سے اہل ایمان کے گناہوں کی مغفرت طلب کرنا ہی شفاعت ہے لہذا شفاعت کا ثبوت ہوگیا۔

البتہ نبی کا معصوم ہونا اس بات سے مانع ہے کہ اس کے حق میں لفظ ذنب کو عام رکھا جائے اس لئے کہا جائے گا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ذنب سے مراد ترک اولی ہے یا ایسا صغیرہ ہے جو سہواً صادر ہوا ہو۔

دوسری دلیل: اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے فما تنفعھم شفاعة الشفعین وجہ استدلال یہ ہے کہ کفار کی بدحالی اور قیامت کے روز ان کی مایوسی بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ان کے حق میں شفاعت کے نفع بخش ہونے کی نفی کی ہے اور جب کسی کی بدحالی بیان کرنے کا موقع ہو تو ایسا ہی حال بیان کیا جاتا ہے جو اسی کے ساتھ خاص ہو معلوم ہوا کہ شفاعت کا نافع نہ ہونا کفار کے ساتھ خاص ہے، رہے مومنین تو ان کے حق میں شفاعت نفع بخش ہوگی۔ (بیان الفوائد)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۴ھ

سوال اول رص ۴۷

اَلْوَاحِدُ يَعْنِي اَنَّ صَانِعَ الْعَالَمِ وَاحِدٌ، وَلَا يُمْكِنُ اَنْ يَّصْدُقَ مَفْهُوْمُ وَاجِبِ الْوُجُوْدِ اِلَّا عَلٰى ذَاتٍ وَاحِدَةٍ، وَالْمَشْهُوْرُ فِيْ ذٰلِكَ بَيْنَ الْمُتَكَلِّمِيْنَ بُرْهَانُ التَّمَانُعِ الْمُشَارُ اِلَيْهِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ وَتَقْرِيْرُهٗ اَنَّهٗ لَوْ اَمْكَنَ اِلٰهَانِ لَاَمْكَنَ بَيْنَهُمَا تَمَانُعٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) مطلب لکھئے۔

(ج) برہان تمانع جس کی طرف آیت میں اشارہ ہے اس کو بوضاحت تحریر کیجئے۔

(الف)

ترجمہ: جو ایک ہے یعنی صانع عالم ایک ہے اور یہ بات ناممکن ہے کہ واجب الوجود کا مفہوم ایک ذات کے علاوہ پر صادق آئے، اور متکلمین کے درمیان اس سلسلہ میں مشہور دلیل برہان تمانع ہے جس کی طرف اللہ تعالی کے قول "لو کان فیھما الھة" میں اشارہ ہے اور اس کی تقریر یہ ہے کے اگر دو معبود ممکن ہوں تو ان کے درمیان تمانع اور اختلاف ممکن ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

مطلب:

ماقبل میں یہ ثابت کی تھی کہ اس عالم کا موجد اور صانع وہی ہوسکتا ہے جو واجب الوجود ہو یعنی اس کا وجود خود اپنا ذاتی ہو اور اس کا وجود خود اسی کے تقاضہ سے ہو اب سوال یہ ہے کہ ایسی ذات جو واجب الوجود ہو اس میں تعدد ہوسکتا ہے یا نہیں یعنی ایک سے زیادہ صانع اور خالق ہوسکتے ہیں یا نہیں تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس عالم کا صانع اور خالق ایک ہی ہوسکتا ہے عادۃً، وجوداً، عقلاً۔

متکلمین کے پاس اللہ تعالی کی وحدانیت کو ثابت کرنے کے لئے ایک مشہور دلیل ہے جس کا نام برہان تمانع ہے جس کی طرف قرآن پاک کی اس آیت "لو کان فیھما الھۃ" میں اشارہ موجود ہے، آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر نظام عالم کو چلانے کے لئے چند معبود مان لئے جائیں تو نظام عالم درہم برہم ہوجائے گا۔

(ج)

برہان تمانع کی وضاحت:

اس عبارت میں صاحب کتاب نے برہان تمانع کے ذریعہ اللہ رب العزت کی واحدانیت کو ثابت کیا ہے، اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس عالم کے صانع کو ایک سے زائد تسلیم کیا جائے اور واجب الوجود ہونے کا اطلاق ایک سے زائد ذات پر کیا جائے تو نظام عالم کا فاسد ہونا لازم آئے گا، بایں طور کہ یہ مانا جائے کہ اس عالم کے بنانے والے اور چلانے والے دو ہیں، تو پھر ان دونوں کے مابین اتفاق کے ساتھ ساتھ اختلاف کا ہونا بھی ماننا پڑے گا اور جب ان کے مابین اختلاف کا وقوع مسلم ہوگا تو اس بات کا امکان ہے کہ ان میں سے ایک صانع ایک چیز کے وقوع کا ارادہ کرے اور دوسرا عدم وقوع کا ارادہ کرے مثلاً ایک تو یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چاہے کہ عمادالدین نماز ادا کرے اور دوسرا یہ چاہے کہ عمادالدین نماز ادا نہ کرے، اب ان دونوں کے ارادوں کا ایک ساتھ موجود ہونا ناممکن ہے، اس لیے اس صورت میں اجتماع نقیضین لازم آتا ہے اور یہ محال ہے اور یہ بھی ناممکن ہے کہ ان میں سے کسی کا ارادہ بھی موجود نہ ہو اس لیے کہ اس صورت میں ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے اور یہ بھی محال ہے، پس اب ایک تیسری شق متعین ہے اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک کا ارادہ پورا ہوگا اور ایک کا پورا نہیں ہوگا، پس جس کا ارادہ پورا ہوگا وہ قوی اور جس کا پورا نہیں ہوگا وہ ضعیف ہوگا اور ضعیف کا خالق ہونا محال ہے اس لیے کہ ضعیف اور عاجز ہونا حدوث اور امکان کی علامت ہے اور یہ محال تعدد الٰہی کے ماننے سے لازم آتا ہے پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعدد الٰہی محال کو مستلزم ہے اور جو محال کو مستلزم ہوتا ہے وہ خود محال ہوتا ہے پس تعدد الٰہی خود محال ہے۔

صاحب کتاب فرماتے ہیں اسی برہان تمانع کی جانب اللہ رب العزت نے بھی اپنے اس ارشاد "لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا" سے اشارے کیا ہے یعنی اگر عالم میں ایک سے زائد معبود ہوتے تو نظام عالم درہم برہم ہوجاتا۔

سوال ثانی رص ر ۱۰۶

وَالْكَبِيرَةُ لَاتُخْرِجُ الْعَبْدَالْمُؤْمِنَ مِنَ الْاِيْمَان لِبَقَاءِ التَّصْدِيْقِ الَّذِىْ هُوَحَقِيْقَةُالْاِيْمَان خِلَافًالِلْمُعْتَزِلَة،وَلَاتُدْخِلُهُ فِي الْكُفْرِخِلَافًالِلْخَوَارِجِ لَنَاوُجُوْهٌ:اَلْاَوَّلُ اَنَّ حَقِيْقَةَ الْاِيْمَان هُوَالتَّصْدِيْقُ الْقَلْبِيُّ فَلَايَخْرُجُ الْمُؤْمِنُ عَنِ الْاِتِّصَافِ بِهِ اِلَّابِمَايُنَافِيْهِ وَمُجَرَّدُالْاَقْدَامِ عَلَى الْكَبِيْرَةِ لِغَلْبَةِشَهْوَةٍاَوْحَمِيَّةٍاَوْاَنَفَةٍاَوْكَسْلٍ خُصُوْصًااِذَااقْتَرَنَ بِهٖ خَوْفُ الْعِقَابِ وَرَجَاءُ الْعَفْوِوَالْعَزْمُ عَلَى التَّوْبَةِلَايُنَافِيْهِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) کبیرہ کی تعریف کر کے عبارت کا مطلب لکھئے۔

(ج) زیر بحث مسئلہ میں معتزلہ اور خوارج کا مذہب لکھ کر اہل سنت والجماعت کے مذہب پر دلائل پیش کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور کبیرہ بندۂ مومن کو ایمان سے خارج نہیں کرتا اس تصدیق کے باقی رہنے کی وجہ سے جو ایمان کی حقیقت ہے برخلاف معتزلہ کے، اور کبیرہ بندۂ مومن کو کفر میں داخل نہیں کرتا برخلاف خوارج کے اور ہمارے لئے چند دلیلیں ہیں۔ پہلی دلیل وہ ہے کہ ایمان کی حقیقت صرف تصدیق قلبی ہے، لہٰذا بندہ تصدیق قلبی کے ساتھ متصف رہنے سے نہیں خارج ہوگا مگر ایسی چیز سے جو تصدیق قلبی کے منافی ہو، اور محض غلبۂ شہوت یا حمیت یعنی ننگ وعار کی وجہ سے یا سستی کی وجہ سے کبیرہ کا ارتکاب کرنا بالخصوص اس وقت جبکہ اس ارتکاب کے ساتھ عقاب کا خوف اور معافی کی امید اور توبہ کا عزم بھی ہو، تصدیق قلبی کے منافی نہیں ہے۔

(ب)

کبیرہ کی تعریف اور عبارت کا مطلب:

الکبیرۃ: کل معصیة فیها حد فی الدنیا او وعید فی الآخرة وقیل کل محرم کبیرة

عبارت کا مطلب:

مومن ارتکاب کبیرہ کے بعد بھی مومن رہتا ہے اسکی پہلی وجہ یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت محض تصدیق قلبی ہے لہٰذا مومن اس وقت تک دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا جب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تک کہ تصدیق قلبی کی ضد یا منافی کا مرتکب نہ ہو تو محض غلبۂ شہوت یا حمیت، یا عار یا سستی کی بناء پر کبیرہ کا ارتکاب کر لینا خاص کر جب کہ اس حال میں بھی عذاب الٰہی کا اندیشہ، معافی کی امید اور توبہ کر لینے کا عزم رکھتا ہو۔ تصدیق قلبی کے منافی نہیں، ہاں اگر حلال یا خفیف سمجھ کر کبیرہ کا ارتکاب کرے تو یقیناً یہ کفر ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ بعض معصیتوں کو شارع نے تکذیب کی علامت قرار دی ہے۔

چناں چہ ادلہ شرعیہ سے معلوم ہے کہ بت کو سجدہ کرنا قرآن مجید کو گندگیوں میں پھینک دینا۔ کلمہ کفر زبان سے ادا کرنا اور اس نوع کے افعال کفر ہیں، اس تفصیل سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ ایمان اگر صرف تصدیق و اقرار کا نام ہے تو جب تک مومن سے تکذیب صریح یا شک متحقق نہ ہو، اس وقت تک کسی قسم کے افعال اور کلمات کفریہ کے سرزد ہونے سے کافر نہ ہونا چاہئے۔

(ج)

معتزلہ اور خوارج کا مذہب اور اہل سنت والجماعت کے مذہب پر دلائل:

اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ ارتکاب کبیرہ کے بعد بھی وہ مومن رہتا ہے معتزلہ کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ مومن نہیں رہتا اور کافر بھی نہیں ہوتا "لیس بمؤمن ولا کافر" اور خوارج کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے نکل کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کی دلیل:

(۱) چونکہ ہمارے نزدیک ایمان کی حقیقت فقط تصدیق قلبی ہے اور گناہ کبیرہ کی وجہ سے وہ تصدیق قلبی ختم نہیں ہوتی جو ایمان کے منافی ہے لہذا وہ مومن ہی رہے گا، اسی طرح اگر غلبۂ شہوت کی وجہ سے زنا وغیرہ کر لے تو یہ بھی تصدیق کے منافی نہیں ہے۔

(۲) حدیث ہے: من مات وهو يعلم أنه لا إله إلا الله دخل الجنة.

(۳) آیت یایها الذین امنوا توبوا الی الله توبة نصوحا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وجہ استدلال یہ ہے کہ توبہ گناہ کے بعد ہوتی ہے مگر اس کے باوجود ان کو اہل ایمان کہا گیا، معلوم ہوا کہ گناہ کی وجہ سے بندہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

سوالات وجوابات

۱۴۳۳ھ

سوال اول

یہ سوال ۱۴۳۵ھ میں گزر چکا ہے:

سوال ثانی رص ۵۱

فَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ وَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا كَمَا يَزْعَمُ الْفَلَاسِفَةُ مِنْ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ الْجُزْئِيَّاتِ وَلَا يَقْدِرُ عَلٰى أَكْثَرَ مِنْ وَاحِدٍ، وَالدَّهْرِيَّةُ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ ذَاتَهُ، وَالنَّظَّامُ أَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى خَلْقِ الْجَهْلِ وَالْقُبْحِ وَالْبَلْخِي أَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى مِثْلِ مَقْدُورِ الْعَبْدِ وَعَامَّةُ الْمُعْتَزِلَةِ أَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى نَفْسِ مَقْدُورِ الْعَبْدِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) اور صفت علم وقدرت کی تعریف کر کے پوری عبارت کی مکمل تشریح کیجیے۔

ترجمہ: پس وہ ہر چیز کا جاننے والا اور ہر چیز پر قدرت والا ہے، ایسا نہیں ہے جیسا کہ فلاسفہ گمان کرتے ہیں کہ وہ جزئیات کو نہیں جانتا ہے اور ایک سے زائد پر قدرت نہیں رکھتا، اور جیسا کہ دھریہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اپنی ذات کو نہیں جانتا اور جیسا کہ نظام گمان کرتا ہے کہ وہ جہل اور قبح کے پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا اور جیسا کہ بلخی گمان کرتا ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وہ بندہ کے مقدور کے مثل پر قادر نہیں ہے اور جیسا کہ عام معتزلہ گمان کرتے ہیں کہ وہ بعینہ اس چیز پر قادر نہیں ہے جو بندہ کا مقدور ہے۔

(ب)

علم کی تعریف: (۱) صفة يتجلى بها المذكور لمن قامت هي به

(۲) صفة يوجب تمييزا لا يحتمل النقيض

عبارت مذکورہ کی تشریح:

اس عبارت میں صفت سلبیہ میں سے آخری صفت کا بیان ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے علم اور قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ اللہ کو بعض چیزوں کا علم ہو اور بعض کا نہ ہو اسی طرح بعض چیزوں پر قدرت ہو اور بعض پر نہ ہو کیونکہ جن بعض چیزوں کو نہیں جانتے ہیں ان سے جاہل ہوں گے اسی طرح جن بعض پر قدرت نہیں ہے ان سے عاجز ہوں گے اور جہل اور عجز یہ نقص ہے اور اللہ تمام نقائص سے پاک ہے اسی طرح بعض چیزوں کو جاننا اور بعض کو نہ جاننا بعض پر قادر ہونا اور بعض پر نہ ہونا اس تخصیص کے لئے کسی مخصص اور مرجح کی حاجت پیش آئے گی اور کسی مخصص اور مرجح کا محتاج ہونا یہ واجب الوجود کے منافی ہے کیونکہ اس صورت میں اللہ کا غیر کی قدرت کے تحت میں داخل ہونا لازم آتا ہے، اسی طرح نصوص قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے اور اس کی قدرت تمام اشیاء کو حاوی ہے جیسے

فهو بكل شئ عليم وعلى كل شئ قدير . مگر فلاسفہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جزئیات مادیہ کو نہیں جانتے کیونکہ جزئیات میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام تغیرات سے پاک ہے ذات وصفات دونوں میں (جواب) یہ ہے کہ یہ تغیر نسبت اور تعلق میں ہے اور تعلقات کا تغیر نہ ذات کے اندر تغیر کو مستلزم ہے اور نہ صفات کے اندر، اسی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طرح ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک سے زیادہ چیز پر قدرت نہیں کیونکہ ان کے یہاں قاعدہ ہے کہ ایک چیز سے ایک ہی چیز صادر ہوسکتی ہے (جواب) یہ ہے کہ یہ قاعدہ تسلیم نہیں کیونکہ عقل اول سے فلاسفہ مختلف جہتوں سے مختلف چیزوں کو صادر مانتے ہیں جب مخلوق یعنی عقل اول سے مختلف چیزیں صادر ہوسکتی ہیں تو کیا خالق سے مختلف چیزیں صادر نہیں ہوسکتی بلکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے اور دہریہ کا کہنا ہے کہ اللہ اپنی ذات کو نہیں جانتے ہیں کیونکہ عالم اور معلوم کے درمیان مغایرت ہوتی ہے اگر اللہ اپنی ذات جانیں تو اللہ عالم اور ذات معلوم تو اس صورت میں عالم اور معلوم کے درمیان مغایرت نہ رہی بلکہ اتحاد ہوگیا۔

(جواب) مغایرت کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور اعتباری، یہاں مغایرت تو ہے مگر اعتباری ہے اور اعتباری مغایرت کافی ہوتی ہے حقیقی مغایرت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

اور نظام معتزلی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ افعال قبیحہ کا خالق نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ افعال قبیحہ کے بھی خالق ہوں گے تو ان کا برائی سے متصف ہونا لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ برائی کے ساتھ متصف نہیں ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح افعال حسنہ کے خالق ہیں اسی طرح افعال قبیحہ کے بھی خالق ہیں، اور رہی یہ بات کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا برائی کے ساتھ متصف ہونا لازم آئے گا تو برائی سے متصف ہونا اس کا خالق نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا کرنے والا ہوتا ہے۔ اور بلخی جو کعبی کے نام سے مشہور ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے مثل کام کرنے پر قادر نہیں ہیں، اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے مثل کام کرنے پر قادر ہیں اس لئے کہ وہ ہر ایک چیز پر قدرت رکھتے ہیں اور وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو ان کی شایان شان نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ جو بھی کام کرتے ہیں وہ ان کی شایان شان ضرور ہوتا ہے۔

اور عام معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال اختیاریہ کے خالق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں ہیں بلکہ انکے خالق خود بندے ہیں، کیونکہ یہ افعال بندے خود کرتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر بندوں کے افعال اختیاریہ کا خالق اللہ تعالیٰ کو مانیں تو ان افعال کے دو خالق ہو جائیں گے ایک اللہ تعالیٰ دوسرے خود بندے اور ایک مخلوق کے دو خالق نہیں ہو سکتے، ان کے اس عقیدہ کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام افعال کے (خواہ اختیاریہ ہوں یا غیر اختیاریہ) خالق ہیں اور رہا ان کا یہ کہنا کہ بندے اپنے افعال اختیاریہ کے خود خالق ہیں اس لئے کہ وہ ان کو خود کرتے ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ بندے اپنے افعال اختیاریہ خود نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ کے تحت کرتے ہیں، پس وہ اپنے افعال کے خود خالق نہیں ہیں بلکہ اللہ رب العزت ان کا خالق ہے۔

سوال ثالث/ ص/۱۴۳

فَاِنْ قِيلَ: لِمَ لَايَجُوزُ الِاكْتِفَاءُ بِذِي شَوْكَةٍ فِي كُلِّ نَاحِيَةٍ وَمِنْ اَيْنَ يَجِبُ نَصْبُ مَنْ لَهُ الرِّيَاسَةُ الْعَامَّةُ قُلْنَا لِاَنَّهُ يُؤَدِّي اِلَى مُنَازَعَاتٍ وَمُخَاصَمَاتٍ مُفْضِيَةٍ اِلَى اِخْتِلَالِ اَمْرِ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا كَمَا نُشَاهِدُ فِي زَمَانِنَا هٰذَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) اور اعتراض و جواب کی واضح تشریح کیجئے؟

جواب (الف)

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کہ ہر علاقہ میں کسی شوکت اور طاقت والے شخص کو کافی سمجھ لینا کیوں جائز نہیں ہے، اور ایسا شخص مقرر کرنا کہاں سے واجب ہے جس کو (تمام بلاد اسلامیہ پر) ریاست عامہ حاصل ہو، ہم جواب دیں گے اس لئے کہ وہ ایسے باہمی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جھگڑوں کا ذریعہ بنے گا جو دین ودنیا کا کام بگڑ جانے کا سبب ہوں گے، جیسا کہ ہم اپنے اس زمانے میں مشاہدہ کررہے ہیں۔

(ب)

یہ جزء ۱۴۳۶ھ کے سوال ثالث کی جزء (ب) میں گزر چکا ہے۔

سوالات وجوابات

۱۴۳۲ھ

سوال اول رص ۱۴٫

وَالْعِلْمُ بِهَا أَيْ بِالْحَقَائِقِ مِنْ تَصَوُّرَاتِهَا وَالتَّصْدِيْقِ بِهَا وَبِأَحْوَالِهَا مُتَحَقِّقٌ وَقِيْلَ الْمُرَادُ الْعِلْمُ بِثُبُوْتِهَا لِلْقَطْعِ بِأَنَّهُ لَا عِلْمَ بِجَمِيْعِ الْحَقَائِقِ وَالْجَوَابُ أَنَّ الْمُرَادَ الْجِنْسُ رَدًّا عَلَى الْقَائِلِيْنَ بِأَنَّهُ لَا ثُبُوْتَ لِشَيْءٍ مِنَ الْحَقَائِقِ وَلَا عِلْمَ بِثُبُوْتِ حَقِيْقَةٍ وَلَا بِعَدَمِ ثُبُوْتِهَا:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ اور مطلب کیجیے۔

(ب) "والجواب" سے جس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے اس کی وضاحت کر کے جواب کی تشریح کیجیے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور حقائق اشیاء کا علم یعنی ان کا تصور اور ان حقائق کے وجود کی تصدیق اور حقائق کے احوال (حدوث، امکان، عین، عرض وغیرہ) کی تصدیق متحقق ہے اور کہا گیا کہ اس سے مراد اشیاء کے ثبوت کا علم ہے اس بات کے یقینی ہونے کی وجہ سے کہ تمام حقائق کا علم نہیں ہے اور جواب یہ ہے کہ مراد حقائق کی جنس ہے ان لوگوں پر رد کرنے کے لیے جو اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بات کے قائل ہیں کہ حقائق میں سے کسی شی کا ثبوت نہیں ہے اور نہ کسی حقیقت کے ثبوت کا علم ہے اور نہ عدم ثبوت کا علم ہے۔

مطلب:

ماتن نے اس سے پہلے ایک دعوی کیا تھا کہ اشیاء کا وجود ہے وہ وہمی اور خیالی نہیں ہیں، کیونکہ ان کو دیکھ رہے ہیں ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں، اب ماتن دوسرا دعوی کرتے ہیں کہ اشیاء کا علم بھی متحقق ہے یعنی ہمیں ان کے موجود ہونے کا اور ان کے احوال مثلا امکان ،حدوث، آسمان کے اوپر ہونے، زمین کے نیچے ہونے وغیرہ کا یقین کامل۔ علم کی دو قسمیں ہیں: علم تصوری، علم تصدیقی، اور ہم کو اشیاء کا دونو طرح کا علم حاصل ہے۔

(ب)

اعتراض وجواب:

بعض لوگوں نے کہا و العلم بھا میں ضمیر مجرور سے مراد حقائق الاشیاء نہیں ہے بلکہ ثبوتھا ہے یعنی الحقائق مراد ہے اور اس سے پہلے لفظ ثبوت مضاف مقدر ہے اور مطلب یہ ہے کہ تمام اشیاء کے حقائق کے ثبوت کا علم متحقق ہے، کیونکہ اگر ضمیر کو حقائق الاشیاء کی طرف راجع کرو گے تو چونکہ الاشیاء میں لام تعریف استغراق کے لیے ہے اس لئے اس کے معنی یہ ہوگا کہ ہم کو تمام حقیقتوں کا علم ہے، حالانکہ کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کو تمام حقائق کا علم ہو البتہ تمام حقائق کے ثبوت کا علم ضرور ہے، اس لیے ثبوت مقدر ماننے کی صورت میں معنی درست ہو جائے گا۔

جواب:

بعض لوگوں نے اس کا جواب دیا ہے کہ مضاف مقدر ماننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ حقائق الاشیاء میں الف لام استغراق کے لیے نہیں ہے، بلکہ جنس کے لیے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اور جس کا اطلاق واحد اور کثیر دونوں پر ہوتا ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جنس حقائق کا علم متحقق اور نفس الامر میں ثابت ہے اور اس سے ان لوگوں پر رد کرنا مقصود ہے جو اس کے قائل ہیں کہ کسی شئ کی کوئی حقیقت نہیں ہے، بلکہ سب فرضی اور وہمی ہیں اور اسی طرح ان کا بھی رد مقصود ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شئ کی حقیقت تو ہے لیکن اس کے وجود یا عدم وجود کا علم کسی کو نہیں ہے۔

سوال ثانی /ص ۴۶

فَاِنْ قِیلَ فَکَیفَ یَصِحُّ اِطْلَاقُ الْمَوْجُوْدِ وَالْوَاجِبِ وَالْقَدِیْمِ وَنَحْوِ ذَالِکَ مِمَّا لَمْ یَرِدْ بِهٖ الشَّرْعُ قُلْنَا بِالْاِجْمَاعِ وَهُوَ مِنْ اَدِلَّةِ الشَّرْعِ وَقَدْ یُقَالُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَالْوَاجِبُ وَالْقَدِیْمُ اَلْفَاظٌ مُتَرَادِفَةٌ وَالْمَوْجُوْدُ لَازِمٌ لِلْوَاجِبِ وَاِذَا الشَّرْعُ بِاِطْلَاقِ اِسْمٍ بِلُغَةٍ فَهُوَ اِذْنٌ بِاِطْلَاقِ مَایُرَادِفُهٗ مِنْ تِلْکَ اللُّغَةِ اَوْمِنْ لُغَةٍ اُخْریٰ وَمَایُلَازِمُ مَعْنَاهُ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) اور عبارت میں پیش کردہ اعتراض وجواب کی واضح تشریح کی جیئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ (باری تعالیٰ پر) موجود، واجب قدیم اور ان جیسے دیگر ایسے الفاظ کا اطلاق کرنا جن کے ساتھ شریعت وارد نہیں ہوئی ہے کیسے صحیح ہے تو ہم جواب دیں گے یہ اجماع کی وجہ سے صحیح ہے اور اجماع ادلۂ شرع میں سے ہے، اور کبھی کہا جاتا ہے کہ بلا شبہ لفظ اللہ اور واجب اور قدیم مترادف الفاظ ہیں اور واجب کے لئے موجود ہونا لازم ہے اور جب شریعت کسی زبان کے ایک نام کا اطلاق کرتی ہے تو اسی زبان یا کسی اور زبان کے ایسے لفظ کے اطلاق کی جو اس کی مترادف یا اس کے ہم معنی ہوتے ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اجازت دیتی ہے۔

(ب)

اعتراض وجواب کی وضاحت:

مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے ذات باری تعالیٰ پر لفظ موجود، واجب اور قدیم کے اطلاق کرنے پر وارد ہونے والے ایک اعتراض اور اس کے جواب کو بیان کیا ہے۔

اعتراض:

یہاں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ذات باری پر ایسے ناموں کا اطلاق کرنا جو شریعت میں وارد نہیں ہوئے ہیں ممنوع ہے اور موجود، واجب اور قدیم ایسے ہی نام ہیں شریعت نے ان ناموں کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر نہیں کیا ہے تو پھر آپ نے ان کا اطلاق کس طرح ذات باری تعالیٰ پر کیا ہے۔؟

جواب:

اس اعتراض کے صاحب کتاب نے دو جواب دیے ہیں، پہلا جواب یہ دیا ہے کہ جناب! ہم نے ان ناموں کا اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ پر اجماع کی وجہ سے کیا ہے اور اجماع بھی ادلۂ شرعیہ میں سے ایک دلیل ہے، اور دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ ان ناموں کا اطلاق ہم نے ذات باری تعالیٰ پر ایک قاعدہ کے تحت کیا ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ شریعت جب کسی زبان کے ایک نام کا اطلاق ذاتِ باری پر کرنے کو جائز قرار دیتی ہے تو پھر اس نام کے مترادف دوسرے الفاظ کے اطلاق کو بھی خواہ وہ اسی زبان کے ہوں یا کسی دوسری زبان کے ہوں جائز قرار دیتی ہے جیسا کہ اس کی مثال لفظ اللہ اور لفظ خدا ہے اللہ عربی کا لفظ ہے اور دونوں کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر کرنا صحیح ہے اسی طرح لفظ موجود، واجب اور قدیم کا اطلاق کرنا بھی صحیح ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث رص ۱۴۳

وَلَایُوصَفُوْنَ بِذُکُوْرَةٍ وَلَااُنُوْثَةٍ إِذْ لَمْ یَرِدْ بِذَالِکَ نَقْلٌ وَلَادَلَّ عَلَیْهِ عَقْلٌ وَمَازَعَمَ عَبَدَةُ الْاَصْنَامِ أَنَّهُمْ بَنَاتُ اللّٰهِ مَحَالٌ بَاطِلٌ وَاِفْرَاطٌ فِیْ شَانِهِمْ کَمَا أَنَّ قَوْلَ الْیَهُوْدِ أَنَّ الْوَاحِدَفَالْوَاحِدَ مِنْهُمْ قَدْیَرْتَکِبُ الْکُفْرَ وَیُعَاقِبُهُ اللّٰهُ بِالْمَسْخِ تَفْرِیْطٌ وَتَقْصِیْرٌ فِیْ حَالِهِمْ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) اور بوضاحت مطلب لکھتے ہوئے بتایئے کہ عبارت میں کن لوگوں کے احوال بیان کیے گئے ہیں؟

جواب (الف)

ترجمہ: اور فرشتوں کو مذکر اور مؤنث کے وصف کے ساتھ متصف نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ اس سلسلہ میں نہ کوئی نقلی دلیل وارد ہوئی اور نہ عقلی دلیل، اور بتوں کے پجاریوں نے جو گمان کیا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں محال اور باطل ہے اور ان کی شان میں زیادتی ہے، جیسے یہود کا یہ قول کہ ان میں سے کوئی کفر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو مسخ کی سزا دیتے ہیں یہ ان کی شان میں تفریط اور کوتاہی ہے۔

(ب)

مطلب اور عبارت میں ذکر کی گئی لوگوں کے احوال کا بیان:

مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ فرشتے نہ مذکر ہوتے ہیں اور نہ مؤنث کیونکہ اس پر نہ دلیل نقلی ہے اور نہ دلیل عقلی ہے اور دلیل کے بغیر دعوی بے کار ہے، اور مشرکین کا ان کو اللہ کی بیٹیاں کہنا یہ انکی توہین ہے جیسا کہ یہود نے ان کی شان میں گستاخی کی ہے کہ ان سے کفر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سرزد ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو سزا دیتے ہیں۔

بلکہ فرشتے اللہ کے بندے ہیں نہ وہ مذکر ہیں اور نہ مؤنث، ہاروت اور ماروت کے بارے میں جو منقول ہے کہ انہوں نے کفر کیا جس کی وجہ سے ان کو کنویں میں اوندھا لٹکا دیا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے کفر نہیں کیا اور ان کو سزا دیا جانا یہ کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ بطور عتاب ہے جیسا کہ حضرات انبیاء پر کسی لغزش کی بنیاد پر عتاب ہوتا ہے۔

صاحب نبراس نے بیان کیا کہ ہاروت اور ماروت کے بارے میں جو واقعات منقول ہیں وہ یہودیوں کی طرف سے گھڑے ہوئے ہیں۔

سوالات وجوابات

۱۴۳۶ھ

سوال اول رص ر۸

فَحَاوَلْتُ أَنْ أَشْرَحَهُ شَرْحًا يُفَصِّلُ مُجْمَلَاتِهِ وَيُبَيِّنُ مُعْضَلَاتِهِ، وَيَنْشُرُ مَطْوِيَّاتِهِ، وَيُظْهِرُ مَكْنُونَاتِهِ، مَعَ تَوْجِيهٍ لِلْكَلَامِ فِي تَنْقِيحٍ، وَتَنْبِيهٍ عَلَى الْمَرَامِ فِي تَوْضِيحٍ، وَتَحْقِيقٍ لِلْمَسَائِلِ غِبَّ تَقْرِيرٍ، وَتَدْقِيقٍ لِلدَّلَائِلِ إِثْرَ تَحْرِيرٍ، وَتَفْسِيرٍ لِلْمَقَاصِدِ بَعْدَ تَمْهِيدٍ، وَتَكْثِيرٍ لِلْفَوَائِدِ مَعَ تَجْرِيدٍ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور مطلب تحریر کریں۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: تو میں نے ارادہ کرلیا کہ اس کی ایسی شرح کروں جو اس کی مجمل باتوں کی تفصیل کردے اور اس کی مشکل باتوں کو واضح کردے اور اس کی لپٹی ہوئی باتوں کو پھیلادے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور اس کی پوشیدہ باتوں کو ظاہر کردے تنقیح کے دوران کلام کو مقصود کی طرف متوجہ کرنے کے ساتھ اور توضیح کے دوران مقصود پر متنبہ کرنے کے ساتھ اور زوائد سے پاک کرنے کے بعد باریکیوں کو بیان کرنے کے ساتھ اور ایک تمہید کے بعد مقصود مسائل کی تفسیر کے ساتھ اور کثرت سے مفید باتوں کو بیان کرنے کے ساتھ عبارت کو حشو وزوائد سے پاک کرنے کے ساتھ۔

عبارت کی مطلب

فحاولت: یہ شرط محذوف کی جزاء ہے اور وہ ہے (اذا کان الامر کذلک) اسی وجہ سے فاء جزائیہ داخل ہوا ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ جب میں نے اس مختصر عقائد نسفی کا معائنہ کیا تو میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کی ہر بات کو کھول کھول کر بیان کروں گا تا کہ اس کتاب کی پیچیدہ اور مشکل باتیں واضح ہو جائیں، اور ساتھ ہی ساتھ مقصود پر متنبہ کروں گا، مصنف یا دیگر علماء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد جوبات ہمارے نزدیک حق ہوگی وہ پیش کروں گا، دراں حالانکہ کتاب حشو وزوائد سے خالی ہوگی اور مزین عبارت ہوگی، مبادیات کو ذکر کرنے کے بعد مقصود مسائل اور زیادہ سے زیادہ مفید باتیں بیان کروں گا۔

(ب)

خط کشیدہ الفاظ کی لغوی صرفی تحقیق:

حاولت: مفاعلت سے واحد متکلم کا صیغہ ہے ارادہ کے معنی میں ہے۔

مجملات: مجمل کی جمع ہے، گول مول بات جس کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے۔

مطویات: طوی کی جمع مؤنث ہے، لپیٹنا، من باب ضرب، اصل میں مطووی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھا،مگر قاعدہ یہ ہے کہ اگر واؤاور یا ایک کلمہ میں جمع ہوجائیں اوراول ساکن ہوتو واؤیا سے بدل جائے گااور یا کا یا میں ادغام کردیا جائے گااور ماقبل کا ضمہ کسرہ میں بدل دیا جائے گا جیسے مرمی اصل میں مرموی تھا۔(علم الصیغہ)

مکنونات: مکنون کی جمع ہے، چھپانا،من باب ضرب۔

تنقیح: تفعیل کا مصدر ہے،ہڈی میں سے گودا نکالنا،مسائل کودلائل سے ثابت کرنا۔

تدقیق: تفعیل کا مصدر ہے،باریک کرنا،بال کی کھال نکالنا،دلیل کے مقدمات کودلیل سے ثابت کرنا۔

تمھید: کے لغوی معنی بچھانا اور اصطلاح میں ایسے کلام کے بیان کردینے کوتمہید کہتے ہیں جس پر مقصود موقوف ہو۔

تجرید: کے معنی زوائد کوحزف کردینا یعنی کتاب زوائد سے پاک ہوگی اورفوائد کثیرہ پر مشتمل ہوگی۔

سوال ثانی رص ر ۳۰

وَالْاِلْهَامُ لَيْسَ مِنْ اَسْبَابِ الْمَعْرِفَةِ بِصِحَّةِ الشَّيْئِ عِنْدَاَهْلِ الْحَقِّ حَتّٰى يُوْرِدَبِهِ الْاِعْتِرَاضُ عَلٰى حَصْرِ الْاَسْبَابِ فِي الثَّلَاثَةِ ثُمَّ الظَّاهِرُ اَنَّهُ اَرَادَاَنَّ الْاِلْهَامَ لَيْسَ اَسْبَابًا يَحْصُلُ بِهِ الْعِلْمُ لِعَامَّةِ الْخَلْقِ وَيَصْلُحُ لِلْاِلْزَامِ عَلَى الْغَيْرِ وَاِلَّافَلَاشَكَّ اَنَّهُ قَدْيَحْصُلُ بِهِ الْعِلْمُ.

(الف)اعراب لگاکر ترجمہ کیجیے۔

(ب)الہام کی تعریف کرتے ہوئے مطلب لکھیے۔

(ج)اس سے پہلے جوتین اسباب علم ذکر کیے گئے ہیں وہ کون سے ہیں اورتین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یں منحصر کیے جانے پر کیا اعتراض وارد ہوتا ہے اور اس کا کیا جواب دیا گیا ہے وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

(الف)

ترجمہ: اور الہام اہل حق کے نزدیک علم کے اسباب میں سے نہیں ہے یہاں تک کہ اس سے علم کے تین اسباب میں منحصر ہونے پر اعتراض وارد ہو پھر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے یہ مراد لیا ہے کہ الہام ایسا سبب نہیں جس سے عام مخلوق کو علم حاصل ہو اور غیر پر لازم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو ورنہ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ کبھی اس سے بھی علم حاصل ہوتا ہے۔

(ب)

تعریف الالہام:

الہام کہتے ہیں بطور فیضان کے بغیر استحقاق اور فیضان کے اللہ کی جانب سے دل میں آنے والے خیال کو۔

عبارت کا مطلب:

واضح رہے کہ مصنف نے اس عبارت میں الہام کی تعریف اور اس کے اسباب علم میں سے نہ ہونے کو بیان کیا ہے۔

الہام کی تعریف تو ابھی بیان ہو چکی، رہا یہ کہ الہام علم کے اسباب میں سے ہے یا نہیں اس کے متعلق ماتن فرماتے ہیں کہ الہام علم کے اسباب میں سے نہیں ہے اس پر شارح فرماتے ہیں کہ جب الہام علم کے اسباب میں سے نہیں ہے تو پھر ہمارے اس قول پر کہ علم کے تین اسباب ہیں کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ہے اور اگر بالفرض کوئی اعتراض کرتا بھی ہے تو یہ اس کی کم فہمی کی دلیل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ الہام علم کے اسباب میں سے کیوں نہیں ہے؟ تو شارح اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ہماری مراد علم کے اسباب سے وہ اسباب ہیں جو عام مخلوق کے لیے علم کا سبب بنتے ہیں اور جس کو دوسروں پر لازم کیا جاتا ہے اور الہام ایسا نہیں ہے اس سے عام مخلوق کو علم حاصل نہیں ہوتا ہے اور نہ اس کو کسی دوسرے پر لازم کیا جا سکتا ہے اس لئے یہ علم کے اسباب میں سے نہیں ہے اگر چہ یہ بات صحیح ہے کہ اس سے کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہوتا ہے۔

(ج)

اسباب علم اور انکا تین میں منحصر ہونے پر اعتراض اور جواب:

واضح رہے کہ علم کے تین اسباب ہیں:

(۱) حواس سلیمہ (۲) خبر صادق (۳) عقل

اسباب علم کے تین میں منحصر ہونے پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آپ کا اسبابِ علم کو تین میں منحصر کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ الہام سے بھی علم حاصل ہوتا ہے پس یہ بھی علم کا ایک سبب ہے۔ شارحؒ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب الہام علم کے اسباب میں سے نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسبابِ علم سے ہماری مراد وہ اسباب ہیں جو بالذات عام مخلوق کے لئے علم کا سبب بنتے ہیں اور الہام سے اگر چہ علم حاصل ہوتا ہے لیکن یہ عام مخلوق کے لئے علم کا سبب نہیں بنتا ہے اس لئے ہمارے نزدیک یہ علم کے اسباب میں سے نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث رص ۱۳۶ر

وَكَرَامَاتُ الْأَوْلِيَاءِ حَقٌّ وَالْوَلِيُّ هُوَالْعَارِفُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَصِفَاتِهٖ حَسْبَ مَايُمْكِنُ الْمُوَاظِبُ عَلَى الطَّاعَاتِ الْمُجْتَنِبُ عَنِ الْمَعَاصِيْ الْمُعْرِضُ عَنِ الْإِنْهِمَاكِ فِي اللَّذَّاتِ وَالشَّهَوَاتِ وَكَرَامَاتُهٗ ظُهُوْرُاَمْرٍ خَارِقٍ لِلْعَادَةِ مِنْ قِبَلِهٖ غَيْرَ مُقَارِنٍ لِدَعْوَى النُّبُوَّةِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) کرامت، معجزہ اور استدراج کی تعریفات لکھ کر ان کا باہمی فرق واضح کیجیے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور اولیاء کی کرامات حق ہیں اور ولی وہ شخص ہے جو اللہ اور اس کی صفات کی بقدر امکان معرفت رکھتا ہو طاعات کا پابند ہو گناہوں سے بچنے والا ہو لذتوں اور شہوتوں کے اندر انہماک سے اعراض کرنے والا ہو، اور اس کی کرامت اس کی طرف سے خارق عادت امر کا ظاہر ہونا ہے دراں حالیکہ وہ دعویٰ نبوت کا مقارن نہ ہو۔

مطلب:

یہ ہے کہ اگر خلاف عادت کام کا صدور مومن کامل سے ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ اور ایسے شخص کو ولی کہتے ہیں۔ شارحؒ ولی کی تعریف کرتے ہیں کہ ولی اس شخص کو کہتے ہیں جس کا تعلق اللہ سے قوی ہو اور دنیا سے بقدر ضرورت ہو اور اعمال صالحہ سے مزین ہو اور معاصی سے دور رہنے والا ہو، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ تمام اہل حق کرامات اولیاء کو جائز اور ثابت مانتے ہیں البتہ معتزلہ انکار کرتے ہیں شارحؒ فرماتے ہیں کہ کرامات اولیاء کی حقانیت کی دلیل وہ خلاف عادت واقعات ہیں، جن کا صحابہ و تابعین اور دوسرے صالحین امت سے صادر ہونا تواتر سے ثابت ہیں لیکن تواتر ہیں معنا یعنی جو صحابہ اور اولیاء اللہ ہیں انکی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرامات کے نقل کرنے والے لوگ جتنے ہیں وہ اگر چہ واحد ہیں لیکن ان میں جوامر مشترک ہے یعنی خلاف عادت امور کا ظہور جس کو کرامت کہتے ہیں تواتر سے ثابت ہے۔

(ب)

کرامت اور معجزہ اور استدراج کی تعریف اور انکے باہمی فرق :

کرامت کی تعریف:

وہ خلاف عادت چیز جو کسی ایمان والے کے ہاتھ پر ظاہر ہو بشرطیکہ وہ مدعی نبوت نہ ہو۔

معجزہ کی تعریف:

وہ خلاف عادت چیز جو مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہو دعویٰ رسالت کی تصدیق کے لئے ،دونوں میں فرق یہ ہے کہ کرامت کبھی ولی کے علم اور قصد کے بغیر صادر ہو جاتی ہے اور معجزہ کا ظہور نبی کے علم اور قصد کے بعد ہوتا ہے۔

کرامت اور معجزہ کے درمیان فرق:

والفرق بين المعجزة والكرامة أن النبي يجب عليه اظهار المعجزة ،والولي يجب عليه أن يكتم الكرامة .(مبادیٔ الکلام)

استدراج کی تعریف:

وہ خلاف عادت چیز جو فاسق یا کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہو کرامت اور استدراج میں فرق اس طرح معلوم ہوگا کہ اگر خلاف عادت چیز نیک آدمی کے ہاتھ پر ظاہر تو وہ کرامت ہوگی اور اگر فاسق یا کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو وہ استدراج ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوبات

۱۴۳۰ھ

سوال اول رص ۱۲ر

قَالَ اَهْلُ الْحَقِّ حَقَائِقُ الْاَشْيَاءِ ثَابِتَةٌ وَالْعِلْمُ بِهَامُتَحَقِّقٌ:

(الف) حقیت وماہیت میں اتحاد ہے یا فرق؟ پھر حقیقت کی تعریف ''ما بہ الشی ہو ہو'' سے کی جاتی ہے، ان سب کو آپ واضح طور سے بیان کریں۔

(ب) حقائق الاشیاء ثابتة'' یہ حکم بظاہر لغو ہے، اپ پہلے اس کی لغویت کو ظاہر کریں پھر اس کے بامعنی ہونے کو واضح کریں؟

(ج) وہ کونسا فرقہ ہے جو حقائق اشیاء کے ثبوت کا انکار کرتا ہے؟ اور کونسا فرقہ ان کے علم کے تحقق کا انکار کرتا ہے؟

(د) اصل مسائل کے بیان کرنے سے پہلے اس امر کو بیان کرنے کی وجہ کیا ہے؟ بوضاحت لکھیں۔

جواب (الف)

حقیقت اور ماہیت کی تعریف اور انکے مابین فرق کا بیان:

حقیقت و ماہیت وہ چیز ہے جس کی وجہ سے کوئی چیز بنے، مثلاً حیوان اور ناطق اس سے انسان بنتا ہے لہذا حیوان ناطق انسان کی ماہیت ہے۔ یا مثلاً چائے یہ دودھ شکر اور پتی کے مجموعہ سے بنتی ہے لہذا یہ چیزیں چائے کی حقیقت و ماہیت ہیں۔

حقیقت اور ماہیت اور ہویت میں فرق ہے:

اگر ما بہ الشیٔ ھو ھو میں موجود فی الخارج کا اعتبار ہو تو حقیقت ہے، مثلاً انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے اور وہ خارج میں موجود ہے، اور خارج میں تشخص کے اعتبار سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہویت ہے، مثلاً "انجم" اپنے رنگ اور بدن کی بناوٹ کے اعتبار سے دیگر لوگوں سے ممتاز ہے کیونکہ ہر انسان کے اندر کچھ تشخصات ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے اور تشخص ماہیت میں ایک زائد چیز ہوتی ہے، اوران دونوں (تحقق اور تشخص) سے قطع نظر کرتے ہوئے ماہیت ہے۔

(ب)

حقائق الاشیاء پر لغو ہونے کا اعتراض اور جواب:

اعتراض مصنف کے قول حقائق الاشیاء ثابتۃ پر ہے، اور وہ اس طور پر کہ مذکورہ جملہ میں ثابتۃ کا حمل حقائق الاشیاء پر درست نہیں، کیونکہ موضوع اور محمول کے درمیان حمل کے لئے من وجہٍ اتحاد اور من وجہٍ تغائر ہوتا ہے جب کہ یہاں ایسا نہیں ہے، کیونکہ حقائق حقیقت کی جمع ہے اور حقیقت بمعنی متحقق ہے اور تحقق اور ثبوت دونوں مترادف ہیں لہٰذا حقائق ثابتات کے معنی میں ہوگیا، اسی طرح اشیاء بمعنی موجود ہے، وجود اور ثبوت دونوں مترادف لہٰذا اشیاء بھی ثابتات کے معنی میں ہوگیا، لہٰذا مصنف کا قول حقائق الاشیاء "الثابتات ثابتۃ" کے مرتبہ میں ہوگیا، چونکہ شی کا اپنی ذات پر حمل نہیں ہوتا ہے اس لئے مصنف کا یہ کلام لغو اور غیر مفید ہوگا۔

جواب:

مذکورہ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہاں موضوع (حقائق الاشیاء) اور محمول (ثابتۃ) میں من وجہٍ مغایرت ہے، کیونکہ جانب موضوع میں اعتقاد مراد ہے اور جانب محمول میں نفس الامر مراد ہے اب مطلب ہوگا الامور الثابتۃ فی اعتقادنا ثابتۃ فی نفس الامر لہٰذا اب حمل کرنا صحیح ہوجائے گا کیونکہ حمل کیلئے من وجہٍ تغایر کافی ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

حقائق اشیاء اور انکے علم کے منکرین کا بیان:

عنادیہ: یہ حقائق اشیاء کا انکار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جتنی چیزیں ہم دیکھتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں وہ محض اوہام اور خیالات ہیں۔

لاادریہ: یہ لوگ اشیاء کے ثبوت اور عدم ثبوت کے علم کا انکار کرتے ہیں اور دونوں میں شک کا اظہار کرتے ہیں۔

(د)

پہلے حقائق اشیاء کا ذکر کرنے کی وجہ:

جبکہ علم کلام کی بنیاد صانع کے وجود اور اس کی توحید اور اس کی صفات اور اس کے افعال پر مخلوقات کے وجود سے استدلال کرنے پھر ان مسائل سے دیگر مسائل نقلیہ کی طرف منتقل ہونے پر ہے تو کتاب کے شروع میں ان اعیان اور اعراض کے وجود پر اور ان کا علم حاصل ہونے پر متنبہ کرنا مناسب معلوم ہوا جو مشاہد اور محسوس ہیں، تا کہ اس بات کو اس چیز کی معرفت کا وسیلہ بنایا جائے جو سب سے اہم مقصود ہے، چنانچہ (ماتنؒ نے) فرمایا قال اھل الحق حقائق الاشیاء ثابتة .

سوال ثانی رص ر ۵۳

وَلَهُ صِفَةٌ اَزَلِيَّةٌ قَائِمَةٌ بِذَاتِهٖ وَهِيَ لَاهُوَ وَلَاغَيْرُهٗ لَمَّاتَمَسَّكَتِ الْمُعْتَزِلَةُ بِاَنَّ فِيْ اِثْبَاتِ الصِّفَاتِ اِبْطَالَ التَّوْحِيْدِ لِمَا اَنَّهَا مَوْجُوْدَاتٌ قَدِيْمَةٌ مُغَايِرَةٌ لِذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَلْزَمُ قِدَمُ غَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَعَدُّدُ الْقُدَمَاءِ بَلْ تَعَدُّدُ الْوَاجِبِ لِذَاتِهٖ عَلٰى مَاوَقَعَتِ الْاِشَارَةُ اِلَيْهِ فِيْ كَلَامِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَالتَّصْرِيْحُ بِهٖ فِيْ كَلَامِ الْمُتَاَخِّرِيْنَ مِنْ اَنَّ وَاجِبَ الْوُجُوْدِ بِالذَّاتِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَصِفَاتُهٗ وَقَدْ كَفَرَتِ النَّصَارٰى بِاِثْبَاتِ ثَلَاثَةٍ مِنَ الْقُدَمَاءِ فَمَابَالُ الثَّمَانِيَةِ ؟

(الف)عبارت پراعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب)مطلب بیان کریں۔

(ج)قدیم اور واجب بالذات میں فرق بتائیں۔

جواب(الف)

ترجمہ: اور کچھ صفات ازلی خاص ہیں اسکے لئے (وہ صفات) اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں، اور وہ نہ تو عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات ہیں، اور جب معتزلہ نے (صفات کی نفی پر) یہ دلیل پیش کی کہ صفات کے ثابت کرنے میں توحید کا ابطال ہے کیونکہ وہ ایسی موجودات ہوں گی جو قدیم ہوں گی اللہ کی ذات کے مغائر ہوں گی لہٰذا غیر اللہ کا قدیم ہونا لازم آئے گا اور تعدد قدماء بلکہ تعدد واجب لذاتہ بھی لازم آئے گا جیسا کہ اس کی طرف اشارہ ہے متقدمین کے کلام میں اور اس کی صراحت ہے متاخرین کے کلام میں کہ واجب الوجود بالذات اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی صفات ہیں اور نصاریٰ صرف تین قدماء ثابت کرنے کی وجہ سے کافر قرار دیئے گئے تو آٹھ یا اس سے زائد (قدماء ثابت کرنے والوں) کا کیا حال ہوگا؟۔

(ب)

مطلب العبارۃ۔

اہل السنّت والجماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی صفات ثابت ہیں جو زائد علی الذات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اور قدیم و ازلی ہیں، ذات

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

واجب کا عین نہیں ہیں، اور معتزلہ کا کہنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی کوئی صفت ثابت نہیں ہے جو زائد علی الذات ہو اور ازلی اور قدیم ہو بلکہ اس کی صفات ذات باری کا عین ہیں ،اور ایسی صفات کی نفی پر معتزلہ استدلال اس طرح کرتے ہیں کہ معتزلہ صفات کی نفی پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر باری تعالیٰ کے لئے ایسی صفات مانو گے جو ذات باری کا عین نہ ہو بلکہ اس کی ذات کے مغائر ہو اور قدیم ہو تو اس سے غیر اللہ کا قدیم ہونا لازم آئے گا، نیز یہ صفات متعدد ہیں، لہٰذا تعدد قدماء بھی لازم آئے گا بلکہ تعدِ دِ وجباء بھی لازم آئے گا جیسا کہ متقدمین کے کلام میں اشارہ کیا گیا اور متاخرین کے کلام میں اس کی بھی تصریح موجود ہے۔

معتزلہ کے استدلال کا جواب:

ماتن نے اپنے قول وھی لاھو ولا غیرہ سے معتزلہ کے استدلال کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ منافی توحید غیر اللہ کا قدیم ہونا اور متعدد قدماء کا ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے صفات ماننے سے نہ غیر اللہ کا قدیم ہونا اور نہ تعدِ دِ قدماء ہونا لازم آتا ہے، اس لئے کہ یہ اس وقت لازم اتا جبکہ یہ صفات غیر ذات باری تعالیٰ ہوتیں، حالانکہ یہ صفات غیر ذات باری نہیں اور جب یہ غیر ذات باری نہیں ہیں تو پھر صفات کے قدیم ماننے سے غیر اللہ کا قدیم ہونا لازم نہیں آئے گا اور نہ تعدِ دِ قدماء لازم آئے گا۔اور و النصاری وان لم یصرحوا الخ یہ ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے، اعتراض یہ ہے کہ معتزلہ کو جو جواب دیا گیا اس میں یہ بات ہوئی کہ تعدد موقوف ہے تغائر پر اور نصاریٰ جن تین قدماء کے قائل ہیں انمیں وہ تغائر نہیں مانتے تو نصاریٰ کی تکفیر صحیح نہیں؟

جواب کا حاصل یہ ہے کہ نصاریٰ جن تین قدماء کے قائل ہیں ان میں تغائر کیا ہے اگرچہ انہوں نے تصریح نہیں کی ہے لیکن ان کے کلام سے ان میں تغائر لازم اتا ہے، کیونکہ انہوں نے ایسی بات کہی ہے جس سے ان تینوں کے درمیان مغائرت لازم اتی ہے اور وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بات یہ ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ اقنوم علم اللہ تعالیٰ کی ذات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم میں منتقل ہو گیا ہے اور انتقال کے لئے ایک منقول عنہ اور ایک منقول الیہ ہوتا ہے اور ان دونوں میں تغائر ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ اقنوم علم غیر ذات ہے اور غیر اللہ کو قدیم ماننا منافی توحید ہے اس لئے ان کی تکفیر کی گئی۔

(ج)

واجب اور قدیم کے مابین فرق:

القدیم :ھو القائم بنفسه الذی لا اول لوجوده ،الواجب :ماقتضت ذاته وجوده فی الخارج ، والواجب الوجود یرادبه أن وجوده سبحانه لذاته فیستحیل علیه العدم ازلا وابدا .

سوال ثالث ص ۱۰۰

وَالْبَعْثُ حَقٌّ وَاَنْکَرَہُ الْفَلَاسِفَةُ بِنَاءً عَلٰی اِمْتِنَاعِ إِعَادَةِ الْمَعْدُوْمِ بِعَیْنِهٖ وَهُوَمَعَ اَنَّهٗ لَادَلِیْلَ لَهُمْ عَلَیْهِ یُعْتَدُّ بِهٖ غَیْرُ مُضِرٍّ بِالْمَقْصُوْدِ لِاَنَّ مُرَادَنَا أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَجْمَعُ الْاَجْزَاءَ الْاَصْلِیَّةَ الخ .

(الف) بعث کا کیا مفہوم ہے؟ اس کو واضح کریں۔

(ب) فلاسفہ اعادۂ معدوم بعینہ کو محال کہتے ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ محال ہو تب بھی ہم کو مضر نہیں، آپ اس کو واضح اور مدلل بیان کریں۔

جواب (الف)

بعث کا مفہوم:

بعث کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے مردوں کے اجزاء اصلیہ کو جمع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کر کے ان میں روح ڈالے گا پھر حساب و کتاب کے لئے میدان حشر میں لائے گا۔

(ب)

اعادۂ معدوم بعینہٖ محال نہیں:

مسئلہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ انسان حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لئے زندہ ہوں گے یا نہیں؟ اہل حق تو بعث کو برحق مانتے ہیں مگر فلاسفہ اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے بعث اور معاد جسمانی کا انکار کرتے ہیں کیونکہ معاد جسمانی میں معدوم کا اعادہ لازم آتا ہے اور معدوم کا بعینہٖ اعادہ محال ہے شارح کہتے ہیں کہ اگر چہ فلاسفہ کے پاس اپنے دعویٰ پر کوئی لائق اعتماد دلیل نہیں ہے اس کے باوجود انکی بات ہمارے مقصود کے لئے مضر نہیں ہے کیونکہ ہم اعادۂ معدوم کے قائل نہیں ہیں بلکہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اجزاء اصلیہ کو جو ابتداء عمر سے آخر تک باقی رہتے ہیں جمع فرما کر دوبارہ اس میں روح لوٹا دیں گے اور یہ معدوم کے اعادہ کے قبیل سے نہیں اب چاہے تم اس کا نام اعادۂ معدوم رکھو یا کچھ اور رکھو، اور منکرین کی دلیل یہ ہے کہ معدوم اشارہ عقلیہ کو قبول نہیں کرتا لہٰذا اس پر امکان عود کا حکم لگانا صحیح نہ ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۹ھ

سوال اول رص ر۱۷

اَسْبَابُ الْعِلْمِ لِلْخَلْقِ ثَلَاثَةٌ اَلْحَوَاسُّ السَّلِيْمَةُ وَالْخَبَرُ الصَّادِقُ وَالْعَقْلُ بِحُكْمِ الْإِسْتِقْرَاءِ وَوَجْهُ الضَّبْطِ اَنَّ السَّبَبَ اِنْ كَانَ مِنْ خَارِجٍ فَالْخَبَرُ الصَّادِقُ وَإِلَّافَإِنْ كَانَ اٰلَةً غَيْرَمُدْرِكٍ فَالْحَوَاسُّ وَإِلَّافَالْعَقْلُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) علم کی تعریف کیجئے۔

(ج) اسباب علم تین میں منحصر ہونے کی دلیل وضاحت کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اسباب علم مخلوق کے لئے تین ہیں حواسّ سلیمہ اور خبر صادق اور عقل استقراء کے حکم سے اور وجہ حصریہ ہے کہ بے شک سبب اگر خارج ہو تو وہ خبر صادق ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ایسا آلہ ہو جو مدرک کے علاوہ ہو تو وہ حواس ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ عقل ہے۔

(ب)

علم کی تعریف:

العلم :ھو صفة یتجلّی بھاالمذکورلمن قامت ھی بہ.

یہ تعریف علامہ سعدالدین تفتازانی علیہ الرحمہ کی ہے

(۲)ھو صفة تو جب تمییز اًلایحتمل النقیض .

اور یہ تعریف شیخ ابومنصور ماتریدی علیہ الرحمہ کی ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

اسباب علم کے تین میں منحصر ہونے کی دلیل:

اسباب علم کے تین میں منحصر ہونے کے دلیل استقراء ہے۔استقراء کے معنیٰ تتبع اور تلاش و جستجو سے علم کے اسباب یہی تین معلوم ہوئے اور استقراء سے جو بات حاصل ہوتی ہے وہ ظنی ہوتی ہے کیونکہ آدمی کا استقراء عموماً تام نہیں ہوتا بلکہ ناقص ہوتا ہے،لہٰذا علم کے تین میں حصر ظنی ہوگا

وجہ الضبط:

اسباب علم کے مذکورہ تین چیزوں میں منحصر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سبب علم مدرک سے خارج ہوگا یا نہیں،اگر مدرک سے خارج ہے تو وہ خبر صادق ہے اور اگر مدرک سے خارج نہ ہو تو وہ یا تو آلہ ہوگا جو مدرک کے علاوہ ہے یا عین ہے مدرک ہوگا اوّل کا نام حواس اور دوسرے کا نام عقل ہے۔

سوال ثانی ص/۴۲

وَاعْلَمْ اَنَّ قَوْلَهُ تَعَالىٰ :"لَوْ كَانَ فِيهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا" حُجَّةٌ اِقْنَاعِيَّةٌ وَالْمُلَازَمَةُ عَادِيَّةٌ عَلىٰ مَاهُوَ اللَّائِقُ بِالْخِطَابَاتِ فَاِنَّ الْعَادَةَ جَارِيَةٌ بِوُجُوْدِ التَّمَانُعِ وَالتَّغَالُبِ عِنْدَ تَعَدُّدِ الْحَاكِمِ وَاِلَّا فَاِنْ اُرِيْدَ الْفَسَادُ بِالْفِعْلِ اَيْ خُرُوْجُهُمَا عَنْ هٰذَا النِّظَامِ الْمُشَاهَدِ فَمُجَرَّدُ التَّعَدُّدِ لَا يَسْتَلْزِمُهُ لِجَوَازِ الْاِتِّفَاقِ عَلىٰ هٰذَا النِّظَامِ وَاِنْ اُرِيْدَ اِمْكَانُ الْفَسَادِ فَلَا دَلِيْلَ عَلىٰ اِنْتِفَائِهِ .

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حجۃ اقناعی اور حجۃ قطعی کی تعریف کریں۔

(ج) عبارت کا مطلب بوضاحت لکھیں۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور جان لو کہ اللہ رب العزت کا ارشاد "لو کان فیھما الھۃ الا اللّٰہ لفسدتا" اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور کوئی معبود ہوتا تو نظام عالم فاسد ہو جاتا، حجتِ اقناعی ہے اور (اس کے مقدم اور تالی کے درمیان) ملازمت عادی ہے جیسا کہ یہی دلیل خطابیہ کے مناسب ہے اس لئے کہ حاکم کے متعدد ہونے کے وقت تمانع اور تغالب کی عادت جاری ہے اور اگر فساد بالفعل یعنی آسمان وزمین دونوں کا موجودہ نظام سے نکل جانا مراد لیا جائے تو محض تعدد اس نظام پر متفق ہونے کی وجہ سے اس کو مستلزم نہیں ہے، اور اگر امکان فساد مراد لیا جائے تو اس کے منتفی ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

(ب)

حجتِ اقناعی اور حجتِ قطعی کی تعریف:

حجت اقناعی: اس حجت کو کہتے ہیں جس کے مقدمات ظنی ہوتے ہیں اور یہ حجت صرف مفید ظن ہوتی ہے۔

اور حجت قطعی: اس حجت کو کہتے ہیں جس کے مقدمات قطعی ہوتے ہیں اور یہ مفید یقین ہوتی ہے۔

(ج)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت سے صاحب کتاب نے برہان تمانع کے حجتِ اقناعیہ ہونے کو ثابت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں تعددِ الٰہ کے ممنوع ہونے پر آیتِ کریمہ "لو کان فیھما الھۃ الا اللّٰہ لفسدتا" سے جو استدلال کیا جاتا ہے یہ حجت قطعیہ نہیں ہے، بلکہ حجتِ اقناعیہ ہے اگرچہ قرآن کریم کی آیت ہونے کی بنیاد پر اس کا حجت قطعیہ ہونا عوام کے مابین مشہور ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ حجت اقناعیہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مقدم اور تالی یعنی تعددِ الٰہ اور فسادِ کونین کے مابین جو تلازم ہے وہ عادی ہے اور جس دلیل کے مقدم و تالی کے مابین عادی تلازم ہوتا ہے وہ حجت اقناعیہ ہوتی ہے پس یہ بھی حجتِ اقناعیہ ہے اور حجتِ اقناعیہ صرف مفید ظن ہوتی ہے مفید یقین نہیں ہوتی۔

اب رہا یہ سوال کہ آپ نے برہان تمانع میں قرآن کریم کی آیت پیش کی ہے اور قرآن کریم قطعی الدلالۃ ہے، پھر آپ اس کو حجتِ اقناعیہ کیسے کہہ رہے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے، جناب! قرآن کریم کا نزول منطقی انداز میں نہیں ہوا بلکہ اسلوبی خطابی کے طور پر نازل ہوا ہے، پس یہاں بھی قرآن کریم کا یہ اندازِ بیان صرف عادی اور خطابی ہے ، عادۃً ایسا ہی ہوتا ہے جب متعدد حاکم ہوتے ہیں تو ان میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے جیسا کہ اللہ رب العزت نے اپنے ارشاد "ولعلا بعضھم علیٰ بعض" سے اس کی جانب اشارہ کیا ہے پس جب اس آیتِ کریمہ کا اندازِ بیان خطابی ہے تو یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ مطلق تعددِ الٰہ فسادِ عالم کو مستلزم ہو، بلکہ یہ اس وقت مستلزم ہوتا ہے جبکہ ان دونوں کے مابین اختلاف ہو اور ان کے مابین اختلاف کا ہونا یقینی نہیں ہے اتفاق کا بھی امکان ہے، پس اسی امکان کی بنیاد پر یہ دلیل ظنی ہے اور دلیلِ ظنی ہی کا دوسرا نام حجتِ اقناعیہ ہے۔

سوال ثالث

یہ سوال مع مکمل جواب ۱۴۲۸ھ میں گزر چکا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۸ھ

سوال اول ص ۹

وَقَدْ كَانَتِ الْاَوَائِلُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ لِصَفَاءِ عَقَائِدِهِمْ بِبَرَكَةِ صُحْبَةِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُرْبِ الْعَهْدِ بِزَمَانِهِ وَلِقِلَّةِ الْوَقَائِعِ وَالْاِخْتِلَافَاتِ وَتَمَكُّنِهِمْ مِنَ الْمُرَاجَعَةِ اِلَى الثِّقَاتِ مُسْتَغْنِيْنَ عَنْ تَدْوِيْنِ الْعِلْمَيْنِ الخ ......

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) علمین سے مراد کلام وعلم فقہ ہے، اس عبارت کے ذریعہ دونوں علم کے مدون ومرتب کئے جانے کی وجہ بیان کی ہے آپ اس کی وضاحت کریں۔

(د) علم کلام قدماء وکلام متاخرین میں فرق تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: ’’اور متقدمین صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنے عقائد کے پاک وصاف ہونے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی صحبت کی برکت اور آپ کے زمانہ سے قریب ہونے کے سبب اور نئے مسائل اور اختلافات کم پیش آنے اور قابلِ اعتماد حضرات سے رجوع کرنے کے سبب اور نئے مسائل اور اختلافات کم پیش آنے اور قابلِ اعتماد حضرات سے رجوع کرنے پر قادر ہونے کے سبب ان دو علموں (علم الشرائع والاحکام، علم التوحید والصفات) کی تدوین اور ان کو بابوں اور فصلوں میں ترتیب دینے اور ان کے مقاصد کو جزئیات اور کلیات کی صورت میں بیان کرنے سے مستغنی تھے‘‘

(ب)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دونوں علم کے تدوین اور مرتب کرنے کی وجہ:

شارح علیہ الرحمہ علم کلام اور فقہ کی حاجت اور ان دونوں فنون کی تدوین کا پس منظر بیان کررہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ حضورﷺ اور صحابہ کرام کے زمانہ میں ان دونوں علموں کی عدم تدوین کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضورﷺ کی صحبت حاصل تھی اور تابعین کا زمانہ حضورﷺ کے زمانہ سے قریب تھا اس لئے آپ کی صحبت کی برکت اور قرب زمانہ کی باعث صحابہ اور تابعین کے عقائد اوہام کی کدورت اور شکوک وشبہات سے پاک وصاف تھے اس وجہ سے انھیں مذکورہ دونوں فنوں کی تدوین کی حاجت نہ تھی لیکن بعد میں جب مسلمانوں کے مابین اعتقادی فتنے رونما ہوئے، اور معتزلہ وخوارج وغیرہ فرق باطلہ پیدا ہوئے، اور علماء حق پر ظلم وزیادتی ہونے لگی اور بدعات وخواہشات نفس کی طرف لوگوں کا میلان ظاہر ہوا، اسی طرح عمل سے تعلق رکھنے والے نئے نئے مسائل کثرت سے پیش آنے لگے، اور ان کے بارے میں علماء کے جوابات اور فتاوی مختلف ہوتے، اور اہم مسائل میں لوگوں کا علماء کی طرف رجوع بڑھنے لگا، تو جن حضرات کو اللہ تعالی نے نظر واستدلال کی صلاحیت مرحمت فرمائی تھی انھوں نے اجتہاد واستنباط کرکے دونوں فنوں کے مسائل کو مدلل کیا، اور ان پر وارد کئے جانے والے شبہات واعتراضات کو ذکر کر کے ان کے جوابات دئے۔

(ج)

علم کلام قدماء وکلام متأخرین میں فرق:

یہ جزء ۱۴۳۵ھ کی سوال اول کے تحت گزر چکا ہے۔

سوال ثانی

یہ سوال مع مکمل جواب ۱۴۲۵ھ کی سوال ثانی میں ملاحظہ فرمائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث

وَلِلْعِبَادِ اَفْعَالٌ اِخْتِيَارِيَّةٌ يُثَابُوْنَ بِهَا وَيُعَاقَبُوْنَ عَلَيْهَا فَاِنْ قِيْلَ بَعْدَ تَعْمِيْمِ عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِرَادَتِهٖ اَلْجَبْرُ لَازِمٌ قَطْعًا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اور وللعباد افعال اختیاریۃ کے ذریعہ کس فرقہ کی تردید کرنا مقصود ہے؟

(ج) نیز فان قیل کے ذریعہ جو اعتراض ہے اس کہ وضاحت کرتے ہوئے اس کا جواب تحریر کریں؟

(الف)

ترجمہ: اور بندوں کے کچھ اختیاری افعال ہیں (جو اگر طاعت اور عبادت کے قبیل سے ہو تو) ان پر انھیں ثواب دیا جائے گا (اور اگر معصیت کے قبیل سے ہو تو) ان پر انہیں سزا دی جائے گی پس اگر کہا جائے کہ علم الٰہی اور ارادۂ الٰہی کو عام کرنے کے بعد جبر یقیناً لازم آئے گا۔

(ب)

وللعباد افعال اختیاریۃ کے ذریعہ فرقہ جبریہ کی تردید کرنا مقصود ہے۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ فعل عبد صرف اللہ کی قدرت سے وجود میں آتا ہے بندہ کی قدرت واختیار کو کوئی دخل نہیں وہ مجبور محض اور مثل جمادات کے ہے۔

(ج)

فان قیل کے ذریعہ جو اعتراض ہے اسکی وضاحت:

یہ اعتراض علم الٰہی اور ارادۂ الٰہی کی تعمیم پر ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ تمام افعال عباد اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے وجود میں آتے ہیں تو بندہ کا مجبور ہونا لازمی طور پر ثابت ہوگا، اس لئے کہ علم الٰہی اور ارادۂ الٰہی کا تعلق اگر فعل کے وجود کے ساتھ ہوگا تو فعل کا وجود واجب اور ضروری ہوگا اور اگر علم وارادہ کا تعلق فعل کے عدم کے ساتھ ہوگا تو فعل کا عدم ضروری اور وجود ممتنع ہوگا اور وجوب یا امتناع کے ساتھ اختیار نہیں رہتا کیونکہ اختیار کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ بندہ اگر چاہے تو کرے اور چاہے تو نہ کرے۔

اعتراض مذکور کا شارحؒ نے جواب دیا ہے کہ علم الٰہی یا ارادۂ صرف اس بات سے متعلق نہیں ہے کہ بندہ فلاں کام کرے گا یا نہیں کرے گا بلکہ اس بات سے متعلق ہے کہ بندہ اپنے اختیار سے فلاں کام کرے گا یا فلاں کام ترک کرے گا۔ اور جب علم الٰہی وارادۂ الٰہی میں بندہ کا اختیار بھی ہے، دراں حالیکہ علم الٰہی وارادۂ الٰہی کے خلاف ہو نہیں سکتا۔ تو لازمی طور پر فعل وترک بندہ کے اختیار سے ہوگا بندہ فعل یا ترک میں مجبور نہیں ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجواب

۱۴۲۷ھ

سوال اول رص ر۲۵

وَالْعِلْمُ الثَّابِتُ بِهٖ يُضَاهِي الْعِلْمَ الثَّابِتَ بِالضَّرُوْرَةِ كَالْمَحْسُوْسَاتِ وَالْبَدِيْهِيَّاتِ وَالْمُتَوَاتِرَاتِ فِي التَّيَقُّنِ اَيْ عَدَمِ اِحْتِمَالِ النَّقِيْضِ وَالثَّبَاتِ اَيْ عَدَمِ اِحْتِمَالِ الزَّوَالِ بِتَشْكِيْكِ الْمُشَكِّكِ فَهُوَ عِلْمٌ بِمَعْنَى الْاِعْتِقَادِ الْمُطَابِقِ الْجَازِمِ الثَّابِتِ وَاِلَّا لَكَانَ جَهْلًا مُرَكَّبًا اَوْ ظَنًّا اَوْ تَقْلِيْدًا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) یہ عبارت بسلسلہ خبر رسول ہے آپ اس کا مطلب بیان کریں اور ہر ایک قید کی وضاحت کریں۔

(ج) علم، ظن، تقلید، جہل مرکب۔ ہر ایک کی تعریف کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: ”اور علم جو خبر رسول کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے وہ اس علم کے مشابہ ہوتا ہے جو بدیہی طور پر حاصل ہوتا ہے، جیسے کہ محسوسات بدیہات اور متواترات کا علم ہے اور یہ علم یقینی ہونے میں یعنی نقیض کا احتمال نہ رکھنے میں اور ثابت ہونے میں یعنی تشکیک مشکک سے زائل نہ ہونے میں بدیہی کی طرح ہوتا ہے پس یہ ایک ایسا علم ہوتا ہے جو اعتقاد جازم اور ثابت کے مطابق ہوتا ہے ورنہ اگر ایسا نہ ہو تو یہ جہل ہوگا یا ظن یا تقلید ہوگا“

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

عبارت کی مطلب اور ہر ایک قید کی وضاحت:

ماقبل میں ماتن امام نسفی نے یہ بات بیان کی تھی کہ خبر رسول سے علم استدلالی حاصل ہوتا ہے اس سے کسی کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید وہ ظن کے معنی میں ہو، کیونکہ استدلال کے اندر غلطی کا امکان رہتا ہے اس لیے یہاں سے ماتن اس خیال کی تردید کر رہے ہیں۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ خبر رسول سے حاصل ہونے والا علم، اس علم کے مشابہ ہوتا ہے جو مشاہدہ اور بداہۃً حاصل ہو یا تواتر وغیرہ سے حاصل ہو۔

اور یہ مشابہ یقین اور پائداری میں ہوتا ہے یعنی اس میں نہ تو فی الحال جانب مخالف کا احتمال ہوتا ہے اور نہ فی المال اور نہ وہ تشکیک مشکک سے زائل اور ختم ہوتا ہے، تو بالکل اسی طرح خبر رسول سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس میں بھی یقین اور پائداری ہوتی ہے۔

پس جب خبر رسول کا علم بدہیات، متواترات ومحسوسات کے علم کی طرح یقینی ہے تو پھر یہ علم اس اعتقاد کے معنی میں ہوگا جس میں اوصاف ثلاثہ یعنی جزم ویقین مطابقت للواقع اور اثبات پایا جاتا ہے۔

قید کی وضاحت:

اگر اس مذکورہ اعتقاد میں واقع کے مطابقت نہ ہوگی تو جہل مرکب ہوگا اور اگر جزم ویقین نہیں ہوگا بلکہ اس میں جانب مخالف کا احتمال ہوگا تو ظن ہوگا اور اگر اس میں ثبات نہیں ہوگا بلکہ تشکیک مشکک سے زوال کا احتمال ہوگا تو تقلید ہوگا۔

(ج)

علم، ظن، تقلید، اور جہل مرکب، ہر ایک کی تعریف:

علم: ھو صفة یتجلی بھا المذکور لمن قامت ھی به.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ظن: ظن کہتے ہیں اگر کسی چیز میں جانب مخالف کا احتمال ہو۔

تقلید: تقلید کہتے ہیں کسی چیز کے حاصل شدہ علم میں تشکیک مشکک سے زائل ہونے کا احتمال ہو۔

جھل مرکب: جہل مرکب کہتے ہیں کسی چیز کے حاصل شدہ علم کو اگر واقع کے مطابق نہ ہو۔

سوال ثانی ص ۱۴۳

فَاِنْ قِيلَ اَلَيْسَ قَدْ كَفَرَ اِبْلِيسُ وَقَدْ كَانَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ بِدَلِيلِ صِحَّةِ اِسْتِثْنَائِهِ مِنْهُمْ قُلْنَا لَا بَلْ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهِ لٰكِنَّهُ لَمَّا كَانَ فِي صِفَةِ الْمَلَائِكَةِ فِي بَابِ الْعِبَادَةِ وَرِفْعَةِ الدَّرَجَةِ وَكَانَ جِنِّيًّا وَاحِدًا مَغْمُورًا فِيمَا بَيْنَهُمْ صَحَّ اِسْتِثْنَاءُهُ مِنْهُمْ تَغْلِيبًا وَاَمَّا هَارُوتُ وَمَارُوتُ فَالْاَصَحُّ اَنَّهُمَا مَلَكَانِ لَمْ يَصْدُرْ عَنْهُمَا كُفْرٌ وَلَا كَبِيرَةٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ملائکہ کے معصوم ہونے کے بیان میں یہ عبارت ہے، آپ اسکو اچھی طرح حل کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کہ کیا ابلیس کافر نہیں ہو گیا حالانکہ وہ ملائکہ میں سے تھا، ملائکہ سے اس کا استثنا صحیح ہونے کی دلیل سے،

ہم جواب دیں گے کہ نہیں بلکہ وہ جن سے تھا پس وہ اپنے رب کے حکم سے نکل گیا، لیکن وہ عبادت اور بلندی مرتبہ میں ملائکہ کی صفت پر تھا، اور وہ ایک جن تھا جو ملائکہ کے درمیان چھپا رہتا تھا تو تغلیبا ان سے اس کا استثنا صحیح ہو گیا، اور بہر حال ہاروت وماروت تو زیادہ صحیح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بات یہ ہے کہ ان سے نہ کوئی کفر صادر ہوا اور نہ کوئی گناہ کبیرہ۔

(ب)

عبارت کی تشریح:

ملائکہ ایک خاص نوع کے اللہ کے بندے ہیں جو فطری طور پر خدا کے حکم پر پورا عمل کرتے ہیں. قال تعالیٰ "لایسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون" وقال لایستکبرون عن عبادتہ ولایستحسرون" اور ذکورت وانوثت سے متصف نہیں ہوتے۔ کیوں کہ ایسی کوئی روایت نہیں ہے اور نہ عقل اس کا تقاضہ کرتی ہے۔ بت پرستوں کا کہنا کہ وہ "بنات اللہ" ہیں بالکل باطل اور انکی شان میں زیادتی ہے جیسا کہ یہود کا قول، کہ یکے بعد دیگرے ان میں سے کوئی کفر کا مرتکب ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ مسخ کی سزا دیتا ہے۔ یہ ملائکہ کی شان میں بڑی کوتاہی اور گستاخی ہے اگر یہ شبہ کیا جائے کہ ابلیس نے بھی تو کفر کیا حالاں کہ وہ ملائکہ میں سے تھا بدلیل صحت استثناء جماعت ملائکہ سے، تو جواب دیں گے کہ یہ فرشتوں میں سے نہیں بلکہ جنوں میں سے تھا پھر خدا کے حکم کی نافرمانی کی۔ لیکن چوں کہ وہ عبادت اور بلندی درجہ میں ملائکہ کی طرح تھا اور یوں بھی فرشتوں میں بالکل رل مل گیا تھا اس لئے تغلیبا اس کا شمار فرشتوں میں کر کے استثناء کرنا درست ہوا اور ہاروت و ماروت کے متعلق اصح مسلک یہ ہے کہ وہ فرشتے ہیں ان سے کسی قسم کا کفر یا کبیرہ گناہ صادر نہیں ہوا۔ پھر ان کا تعذیب بطور عتاب کے ہے۔ جیسے بعض انبیاء پر سہو یا لغزش کی وجہ سے عتاب ہوا ہے یہ دونوں فرشتے لوگوں کو نصیحت کرتے اور کہتے کہ ہم تمھارے لئے آزمائش ہیں۔ لہٰذا تم کفر نہ کرو یعنی اس پر اعتقاد اور عمل نہ کرو کیوں کہ سحر کی تعلیم میں کفر نہیں ہے بلکہ اس پر اعتماد اور عمل باعث کفر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث رص ۵۲

وَلَهٗ صِفَاتٌ لِمَاثَبَتَ مِنْ اَنَّهٗ تَعَالٰی عَالِمٌ قَادِرٌ حَیٌّ اِلٰی غَیْرِ ذَالِکَ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ کُلًّا مِنْ ذَالِکَ یَدُلُّ عَلٰی مَعْنًی زَائِدٍ عَلٰی مَفْهُوْمِ الْوَاجِبِ وَلَیْسَ الْکُلُّ اَلْفَاظاً مُتَرَادِفَةً وَاَنَّ صِدْقَ الْمُشْتَقِّ عَلَی الشَّیْءِ یَقْتَضِیْ ثُبُوْتَ مَأْخَذِ الْاِشْتِقَاقِ لَهٗ فَتَثْبُتُ لَهٗ صِفَةُ الْعِلْمِ وَالْقُدْرَةِ وَالْحَیٰوةِ وَغَیْرِ ذَالِکَ لَاکَمَایَزْعَمُ الْمُعْتَزِلَةُ اَنَّهٗ عَالِمٌ لَاعِلْمَ لَهٗ وَقَادِرٌ لَاقُدْرَةَ لَهٗ اِلٰی غَیْرِ ذَالِکَ فَاِنَّهٗ مُحَالٌ ظَاهِرٌ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِنَا اَسْوَدُ لَاسِوَادَلَهٗ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) عبارت کا مطلب لکھیں۔

(ج) لا کمایزعم المعتزلة الخ سے معتزلہ کے مسلک کی تردید کی جا رہی ہے آپ اس کو اور اسکے محال ہونے کو واضح کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ : اور خاص اسکے لئے کچھ صفات ہیں کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم، قادر، حی وغیرہ ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ ان الفاظ میں سے ہر ایک واجب کے مفہوم سے زائد وصف پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ سب مترادف الفاظ نہیں ہیں اور یہ (بھی معلوم) ہے کہ اسم مشتق کا کسی چیز پر صادق آنا اس کے لئے ماخذِ اشتقاق کے ثبوت کا تقاضہ کرتا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے علم، حیات، قدرت وغیرہ صفات ثابت ہیں۔ ایسا نہیں جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ عالم ہیں ان کے لئے علم ثابت نہیں ہے اور قادر ہیں ان کے لئے قدرت ثابت نہیں ہے۔ وغیرذالک، اس لئے کہ یہ تو صریح محال ہے۔ ہمارے یہ کہنے کے درجہ میں ہے کہ (فلاں چیز) سیاہ تو ہے لیکن اس کے اندر سیاہی بالکل نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب،ج)

عبارت کا مطلب اور معتزلہ کے مسلک کی تردید:

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اہل حق کے نزدیک باری تعالیٰ کی مستقل صفتیں ہیں جوذات باری تعالی کے ساتھ قائم ہیں۔ معتزلہ اور فلاسفہ کے نزدیک واجب تعالیٰ کی ذات بحث کے علاوہ کوئی زائد صفت اس کے ساتھ قائم نہیں ہے البتہ اسی ذات کا تعلق جو معلومات سے ہوتو اسے عالم اور مقدورات سے ہوتو قادر کہا جاتا ہے پس ذات ایک ہی ہے اور مختلف اعتبار سے اس کو مختلف ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے لہٰذا اس طرح نہ ذات میں شرکت ہوگی اور نہ تعدد قدماء لازم آئے گا جو خلاف توحید ہے۔

اہل حق کہتے ہیں: کہ باری تعالیٰ کا عالم قادر، حی، سمیع، بصیر، وغیرہ ہونا عقلا ونقلا ثابت ومسلم ہے اور ظاہر ہے کہ عرفا ولغۃ یہ الفاظ مترادف نہیں اور واجب کے مفہوم سے ایک زائد معنی پر سب الفاظ دلالت کرتے ہیں اسی زائد معنی کو صفت سے تعبیر کرتے ہیں۔ نیز یہ بھی قاعدہ ہے کہ مشتق کا اطلاق کسی پر جب ہوتا ہے جب کہ ماخذ اشتقاق اس کے لئے ثابت ہو تو باری تعالیٰ کو عالم وقادر کہنا جب صحیح ہوگا کہ علم وقدرت کی صفت اس کے لئے ثابت ہو پس معتزلہ وفلاسفہ کا خدا پر عالم وقادر کا اطلاق کرنا صفت علم وقدرت نہ مان کر ایسا ہے کہ کوئی ایسی چیز کو اسود کہے جس میں سواد نہ ہو ابیض کہے جس میں بیاض نہ ہو جیسے یہ اطلاق غلط ہے اسی طرح صفت علم وقدرۃ کا انکار کر کے عالم وقادر کہنا بھی غلط ہے وباطل ہے۔

علاوہ ازیں نصوص قطعیہ سے بھی صفت علم وقدرت وغیرہ ثابت ہیں پھر عالم پر نظر کرو کہ کس خاص نظام کے مطابق اسے باری تعالیٰ نے پیدا کیا ہے کیا صفت علم وقدرت وحیات کے بغیر ممکن ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۶ھ

سوال اول/ص ۳۱/

اَلْعَالَمُ بِجَمِيْعِ اَجْزَائِهٖ مُحْدَثٌ اِذْ هُوَ اَعْيَانٌ وَاَعْرَاضٌ.

(الف) اس مقام پر محدث سے کیا مراد ہے۔

(ب) نیز محدث کے دوسرے معنی لکھکر بتائیں کہ فلاسفہ کا اختلاف کس معنی میں ہے۔

(ج) اعیان واعراض، اجسام اوراجزاء لایتجزی کی تعریف کر کے عبارت کا مطلب اس طرح لکھیں کہ مصنف کا مقصد واضح ہو جائے۔

جواب (الف)

اس مقام میں محدث سے مراد: (اس مقام میں یہ بیان کی گئی کہ عالم اپنے تمام اجزاء کے ساتھ محدث ہے یعنی) عدم سے وجود کی طرف نکلا ہوا ہے اس معنی کر کے کہ یہ پہلے معدوم تھا پھر موجود ہوا ہے۔

(ب)

محدث کے دوسرے معنی اور فلاسفہ کا اختلاف:

لغت میں ہرنئی اورنو پیدشئی کو حادث کہتے ہیں۔

فلاسفہ کا اختلاف:

ہم کہتے ہیں کہ عالم اپنے تمام اجزاء کے ساتھ محدث ہے یعنی عدم سے وجود کی طرف نکلا ہوا ہے تو اس معنی میں فلاسفہ اختلاف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آسمان اپنے مادوں اورشکلوں کے ساتھ اورعناصر اپنے مادوں اور شکلوں کے ساتھ قدیم بالنوع کے طریقہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پر قدیم ہیں۔

(ج)

اعیان، اعراض......وغیرہ کی تعریف اور عبارت کا مطلب:

عین:
اس ممکن کو کہتے ہیں جس کا وجود ذاتی ہوتا ہے اور اپنے قائم ہونے میں کسی غیر کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔

عرض:
اس ممکن کو کہتے ہیں جس کا وجود ذاتی نہیں ہوتا ہے بلکہ اپنے قائم ہونے میں کسی غیر کا محتاج ہوتا ہے۔

جسم:
مرکب من الاجزاء کو تو جسم کہا جاتا ہے لیکن ترکیب جسم میں کتنے جزء کی ضرورت ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ کم از کم دو جزء یا اس سے زیادہ ہوں کیوں کہ جسم کہا جاتا ہے ما یقبل القسمۃ کو اور کم از کم دو جزء سے جو مرکب ہوگا اس کی تقسیم الی الجزئین ہو سکتی ہے۔
بعضوں نے کہا کہ تین جزء ہونا چاہئے کیوں کہ جسم اس کا نام ہے جس میں تین بعد پایا جائے طول، عرض، اور عمق۔
اور بعضوں نے کہا کہ آٹھ جزء سے جسم مرکب ہوتا ہے۔

جزء لا یتجزی کی تعریف:
جزء لا یتجزی وہ عین ہے جو کسی بھی طرح تقسیم کو قبول نہ کرے نہ فعلاً نہ وہماً اور نہ فرضاً،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عبارت کا مطلب:

مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے عالم کے حادث ہونے کے متعلق متکلمین اور فلاسفہ کے عقائد کی تفصیل بیان کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ متکلمین کے نزدیک عالم اپنے تمام اجزاء اور اشیاء کے حادث ہے یعنی عدم سے وجود میں آیا ہے اور جو چیز عدم سے وجود میں آتی ہے وہ دوبارہ معدوم بھی ہوتی ہے، پس عالم کے حادث ہونے میں اختلاف ہے۔

ان کے نزدیک آسمان کا مادّہ اور اس کی شکل وصورت اور اسی طرح عناصر (آگ، پانی، ہوا، مٹی) اور اس کی صورتیں قدیم ہیں۔ لیکن یہ قدامت نوع کے اعتبار سے ہے نہ کہ افراد کے اعتبار سے مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ انسان کی عمر دس لاکھ ہوتی ہے تو یہ نوع کے اعتبار سے صحیح ہے لیکن افراد کے اعتبار سے صحیح نہیں۔ اسی طرح فلاسفہ کا قول ہے کہ آسمان کا مادّہ اور شکل وصورت جیسے ہیولیٰ ایک صورت چھوڑتا ہے تو دوسری صورت اختیار کر لیتا ہے وہ کبھی صورت سے خالی نہیں ہوتا ہے، اس لئے قدیم ہے۔

سوال ثانی ص ۶۴

وَهُوَ اَیِ الْقُرْاٰنُ الَّذِیْ کَلَامُ اللّٰهِ مَکْتُوْبٌ فِیْ مَصَاحِفِنَا مَحْفُوْظٌ فِیْ قُلُوْبِنَا مَقْرُوٌّ بِاَلْسِنَتِنَا مَسْمُوْعٌ بِاٰذَانِنَا غَیْرُ حَالٍّ فِیْهَا بَلْ هُوَ مَعْنًی قَدِیْمٌ قَائِمٌ بِذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی یُلْفَظُ وَیُسْمَعُ بِالنَّظْمِ الدَّالُّ عَلَیْهِ وَیُحْفَظُ بِالنَّظْمِ الْمُخَیَّلِ وَیُکْتَبُ بِنُقُوْشٍ وَّاَشْکَالٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اور یہ عبارت معتزلہ کے جس اعتراض کے جواب میں ذکر کی گئی ہے اس اعتراض کو لکھیں پھر اس جواب کی تشریح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جس کو مصنف نے وتحقیقہ ان للشئ وجودا فی الاعیان ووجودا فی الاذھان ووجودا بالعبارۃ ووجودا بالکتابۃ کے ذریعہ بیان کیا ہے:

جواب (الف)

ترجمہ: وہ یعنی قرآن جو اللہ کا کلام ہے، ہمارے مصاحف میں مکتوب ہے، ہمارے دلوں میں محفوظ ہے، ہماری زبانوں سے پڑھا جاتا ہے، ہمارے کانوں سے سنا جاتا ہے، ان میں حلول کرنے والا نہیں، بلکہ وہ ایک قدیم معنی ہے جو اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ قائم ہے، اس کا تلفظ ہوتا ہے اس پر دلالت کرنے والی نظم کے توسط سے، اس کو سنا جاتا ہے، خیال میں جمع شدہ نظم کے توسط سے اس کو حفظ کیا جاتا ہے، اس پر دلالت کرنے والے حروف کے لئے وضع کردہ اشکال ونقوش کے واسطے سے اس کو لکھا جاتا ہے۔

(ب)

معتزلہ کے اعتراض:

یہ ہے کہ اے اشاعرہ تم سب اس بات پر متفق ہو کہ قرآن وہ ہے جو دو دفتیوں کے درمیان تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے تو اس سے یہ بات صاف معلوم ہو رہی ہے کہ قرآن لکھا ہوا ہوگا زبانوں سے پڑھا جا سکے گا اور کانوں سے سنا جائے گا کیونکہ ان تینوں کے بغیر نقل ممکن ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ کتابت قرائت اور سماع یہ سب حدوث کی علامت ہیں لہذا قرآن محل حوادث ہونے کی وجہ سے حادث ہوا نہ کہ قدیم۔

اعتراض کا جواب:

اور اس جواب کی تحقیق یہ ہے کہ شی کا ایک وجود خارج میں ہوتا ہے، اور ایک وجود ذہن میں ہوتا ہے، ایک وجود عبارت میں ہوتا ہے، اور ایک وجود کتابت میں ہوتا ہے تو کتابت عبارت پر دلالت کرتی ہے اور عبارت وجود ذہنی پر اور وجود ذہنی وجود خارجی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پر تو جہاں کہیں قرآن کی ایسی صفت بیان کی جائے جو قدیم کے لوازم میں سے ہے جیسا کہ ہمارے قول "القرآن غیر مخلوق" میں تو مراد اس کی وہ حقیقت ہوگی جو خارج میں موجود ہے اور جہاں ایسی صفت بیان کی جائے جو مخلوقات اور حوادث کے لوازم میں سے ہے، اس سے وہ الفاظ مراد ہوں گے جو بولے اور سنے جاتے ہیں جیسا کہ ہمارے قول "قرائت نصف القرآن" میں، یا الفاظ مخیلہ مراد ہوں گے جیسا کہ ہمارے قول "حفظت القرآن" میں، یا اس سے نقش شدہ اشکال مراد ہوں گے جیسا کہ ہمارے قول "یحرم للمحدث مس القرآن" میں۔

سوال ثالث رص ر ۸۷

وَالْاِسْتِطَاعَةُمَعَ الْفِعْلِ خِلَافًالِلْمُعْتَزِلَةِوَهِيَ حَقِيْقَةُالْقُدْرَةِالَّتِيْ يَكُوْنُ بِهَاالْفِعْلُ اِشَارَةٌاِلٰى مَاذَكَرَهٗ صَاحِبُ التَّبْصِرَةِمِنْ اَنَّهَاعَرَضٌ يَخْلُقُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْحَيْوَانِ يَفْعَلُ بِهِ الْاَفْعَالَ الْاِخْتِيَارِيَّةَوَهِيَ عِلَّةٌلِلْفِعْلِ وَالْجُمْهُوْرُعَلٰى اَنَّهَاشَرْطٌ لِاَدَاءِ الْفِعْلِ لَاعِلَّةٌ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھتے ہوئے صاحب تبصرہ اور جمہور کے اختلاف کی وضاحت کریں۔

(ج) الاستطاعۃ کی تعریف لکھ کر اس کے بارے میں معتزلہ کے مسلک کی تشریح کریں۔

(الف)

ترجمہ: اور استطاعت فعل کے ساتھ ہے برخلاف معتزلہ کے اور وہ حقیقت میں وہ قدرت ہے جس کے ذریعہ فعل موجود ہوتا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جس کو صاحب تبصرہ نے ذکر کیا ہے، یعنی یہ کہ استطاعت ایک عرض ہے جسے اللہ تعالیٰ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جاندار میں پیدا کرتے ہیں، اس کے ذریعہ وہ جاندار افعال اختیاریہ انجام دیتا ہے، اور وہ فعل کی علت ہے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یعنی استطاعت ادائے فعل کے لیے شرط ہے علت نہیں ہے۔

(ب)

مطلب، صاحب تبصرہ اور جمہور کے اختلاف کی وضاحت:

افعال عباد کے بارے میں معتزلہ کا نظریہ یہ تھا کہ بندہ خود اسکا خالق ہے اور اہل سنت اگرچہ خالق نہیں مانتے لیکن اسکا دخل مانتے ہیں، بہر حال اہل سنت بندہ کو کچھ مختار مانتے ہیں تو اب سوال یہ ہے کہ بندہ کو جو فعل کرنے پر استطاعت حاصل ہے یہ کب حاصل ہوتی ہے، فعل کے کرتے وقت یا کرنے سے پہلے؟ اس میں اختلاف ہے: اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ جب ہم چلنا شروع کریں گے تب یہ استطاعت وقدرت حاصل ہوتی ہے، اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ چلنے سے پہلے ہی یہ قدرت حاصل ہوتی ہے یعنی بندہ کے اندر یہ قدرت فعل سے پہلے بھی موجود ہوتی ہے تاکہ غیر مستطیع کو فعل کا مکلّف بنانا لازم نہ آئے اور فعل کے ساتھ بھی موجود ہوتی ہے تاکہ بغیر قدرت کے فعل کا موجود ہونا لازم نہ آئے۔

(ج)

استطاعت کی تعریف، اور اس کے بارے میں معتزلہ کے مسلک کی تشریح:

لفظ استطاعت کا دو معنی ہیں:

(۱) استطاعت کسی فعل کے آلات واسباب ظاہرہ کی سلامتی کو کہتے ہیں اور یہ مجازی معنی ہے۔

(۲) استطاعت بندہ کی وہ حقیقی قدرت ہے جس سے فعل وجود میں آتا ہے اور یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

استطاعت کا حقیقی معنی ہے۔

معتزلہ کا مسلک:

استطاعت کے بارے میں معتزلہ حضرات کہتے ہیں کہ چلنے سے پہلے ہی یہ قدرت حاصل ہوتی ہے یعنی بندہ کے اندر یہ قدرت فعل سے پہلے بھی موجود ہوتی ہے۔

سوالات و جوابات

۱۴۲۵ھ

سوال اول/ص/۲۴

وَالنَّوْعُ الثَّانِي خَبَرُالرَّسُوْلِ الْمُؤَيَّدِأَىِ الثَّابِتِ رِسَالَتُهُ بِالْمُعْجِزَةِوَهُوَيُوْجِبُ الْعِلْمَ الْاِسْتِدْلَالِيَّ أَىِ الْحَاصِلُ بِالْاِسْتِدْلَالِ أَىِ النَّظَرِفِي الدَّلِيْلِ وَهُوَالَّذِىْ يُمْكِنُ التَّوَصُّلَ بِصَحِيْحِ النَّظْرِفِيْهِ اِلَى الْعِلْمِ بِمَطْلُوْبٍ خَبَرِيٍّ وَقِيْلَ قَوْلٌ مُؤَلَّفٌ مِنْ قَضَايَايَسْتَلْزِمُ لِذَاتِهِ قَوْلًا آخَرَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) رسول اور معجزہ کی تعریف کریں۔

(ج) رسول اور نبی میں ماتن اور شارح کے نزدیک کونسی نسبت ہے؟

(د) نیز دلیل کی دونوں تعریفوں کی مع مثال وضاحت کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور دوسری قسم اس رسول کی خبر ہے جس کی تائید کی گئی ہو یعنی جس کی رسالت معجزہ سے ثابت ہو اور وہ یعنی خبر رسول علم استدلالی کو واجب کرتا ہے یعنی ایسے علم کو جو استدلال سے یعنی دلیل میں نظر کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور دلیل وہ چیز ہے جس میں صحیح نظر کرنے سے مطلوب خبری کے علم کی طرف پہنچنا ممکن ہوتا ہے اور کہا گیا کہ دلیل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایسا قول ہے جو ایسے چند قضیوں سے مرکب ہو جو بالذات دوسرے قول کو مستلزم ہو۔

(ب)

رسول اور معجزہ کی تعریف:

رسول کی لغوی معنی: لغوی معنی ہیں بھیجا ہوا۔

بعض حضرت نے کہا: هو انسان بعثه الله تعالىٰ الى الخلق لتبليغ الاحكام بالكتاب (وقد يشترط فيه الكتاب بخلاف النبی والله اعلم).

یعنی رسول اس شخص کو کہتے ہیں جسے پیغام توحید پہنچانے کے لیے اللہ رب العزت دنیا میں مبعوث فرماتے ہیں۔

اور بعض حضرات نے کہا، رسول اس شخص کو کہتے ہیں جسے نئی شریعت کے ساتھ دنیا میں مبعوث کیا جاتا ہے۔

معجزہ کی تعریف:

معجزہ کی لغوی معنی: ہیں عاجز کرنے والا یا عاجز کر دینے والا۔

اصطلاحی تعریف:

هو امر خارق للعادة اظهار صدق من ادعى انه رسول الله تعالىٰ.

یعنی معجزہ لغت میں عاجز کرنے والے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں معجزہ اس شخص کے ہاتھ پر جو نبوت کا مدعی ہو خلاف عادت کام ہونے کو کہتے ہیں۔

(ج)

رسول اور نبی میں ماتن اور شارح کے نزدیک کونسی نسبت ہے:

نبی اور رسول کے درمیان نسبت کے بارے میں تین مذہب ہیں۔

(۱) دونوں میں تساوی کی نسبت ہے، یعنی دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ مذہب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ماتنؒ اورشارحؒ دونوں کا ہے، ماتنؒ کا اس وجہ سے کہ اگر ان دونوں میں تساوی نہ ہوتی تو خبر صادق کی تین قسمیں ہوتیں خبر متواتر، خبر رسول، خبر نبی۔ اور شارح کا اس وجہ سے کہ انہوں نے رسول کی تعریف کو مطلق رکھا کتاب یا نئی شریعت کی قید نہیں لگائی۔

(۲) دونوں میں تباین کی نسبت ہے۔

(۳) عام خاص کی نسبت ہیں، رسول عام ہے اور نبی خاص ہے۔

(د)

دلیل کی دونوں تعریفوں کی مع مثال وضاحت:

(۱) متکلمین کی اصطلاح میں دلیل اس چیز کو کہتے ہیں جس میں صحیح نظر کرنے سے ذہن کی رسائی ایسے نتیجہ کی طرف ممکن ہو جس کی تعبیر جملہ خبریہ کی شکل میں ہو، مثلاً عالم میں اگر صحیح نظر کیا جائے تو ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ ضرور اسکا کوئی بنانے والا ہے، اور یہ نتیجہ کہ "ضرور اس کا کوئی بنانے والا ہے" جملہ خبریہ ہے معلوم ہوا کہ عالم اپنے صانع کے وجود پر دلیل ہے۔" الدلیل ھو الذی یمکن التوصل بصحیح النظر فیه الی العلم بمطلوب خبری.

مثال: الدلیل علی وجود الصانع ھو العالم"

(۲) مناطقہ: دلیل کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ دلیل چند معلوم قضیوں سے مرکب ایسا قول ہے جو بالذات کسی دوسرے قول کو مستلزم ہو یعنی جس سے لازمی طور پر ذہن کی رسائی کسی دوسرے قول کی طرف ہو جائے، مثلاً وجود صانع پر دلیل ہمارا قول "العالم حادث و کل حادث فله صانع " ہے کیونکہ یہ دو قضیوں سے مرکب ایسا قول ہے جس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ "العالم له صانع" "وقیل ھو قول مؤلف من قضایا یستلزم لذاته قولا اخر. مثال: العالم حادث و کل حادث فله صانع"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثانی رص ۴۸

وَأَمَّاالدَّلِيْلُ عَلٰى عَدَمِ التَّحَيُّزِفَهُوَأَنَّهُ لَوْتَحَيَّزَفَإِمَّافِي الْأَوَّلِ فَيَلْزَمُ قِدَمُ الْحَيِّزِاَوْلَافَيَكُوْنُ مَحَلًّا لِلْحَوَادِثِ وَاَيْضًااِمَّااَنْ يُسَاوِيَ الْحَيِّزَاَوْيَنْقُصَ عَنْهُ فَيَكُوْنُ مُتَنَاهِيًااَوْيَزِيْدَعَلَيْهِ فَيَكُوْنُ مُتَجَزِّيًاوَاِذَالَمْ يَكُنْ فِيْ مَكَانٍ لَمْ يَكُنْ فِيْ جِهَةٍ لَاعُلُوٍّوَلَاسِفْلٍ وَلَاغَيْرِهِمَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب تحریر کریں۔

(ب) حیز کی تعریف کریں اور عدم تحیز کی مذکورہ دونوں دلیلوں کی مکمل وضاحت کریں۔

(الف)

ترجمہ: اور اللہ تعالی کے متحیز نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ متحیز ہوگا تو یا تو ازل میں (متحیز) ہوگا تو اس صورت میں حیز کا قدیم ہونا لازم آئے گا، یا (ازل میں متحیز) نہیں ہوگا تو وہ محل حوادث ہوگا، نیز یا تو وہ حیز کے برابر ہوگا یا حیز سے کم تر ہوگا ایسی صورت میں وہ متناہی ہوگا یا حیز سے بڑا ہوگا تو متجزی ہوگا۔

اور جب وہ کسی مکان میں نہیں ہے تو کسی جہت میں بھی نہیں ہے نہ تو فوق میں نہ تحت میں اور نہ ان دونوں کے علاوہ میں"

مطلب:

اس عبارت میں صاحب کتاب نے باری تعالیٰ کے متحیز نہ ہونے کی دو دلیلیں پیش کی ہیں۔

پہلی دلیل:

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حیز میں نہیں ہے کیوں کہ اگر حیز میں ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ازل میں حیز میں ہوگا یا ازل کے بعد ہوگا اگر ازل میں ہو تو حیز بھی ازل ہوگا اور ہر ازلی چیز

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قدیم ہوتی ہے لہٰذا حیز بھی قدیم ہوگا حالانکہ حیز حادث ہے اور اگر اللہ ازل کے بعد حیز میں ہوتو چونکہ یہ حیز قائم ہے اللہ کے ساتھ تو اللہ ہو جائیں گے محل حوادث اور محل حوادث بھی حادث ہوتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ قدیم ہیں حادث نہیں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ حیز میں نہیں ہیں۔

دوسری دلیل:

حیز میں نہ ہونے کی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالی حیز میں ہوں تو تین حال سے خالی نہیں۔

(۱) اللہ حیز کے برابر ہوں گے۔

(۲) حیز سے چھوٹے ہوں گے۔

(۳) حیز سے بڑے ہوں گے، اگر اللہ تعالی حیز کے برابر ہوں تو حیز ہے متناہی لہٰذا اس کے برابر میں جو چیز ہو وہ بھی متناہی ہوگی اسی طرح اگر حیز سے چھوٹے ہوں تو بھی متناہی ہونا لازم آئے گا حالانکہ اللہ تعالی متناہی نہیں ہے اور اگر اللہ تعالی حیز سے بڑے ہوں تو اللہ کا کچھ حصہ وہ ہے جو حیز میں ہے اور کچھ وہ ہے جو حیز سے باہر ہے اس صورت میں اللہ تعالی متجزی ہو جائیں گے حالانکہ اللہ متجزی نہیں ہیں، لہٰذا اس سے بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالی حیز میں نہیں ہے۔

(ب)

حیز کی تعریف:

وہ خلاء موہوم جس کو جسم بھردے اور اس میں جسم کے ابعاد ثلاثہ آجائیں۔

عدم تحیز کی دونوں دلیل:

پہلی دلیل:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اگر ہم باری تعالیٰ کو متحیز مانیں تو یا تو ازل میں ماننا پڑے گا یا بعد از ازل ماننا پڑے گا اگر ازل میں ہو تو حیز بھی ازلی چیز قدیم ہوتی ہے لہٰذا حیز بھی قدیم ہوگا حالانکہ حیز حادث ہے اور اگر اللہ ازل کے بعد حیز میں ہو تو چونکہ یہ حیز قائم ہے اللہ کے ساتھ تو اللہ ہو جائیں گے محل حوادث اور محل حوادث بھی حادث ہوتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ قدیم ہیں حادث نہیں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ حیز میں نہیں ہیں۔

دوسری دلیل: حیز میں نہ ہونے کی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ حیز میں ہوں تو تین حال سے خالی نہیں۔

(۱) اللہ حیز کے برابر ہوں گے۔

(۲) حیز سے چھوٹے ہوں گے۔

(۳) حیز سے بڑے ہوں گے، اگر اللہ تعالیٰ حیز کے برابر ہوں تو حیز ہے متناہی لہٰذا اس کے برابر میں جو چیز ہو وہ بھی متناہی ہوگی اسی طرح اگر حیز سے چھوٹے ہوں تو بھی متناہی ہونا لازم آئے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ متناہی نہیں ہے اور اگر اللہ تعالیٰ حیز سے بڑے ہوں تو اللہ کا کچھ حصہ وہ ہے جو حیز میں ہے اور کچھ وہ ہے جو حیز سے باہر ہے اس صورت میں اللہ تعالیٰ متجزی ہو جائیں گے حالانکہ اللہ متجزی نہیں ہیں، لہٰذا اس سے بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ حیز میں نہیں ہے۔

سوال ثالث رص ۹۴

وَالْمَوْتُ قَائِمٌ بِالْمَيِّتِ مَخْلُوقُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا صُنْعَ لِلْعَبْدِ فِيْهِ تَخْلِيْقًا وَلَا اِكْتِسَابًا وَالْاَجَلُ وَاحِدٌ لَا كَمَا زَعَمَ الْكَعْبِيُّ اَنَّ لِلْمَقْتُوْلِ اَجَلَيْنِ الْقَتْلُ وَالْمَوْتُ وَاَنَّهٗ لَوْ لَمْ يُقْتَلْ لَعَاشَ اِلٰى اَجَلِهِ الَّذِىْ هُوَ الْمَوْتُ وَلَا كَمَا زَعَمَتِ الْفَلَاسِفَةُ اَنَّ لِلْحَيَوَانِ اَجَلًا طَبْعِيًّا وَاَجَلًا اِخْتِرَامِيًّا۔

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) اجل کے سلسلہ میں مذکورہ بالا اختلاف مدلل تحریر کر کے مطلب تحریر کریں۔

(ج) موت وجودی چیز ہے یا عدمی؟ حرارت غریزیہ اور رطوبت غریزیہ نیز اجل طبعی واخترامی کی بھی وضاحت کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور موت میت کے ساتھ قائم ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے بندہ کا اس میں کوئی دخل نہیں نہ خلق کے اعتبار سے اور نہ کسب کے اعتبار سے، اور اجل ایک ہی ہے ایسا نہیں جو کعبی نے کہا کہ مقتول کے لیے دو اجل ہیں ایک قتل اور دوسری موت اور یہ کہ اگر وہ قتل نہ کیا جاتا تو اپنی اس اجل تک زندہ رہتا جو کہ موت ہے، اور ایسا بھی نہیں جیسا کہ فلاسفہ نے کہا کہ جاندار کے لیے ایک اجل طبعی ہے اور ایک اجل اخترامی یعنی ہنگامی ہے۔

(ب)

اجل کے سلسلہ میں مذکورہ بالا اختلاف اور مطلب:

اہل سنت کا یہ نظریہ ہے کہ اجل یعنی موت کا جو ایک وقت مقرر ہے وہ ایک ہے اور اس میں نہ تقدم ہوسکتا ہے اور نہ تاخر، اور جمہور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں تقدیم ہوسکتی ہے جیسا کہ مقتول کے بارے میں ان کا مذہب یہ ہے کہ اس کی موت اجل سے پہلے ہوگئی، اگر وہ قتل نہ کیا جاتا تو اپنے اجل تک زندہ رہتا، اور معتزلہ میں سے ابوالقاسم بلخی کے نام سے مشہور ہیں ان کے یہاں مقتول کے لیے دو موت ہیں ایک وہ جو قاتل کے فعل کی وجہ سے وجود میں آتی ہے اور ایک وہ جو طبعی طور پر ہوتی ہے۔ اور فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ انسان اور دوسرے جاندار جو غذا کھاتے ہیں اس سے جو خون پیدا ہوتا ہے وہ قلب کے بائیں طرف جمع ہوتا ہے، اور وہاں پکتا ہے اور اس سے جو گیس پیدا ہوتی ہے، اسکی وجہ سے جسم کا سارا نظام چلتا ہے، اسی طرح ہر جاندار کے لیے ایک طبعی موت ہے، اور وہ یہ کہ جسم میں اللہ تعالیٰ نے ایک معین مقدار میں اس گیس کو رکھا ہے جس کو فطری حرارت اور طبعی رطوبت کہتے ہیں، جب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تک یہ جسم میں رہتی ہے تو اس میں طاقت وقوت رہتی ہے اور جب وہ آہستہ آہستہ ختم ہوجاتی ہے تو اسکی طبعی موت واقع ہوجاتی ہے۔اور دوسری ناگہانی موت ہے جو قتل اور دوسرے حوادثات و آفات کی وجہ سے واقع ہوجاتی ہے تو مصنفؒ نے ان سب کی تردید کرتے ہوئے یہ کہا کہ اجل ایک ہی ہے، دو نہیں ہیں جیسے کہ معتزلہ اور فلاسفہ کہتے ہیں۔

(ج)

موت وجودی چیز ہے یا عدمی چیز ہے:

اور موت میت کے ساتھ قائم ہے اللہ تعالی کی مخلوق ہے اس میں بندہ کا کوئی دخل نہیں نہ خلق کے اعتبار سے اور نہ کسب کے اعتبار سے۔

دلیل یہ ہے کہ موت ایک امر وجودی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے ﴿خلق الموت والحیوۃ﴾ جس میں موت اور حیات دونوں کے تعلق کو بیان کیا گیا ہے اور جس کا خلق ہوگا وہ وجودی ہوگا لہذا حیات کی طرح موت بھی امر وجودی ہوا اور امر وجودی کسی محل کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور محل میت ہے۔

(د)

حرارت غریزیہ اور رطوبت غریزیہ نیز اجل طبعی و اخترامی کی بھی وضاحت:

(۱) اہل سنت کا یہ نظریہ ہے کہ اجل یعنی موت کا جو ایک وقت ہے وہ ایک ہے اور اس میں نہ تقدیم ہوسکتا ہے اور نہ تاخیر۔

(۲) معتزلہ میں سے ابوالقاسم بلخی کہتے ہیں کہ مقتول کے لئے دو موت ہے ایک وہ جو قاتل کے فعل کی وجہ سے وجود میں آتی ہے اور ایک وہ جو طبعی طور پر ہوتی ہے اور وہ بھی کہتے ہیں کہ اگر وہ قتل نہ کیا جاتا تو اپنی دوسری موت تک زندہ رہتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) فلسفہ یہ کہتے ہیں کہ انسان اور دوسرے جاندار جو غذا کھاتے ہیں اس سے جو خون پیدا ہوتا ہے وہ قلب کے بائیں طرف جمع ہوتا ہے اور وہاں پکتا ہے اور اس سے جو گیس پیدا ہوتی ہے اس کی وجہ سے جسم کا سارا نظام چلتا ہے جس طرح کہ چراغ ہے کہ جب اس میں تیل ڈال دیا جاتا ہے اور بتی ہوتی ہے تو چراغ روشن ہو جاتا ہے اور جب روشن ہو جائے تو اس کے بجھنے کے دو طریقے ہیں: (۱) تیل ختم ہو جائے (۲) یا تیل ہونے کے باوجود تیز ہوا وغیرہ سے بجھ جائے، اسی طرح ہر جاندار کے لئے ایک طبعی موت ہے اور وہ یہ کہ جسم میں اللہ تعالی نے ایک معین مقدار میں اس گیس کو رکھا ہے جس کو حرارت غریزیہ اور حرارت رطوبت کہتے ہیں۔

اخترامی کی تشریح:

اخترامی اور ناگہانی اجل ہے جو آفات اور امراض کے سبب مرنے کا وقت ہے۔ جیسے تیل ہونے کے باوجود تیز ہوا کی وجہ سے چراغ بجھ جاتا ہے۔ (شمش الفوائد، بیان الفوائد)

تمت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نخبة الفكر

مرتبین

مولانا محمد عبید اللہ قاسمی مولانا محمد عماد الدین محبوب قاسمی

فاضلان دار العلوم دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فہرس

سوالات وجوابات ۱۴۳۸ھ ۳۶۳

سوالات وجوابات ۱۴۳۷ھ ۳۶۹

سوالات وجوابات ۱۴۳۶ھ ۳۷۵

سوالات وجوابات ۱۴۳۵ھ ۳۸۱

سوالات وجوابات ۱۴۳۴ھ ۳۸۸

سوالات وجوابات ۱۴۳۳ھ ۳۹۲

سوالات وجوابات ۱۴۳۲ھ ۳۹۷

سوالات وجوابات ۱۴۳۱ھ ۴۰۲

سوالات وجوابات ۱۴۳۰ھ ۴۰۸

سوالات وجوابات ۱۴۲۹ھ ۴۱۵

سوالات وجوابات ۱۴۲۸ھ ۴۲۰

سوالات وجوابات ۱۴۲۷ھ ۴۲۶

سوالات وجوابات ۱۴۲۶ھ ۴۳۱

سوالات وجوابات ۱۴۲۵ھ ۴۳۸

سوالات وجوابات ۱۴۲۴ھ ۴۴۵

سوالات وجوابات ۱۴۲۳ھ ۴۵۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوالات وجوابات

۱۴۳۸ھ

سوال اول

ثُمَّ يُقَدَّمُ فِي الْأَرْجَحِيَّةِ مِنْ حَيْثُ الْأَصَحِّيَّةِ مَا وَافَقَ شَرْطَهُمَا لِأَنَّ الْمُرَادَ بِهِ رُوَاتُهُمَا مَعَ بَاقِي شُرُوطِ الصَّحِيحِ وَرُوَاتُهُمَا قَدْ حَصَلَ الْإِتِّفَاقُ عَلَى الْقَوْلِ بِتَعْدِيلِهِمْ بِطَرِيقِ اللُّزُومِ فَهُمْ مُقَدَّمُونَ عَلَى غَيْرِهِمْ فِي رِوَايَاتِهِمْ وَهٰذَا أَصْلٌ لَا يُخْرَجُ عَنْهُ إِلَّا بِدَلِيلٍ فَإِنْ كَانَ الْخَبَرُ عَلَى شَرْطِهِمَا مَعًا كَانَ دُوْنَ مَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ أَوْ مِثْلَهُ:

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ضمیروں کے مرجع کی تعیین کرتے ہوئے ترجمہ کریں؟

(ب) صحیح کی تعریف اوراس کی شرطیں تحریر کریں؟

(الف)

ترجمہ: پھر اصحیت کے اعتبار سے راجح ہونے میں وہ حدیثیں مقدم ہیں، جن کے موافق بخاری و مسلم کی شرط ہو، اس لیے کہ ان کی شرط سے مراد ان کے روات ہیں صحیح کی بقیہ شرطوں کے ساتھ اور ان کے روات کی توثیق کی بات پر بطریق التزام اتفاق ہو چکا ہے، لہٰذا انکے روات اپنی روایتوں کے اندر دوسروں پر مقدم ہوں گے، ان کے روات کا دوسروں پر مقدم ہونا ایسا قاعدہ ہے جس سے بغیر دلیل خروج کرنا جائز نہیں، چنانچہ اگر حدیث ایک ساتھ دونوں کی شرطوں پر ہو، تو مسلم کی تخریج کردہ حدیث سے کمتر یا اس کے برابر ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

صحیح کی تعریف:

ھو الحدیث الذی اتصل سندہ بروایۃ عادل تام الضبط غیر علۃ و لا شذوذ.

اور اس کی شرطیں:

صحیح لذاتہ کی پانچ شرائط ہیں:

(۱) تمام راوی ثقہ ہوں۔

(۲) حدیث کو سند کے ساتھ خوب اچھی طرح محفوظ کرنے والے ہوں۔

(۳) سند متصل ہو، یعنی درمیان سے کوئی راوی ساقط نہ ہوا ہو۔

(۴) اسناد میں کوئی علت خفیہ نہ ہو۔

(۵) روایت شاذ نہ ہو۔

سوال ثانی

ثُمَّ الطَّعْنُ يَكُوْنُ بِعَشْرَةِ أَشْيَاءَ بَعْضُهَا أَشَدُّ فِي الْقَدْحِ مِنْ بَعْضٍ، خَمْسَةٌ مِنْهَا تَتَعَلَّقُ بِالْعَدَالَةِ وَخَمْسَةٌ تَتَعَلَّقُ بِالضَّبْطِ وَلَمْ يَحْصُلِ الْاِعْتِنَاءُ بِتَمْيِيزِ أَحَدِ الْقِسْمَيْنِ مِنَ الْآخَرِ لِمَصْلَحَةٍ اِقْتَضَتْ ذٰلِكَ وَهِيَ تَرْتِيْبُهَا عَلَى الْأَشَدِّ فَالْأَشَدِّ فِي مُوْجَبِ الرَّدِّ عَلٰى سَبِيْلِ التَّدَلِّيْ لِأَنَّ الطَّعْنَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ لِكِذْبِ الرَّاوِيْ أَوْ تُهْمَتِهِ بِذٰلِكَ:

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب) عدالت اور ضبط کا مطلب لکھ کر ان سے متعلق اسباب طعن ترتیب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وار تحریر کریں؟

(ج) کذب الراوی او تھمتہ کے درمیان مع مثال فرق واضح کریں؟

(الف)

ترجمہ: پھر جرح دس چیزوں کی وجہ سے ہوگی، عیب میں بعض سے سخت ہے، ان میں سے پانچ عدالتِ راوی سے متعلق ہے اور پانچ ضبطِ راوی سے متعلق ہے۔ ایک قسم کو دوسرے سے ممتاز کرنے کا اہتمام نہیں ہوسکا، ایک مصلحت کی وجہ سے جو اس کا مقتضی تھی اور وہ مصلحت اسبابِ جرح کو ایجاب رد میں ''لأ شد فالاشد'' کے قاعدے کے مطابق اوپر سے نیچے کی طرف جاتے ہوئے مرتب کرنا ہے۔ (اسبابِ جرح دس میں منحصر ہے) اس لیے کہ یا تو راوی کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے جرح ہوگی، یا راوی پر تہمت کذب کی وجہ سے جرح ہوگی۔

(ج)

عدالت اور ضبط کا مطلب:

(۱) عدالت سے مراد ایسی قوت وملکہ ہے جو لوگوں کو تقوی ومروت کے لازم پکڑنے پر ابھارتی ہے۔

(۲) ضبط سے مراد کسی چیز کو دل ودماغ یا تحریر وغیرہ کے ذریعہ محفوظ کرلینا۔

(بہر حال مصنف ؒ دونوں قسموں کو ایک ساتھ بیان کیا، اور اس کی مصلحت یہ ہے کہ اس طریقے پر یہ معلوم ہوجائے گا کہ موجب رد میں فلاں سبب سب سے سخت ہے۔)

اسباب طعن ترتیب وار تحریر:

اسباب طعن دس ہیں: (۱) کذب (۲) تہمت کذب (۳) فحش غلط (۴) کثرت غفلت (۵) فسق (۶) وہم (۷) مخالفت ثقات (۸) جہالت (۹) بدعت (۱۰) سوء حفظ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

کذب الراوی أو تهمته کے درمیان مع مثال فرق:

کذب راوی کا مطلب یہ ہے کہ حدیث نبوی میں جھوٹ بولے، جس کی صورت یہ ہے کہ جان بوجھ کر آپ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے، جو آپ ﷺ نے نہیں کہی ہو۔

اور تہمت کذب کا مطلب: یہ ہے کہ راوی کے متعلق یہ بات تو ثابت نہیں ہوئی کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصداً کوئی جھوٹ بات منسوب کی ہے، مگر کچھ قرائن ایسے پائے جاتے ہیں، جن سے اس قسم کی بدگمانی ہوتی ہے، ایسے قرائن دو ہیں: ایک یہ کہ کوئی حدیث صرف اسی کی سند سے مروی ہو اور وہ شریعت کے بدیہی اصولوں کے خلاف ہو۔ دوسرا یہ کہ اس کا عام گفتگو میں لوگوں میں کے سامنے جھوٹ بولنا معروف ہو۔ دوسرا قرینہ پہلے سے کم رتبے کا ہے۔

سوال ثالث

وَالْمُرَادُ بِاللِّقَاءِ مَاهُوَ أَعَمُّ مِنَ الْمُجَالَسَةِ وَالْمُمَاشَاةِ وَوُصُولِ أَحَدِهِمَا إِلَى الْآخَرِ وَإِنْ لَمْ يُكَالِمْهُ وَيَدْخُلُ فِيهِ رُؤْيَةُ أَحَدِهِمَا الْآخَرَ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ بِنَفْسِهِ أَوْ بِغَيْرِهِ وَالتَّعْبِيرُ بِاللُّقِيِّ أَوْلٰى مِنْ قَوْلِ بَعْضِهِمُ الصَّحَابِيُّ مَنْ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لِأَنَّهُ يُخْرِجُ حِيْنَئِذٍ ابْنَ أُمِّ مَكْتُوْمٍ وَنَحْوَهُ مِنَ الْعُمْيَانِ وَهُمْ صَحَابَةٌ بِلَا تَرَدُّدٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب) صاحب کتاب نے صحابی کی جو راجح تعریف کی ہے اس کو نقل کر کے اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے فوائد قیود تحریر کریں؟

(د)"بنفسه أو بغيره" کا مطلب واضح کریں؟

(الف)

ترجمہ:لقاء سے مراد عام ہے کہ ایک ساتھ بیٹھنا ہو یا ساتھ چلنا ہو یا ایک کا دوسرے کے پاس پہنچنا ہو؛ ہر چند کہ ایک نے دوسرے سے بات چیت نہ کی ہو اور لقاء میں ایک کا دوسرے کو دیکھنا بھی شامل ہے (خواہ یہ چیزیں بالقصد ہوں یا ضمنا) لقاء کی تعبیر بعض حضرات کی اس تعبیر سے اولی ہے کہ صحابی وہ ہے جس نے آپ کو دیکھا ہو؛ کیوں کہ رویت کی تعبیر اس وقت حضرت ابن ام مکتوم اور ان جیسے نابینا صحابہ کو (صحابہ ہونے سے) نکال دیتی ہے، حالانکہ یقیناً وہ صحابہ ہیں۔

(ب)

صاحب کتاب کے نزدیک صحابی کی راجح تعریف:

صحابی کی تعریف:صحابی وہ ہے جس نے آپ ﷺ پر ایمان رکھتے ہوئے آپ ﷺ سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔اگر درمیان میں مرتد ہو کر دوبارہ مشرف باسلام ہو گیا ہو، تو امام شافعی کے مذہب کے مطابق صحابیت باقی رہے گی۔

یہ تعریف میں لقاء کی تعبیر اختیار کی گئ ہے، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ رویت کی تعبیر کے مقابلے میں لقاء کی تعبیر اولی اور بہتر ہے۔

فوائد قیود:

پس آپ ﷺ سے ملاقات جنس ہے، جس میں صحابی اور غیر صحابی، دونوں داخل ہیں اور "مؤمنا"، فصل اول ہے، اس قید سے وہ شخص صحابی ہونے سے نکل گیا جس نے آپ ﷺ سے ملاقات کی ہو، لیکن مومن ہونے کی حالت میں نہیں، بلکہ کافر ہونے کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حالت میں، جیسا کہ عام کفار کی ملاقات۔ دوسری فصل میرا قول: "بہ" ہے، یعنی صحابی وہ ہے جو آپ ﷺ پر ایمان رکھتے ہوئے آپ ﷺ سے ملا ہو بلہذا اس قید سے ہو شخص صحابی ہونے سے خارج ہو گیا، جو آپ ﷺ سے ملاقات کے وقت مومن تو تھا؛ لیکن اس کا ایمان آپ ﷺ پر نہیں تھا، بلکہ دوسرے انبیاء کرام پر تھا، جیسے: اہل کتاب یہود ونصاری وغیرہ اور مصنف کا قول: "ومات علی الاسلام" فصل ثالث ہے یعنی صحابی ہونے کے لیے ضروری یہ ہے کہ ایمان کی حالت میں ملاقات کے بعد ایمان ہی پر اس کا خاتمہ ہوا ہو بلہذا اس قید سے وہ شخص صحابی ہونے سے خاج ہو گیا، جس نے ایمان کی حالت میں ملاقات تو کیا تھا؛ لیکن مرنے سے پہلے العیاذ باللہ وہ مرتد ہو گیا اور ارتداد پر ہی اس کا خاتمہ ہوا، جیسے: عبداللہ بن جحش اور عبداللہ بن خطل، ثانی الذکر فتح مکہ کے موقع پر غلاف کعبہ چمٹا ہوا تھا؛ لوگوں نے دیکھا، تو پکڑ کر قتل کر دیا۔

(ج)

بنفسہ أو بغیرہ کا مطلب :

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی نے یہ بیان فرمایا کہ غیر کے ذریعہ دیکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص بچہ ہو اور دوسرا شخص اس کو اٹھا کر آپ ﷺ کے پاس لے جائے۔ اور خود جا کر دیکھنا بنفسہ دیکھنا ہے۔

قولہ سواء کان ذالک بنفسہ أو بغیرہ الخ أی سواء کان بالاستقلال بأن یقصد رؤیته علی حدة ،أو بالتبعیة ووسیلة الغیر وسواء کان ینظر إلیه قصداً ،أو قصد رؤیة غیرہ ورآہ تبعاً بوقوع نظرہ علیه اتفاقاً من غیر قصد وإلا فالرؤیة بالغیر ممالا معنی له ،أو یقال معناہ :سواء کان رؤیة أحدھما للآخر بنفسه بأن یکون ھو نفسه باعثاً علی الرویة ،أو کان بغیرہ بان یکون الباعث ذالک الغائر .وقال القطلوبغا:معنی "أو بغیرہ" بأن یکون صغیرا فیحمل إلی النبی صلی اللہ علیه وسلم (حاشیة نزھة النظر/ص/۱۴۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات و جوابات

۱۴۳۷

سوال اول رص ۲

ثُمَّ الْغَرَابَةُ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ فِيْ اَصْلِ السَّنَدِاَیْ فِیْ الْمَوْضِعِ الَّذِیْ يَدُوْرُ الْاِسْنَادُ عَلَيْهِ وَيَرْجِعُ وَلَوْ تَعَدَّدَتِ الطُّرُقُ اِلَيْهِ وَهُوَ طَرْفُهُ الَّذِیْ فِيْهِ الصَّحَابِیُّ اَوْلَا يَكُوْنُ كَذٰلِكَ بِاَنْ يَكُوْنَ التَّفَرُّدُ فِیْ اَثْنَائِهِ كَاَنْ يَرْوِيَهُ عَنِ الصَّحَابِیِّ اَكْثَرُمِنْ وَاحِدٍ ثُمَّ يَتَفَرَّدُ بِرِوَايَتِهِ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ شَخْصٌ وَاحِدٌ فَالْاَوَّلُ اَلْفَرْدُ الْمُطْلَقُ، وَالثَّانِیْ اَلْفَرْدُ النِّسْبِیُّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) فرد مطلق اور فرد نسبی کی مذکورہ تعریفوں کی مع امثلہ وضاحت کریں۔

(ج) اور دونوں کی وجہ تسمیہ تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: پھر غرابت یا تو سند کے شروع میں ہوگی یعنی اس جگہ میں جہاں سند کا مدار و مرجع ہے، اگرچہ اس جگہ تک بہت سی سندیں پہنچتی ہوں اور وہ جگہ سند کا وہ کنارہ ہے جس کے پاس صحابی ہو، یا تفرد ایسا نہ ہو بلکہ تفرد سند کے درمیان میں ہو، جیسے کسی حدیث کو صحابی سے ایک سے زیادہ تابعی روایت کریں، پھر ان تابعین میں سے کسی ایک سے اس حدیث کو کوئی شخص تنہا روایت کرے تو پہلی قسم فرد مطلق ہے، اور دوسری قسم فرد نسبی ہے۔

(ب)

فرد مطلق

وہ حدیث ہے جس کی سند کی شروع میں یعنی طبقہ تابعین میں غرابت ہو بایں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طور کہ صرف ایک ہی تابعی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، جیسے حدیث شریف ﴿الـولاء لـحـمة کلـحـمة النسب لایباع ولا یو ھب ولایورث﴾ (ولا ایک قرابت ہے نسبی قرابت کی طرح وہ نہ بیچی جاسکتی ہے نہ بخشش کی جاسکتی ہے اور نہ ہی میراث میں دی جاسکتی ہے) اس حدیث کو حضرت ابن عمرؓ سے صرف عبداللہ بن دینار روایت کرتے ہیں (تحفۃ الدرر: ص/۴۱)

فردنسبی:

وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں غرابت ہو بایں طور کہ اس حدیث کو صحابی سے ایک سے زیادہ تابعی روایت کرے مگر تابعین کے بعد کسی طبقے میں کوئی راوی منفرد ہو جیسے ''الا یـمـان بـضـع وسبعون شعبة فافضلھاقول لآ الٰه الاالله وادناھا اماطة الاذای عن الطریق والحیاء شعبة من الایمان'' اس حدیث کو حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرنے میں ابوصالح منفرد ہیں اور ابوصالح سے روایت کرنے میں عبداللہ بن دینار بھی منفرد ہیں۔

(ج)

فرد مطلق اور فرد نسبی کی وجہ تسمیہ:

مطلق کا معنی ہے قید کا نہ ہونا تو چونکہ فرد مطلق میں ''تفرد'' سند اور متن کے ساتھ مقید نہیں ہوتا ہے اس لئے اس کو ''فرد مطلق'' کہا جاتا ہے۔

اور ''فرد نسبی'' کو فرد نسبی اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں تفرد ایک شخص معین کے اعتبار ہی سے واقع ہوتا ہے اگرچہ وہ حدیث فی نفسہ مشہور ہی کیوں نہ ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثانی رص ۷۵

ثُمَّ الْاِسْنَادُ اِمَّا اَنْ یَنْتَهِیَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَیَقْتَضِیَ لَفْظُهٗ اِمَّا تَصْرِیْحًا اَوْ حُکْمًا اَنَّ الْمَنْقُوْلَ بِذٰلِکَ الْاِسْنَادِ مِنْ قَوْلِهٖ اَوْ فِعْلِهٖ اَوْ مِنْ تَقْرِیْرِهٖ۔

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) عبارت کی تشریح کرتے ہوئے صریح مرفوع قولی، فعلی، اور تقریری کی مثال بھی تحریر کریں۔

(ج) اور اسناد اور متن کی تعریف کریں۔

(الف)

ترجمہ: پھر سند یا تو آپ ﷺ پر منتہی ہوگی اور سند کے بعد کا لفظ یا تو صراحۃ یا حکما اس بات کا مقتضی ہوگا کہ اس سند سے منقول متن آپ ﷺ کے اقوال کے قبیل سے ہے یا افعال کے قبیل سے یا تقریرات کے قبیل سے ہے۔

(ب)

عبارت کی تشریح:

مولف رح اس مقام سے سند کی اور اسکے متعلقات کی بحث ذکر کر رہے ہیں کہ غایت سند یا تو آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہوگی یا کوئی صحابی ہونگے یا تابعی یا تبع تابعی یا ان کے علاوہ کوئی اور ہونگے پہلی صورت میں جبکہ غایت سند آپ ﷺ ہونگے تو اسی حدیث کو مرفوع کہیں گے اور آپ ﷺ کا غایت سند ہونا کبھی تو صراحۃ ہوگا اور کبھی حکما ہوگا۔

اگر غایت سند صراحۃ آپ ﷺ ہے تو ایسی حدیث کو مرفوع حقیقی اور مرفوع صریحی کہتے ہیں، اور اگر غایت سند حکما آپ ﷺ ہے تو ایسی حدیث کو مرفوع حکمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مرفوع قولی صریحی:

وہ حدیث ہے جس کی سند آپ ﷺ تک پہنچتی ہو اور اس سند سے آپ ﷺ کوئی صریح قول نقل کیا گیا ہو، مثلا عن رافع بن خدیج ؓ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر.

مرفوع فعلی صریحی:

وہ حدیث ہے جس کی سند آپ ﷺ تک پہنچتی ہو اور اس سند سے آپ ﷺ کوئی صیح عمل نقل کیا گیا ہو، جیسے عن المغیرة بن شعبة ؓ رایت النبی ﷺ: یمسح علی ظاهرهما.

مرفوع تقریری صریحی:

وہ حدیث ہے جس کی سند آپ ﷺ تک پہنچتی ہو اور اس سند سے آپ ﷺ کی کوئی صریح تقریر منقول ہو جیسے عن ابن عباس ؓ قال: اُکل الضب علی مائدۃ رسول اللہ ﷺ.

(ج)

اسناد کی تعریف:

اسناد کے لغوی معنی ٹیک لگانا اور اعتماد کرنا ہے، اصطلاح محدثین میں سند وہ طریق ہے جو متن تک پہچانے والا ہے۔

متن کی تعریف:

متن کے لغوی معنی پیٹھ کے ہے اور محدثین کی اصطلاح میں متن وہ کلام ہے جس پر سند کی انتہا ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث ص ۴۸

وَالْقِسْمُ الثَّالِثُ مِنْ اَقْسَامِ السَّقْطِ مِنَ الْاِسْنَادِ اِنْ كَانَ بِاِثْنَيْنِ فَصَاعِدًا مَعَ التَّوَالِيْ فَهُوَ الْمُعْضَلُ وَاِلَّافَاِنْ كَانَ السَّقْطُ بِاِثْنَيْنِ غَيْرَ مُتَوَالِيَيْنِ فِيْ مَوْضِعَيْنِ مَثَلًا فَهُوَ الْمُنْقَطِعُ وَكَذَا اِنْ سَقَطَ وَاحِدٌ فَقَطْ اَوْ اَكْثَرُ مِنْ اِثْنَيْنِ لٰكِنَّهٗ بِشَرْطِ عَدَمِ التَّوَالِيْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) معضل اور منقطع کی مذکورہ تعریف کی مکمل وضاحت کریں۔

(ج) اور بتائیں کہ معلق اور معضل میں کون سی نسبت ہے۔

(الف)

ترجمہ: سقوطِ اسناد کی تیسری قسم میں اگر مسلسل دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہو تو یہ معضل ہے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ دو راوی کا سقوط مثال کے طور پر دو جگہ میں ہو لگا تار نہ ہو، تو وہ منقطع ہے، اور اسی طرح منقطع ہی ہے اگر صرف ایک ہی راوی حزف ہو یا دو سے زیادہ حزف ہو لیکن عدمِ توالی کی شرط کے ساتھ۔

(ب)

تعریف معضل:

سقوط راوی کے اعتبار سے مردود کی تیسری قسم "معضل" ہے اور معضل وہ حدیث مردود ہے جسکی سند سے دو یا زیادہ روات مسلسل حزف ہو گئے ہو ابتداء سے یا وسط سے یا انتہاء سے، اسمیں دو چیزیں ملحوظ ہیں، ایک یہ کہ ایک سے زیادہ روات حزف ہوں دوسری یہ کہ مسلسل اور لگاتار حزف ہوں مختلف جگہوں سے نہ ہو۔

تعریف منقطع:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سقوط راوی کے اعتبار سے مردود کی چوتھی قسم منقطع ہے اور منقطع وہ حدیث مردود ہے جسکی سند سے ایک یا زیادہ روات حزف ہو مگر مسلسل نہ ہو خواہ یہ حزف ابتداء سے ہو یا وسط سے یا انتہاء سے، بہرحال حسب بیان مصنف'' منقطع کی تین صورتیں ہونگی، ایک یہ کہ صرف ایک راوی کسی بھی مقام سے حزف ہوں، دوسری یہ کہ دو روات غیر مسلسل حزف ہو، تیسری یہ کہ دو سے زیادہ روات غیر مسلسل حزف۔

(ج)

معلق اور معضل کے درمیان نسبت:

مفہوم کے اعتبار سے دونوں میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ اگر مصنف نے اغاز سند سے دو یا زیادہ روات کو مسلسل حزف کر دیا تو اس حدیث کو ''معلق'' بھی کہتے ہیں اور معضل بھی، معلق اسلئے کہ آغاز سند سے مصنف نے حزف کیا ہے اور معضل اسلئے کہ مسلسل دو یا زیادہ روات ساقط ہیں (یہ مادۂ اجتماع ہے) اور اگر مصنف نے آغاز سند سے ایک راوی کو حزف کیا ہو یا زیادہ کو کیا ہو مگر مسلسل نہیں تو اسکو ''معلق'' تو کہیں گے لیکن معضل نہیں کہیں گے (یہ ایک مادہ افتراق ہے) اور اگر مصنف نے دو یا زیادہ روات حزف کردئے ہوں مگر آغاز سند کے علاوہ سے تو اس کو ''معضل'' کہیں گے ''معلق'' نہیں کہیں گے (یہ دوسرا مادہ افتراق ہے)۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات و جوابات

۱۴۳۶ھ

سوال اول رص ۴م

ثُمَّ سَأَلَنِي بَعْضُ الْإِخْوَانِ أَنْ أُلَخِّصَ لَهُ الْمُهِمَّ مِنْ ذَالِكَ فَأَجَبْتُهُ إِلَى سُؤَالِهِ رَجَاءَ الْاِنْدِرَاجِ فِي تِلْكَ الْمَسَالِكِ فَبَالَغْتُ فِي شَرْحِهَا فِي الْإِيْضَاحِ وَالتَّوْجِيْهِ وَنَبَّهْتُ عَلَى خَبَايَا زَوَايَاهَا لِأَنَّ صَاحِبَ الْبَيْتِ أَدْرَى بِمَا فِيْهِ فَظَهَرَ لِي أَنَّ إِيْرَادَهُ عَلَى صُوْرَةِ الْبَسْطِ أَلْيَقُ وَدَمْجَهَا ضِمْنَ تَوْضِيْحِهَا أَوْفَقُ فَسَلَكْتُ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةَ الْقَلِيْلَةَ السَّالِكِ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) اور خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کیجیے۔

(ج) مطلب بسان کرتے ہوے مصنف اور متن کے نام بتایا اور بتائے کہ متن کس کتاب کی تلخیص ہے۔

(الف)

ترجمہ: پھر مجھ سے بعض دوستوں نے طلب کیا کے میں ان کے لئے مذکورہ کتب کے اہم مباحث کو ملخص کردوں، چنانچہ میں نے ان راہوں پر چلنے کی امید پر "جن پر محدثین چلتے ہیں" ان کی درخواست قبول کرلی اور "شرح نخبۃ" کے اندر ایضاح وتوجیہ میں خوب مبالغے سے کام لیا، اور اس کے مخفی گوشوں پر متنبہ کیا کیونکہ صاحب خانہ ہی اندرون گھر سے زیادہ واقف ہوتا ہے، پس میرے لئے یہ بات ظاہر ہوئی کہ "شرح" بسط وتفصیل کے ساتھ کرنا زیادہ لائق اور "نخبۃ" کو اس کی توضیح کے ضمن داخل کرنا زیادہ موافق ہے چنانچہ میں نے اسی نہج کو اختیار کیا جس پر چلنے والے لوگ بہت کم ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

خط کشیدہ کلمات کی تحقیق:

(۱) توجیہ "بمعنی واضح کرنا" مصدر از باب تفعیل، مادہ: و، ج، ہ

(۲) خبایا "خبیۃ" کی جمع ہے، بمعنی مخفی چیز۔

(۳) زوایا "زاویۃ" کی جمع ہے، بمعنی گوشہ اور کونہ

(۴) الیق: باب ضرب یضرب سے اسم تفضیل واحد مذکر کا صیغہ ہے، لاق یلیق "لیقاو لیاقۃ مناسب ہونا، موافق ہونا۔

(۵) دمج: باب نصر ینصر کا مصدر دمج یدمج دموجا بمعنی داخل کرنا، ملانا، مخلوط کرنا۔ "والدمج ادخال الشئ فی الشئ بحیث یحصل الامتزاج"

(۶) اوفق: باب حسب یحسب سے اسم تفضیل واحد مذکر کا صیغہ ہے وفق یفق وفقا بمعنی موافق ہونا، موافق پانا۔

(ج)

توضیح عبارت:

جن دوستوں نے متن تصنیف کرنے کی درخواست تھی، انہیں حضرات نے انہیں حضرات نے شرح لکھنے کی بھی درخواست کی اور یہ کہ وہ شرح اس طرز کی ہو کہ متن کے جو لفظی اشارات اور معنوی خزانے مبتدی طلبہ پر مخفی ہیں، وہ اس شرح سے کھل جائیں۔

چنانچہ میں نے ان کی یہ درخواست قبول کر لی اس امید پر کہ میں بھی اصول حدیث تصنیف کرنے والوں کی صف میں شامل ہو جاؤں اور پھر ان کی یہ درخواست کے مطابق "نخبہ" کی شرح کے اندر لفظی اشارات اور معنوی نکات کی وضاحت اور اسکے مخفی گوشوں پر تنبیہ کرنے میں میں نے خوب مبالغہ کیا" کیونکہ صاحب خانہ ہی اندرون گھر کی چیزوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے زیادہ واقف ہوتا ہے اور شرح شروع کرتے وقت اس بات کا خیال آیا کہ شرح کو متن سے الگ نہ رکھا جائے" جیسا کہ عام دستور ہے" بلکہ نخبہ کو اس کی شرح کے ضمن میں داخل کر کے ایک کتاب بنا لیا جائے، چناچہ میں نے اسی نہج کو اختیار کیا جس پر چلنے والے تھوڑے لوگ ہیں۔

مصنف کا نام: ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی "ابن حجر عسقلانی سے مشہور ہیں۔

متن کا نام "نخبة الفكر في مصطلح اهل الاثر" متن مقدمہ ابن صلاح کی تلخیص ہے۔

سوال ثانی ص ۵۳

وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمُدَلَّسِ وَالْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ دَقِيقٌ يَحْصُلُ تَحْرِيرُهُ بِمَاذُكِرَهُهُنَاوَهُوَ اَنَّ التَّدْلِيسَ يَخْتَصُّ بِمَنْ رَوٰى عَمَّنْ عُرِفَ لِقَائُهُ اِيَّاهُ فَاَمَّااِنْ عَاصَرَهُ وَلَمْ يُعْرَفْ اَنَّهُ لَقِيَهُ فَهُوَ الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ، وَمَنْ اَدْخَلَ فِي تَعْرِيْفِ التَّدْلِيْسِ الْمُعَاصَرَةَ وَلَوْ بِغَيْرِ لُقِيٍّ لَزِمَهُ دُخُوْلُ الْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ فِي تَعْرِيْفِهِ وَالصَّوَابُ التَّفْرِقَةُ بَيْنَهُمَا .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) مدلس اور مرسل خفی کی تعریف کیجئے۔

(ج) وضاحت کے ساتھ مطلب لکھیں۔

(الف)

ترجمہ: مدلس اور مرسل خفی کے درمیان فرق دقیق ہے، جسکی توضیح یہاں ذکر شدہ بحث سے ہوگی اور وہ یہ ہے کہ تدلیس اس شخص کے ساتھ خاص ہے، جو ایسے شخص سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف ہو لیکن اگر وہ شخص اسکا معاصر ہو اور دونوں کے درمیان ملاقات معروف نہ ہو، تو وہ مرسل خفی ہے اور جس شخص نے تدلیس کی تعریف میں معاصرت کو داخل کیا ہے اگر چہ وہ بغیر ملاقات کے ہو، تو اس شخص پر تدلیس کی تعریف میں مرسل خفی کو داخل کرنا لازم آئے گا'' حالانکہ صحیح بات دونوں میں فرق کرنا ہے۔

(ب)

مدلس اور مرسل خفی کی تعریف:

مدلس : وہ حدیث ہے جس میں سقط خفی ہو یعنی راوی اپنے استاذ کو (جس سے حدیث سنی ہے) حزف کر کے مافوق سے (جس لقاء تو ہو مگر اس سے یہ حدیث نہ سنی ہو) اسطرح روایت کرے کہ استاذ کا محزوف ہونا معلوم نہ ہو بلکہ یہ محسوس ہو کہ مافوق ہی سے سنا ہے مثلا یہ کہے کہ ''عن فلان یاقال فلان '' (تحفۃ الدررص:۲۶)

مرسل خفی کی تعریف:

مرسل خفی وہ حدیث مردود ہے جس میں انقطاع واضح نہ ہو کیونکہ راوی اپنے شیخ کو حزف کر کے ایسے ہم عصر شیخ سے روایت کرتا ہے جس سے ملاقات نہیں ہوتی

نوٹ: اس کو خفی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انقطاع ماہرین پر بھی کبھی مخفی رہ جاتا ہے ۔(تحفۃ الدررص:۲۸)

(ج)

توضیح عبارت:

اس عبارت سے مؤلف ''مدلس اور مرسل خفی کے درمیان'' جو باہم یکساں معلوم ہوتا ہے ''فرق ذکر کر رہے ہیں کہ تدلیس اس صورت کو کہیں گے جس میں راوی کی مروی عنہ سے ملاقات معروف و مشہور ہو، اور مرسل خفی اس صورت کو کہیں گے جس میں راوی مروی، عنہ کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہم عصر تو ہو مگر دونوں کی ملاقات مشہور ومعروف نہ ہو۔

''ومن ادخل الخ'' سے صاحب خلاصہ کی طرف اشارہ ہے جس نے اس صورت کو یعنی جس میں راوی مروی عنہ کا صرف ہم عصر ہو دونوں میں ملاقات ثابت نہ ہو تدلیس میں داخل کیا ہے) حافظ صاحبؒ ان کے قول کو رد کر رہے ہیں کہ اگر اس صورت کو تدلیس کہیں گے تو تدلیس کی تعریف میں مرسل خفی بھی داخل ہو جائے گی اور دونوں میں تساوی کی نسبت ہو جائے گی حالانکہ صحیح بات جسکو جمہور نے اختیار کیا ہے کہ دونوں میں فرق ہے اور دونوں کے درمیان تباین کلی کی نسبت ہے''

سوال ثالث رص ۱۷

''ثُمَّ الْبِدْعَةُ'' وَهِيَ السَّبَبُ التَّاسِعُ مِنْ أَسْبَابِ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِيْ، وَهِيَ إِمَّا اَنْ تَكُوْنَ (بِمُكَفِّرٍ) كَأَنْ يَّعْتَقِدَ مَايَسْتَلْزِمُ الْكُفْرَ أَوْ (بِمُفَسِّقٍ) فَالاَوَّلُ لَايَقْبَلُ صَاحِبَهَا الْجُمْهُوْرُ وَقِيْلَ :يُقْبَلُ مُطْلَقًا وَقِيْلَ :اِنْ كَانَ لَايَعْتَقِدُ حِلَّ الْكَذِبِ لِنُصْرَةِ مَقَالَتِهٖ قُبِلَ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) زیر بحث مسئلہ میں جتنے اقوال ذکر کئے گئے ہیں ان کی وضاحت کیجئے اور بتائیے کہ صاحب کتاب نے اس مسئلہ کی تحقیق فرمائی ہیں۔

(ج) اسباب طعن کتنے ہیں شمار کرائیے۔

(الف)

ترجمہ: پھر بدعت وہ جرح راوی کا نواں سبب ہے اور بدعت یا تو کفر کا باعث ہوگی جیسے ایسی چیزوں کا اعتقاد رکھنا جو کفر کو مستلزم ہو یا فسق کی سبب ہوگی، پہلی قسم کے بدعتی (کی حدیث) کو جمہور قبول نہیں کرتے ہیں'' اور کہا گیا کہ مطلقا قبول کی جائیگی'' اور کہا گیا ہے کہ اگر اپنی بات کی تائید کے لئے جھوٹ کی حلت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو قبول کی جائیگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

پہلی قسم کے بدعتی کی روایت کا حکم مع اختلاف:

مصنفؒ نے چار اقوال بیان کئے ہیں (۱) جمہور کے نزدیک مردود ہے (۲) بعض لوگوں کے نزدیک مطلقا مقبول ہے، خواہ اپنے مذہب کی تائید وحمایت میں حلتِ کذب کا اعتقاد رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو،

(۳) کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر اپنے مسلک کی حمایت میں کذب کی حلت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو، تو اس کی روایت مقبول ہے اور اگر اعتقاد رکھتا ہو تو مردود ہے۔

(۴) علامہ تقی الدین ابن دقیق العید کی تحقیق یہ ہے کہ مطلقا کسی بھی بدعتی کی روایت مردود نہیں ہوگی کیونکہ ہر فرقے اپنے مخالفین کو بدعتی کہتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات ایک قدم آگے بڑھ کر ان کی تکفیر بھی کرنے لگتا ہے تو اگر انکی بات مطلقا مان لی جائے تو ہر فرقے کی تکفیر لازم آئے گی، اور سب کی روایتیں مردود ہو جائے گی لیکن اگر کوئی بدعتی ایسا ہو جو شریعت کی کسی ایسی چیز کا منکر ہو جسکا شریعت میں ہونا متواتر اور بداہۃً معلوم ہو یا جسکا شریعت میں نہ ہونا بدیہی ہو اور وہ اس کے ہونے کا اعتقاد رکھے ''سجود صنم'' وغیرہ تو اس کی روایت یقیناً مردود ہوگی۔ اور اگر کوئی بدعتی مذکورہ چیزوں سے متصف نہ ہو ساتھ ساتھ اس کا ضبط ٹھیک ہو اور ورع وتقوی کا حامل بھی ہو، تو اس کی روایت قبول کرنے سے انکار نہیں ہونا چاہئے، اسی کو مصنفؒ نے پسند کیا ہے، اور قول معتمد سے متصف کیا ہے۔ (تحفۃ القمر رص: ۳۰۰)

(ج)

اسباب طعن دس ہیں:

(۱) کذب (۲) تہمت کذب (۳) فحش غلط (۴) کثرت غفلت (۵) فسق (۶) وہم (۷) مخالفت ثقات (۸) جہالت (۹) بدعت (۱۰) سوء حفظ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۵ھ

سوال اول رص ۲۲

فَالْاَوَّلُ :اَلْفَرْدُ الْمُطْلَقُ کَحَدِیْثِ النَّھْیِ عَنْ بَیْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ ھِبَتِہٖ تَفَرَّدَ بِہٖ عَبْدُاللّٰہِ ابْنُ دِیْنَارٍعَنْ ابْنِ عُمَرؓ وَقَدْ یَنْفَرِدُ بِہٖ رَاوٍ عَنْ ذَالِکَ الْمُنْفَرِدِ کَحَدِیْثِ شُعَبِ الْاِیْمَانِ تَفَرَّدَ بِہٖ اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃؓ وَتَفَرَّدَ بِہٖ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ دِیْنَارٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ وَقَدْ یَسْتَمِرُّ التَّفَرُّدُ فِیْ جَمِیْعِ رُوَاتِہٖ اَوْ اَکْثَرِھِمْ وَفِیْ مُسْنَدِ الْبَزَّارِ وَالْمُعْجَمِ الْاَوْسَطِ لِلطَّبْرَانِیّ اَمْثِلَۃٌ کَثِیْرَۃٌ لِذَالِکَ.

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب)فرد مطلق کی تعریف کر کے اس کو مذکورہ مثالوں کے ذریعہ واضح کیجیے۔

جواب(الف)

ترجمہ :پہلی قسم فرد مطلق ہے جیسے ولاء کو بیچنے اور ہبہ سے ممانعت کرنے کی حدیث اس کو حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرنے میں عبداللہ ابن دینار منفرد ہیں،اور کبھی اسکو روایت کرنے میں منفرد سے روایت کرنے والا بھی منفرد ہو جاتا ہے جیسے"شعب الایمان" کی حدیث اسکو روایت کرنے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ابو صالح منفرد ہیں،اور ابو صالح سے روایت کرنے میں عبداللہ بن دینار منفرد ہیں،بسا اوقات تمام یا اکثر رواۃ میں تفرد مسلسل باقی رہتا ہے،"مسند البزار"اور طبرانی "المعجم الأوسط "میں اسکی متعدد مثالیں ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

فرد مطلق :

وہ ہے جس کی سند کے شروع میں یعنی طبقۂ تابعین میں غرابت ہو بایں طور کہ صرف ایک ہی تابعی اس حدیث کو روایت کرے ہیں، جیسے حدیث شریف " الــولاء لـحـمة کـلحمة النسب لا یباع ولا یوهب ولا یورث "(ولاء ایک قرابت ہے نسبی قرابت کی طرح وہ نہ بیچی جاسکتی ہے نہ بخشش کی جاسکتی ہے اور نہ ہی میراث میں دی جاسکتی ہے) اس حدیث کو حضرت ابن عمرؓ سے صرف عبداللہ ابن دینار روایت کرتے ہیں، (تحفۃ الدرر ص:۱۴) فرد مطلق میں جو غرابت اصل سند میں ہوتی ہے وہ کبھی نیچے تک باقی رہتی ہے جیسے "الإیـمـان بضع وسبعون شعبة فأفضلهاقول لااله إلا الله ، وادناها اماطة الاذی عـن الـطـریـق والـحـیـاء شعبة من الإیمـان " اس حدیث کا نام حدیث شعب الایمان ہے اس کو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرنے میں ابو صالح منفرد ہیں اور ابو صالح سے روایت کرنے میں عبداللہ بن دینار بھی منفرد ہیں۔

(ج)

فرد اور غریب کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

غریب مشتق ہے غرابت سے، کہا جاتا ہے " غـرب الشخص عن وطنه ای بعد "یعنی وہ شخص ہے جو اپنے وطن سے دور ہے۔ اور فرد کے لغوی معنی طاق اور منفرد کے ہیں، (نزھۃ النظر: ص/۵۵)

غریب کی اصطلاحی:

حدیث غریب وہ ہے جسکا راوی صرف ایک ہو خواہ ہر طبقہ میں ایک ہی ایک ہو، یا کسی بھی طبقہ میں ایک رہ گیا ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

غریب اور فرد میں فرق:

لغت کے اعتبار سے تو دونوں لفظ مترادف ہیں مگر محدثین عام طور پر فرد کا لفظ "فرد مطلق" کے لئے استعمال کرتے ہیں، فرد نسبی کے لئے لفظ "فرد" بہت کم استعمال کرتے ہیں، اس کے لئے زیادہ تر "غریب" استعمال کرتے ہیں، یہ اصطلاحی فرق صرف لفظ فرد اور لفظ غریب کے استعمال میں ہے، ان کے مشتقات کے استعمال میں کوئی فرق نہیں ہے، دونوں کے لئے "تفرد به فلان" اور "اغرب به فلان" استعمال کرتے ہیں۔ (تحفۃ الدرر ص ۱۴۷)

سوال ثانی ص ۲۹

أَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ الْإِتِّصَالِ فَلِإِشْتِرَاطِهِ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّاوِىْ قَدْ ثَبَتَ لَهُ لِقَاءُ مَنْ رُوِىَ عَنْهُ، وَلَوْ مَرَّةً وَاِكْتَفٰى مُسْلِمٌ بِمُطْلَقِ الْمُعَاصَرَةِ وَأَلْزَمَ الْبُخَارِيَّ بِأَنَّهُ يَحْتَاجُ اَنْ لَا يَقْبَلَ الْعَنْعَنَةَ اَصْلًا وَمَا أَلْزَمَهُ بِهِ لَيْسَ بِلَازِمٍ، لِاَنَّ الرَّاوِىَ اِذَا ثَبَتَ لَهُ اللِّقَاءُ مَرَّةً لَا يَجْرِىْ فِىْ رِوَايَاتِهِ اِحْتِمَالُ اَنْ لَا يَكُوْنَ قَدْ سَمِعَ لِاَنَّهُ يَلْزَمُ مِنْ جَرَيَانِهِ اَنْ يَّكُوْنَ مُدَلِّسًا، وَالْمَسْأَلَةُ مَفْرُوْضَةٌ فِىْ غَيْرِ الْمُدَلِّسِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر شرط اتصال کے اعتبار سے فوقیت کو دلیل سے واضح کیجیے۔

(ج) امام مسلم نے امام بخاریؒ پر عنعنہ کے سلسلہ میں کیا چیز لازم کی ہے، اور کیسے اس کی وضاحت کرکے، امام بخاری کی طرف سے اس کی جواب تحریر کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب (الف)

ترجمہ: اور بہر حال صحیح بخاری کا راجح ہونا اتصال سند کے اعتبار سے اس لئے ہے کہ (حدیث معنعن کو متصل کرنے کیلئے) بخاریؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو اگرچہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو۔

اور امام مسلمؒ نے صرف معاصرت کو کافی قرار دیا ہے، اور اس نے امام بخاریؒ پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ محتاج ہے اس امر کا کہ حدیث معنعن کو بالکل قبول نہ کرے اور جو الزام امام بخاریؒ پر عائد کیا کہ وہ ان پر لازم نہیں آتا کیونکہ جب راوی سے مروی عنہ کا ایک مرتبہ بھی ملاقات ثابت ہو جائے تو اس کی روایت میں عدم سماع کا احتمال جاری نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ اس احتمال کے جاری ہونے سے لازم آئے گا کہ وہ راوی مدلس ہو حالانکہ مسئلہ غیر مدلس پر فرض کیا گیا ہے۔

(ب)

صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر ترجیح:

اتصال سند کے اعتبار سے صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح اس لئے ہے کہ کیونکہ اگر کوئی ایک راوی بصیغہ عن (جو کہ اتصال کے لئے وضع نہیں کیا گیا ہے) روایت کرے، تو وہ سند متصل ہو گی یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے راوی (معنعِن) مروی عنہ کا معاصر ہو گا یا نہیں اگر معاصر نہیں ہے تو سند متصل نہیں ہو گی، اور اگر معاصر ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو خارج سے عدم اللقاء بین الراوی والمروی عنہ ثابت ہو گا یا نہیں؟ اگر عدم لقاء ثابت ہو تو سند متصل نہیں ہو گی، اور اگر عدم لقاء ثابت نہ ہو، تو دو حال سے خالی نہیں یا تو راوی مدلس ہو گا یا نہیں، اگر راوی مدلس ہے، تو وہ سند اس وقت تک متصل نہیں ہو گی جب تک کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہ ہو جائے، چاہے ایک ہی مرتبہ ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور امام مسلمؒ کا مسلک یہ ہے کہ وہ سند متصل ہوگی اگر چہ ایک مرتبہ بھی ملاقات ثابت نہ ہو، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک اسناد معنعن کو متصل قرار دینے کے لئے راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات شرط ہے جب کہ امام مسلمؒ نے یہ قید نہیں لگائی ہے، لہٰذا اس قید مذکور کی زیادتی صحیح بخاری کے لئے باعث ترجیح ہوگی۔ (تحفۃ القمر: ص/۱۲۱)

(ج)

امام بخاری پر عائد شدہ الزام:

امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ پر روایتِ عنعنہ کے سلسلہ میں یہ الزام عائد کیا ہے کہ لقاء کی شرط لگانے کا مقصود یہ ہے کہ عدم سماع کا احتمال ختم ہو جائے اور سماع کا احتمال ظن غالب ہو جائے، پھر امام بخاریؒ کو چاہئے کہ صرف وہ حدیثیں قبول کریں، جن میں ہر راوی نے سماع کی صراحت کی ہو، اور حدیث معنعن کو بالکل قبول نہ کریں نہ اس معنعن کو جس میں راوی کی مروی عنہ سے ملاقات نہ ہو اور نہ اس معنعن کو جس میں ملاقات ثابت ہو، کیونکہ جس طرح اس معنعن میں عدم سماع کا احتمال باقی ہے جس میں راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہ ہو اسی طرح اس معنعن میں بھی عدم سماع کا احتمال باقی ہے جس میں ملاقات ثابت ہو، لہٰذا کوئی بھی حدیث معنعن قبول نہیں کرنا چاہئے۔

امام بخاریؒ کی طرف سے حافظ ابن حجرؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جب راوی کی مروی عنہ سے ایک مرتبہ ملاقات ثابت ہوگئی تو حسن ظن کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے ہر عنعنہ کو سماع پر محمول کیا جائے اگر چہ عنعنہ سماع اور عدم سماع دونوں کا احتمال رکھتا ہے، کیونکہ اگر سماع پر محمول نہیں کیا جائے تو لازم آئے گا کہ راوی مدلس ہو حالانکہ یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ راوی مدلس نہ ہو، رہا وہ عنعنہ جس کے راوی کا مروی عنہ سے ایک مرتبہ بھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ملاقات ثابت نہ ہوتو ظاہر یہی ہے کہ اس کو سماع پر محمول نہ کیا جائے۔ (تحفۃ الدرر:ص/۱۲۱)

سوال ثالث / ص/۴۰

وَإِنْ وَقَعَتِ الْمُخَالَفَةُ مَعَ الضُّعْفِ فَالرَّاجِحُ يُقَالُ لَهُ الْمَعْرُوْفُ وَمُقَابِلُهُ يُقَالُ لَهُ الْمُنْكَرُ مِثَالُهُ مَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ مِنْ طَرِيْقِ حُبَيِّبِ بْنِ حَبِيْبٍ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "مَنْ أَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ وَحَجَّ الْبَيْتَ وَصَامَ وَقَرَى الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ" قَالَ أَبُوْ حَاتِمٍ هُوَ مُنْكَرٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) منکر کی تعریف کیجئے اور مذکورہ مثالوں میں نکارت کی وجہ ظاہر کیجئے۔

(ج) منکر اور شاذ کے درمیان کیا فرق ہے کتاب کی روشنی میں تحریر کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور اگر مخالفت صاحب ضعف کے ساتھ واقع ہو تو راجح کو "معروف" اور اس کے مقابل (مرجوح) کو "منکر" کہا جاتا ہے، دونوں کی مثال وہ حدیث ہے جسکو ابن ابی حاتم نے حبیب بن حبیب کی سند سے روایت کی ہے، انہوں نے ابواسحاق سبیعی سے انہوں نے عَیزار بن حریث سے انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے اور انہوں نے آپ ﷺ سے روایت کیا، آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز قائم کرے زکوۃ ادا کرے اور بیت اللہ کا حج کرے، روزہ رکھے اور مہمانوں کی ضیافت کرے، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(ب)

منکر کی تعریف:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

منکروہ حدیث ہے جسکو ضعیف راوی ثقہ راوی کے خلاف روایت کرے۔

مثال کی وضاحت مع وجہ نکارت:

مثال وہ حدیث ہے جو سوال میں مذکور ہے جسکو حبیب بن حبیب ضعیف راوی ابو اسحاق سے مرفوعا روایت کیا ہے، جبکہ ابو اسحاق کے دوسرے شاگرد جو ثقہ ہیں اسی حدیث کو ابن عباسؓ پر موقوفا روایت کرتے ہیں، اس پر امام ابو حاتمؒ نے فرمایا کہ حبیب کی حدیث جو مرفوعا مروی ہے منکر ہے کیوں کہ دوسرے لوگوں نے جو ثقہ ہیں اسکو موقوفا روایت کیا ہے لہذا موقوف روایت معروف ہے۔

(ج)

منکر اور شاذ کے درمیان فرق:

مفہوم کے اعتبار سے شاذ اور منکر کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ مخالفت راوی دونوں میں شرط ہے، لہذا مخالفت کے مفہوم میں دونوں جمع ہو جائیں گے، اور شاذ میں راوی کا ثقہ یا صدوق ہونا ضروری ہے اور منکر میں راوی کا ضعیف ہونا ضروری ہے، لہذا مذکورہ مفہوم میں دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ (نخبۃ الفکر متن: ص/۴۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات کے وجوابات

۱۴۳۴ھ

سوال اول ص ۴۲۸

وَخَبَرُ الْاٰحَادِ بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ مُتَّصِلِ السَّنَدِ غَيْرَ مُعَلَّلٍ وَلَا شَاذٍّ هُوَ الصَّحِيْحُ لِذَاتِهٖ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) خط کشیدہ پانچوں الفاظ کے لغوی و مرادی معنی بیان کیجیے۔

(ج) فوائد قیود کے بیان ساتھ صحیح لذاتہ کی مذکورہ تعریف کی وضاحت کی جیے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور خبر واحد جس کو ایسے ثقات لوگ روایت کریں جن کا ضبط تام ہو اس حدیث کی سند متصل ہو، نیز وہ معلل اور شاذ نہ ہو، وہی صحیح لذاتہ ہے۔

(ب)

خط کشیدہ الفاظ کے لغوی و مرادی معنی:

(۱) عدل: من باب ضرب یضرب کا مصدر یہاں مصدر بمعنی اسم فاعل، عادل (انصاف کرنے والا) مراد ہے۔ اصطلاح حدیث میں عادل وہ مسلمان شخص ہے (خواہ مرد ہو یا عورت) جس میں ایسی قوت وملکہ ہو جو اس کو تقوی اور مروت کو لازم پکڑنے پر ابھارتی ہے۔

(۲) ضبط: ضبط کے لغوی معنی خوب حفاظت کرنا، اچھی طرح سے یاد رکھنا، اور مرادی معنی کسی چیز کو دل و دماغ یا تحریر وغیرہ کے ذریعہ محفوظ کر لینا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳)متصل: ”من باب افتعال اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے بمعنی جوڑنے والا اور یہاں مراد وہ سند ہے، جو مسلسل ہو کوئی راوی سلسلۂ سند سے ساقط نہ ہوا ہو، بلکہ ہر راوی نے اپنے شیخ سے براہ راست حاصل کیا ہو۔

(۴)معلل: معلل لغت میں ایسی چیز کو کہتے ہیں جس میں کوئی علت یعنی خرابی ہو۔

محدثین کی اصطلاح میں معلل اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کوئی ظاہری یا مخفی خرابی ہو جو صحت حدیث کے لئے نقصاندہ ہو۔

(۵)شاذ: شاذ کے لغوی معنی وہ شخص جو تنہا منفرد ہو، محدثین کی اصطلاح میں ایسی حدیث کو کہتے ہے جس میں ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے خواہ اسکا ثقہ ہونا کیفیت کے اعتبار سے ہو یا کمیت کے اعتبار سے۔

(ج)

فوائد قیود:

صحیح لذاتہ کی تعریف میں پانچ قیود ہیں جن میں سے تین وجودی اور دو عدمی

(۱) پہلی قید: راوی کا عادل ہونا ہے، اس سے غیر عادل کی روایت صحیح لذاتہ ہونے سے نکل گئی، مثلا وہ شخص جس کا ضعف معروف ومشہور ہو، یا وہ مجہول العین یا مجہول الحال ہو۔

(۲) دوسری قید: تام الضبط ہونا، جس سے مغفل کی روایت خارج ہوگئی جو کہ بہت زیادہ غلطی کرتا ہو، وہ اس طرح کہ موقوف کو مرفوع کردے، مرسل کو موصول کردے وغیرہ، اسی طرح قلیل الضبط، راوی کی روایت بھی نکل گئی، کیونکہ اس کی روایت، حسن لذاتہ ہوتی ہے۔

(۳) تسری قید: متصل السند ہونا، اس سے مرسل، منقطع، معضل اور ان لوگوں کی ذکر کردہ معلق خارج ہوگئی، جنہوں نے اپنی کتاب میں حدیث صحیح ذکر کرنے کا التزام نہیں کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) چوتھی قید: معلل نہ ہونا اس سے حدیث معلل خارج ہوگئی۔

(۵) پانچویں قید: شاذ نہ ہونا اس سے شاذ روایتیں خارج ہوگئیں۔

سوال ثانی رص ۴۸

فَالسَّقْطُ إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ مِنْ مَبَادِئِ السَّنَدِ أَوْمِنْ اٰخِرِهٖ بَعْدَ التَّابِعِيِّ "فَالْاَوَّلُ" اَلْمُعَلَّقُ، وَالثَّانِيْ، هُوَالْمُرْسَلُ، وَالثَّالِثُ اِنْ كَانَ بِاثْنَيْنِ فَصَاعِدًا مَعَ التَّوَالِيْ، فَهُوَالْمُعْضَلُ، وَاِلَّا بِاَنْ كَانَ السَّقْطُ بِاثْنَيْنِ غَيْرَ مُتَوَالِيَيْنِ فِيْ مَوْضِعَيْنِ مَثَلاً، فَهُوَالْمُنْقَطِعُ، وَكَذَا اِنْ سَقَطَ وَاحِدٌ فَقَطْ اَوْاَكْثَرُمِنْ اِثْنَيْنِ لٰكِنَّ بِشَرْطِ عَدَمِ التَّوَالِيْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) مطلب لکھتے ہوئے عبارت میں مذکورہ چاروں اقسام کی وضاحت کیجیے۔

جواب (الف)

ترجمہ: پھر سقط یا تو ابتدائے سند میں ہوگا، (مصنف کے تصرف سے) یا آخر سند میں ہوگا تابعی کے بعد پس اول ''معلق'' ہے اور دوم ''مرسل'' ہے اور تیسری قسم، اگر سقط دو یا زیادہ راوی مسلسل ہو تو وہ معضل ہے اور اگر اس طرح نہ ہو بایں طور کہ مثلاً سقوط دو کا دو جگہوں میں ہو لگا تار نہ ہو تو وہ منقطع ہے اسی طرح (منقطع ہے) اگر صرف ایک راوی حزف ہو یا دو سے زیادہ راوی حزف ہو، لیکن لگا تار نہ ہونے کی شرط کے ساتھ۔

(ب)

عبارت کا مطلب:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس مقام سے مصنف "سقط جو کہ اسباب رد میں سے ہے اس کا ذکر کر رہے ہیں،
پھر سقط یا تو مصنف کے تصرف سے ابتداء سند میں ہوگا یا آخر سند میں تابعی کے بعد ہوگا
یا اس کے علاوہ کوئی صورت ہوگی، تو اول کا نام معلق ہوگا برابر ہے خواہ ساقط ہونے والا ایک ہو
یا زائد، اور دوسری قسم جسکے آخر میں تابعی کے بعد کوئی راوی ساقط وہ "مرسل" اس کی صورت یہ
ہے کہ تابعی خواہ صغیر ہو یا کبیر یہ کہے قال رسول اللہ ﷺ کذا یا فعل کذا یا فعل
بحضرته کذا . یا اس کے مثال، اور سقوط اسناد کی تیسری قسم یہ ہے کہ مسلسل دو یا دو سے زائد
راوی ساقط ہوں تو یہ معضل ہے اگر ایسا نہ ہو بلکہ دو راوی دو مقام سے ساقط ہوں تو وہ منقطع
ہے، اسی طرح ایک راوی ساقط ہو یا دو سے زائد راوی ساقط ہو مگر عدم مسلسل کی شرط کے
ساتھ تو یہ قسم بھی منقطع ہے۔

عبارت میں ذکر شدہ اقسام اربعہ کی توضیح

قسم اول: "معلق" وہ حدیث مردود ہے جس کی سند کے آغاز سے مصنف کتاب
ایک یا زیادہ روات حزف کر دئے ہوں۔

قسم ثانی: "مرسل" وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد کوئی راوی
حزف ہو، اور تابعی نے حدیث کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کردی ہو (خواہ وہ تابعی بڑے
رتبے کا ہو، یا چھوٹے درجے کا ہو) مثلا: کسی حدیث کی سند کا تابعی کہے، آپ ﷺ نے یہ کہا
، یہ کیا، اور آپ کی موجودگی میں ایسا کیا گیا وغیرہ۔

قسم ثالث: "معضل" وہ حدیث مردود ہے جس میں اولیت اور آخریت کی قید
کے بغیر کسی بھی مقام سے دو یا زیادہ روات مسلسل حزف ہو گئے ہوں اس میں دو چیزیں ملحوظ
ہے ایک یہ کہ ایک سے زیادہ روات حزف ہوں دوسری یہ کہ مسلسل اور لگا تار حزف ہوں
مختلف جگہوں سے نہ ہوں۔

چوتھی قسم: "منقطع" وہ حدیث مردود ہے جس کی سند سے ایک یا زیادہ روات حزف
ہوں مگر مسلسل نہ ہوں، خواہ یہ حزف ابتداء سے ہو یا وسط سے یا انتہاء سے ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات کے جوابات

۱۴۳۳ھ

سوال اول/ص ۸

فَإِذَا جَمَعَ هٰذِهِ الشُّرُوطَ الْأَرْبَعَةَ، وَهِيَ عَدَدٌ كَثِيرٌ أَحَالَتِ الْعَادَةُ تَوَاطُئَهُمْ أَوْ تَوَافُقَهُمْ عَلَى الْكَذِبِ "رَوَوْا ذَالِكَ عَنْ مِثْلِهِمْ مِنَ الْاِبْتِدَاءِ إِلَى الْاِنْتِهَاءِ، وَكَانَ مُسْتَنَدُ اِنْتِهَائِهِمُ الْحِسَّ، وَانْضَافَ إِلَى ذَالِكَ أَنْ يَصْحَبَ خَبَرَهُمْ إِفَادَةُ الْعِلْمِ لِسَامِعِهِ فَهٰذَا هُوَ الْمُتَوَاتِرُ، وَمَا تَخَلَّفَتْ إِفَادَةُ الْعِلْمِ عَنْهُ، كَانَ مَشْهُورًا فَقَطْ، فَكُلُّ مُتَوَاتِرٍ مَشْهُورٌ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) مطلب لکھتے ہوئے شروط اربعہ کی تعیین کیجیے، اور بتایئے کہ متواتر اور مشہور میں کونسی نسبت ہے۔

جواب (الف)

ترجمہ: پس جب خبر ان چاروں شرطوں کو جمع کرے، وہ شرطیں یہ ہیں، عدد کثیر ہونا جن کے کذب پر اتفاق کو عادت محال قرار دے، اس کو ابتداء سے لیکر انتہاء تک اپنے مثل رواۃ سے بیان کریں اور ان کا مدار کسی امر محسوس پر ہو اور ان چاروں کے ساتھ ساتھ سامع کے لئے ان کی خبر کا مفید یقین ہونا ہم دست ہوجائے تو یہیں خبر متاواتر ہے اور جو خبر مفید یقین ہونے سے قاصر ہو، وہ صرف مشہور ہے لھذا ہر متواتر مشہور ہے، اس کا برعکس نہیں ہے۔

(ب)

عبارت کا مطلب اوراور شروط اربعہ کی تعیین:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس مقام سے مؤلف خبر متواتر کی شرطوں کی تفصیل کر رہے ہیں اس کے لئے چار شرطیں ہیں۔

(۱) سند کا کثیر غیر محصور ہونا (۲) روات اس قدر اور ایسا ہونا کہ ان کے جھوٹ پر اتفاق اور بلا قصد جھوٹ کے صدور کو عادت محال قرار دے

(۳) ہر طبقے میں یعنی ابتداء وسط اور انتہاء میں یہ کثرت کیفیت باقی رہے اور کوئی کمی اس میں نہ آئے لہذا اگر اس میں زیادتی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ زیادتی تو عین مطلوب ہے۔

(۴) روایت کا منتہی امر محسوس ہو یعنی ابتدائی روات کسی چیز کو دیکھنا یا سننا بیان کریں، وہ خبر ایسی نہ ہو جو کہ عقل سے ثابت ہو سکتی ہو، جیسے اللہ تعالی کا وجود اور ان کی صفات قدیم ہونا وغیرہ۔

پس جب کسی خبر میں یہ چار شرطیں جمع ہو جائیں اور ساتھ ساتھ اس خبر سے سامع کے لئے علم یقین حاصل ہو تو ایسی خبر کو "متواتر" کہا جائے گا اور جو خبر مفید یقین ہونے سے قاصر ہے وہ صرف مشہور ہے" تو گویا مصنف کے نزدیک متواتر کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔

متواتر اور مشہور کے درمیان نسبت:

متواتر اور مشہور کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، متواتر خاص ہے مشہور عام ہے، چنانچہ ہر متواتر مشہور ہے، اور ہر مشہور متواتر نہیں، یعنی "کل متواتر مشهور وليس كل مشهور متواترا"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثانی رص ۲۶۸

وَتَتَفَاوَتُ رُتَبُهُ أى الصَّحِيحُ بِسَبَبِ تَفَاوُتِ هٰذِهِ الْاَوْصَافِ الْمُقْتَضِيَةِ لِلتَّصْحِيحِ فِي الْقُوَّةِ ،فَإِنَّهَا لَمَّا كَانَتْ مُفِيدَةً لِغَلَبَةِ الظَّنِّ الَّذِى عَلَيْهِ مَدَارُ الصِّحَّةِ اِقْتَضَتْ أَنْ يَّكُونَ لَهَا دَرَاجَاتٌ بَعْضُهَافَوقَ بَعْضٍ بِحَسَبِ الْأُمُورِ الْمُقَوِّيَةِ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) صحیح لذاتہ کی تعریف کر کے مطلب لکھئے اور بتایئے کہ ”ہذہ الاوصاف“ سے کون سے اوصاف مراد ہیں۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور صحیح لذاتہ کے درجے متفاوت مختلف ہوتے ہیں ان اوصاف کے قوت میں متفاوت ہونے سے جو تصحیح کا تقاضہ کرتے ہیں، کیونکہ جب وہ اوصاف اس غلبہ ظن کا فائدہ دیتے ہیں جن پر صحت کا مدار ہے تو وہ اوصاف اس بات کا بھی تقاضہ کرتے ہیں کہ صحت کے مختلف درجات ہیں، امور مقویۃ کے اعتبار سے بعض بعض سے اوپر ہو۔

(ب)

صحیح لذاتہ کے تعریف:

صحیح لذاتہ وہ مقبول خبر واحد ہے جس کو ایسے عادل حضرات روایت کریں جن کا ضبط تام ہو، اس حدیث کی سند متصل ہو اور وہ حدیث معلل اور شاذ نہ ہو جیسے ”قال البخاری حدثنا عبدالله ابن يوسف قال اخبرنا مالك عن ابن شهاب عن محمد بن جبير بن مطعم عن ابيه قال سمعت رسول الله ﷺ قرأفی المغرب بالطور“ (بخاری شریف)

عبارت کا مطلب:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"حدیث صحیح لذاتہ" درجات میں تمام برابر نہیں ہیں چونکہ جن اوصاف کی وجہ سے حدیث، صحیح لذاتہ ہوتی ہے وہ اوصاف مختلف درجات کے ہیں اس لئے صحیح لذاتہ کے درجات بھی مختلف ہونگے، وہ اوصاف جس حدیث میں جس قدر اعلیٰ ہونگے اس حدیث کا درجہ بھی اتنا ہی بلند ہوگا، مصنف ؒ کے الفاظ میں اس کو یوں سمجھئے کہ حدیث کی صحت کا مدار اس پر ہے کہ جن اوصاف کی وجہ سے حدیث کی تصحیح کی جاتی ہے، ان کے متعلق ظن غالب ہوجائے کہ وہ فلاں حدیث میں پائے جارہے ہیں اور وہ اوصاف تمام برابر درجے کے نہیں ہیں لہٰذا اس کا تقاضہ یہ ہے کہ تمام "حدیث صحیح" بھی برابر درجے کی نہ ہوں۔ بلکہ جس حدیث میں جس قدر مضبوط اوصاف ہونگے اس حدیث کا مقام بھی اسی قدر زیادہ بلند ہوگا (تحفۃ القمر)

"ہٰذہ الأوصاف" کی تعیین:

ہٰذہ الأوصاف سے مراد عدالت وتمامیت ضبط اور وہ تمام صفات جو صحیح لذاتہ میں معتبر ہیں۔

سوال ثالث رص ۱۴۲۷

وَمَتٰی تُوبِعَ السَّيِّئُ الْحِفْظِ بِمُعْتَبَرٍ كَأَنْ يَكُوْنَ فَوْقَهُ اَوْمِثْلَهُ لَادُوْنَهُ وَكَذَا الْمُخْتَلِطُ الَّذِیْ لَايَتَمَيَّزُ وَالْمَسْتُوْرُ وَالْإِسْنَادُ الْمُرْسَلُ وَكَذَا الْمُدَلَّسُ إِذَا لَمْ يُعْرَفِ الْمَحْذُوْفُ مِنْهُ صَارَ حَدِيْثُهُمْ حَسَنًا لَا لِذَاتِهٖ بَلْ وَصْفُهُ بِذَالِكَ بِاِعْتِبَارِ الْمَجْمُوْعِ مِنَ الْمُتَابِعِ وَالْمُتَابَعِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے

(ب) عبارت کی ایسی تشریح کیجئے کہ حسن لغیرہ کی تعریف اور اس کی مذکورہ قسمیں الگ الگ واضح ہوجائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف)

ترجمہ :اور جب موافقت کی جائے خراب یادداشت والا راوی کی کسی معتبر راوی کے ذریعہ مثلا یہ کہ اس کے اوپر کے درجے کا ہو یا برابر کا ہو، اور اسی سیئ الحفظ کی طرح وہ مختلط بھی ہے جس کی اختلاط سے قبل اور بعد کی حدیثیں ممتاز نہ ہوں اور اسی طرح مستور الحال، اور وہ سند جس میں ارسال ہو اور اسی طرح حدیث مدلس جبکہ اس کے محذوف کا علم نہ ہو، ان حضرات کی احادیث "حسن" ہو جاتی ہے حسن لذاتہ نہیں، بلکہ اس کو حسن کے ساتھ متصف کرنا متابع (بالکسر) اور متابع (بالفتح) کے مجموعے کے اعتبار سے ہے۔

(ب)

عبارت کی توضیح:

اس مقام سے مؤلف "سوء حفظ" اسی طرح مختلط، مستور، مرسل وغیرہ کے معتبر متابع مل جانے کا حکم بیان کر رہے ہیں۔

حسن لغیرہ، وہ حدیث ہے جس میں حسن ذاتی نہ ہو، یعنی وہ خود بخود تو "حسن" نہ ہو، کیونکہ اس کے راوی میں یا اسناد حدیث میں کوئی معمولی خرابی پائی جاتی ہے مگر کچھ ایسی خارجی تائیدات مل گئی ہیں جن کی وجہ سے اس نقصان کی تلافی ہو گئی ہے، اس لئے اس مجموعۂ متابِع و متابَع کی وجہ سے حسن قرار دیا جاتا ہے۔

حسن لغیرہ کی چار صورتیں ہیں، چار حدیثیں جن میں معمولی خرابی ہوتی ہے متابعت کی وجہ سے حسن لغیرہ بن جاتی ہے (ا) وہ حدیث جس کے کسی راوی کی یادداشت خراب ہے جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔

(۲) وہ حدیث جس کا کوئی راوی مستور یعنی مجہول الحال ہے جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ بھی حسن لغیرہ بن جائے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) وہ حدیث جس کی اسناد مرسل ہے جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ بھی حسن لغیرہ بن جائے گی۔

(۴) وہ حدیث جس کی اسناد میں تدلیس کی گئی ہے اور محذوف راوی کا پتہ نہیں چل رہا ہے جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ بھی "حسن لغیرہ" بن جائے گی۔

سوالات وجوابات

۱۴۳۲ھ

سوال اول رص ۴٫

وَاِعْتَنٰی بِتَصَانِیْفِ الْخَطِیْبِ الْمُتَفَرِّقَةِ فَجَمَعَ شَتَّاتَ مَقَاصِدِهَا وَضَمَّ اِلَیْهَا مِنْ غَیْرِهَا نُخَبَ فَوَائِدِهَا فَاجْتَمَعَ فِیْ کِتَابِهٖ مَاتَفَرَّقَ فِیْ غَیْرِهٖ فَلِهٰذَا عَکَفَ النَّاسُ عَلَیْهِ وَسَارُوْ بِسَیْرِهٖ فَلَا یُحْصٰی کَمْ نَاظِمٍ لَهٗ وَمُخْتَصِرٍ وَمُسْتَدْرِکٍ عَلَیْهِ وَمُعَارِضٍ لَهٗ وَمُنْتَصِرٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) "اِعْتَنٰی" کی ضمیر کا مصداق متعین کا مصداق متعین کرتے ہوئے مطلب لکھیے۔

جواب (الف)

ترجمہ: حافظ ابن الصلاحؒ خطیب بغدادی کی مختلف تصنیفوں کی طرف متوجہ ہوا، پھر ان کے منتشر مواد کو اکھٹا کیا اور ان کے ساتھ دوسری کتابوں سے چیدہ چیدہ فوائد بھی شامل کر دیئے، چناچہ دوسری کتابوں میں جو باتیں بکھری پڑی تھی، وہ سب ابن صلاح کی کتاب میں مجتمع ہوگئیں، اسی لئے لوگوں (محدثین) کی توجہ اس کی طرف جھک گئی، اور لوگ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ان کی نہج پر چلنے لگے، تو شمار نہیں کیا جاسکتا کہ کتنے لوگوں نے اس کو نظم اور مختصر کیا، کتنوں نے اس کا تکملہ اور اقتصار کیا اور کتنوں نے اس کی مخالفت کی اور بہتوں نے اس کی معاونت کی۔

(ب)

توضیح عبارت مع مصداق ضمیر ''اِعْتَنٰی''

فعل ''اِعْتَنٰی'' کی ضمیر کا مصداق حافظ ابن صلاحؒ ہیں، یعنی انہوں نے علم حدیث کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی جو ''مقدمہ ابن صلاح'' سے لوگوں درمیان معروف ہوئی ،اس کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ اس کے تمام مباحث منقّح اور مھذب ہیں اور اس سے بھی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ کتاب جامع المتفر قات ہے، اس لئے کہ خطیب بغدادیؒ کی متفرق کتابوں میں جو مضامین منتشر تھے، ان کو حافظ ابن صلاحؒ نے اکھٹا کیا اور اس کے ساتھ ساتھ خطیب بغدادی کی کتب کے علاوہ دوسری کتابوں سے عطر کشید کر کے ساتھ ملا دیا، ان خصوصیات کی بنا پر محدثین نے اصول حدیث میں مستقل کتابیں لکھنا ترک کر دیا بلکہ تمام لوگ ''مقدمہ ابن صلاح'' کو پکڑ کر بیٹھ گئے اور اس کے نقش قدم پر چلنے لگے۔

اور پھر اس کی مختلف انداز سے خدمت کی، کسی نے اس کے مضامین کو نظم میں پیش کیا جیسے علامہ عراقیؒ ''الفیۃ الحدیث'' کے اندر اور کتنوں نے اس کا اختصار یعنی اس کے تمام مضامین کو پہلے سے کم الفاظ میں بیان کیا جیسے حافظ ابن کثیرؒ نے ''اختصار علوم الحدیث'' کے اندر اور بہت حضرات نے اس کا اس استدراک یعنی جو باتیں ان سے چھوٹ گئی تھیں ان کی تلافی کر دی، جیسے حافظ ابن مغلطائی ''اصلاح ابن صلاح'' کے اندر، اور ایک بڑی تعداد نے ان کی مخالفت کی یا تو اس طرح کے ان کے مقابلہ میں ان کی جیسی کتاب تصنیف کی ہو جیسے ابن ابی الدّم یا تو اس طرح کہ الفاظ و معانی پر اعتراض کیا جیسے حافظ ابن حجرؒ نے النکت علی ابن الصلاح'' کے اندر اور کچھ اللہ کے بندے ایسے ہیں، جنھوں نے ابن الصلاحؒ کی کتاب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پر کئے جانے والے اعتراضات کا جواب دے کر ان کی نصرت وحمایت کی، جیسے: مصنف ابن حجرؒ نے ''التقیید والایضاح لما اطلق واغلق من کتاب ابن الصلاح'' کے اندر۔

سوال ثانی / ص / ۲۲

ثُمَّ الْغَرَابَةُ إِمَّا اَنْ تَكُوْنَ فِيْ اَصْلِ السَّنَدِ اَوْلَا ، فَالْاَوَّلُ :اَلْفَرْدُ الْمُطْلَقُ كَحَدِيْثِ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ تَفَرَّدَ بِهٖ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ وَقَدْ يَنْفَرِدُ بِهٖ رَاوٍ عَنْ ذَالِكَ الْمُنْفَرِدِ كَحَدِيْثِ شُعَبِ الْاِيْمَانِ تَفَرَّدَ بِهٖ اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ وَتَفَرَّدَ بِهٖ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ (وَالثَّانِيْ)اَلْفَرْدُ النِّسْبِيُّ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) مطلب لکھتے ہوئے ''حدیث النھی عن بیع الولاء ''اور حدیث ''شعب الایمان'' میں غرابت کی وضاحت کیجیے۔

(ج) فرد نسبی کی تعریف کیجیے۔

جواب (الف)(ب)

یہ دونوں جزء کا جواب ۱۴۳۵ھ کے سوال اول میں گزر چکا ہے۔

(ج)

فرد نسبی کی تعریف:

فرد نسبی وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں غرابت ہو بایں طور کہ اس حدیث کو صحابی سے ایک سے زیادہ تابعی روایت کرے مگر تابعین کے بعد کسی طبقہ میں کوئی راوی منفرد ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث ۱۴۲۸ھ

وَيَبْقَى بَيْنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ طَبَقَةٌ اُخْتُلِفَ فِيْ إِلْحَاقِهِمْ بِأَيِّ الْقِسْمَيْنِ ،وَهُمُ الْمُخَضْرَمُوْنَ الَّذِيْنَ اَدْرَكُوْا الْجَاهِلِيَّةَ وَالْإِسْلَامَ وَلَمْ يَرَوُا النَّبِيَّ ﷺ لَعَدَّهُمْ اِبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي الصَّحَابَةِ وَادَّعٰى عِيَاضٌ وَغَيْرُهُ أَنَّ ابْنَ عَبْدِ الْبَرِّ يَقُوْلُ إِنَّهُمْ صَحَابَةٌ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) صحابی اور تابعی کی تعریف لکھتے ہوئے مطلب لکھئے اور مخضرم کی مثال پیش کر کے بتائیے کہ مخضرمین کو صحابہ کہا جائے گا یا تابعی صحیح قول کیا ہے؟۔

جواب (الف)

ترجمہ : اور تابعین کے درمیان ایک طبقہ باقی ہے جسکے متعلق اختلاف ہے کہ دونوں قسموں میں سے کس کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا جائے، اور وہ طبقہ مخضرمین کا ہے جنہوں نے زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں پایا ہے، اور آپ ﷺ کا دیدار ان کو نہیں ہوا ہے، چنانچہ حافظ ابن عبد البرؒ نے ان کا تذکرہ صحابہ میں کیا ہے، قاضی عیاض وغیرہ نے یہ دعویٰ کیا کہ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ وہ صحابی ہیں۔

(ب)

صحابی کی تعریف

(۱) صحابی وہ ہے جس نے آپ ﷺ پر ایمان رکھتے ہوئے آپ ﷺ سے ملاقات کی ہو، اور ایمان ہی پر اس کا خاتمہ ہوا ہو،

(۲) صحابی ہر وہ مسلمان ہے جس نے آپ ﷺ کو دیکھا ہو اور اسلام ہی پر اس کا خاتمہ ہوا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تابعی کی تعریف:

تابعی وہ مسلمان ہے جس نے بحالت ایمان کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا ہے۔

توضیح عبارت:

اس مقام سے مؤلفؒ مخضرمین کے صحابہ ہونے اور نہ ہونے میں جو اختلاف ہے بیان کررہے ہیں کہ آیا اس کو صحابہ میں شمار کیا جائے گا یا تابعین میں۔

اور مولفؒ نے یہ بھی فرمایا کہ حافظ ابن عبدالبر نے ان کا تذکرہ صحابہ میں کیا ہیں، اور قاضی عیاضؒ وغیرہ نے یہ دعوی کیا ہے کہ ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں یہ لوگ صحابی ہیں حالانکہ یہ دعوی صحیح نہیں ہے۔

مخضرمین کی مثال:

(۱) جُبیر ابن نفیر (۲) زید ابن وہب (۳) سوید بن غفلہ وغیرہ۔

مخضرمین کا تذکرہ طبقہ صحابہ میں کیا جائے یا طبقہ تابعین میں:

یہ بات تو قطعی ہے کہ ان حضرات کو آپ ﷺ کا دیدار چونکہ نہیں ہوا تھا اس لئے وہ صحابہ نہیں اور غالب گمان یہی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی ملاقات متعدد صحابۂ کرام سے ہوئی ہے، اس لئے تابعین ہیں، لیکن چونکہ یہ عام تابعین کی طرح نہیں ہیں، اس لئے ان کے متعلق اختلاف ہوگیا کہ ان کو کس طبقہ میں ذکر کیا جائے صحابہ کے طبقہ میں ان کا تذکرہ کیا جائے اس لئے کہ صحابہ کی طرح یہ بھی قرن اول کے ہیں یا تابعین کے طبقہ میں ان کا ذکر کیا جائے اس کہ یہ صحابہ نہیں ہیں۔ حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ نے اپنی کتاب ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' میں مخضرمین کا بھی تذکرہ لکھا ہے، جب کہ وہ صحابہ کے تذکرہ کے لئے تصنیف کی گئی ہے، اس طرز عمل سے قاضی عیاض اور بعض محدثین کو دھوکہ ہوگیا، اور انہوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے یہ دعوی کر دیا کہ ابن عبدالبر مخضر مین کو صحابہ کہتے ہیں، حالانکہ یہ دعوی صحیح نہیں ہے، کیونکہ ان کو طبقۂ صحابہ میں ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک مخضر مین صحابہ ہیں، بالخصوص اس وقت جبکہ ابن عبدالبر نے اس کتاب کے مقدمہ میں یہ تصریح کر دی ہے کہ "میں نے مخضر مین تذکرہ اس کتاب کے اندر اس لئے کیا ہے تا کہ میری یہ کتاب قرن اول کے تمام لوگوں کو محیط ہو جائے۔

قول صحیح: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ طبقۂ صحابہ کے بعد مخضر مین کا ذکر کبار تابعین میں کیا جائے گا، خواہ ان میں سے کسی کے متعلق معلوم ہو کہ وہ آپ ﷺ کے زمانہ میں مسلمان تھا جیسے نجاشیؒ یا نہ معلوم ہو۔

سوالات وجوابات

۱۴۳۱ھ

سوال اول

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ التَّصَانِيْفَ فِيْ اِصْطِلَاحِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ قَدْ كَثُرَتْ لِلْاَئِمَّةِ فِي الْقَدِيْمِ وَالْحَدِيْثِ فَمِنْ اَوَّلِ مَنْ صَنَّفَ فِيْ ذٰلِكَ الْقَاضِيْ اَبُوْ مُحَمَّدِ الرَّامَهُرْمُزِيُّ كِتَابَهٗ "اَلْمُحَدِّثُ الْفَاصِلُ" لٰكِنَّهٗ لَمْ يَسْتَوْعِبْ وَالْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ النِّيْسَابُوْرِيُّ لٰكِنَّهٗ لَمْ يُهَذِّبْ وَلَمْ يُرَتِّبْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے؟

(ب) اصول حدیث کی اور بھی کتابوں کا ذکر کیجئے اور بتائے کہ ان میں سے کس کتاب کی جانب علماء نے سب سے زیادہ توجہ دی؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف)

ترجمہ: حمد وصلوۃ کے بعد، اس میں شک نہیں محدثین کی اصطلاح میں ائمہ متقدمین ومتاٴخرین کی تصانیف بکثرت ہیں، چنانچہ ان لوگوں میں سے جنہوں نے سب سے پہلے اس فن میں تصنیف کی، قاضی ابومحمد رامہرمزی ہیں، انہو نے اپنی کتاب "المحدث الفصل" لکھی، لیکن انہوں نے (تمام فنون کا) احاطہ نہیں کیا، اور حاکم ابوعبداللہ نیساپوری بھی ہیں، لیکن انہوں نے منقح اور مرتب نہیں کیا (تحفۃ القمر)

توضیح عبارت:

اصول حدیث کی چند کتابیں ایسی ہیں جن میں اصول حدیث کے متعدد مسائل بحث کی گئی ہے، جیسے امام سافعیؒ کی "الرسالہ" اور امام مسلمؒ کی "مقدمہ مسلم" وغیرہ، لیکن اس فن کی وہ مستقل تصنیفیں نہیں ہیں، اس کام کا مستقل آغاز تو چوتھی صدی ہجری میں ہوا، اس صدی میں بہت حضرات نے مستقل طور پر قلم اٹھایا، جن میں قاضی ابومحمد رامہرمزی بھی ہیں، رہی یہ بات کہ سب سے پہلے حقیقتا کس نے یہ کام کیا اس کا علم یقین کے ساتھ مصنف کو نہیں ہوسکا، اس لئے وہ تعبیر اختیار کی ہے کہ جن لوگوں کے سب سے پہلے مستقل کتاب تصنیف کی ہے، ان میں قاضی ابومحمد رامہرمزی اور حاکم ابوعبداللہ ہیں اول الذکر کی کتاب کا نام "المحدث الفاصل بین الراوی والواعی" اور ثانی الذکر کی کتاب کا نام "معرفۃ علوم الحدیث" ہے جو غیر منقح اور بے ترتیب ہے۔

(ب)

اصول حدیث کی اور چند کتابوں کے نام۔

اصول حدیث کے متعلق تصنیف شدہ اور بھی چند کتابوں کے نام۔

(ا) "الکفایۃ فی علم الروایۃ" جس کو خطیب ابوبکر البغدادیؒ نے روایت کے اصول

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وضوابط سے متعلق لکھی ہے۔

(۲) "الجامع لآداب الشیخ والسامع" اس کو بھی خطیب بغدادیؒ نے روایت کے طور وطریقوں سے متعلق لکھی ہے۔

(۳) الالماع إلی معرفة الروایة وتقیید السماع" قاضی عیاضؒ کی۔

(۴) مالایسع المحدث جهله" ابوحفص میانجیؒ کی۔

(۵) "مقدمہ ابن الصلاح" حافظ ابن الصلاحؒ کی۔

ان میں سے حافظ ابن الصلاح کی دوسری کتاب "مقدمہ ابن الصالح" کی طرف علماء نے سب سے زیادہ توجہ دی۔ (تحفۃ القمر)

سوال ثانی رص ۲۶

وَتَتَفَاوَتُ رُتَبُهُ اَیْ الصَّحِیْحُ بِسَبَبِ تَفَاوُتِ هٰذِهِ الْاَوْصَافِ الْمُقْتَضِیَةِ لِلتَّصْحِیْحِ فِی الْقُوَّةِ ،فَاِنَّهَا لَمَّا کَانَتْ مُفِیْدَةً لِغَلَبَةِ الظَّنِّ الَّذِیْ عَلَیْهِ مَدَارُالصِّحَّة إِقْتَضَتْ أَنْ یَکُوْنَ لَهَا دَرَجَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ بِحَسَبِ الْاُمُوْرِ الْمَقْوِیَّةِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ ومطلب لکھے۔

(ب) مصنفؒ نے صحیح کے جو تین مراتب بیان کئے ہیں آپ انہیں تحریر کیجے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور صحیح لذاتہ کے درجات متفاوت مختلف ہوتے ہیں ان اوصاف کے قوت متفاوت ہونے سے جو صحیح کا تقاضہ کرتے ہیں، کیونکہ جب وہ اوصاف اس غلبۂ ظن کا فائدہ دیتے ہیں جن پر صحت کا مدار ہے، تو وہ اوصاف اس بات کا بھی تقاضہ کرتے ہیں کہ صحت کے مختلف درجات ہوں، امور مقویہ کے اعتبار سے بعض بعض سے اوپر ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

توضیح عبارت:

"حدیث صحیح لذاتہ" درجات میں تمام برابر نہیں چونکہ جن اوصاف کی وجہ سے حدیث صحیح لذاتہ ہے وہ اوصاف مختلف درجات کے ہیں اس لئے صحیح لذاتہ کے درجات بھی مختلف ہونگے، وہ اوصاف جس حدیث میں جس قدر اعلی ہونگے اس حدیث کا درجہ بھی اتنا ہی بلند ہوگا، مصنف کے الفاظ میں اس کو یوں سمجھئے کہ حدیث کی صحت کا مدار اس پر ہے کہ جن اوصاف کی وجہ سے حدیث کی تصحیح کی جاتی ہے، ان کے متعلق ظن غالب ہو جائے کہ وہ فلاں حدیث میں پائے جارہے ہیں اور وہ اوصاف تمام برابر درجے کے نہیں لہذا اس کا تقاضہ یہ ہے کہ تمام "حدیث صحیح" بھی برابر درجے کی نہ ہوں، بلکہ، جس حدیث میں جس قدر مضبوط اوصاف ہونگے اس حدیث کا مقام بھی اسی قدر زیادہ بلند ہوگا۔ (تحفۃ القمر ص/۹۶)

(ب)

صحیح لذاتہ کے مراتب ثلاثہ:

مصنفؒ بطور تمثیل تین مراتب کا تذکرہ کیا ہے، جن میں بعض بعض سے اعلی ہے،

(۱) پہلے مرتبہ میں وہ سندیں ہیں جن کو محدثین نے اصح الاسانید کہا ہے جیسے "زهری عن سالم بن عبدالله عن عبدالله بن عمر" (۲) دوسری مرتبہ کی سند جیسے "بريد بن عبدالله بن ابی بردة عن جده عن جده عن ابيه أبي موسى" ہے۔

(۳) اور تیسری مرتبہ کی سند "سهيل بن أبي صالح عن ابيه عن ابی هريرةؓ"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث رص ۶۸

فَإِنْ خَفِيَ الْمَعْنَى بِأَنْ كَانَ مُسْتَعْمَلاً بِقِلَّةٍ احْتِيجَ إِلَى كُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِي شَرْحِ الْغَرِيْبِ، وَإِنْ كَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمِلاً بِكَثْرَةٍ لَكِنْ فِي مَدْلُوْلِهِ دِقَّةٌ احْتِيجَ إِلَى الْكُتُبِ الْمُصَنَّفِ فِي شَرْحِ مَعَانِي الْأَخْبَارِ وَبَيَانِ الْمُشْكِلِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) ''غریب الحدیث'' اور ''مشکل الحدیث'' کی تعریف کر کے ان دونوں موضوعات پر لکھی گئی چند کتابوں کے نام لکھیے۔

(الف)

ترجمہ: تو اگر معنی پوشیدہ ہو (واضح نہ ہو) اس وجہ سے کہ لفظ کا استعمال کم ہوتا ہو، تو ان کتابوں کی ضرورت پڑتی ہے جو غریب یا نامانوس الفاظ کی تشریح میں لکھی گئی ہیں، اور اگر لفظ کا استعمال زیادہ ہو لیکن اس کے مفہوم میں دقت اور پیچیدگی ہو تو حدیث کے معانی کی شرح اور مشکل احادیث کی وضاحت میں تصنیف شدہ کتابوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

(ب)

تعریف غریب الحدیث:

متن حدیث میں پایا جانے والا وہ لفظ ہے جس کا معنی قلت استعمال کی وجہ سے نامانوس اور غیر واضح ہو، اس موضوع پر تصنیف شدہ چند کتابیں جیسے (۱) ''غریبین'' ابوعبید ہروی کی (۲) ذیل الغریبین'' حافظ ابوموسیٰ مدینیؒ کی (۳) ''غریب الحدیث'' حافظ ابن قتیبہ دینوری کی (۴) ''مجمع الغرائب'' علامہ خطابیؒ کی۔ (تحفۃ الفکر)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تعریف مشکل الحدیث:

وہ متن حدیث ہے جس کی مراد بادیٔ النظر میں واضح نہ ہو، اس فن پر تصنیف شدہ چند کتابیں جیسے (۱) "امام طحاویؒ کی "مشکل الآثار" (۲) امام خطابیؒ کی "معالم السنن" (۳) امام فورکؒ کی "مشکل الحدیث وبیانه" (۴) اور حافظ ابو عمر بن عبد البر کی "الاستذکار" (تحفۃ القمر)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۰ھ

سوال اول ص ۱۰

اَلْمُتَوَاتِرُ وَهُوَ الْمُفِيْدُ لِلْعِلْمِ الْيَقِيْنِيّ بِشُرُوْطِهٖ وَقِيْلَ لَا يُفِيْدُ الْعِلْمَ إِلَّا نَظَرِيًّا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے پھر بتائیں کہ "بشروطہ" کا تعلق "المتواتر" سے ہے یا "المفید" سے؟

(ب) علم ضروری ونظری کے درمیان مصنف نے جو فرق کیا ہے آپ اس کو تحریر کریں۔

(الف)

ترجمہ: (پہلا) خبر متواتر ہے، اور وہ علم یقینی "ضروری" کا فائدہ دیتا ہے اپنی شرطوں کے ساتھ، اور بعض لوگوں نے کہا کہ علم نظری کا ہی فائدہ دیتا ہے۔

بشروطہ کا تعلق:

(۱) "بشروطہ" یہ "اول" سے متعلق ہے، تقدیر عبارت اس طرح ہے "الأول مع شروطه المتواتر" مطلب یہ ہے کہ پہلا یعنی وہ خبر جو سند کثیر غیر محصور کے ساتھ آئے اپنی شرطوں کے ساتھ متواتر ہے۔

(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ "بشروطہ" "المفید" سے متعلق ہو یعنی خبر متواتر مفید علم یقین اپنی شرطوں کے ساتھ ہے (تحفۃ الفکر)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

علم ضروری ونظری کے درمیان فرق:

حسب بیان مصنف علم ضروری غور وفکر کے بغیر حاصل ہوتا ہے، اور علم نظری غور وفکر کے بعد حاصل ہوتا ہے (۲) علم ضروری ہر شخص کو حاصل ہوتا ہے خواہ اس میں غور وفکر کی صلاحیت ہو یا نہ ہو، جبکہ علم نظری صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس میں غور وفکر کی اہلیت ہو،

سوال ثانی رص ۲۹ر

فَالصِّفَاتُ الَّتِیْ تَدُوْرُ عَلَیْهَا الصِّحَّةُ فِیْ کِتَابِ الْبُخَارِیِّ اَتَمُّ مِنْهَا فِیْ کِتَابِ مُسْلِمٍ وَأَشَدُّ وَشَرْطُهُ فِیْهَا أَقْوٰی وَاَسَدُّ، اَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَیْثُ الْاِتِّصَالِ فَلِاِشْتِرَاطِهٖ أَنْ یَّکُوْنَ الرَّاوِیْ قَدْ ثَبَتَ لَهٗ لِقَاءُ مَنْ رُوِیَ عَنْهُ وَلَوْ مَرَّةً وَاکْتَفٰی مُسْلِمٌ بِمُطْلَقِ الْمُعَاصَرَةِ وَاَلْزَمَ الْبُخَارِیَّ اَنَّهٗ لَایَقْبَلُ الْعَنْعَنَةَ اَصْلًا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب) مطلب تحریر کرتے ہوئے بتائیں کہ عنعنہ کسے کہتے ہیں؟

(ج) امام مسلمؒ کا الزام کس طرح ثابت ہوگا واضح کریں؟

(الف)

ترجمہ: وہ صفات جن پر صحت حدیث کا مدار ہے وہ صحیح مسلم کے مقابلے میں صحیح بخاری میں بدرجہء اتم اور بہت ہی درست پائے جاتے ہیں اور بخاریؒ کی شرط بمقابلہ شرط مسلمؒ بہت ہی قوی اور ٹھوس ہے۔ اور بہرحال صحیح بخاری کا راجح ہونا اتصال سند کے اعتبار سے اس لئے ہے کہ (حدیث معنعن کو متصل تسلیم کرنے کے لئے) امام بخاریؒ نے یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شرط لگائی ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو، اگرچہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو، اور امام مسلمؒ نے صرف معاصرت کو کافی قرار دیا ہے، اور اس نے امام بخاریؒ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ وہ محتاج ہے اس امر کا کہ حدیث معنعن مو بالکل قبول نہ کرے۔

(ب)

توضیح عبارت:

اس مقام سے مصنفؒ صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر افضلیت کی چند وجوہ ترجیحات بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ وہ اصاف جن پر صحت حدیث کا دارومدار ہے، صحیح مسلم کے مقابلے میں صحیح بخاریؒ میں بدرجہ اکمل اور بہت ہی درست پائے جاتے ہیں، اسی طرح ان اوصاف کے حوالے سے شرط بخاری بمقابلہ شرط مسلم اقوی اور مضبوط ترین ہے۔

اور بہر حال اتصال سند کے اعتبار سے صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح حاصل ہے۔ یعنی اگر کوئی راوی بصیغہ تحدیث یا إخبار یا سماع روایت کرے، تو وہ سند بالاتفاق متصل ہوگی، جیسے حدثنا فلان "أخبرنا فلان، سمعت فلانا یقول" اور اگر کوئی راوی بصیغہ عن (جو کہ اتصال سند کے لئے وضع نہیں کیا گیا ہے) روایت کرے تو وہ سند متصل ہوگی یا نہیں تو ایسی صورت میں امام بخاریؒ متصل تسلیم کرنے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات یثبت ہو اگرچہ ایک مرتبہ کیوں نہ ہو، یعنی اگر ایک مرتبہ بھی ملاقات یثبت ہو جائے تو وہ سند متصل ہوگی (صرف معاصرت کافی نہیں جب کہ امام مسلمؒ کا مسلک یہ ہے کہ وہ سند متصل ہوگی اگر راوی و مروی عنہ کا زمانہ ایک ہو خواہ ایک مرتبہ بھی ملاقات ثابت نہ ہو۔

حدیث معنعن کی تعریف:

"عنعنہ" باب فعللہ کا مصدر ہے، اس لغوی معنی روایت کو "عن فلان عن فلان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

" سے بیان کرنا۔

اصطلاح محدثین میں حدیث معنعن اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو کوئی راوی بصیغہ "عن" (جو کہ اتصال سند کے لئے وضع نہیں کیا گیا) روایت کرے، جیسے عن فلان عن فلان یا قال فلان وغیرہ۔

(ج)

امام مسلم کا الزام:

امام مسلمؒ کا الزام اس طرح ثابت ہوگا کہ راوی اور مروی عنہ کے درمیان لقاء کی شرط لگانے کا مقصود یہ ہے کہ عدم سماع کا احتمال ختم ہو جائے اور سماع کا احتمال ظن غالب ہو جائے، پھر بخاریؒ کو چاہئے کہ صرف وہ حدیثیں قبول کریں جس میں ہر راوی نے سماع کی صراحت ہو اور حدیث معنعن کو بالکل قبول نہ کریں۔

نہ اس معنعن کو جس میں راوی کی مروی عنہ سے ملاقات نہ ہو، اور نہ اس معنعن کو جس میں ملاقات ثابت ہو، کیونکہ جس طرح اس معنعن میں عدم سماع کا احتمال باقی ہے جس میں راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہ ہو، اسی طرح اس معنعن میں بھی عدم سماع کا احتمال باقی ہے جس میں ملاقات ہو، لہذا کوئی بھی حدیث معنعن قبول نہیں کرنا چاہئے۔

سوال ثالث رص ر ۴۴

وَإِنْ كَانَتِ الْمُعَارَضَةُ بِمِثْلِهِ فَإِنْ أَمْكَنَ الْجَمْعُ فَهُوَ النَّوْعُ الْمُسَمّٰى بِمُخْتَلِفِ الْحَدِيْثِ وَمَثَّلَ لَهُ ابْنُ الصَّلَاحِ بِحَدِيْثِ "لَاعَدْوٰى وَلَاطِيَرَةَ" مَعَ حَدِيْثِ "فِرَّمِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَکَ مِنَ الْاَسَدِ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب) مذکورہ دونوں حدیثوں میں تعارض کس طرح ہے؟ واضح کریں، پھر ابن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صلاحؒ نے دونوں حدیثں میں تطبیق کی جوصورت ذکر کی ہے اسے تحریر کریں؟

(ج) اس کے بعد مصنفؒ کی بیان کردہ تطبیق لکھیں نیز تطبیق کی دونوں صورتوں میں فرق کوواضح کریں؟

(الف)

ترجمہ: اور اگر وہ "حدیث مقبول" اسی جیسی حدیث سے معارضہ ہو، تو اگر دونوں کوجمع کرنا ممکن ہے، تو اس کو "مختلف الحدیث" سے موسوم کیا جاتا ہے، اور ابن صلاحؒ حدیث "لاعدوی ولاطیرۃ" کو حدیث "فر من المجذوم فرارک من الاسد" کے ساتھ مختلف الحدیث کی مثال میں پیش کیا ہے۔

(ب)

بیان تعارض:

دونوں حدیثوں کے مابین تعارض اس طرح ہے کہ حدیث "لاعدوی ولاطیرۃ" کے پہلے جملے "لاعدوی" کی مراد یہ ہے کہ کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور دوسرے جملے "ولاطیرۃ" کا مطلب یہ ہے کہ بدفالی لینا باطل ہے، اور دوسری حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ جس شخص کو کوڑھ کا مرض لاحق ہو جائے تو اس سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو اگر ذرا غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دوسری حدیث اور پہلی حدیث کے جملہ اولی کے مضمون کے درمیان بظاہر تعارض ہے، کیونکہ دوسری حدیث میں کوڑھ کے مریض سے بھاگنے کا تاکیدی حکم دیا گیا اور اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ کہیں کوڑھ دوسرے میں بھی متعدی نہ ہو جائے؟ اور پہلی حدیث میں صاف کہا گیا ہے کہ مرض متعدی نہیں ہوتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حافظ ابن صلاحؒ کی تطبیق:

مذکورہ دونوں حدیثوں کے تعارض کو ختم کرنے کے لئے حافظ ابن صلاحؒ نے یہ تطبیق ذکر کی ہے کہ پہلی حدیث ''لاعدوی ولاطیرۃ'' میں مرض کے بالذات وبالطبع متعدی ہونے کی نفی کی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بعض امراض مثلاً کوڑھ، برص وغیرہ بالذات متعدی ہوتے ہیں، لہٰذا اس حدیث میں اسی عقیدہ کا قلع قمع کیا گیا ہے، اور دوسری حدیث ''فر من المجذوم الخ'' میں کوڑھی سے بھاگنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ بعض امراض مثلاً کوڑھ وغیرہ میں اختلاط، مرض کے متعدی ہونے کے اسباب میں سے ہے یعنی عادت اللہ یہی جاری ہے کہ بعض امراض کے مریض کے ساتھ تندرست آدمی کے اختلاط کو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیتے ہیں، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے اختلاط پایا جاتا ہے اور تعدیہ نہیں ہوتا، جیسا کہ پانی پینا سیرابی اور کھانا کھانا شکم سیری کا سبب ہے۔

لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کھانے پینے کے باوجود شکم سیری اور سیرابی نہیں ہوتی معلوم ہوا کہ تعدیہ کا سبب ''اختلاط'' پایا جائے تو مرض متعدی ہوسکتا ہے اسی لئے اس سبب سے بچنے کا حکم دیا گیا، خلاصۂ تطبیق یہ ہے کہ نفی بالذات تعدیہ کی، اور اب بات تعدیہ بالسبب کی۔

(ج)

مصنفؒ کی تطبیق:

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حدیث ''لاعدوی'' میں تعدیہ کی نفی کو عام رکھنا ہی بہتر ہے، ابن صلاحؒ کی طرح اس کو ذات کے ساتھ خاص کرنا اچھا نہیں ہے، لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ مرض کسی طرح بھی متعدی نہیں ہوتا ہے، نہ بالذات اور نہ بالسبب کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ''لایعدی شیئ شیئا'' یعنی کوئی چیز کسی میں متعدی نہیں ہوتی، اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں ”لاعدوی“ عام ہے ہر طرح کے تعدیہ کی نفی کی گئی ہے اور اس بات کی تائید دوسری ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ایک شخص نے باصرار آپ ﷺ سے کہا تھا کہ تندرست اونٹوں کے ساتھ خارش زدہ اونٹوں کے اختلاط کی وجہ سے تندرست اونٹ بھی خارش زدہ ہوجاتے ہیں، تو آپ ﷺ نے اس کو یہ جواب دیا کہ بات ایسی نہیں ہے، کیونکہ اگر بات یہی ہوتی تو سوال یہ ہے کہ پہلی خارش زدہ اونٹ کیسے خارش والا ہوا جب کہ کا کسی خارش والا اونٹ کے ساتھ اختلاط نہیں ہوا۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح خداوند قدوس ہی نے ابتداء اپنی قدرت سے پہلے اونٹ میں خارش پیدا فرمائی ہے اسی طرح اسی نے دوسری اونٹ میں بھی خارش پیدا کی ہے رہا دوسری حدیث میں مجذوم سے بھاگنے کا حکم تو وہ سوء اعتقاد سے بچانے کے لئے ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کوڑھی وغیرہ کے ساتھ رہے اور بقضاء الٰہی اس میں بھی وہ مرض پیدا ہوجائے تو ممکن ہے کہ وہ یہ اعتقاد کر بیٹھے کہ مجھ میں یہ مرض فلاں شخص سے اختلاط کی وجہ سے ہوا ہے، اسی لئے اعتقاد بد کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے مجذوم شخص سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تطبیق کی دونوں صورتوں میں فرق:

حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک ”لاعدوٰی“ میں تعدیہ کی نفی اپنے عموم پر باقی ہے یعنی مرض کسی طرح بھی متعدی نہیں ہوتا ہے، نہ بالذات اور نہ بالسبب جبکہ ابن صلاحؒ کے نزدیک صرف تعدیہ بالذات کی نفی ہے نا کہ تعدیہ بالسبب یعنی عادت اللہ یہی جاری ہے کہ بعض امراض کے مریض کے ساتھ تندرست آدمی کے اختلاط کو مرض کے متعدی کرنے کا سبب بنا دیتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۹ھ

سوال اوّل رص ر۱۸

اَلْخَبَرُ الْمُحْتَفُّ بِالْقَرَائِنِ اَنْوَاعٌ مِنْهَا: مَا اَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ فِيْ صَحِيْحَيْهِمَا مِمَّا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ التَّوَاتُرِ، فَإِنَّهُ احْتُفَّ بِهِ قَرَائِنُ مِنْهَا: جَلَالَتُهُمَا فِيْ هٰذَا الشَّأْنِ، وَتَقَدُّمُهُمَا فِيْ تَمْيِيْزِ الصَّحِيْحِ عَلٰى غَيْرِهِمَا، وَتَلَقِّي الْعُلَمَاءِ لِكِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُوْلِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) صحیحین کی احادیث کے ساتھ یہ تین قرائن ہیں، ان کی تشریح کریں پھر "تلقی العلماء لکتابیھما" کی تفصیل کریں۔

(الف)

ترجمہ: وہ خبر واحد جو قرائن سے ملی ہوئی ہو اس کی متعدد قسمیں ہیں: ان میں سے ایک وہ خبر جس کی تخریج شیخینؒ اپنی صحیحین میں کی ہیں جو کہ حد تواتر کو نہ پہنچی ہو اس قسم کے ساتھ بہت سے قرائن لگے ہوئے ہیں (۱) شیخینؒ کی علم حدیث میں جلالت وعظمت شان (۲) اور صحیح حدیث کو غیر صحیح سے ممتاز کرنے میں شیخینؒ کا دوسروں پر فائق ہونا (۳) اور علماء کا ان کی کتابوں کو شرف قبولیت سے نوازنا۔

(ب)

قرائن کی وضاحت:

صحیحین کی احادیث کے ساتھ تین قرائین متصف ہیں،

(۱) علم حدیث اور نقد رجال میں شیخین کی عظمت وجلالت۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) حدیث صحیح کو سقیم سے ممتاز کرنے میں ان کا اپنے معاصرین و متأخرین سے فائق ہونا۔

(۳) علماء اور اہل علم کا ان کی صحیحین کو دیگر کتابوں کے مقابلے میں شرف قبولیت سے نوازنا۔

"تلقی العلماء لکتابیھما" کا مطلب یہ ہے کہ ان کی حدیثوں کا نفس الامر میں آپ ﷺ کا کلام ہونا متعین ہے۔

سوال ثانی ص ۴۳

فَإِنْ جُمِعَا أَیِ الصَّحِیْحُ وَالْحَسَنُ فِیْ وَصْفٍ وَاحِدٍ کَقَوْلِ التِّرْمِذِیِّ وَغَیْرِهٖ "حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ" فَلِلتَّرَدُّدِ الْحَاصِلِ مِنَ الْمُجْتَهِدِ فِی النَّاقِلِ وَهٰذَا حَیْثُ یَحْصُلُ مِنْهُ التَّفَرُّدُ بِذٰلِکَ الرِّوَایَةِ وَغَایَةُ مَا فِیْهِ أَنَّهٗ حُذِفَ عَنْهُ حَرْفُ التَّرَدُّدِ وَإِلَّا أَیْ إِذَا لَمْ یَحْصُلِ التَّفَرُّدُ فَإِطْلَاقُ الْوَصْفَیْنِ مَعًا عَلَی الْحَدِیْثِ یَکُوْنُ بِاعْتِبَارِ الْإِسْنَادَیْنِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب) "حسن صحیح" کہنے پر کیا اعتراض وارد ہوتا ہے اس کو پہلے تحریر کریں پھر اس عبارت میں اس کا جواب دیا ہے آپ جواب کی وضاحت کریں۔

(الف)

ترجمہ: اور اگر ایک ہی حدیث کے وصف میں صحیح اور حسن کو جمع کر دیا جائے، جیسے امام ترمذیؒ وغیرہ کا قول ہے، "حدیث حسن صحیح" تو یہ راوی کے سلسلے میں مجتہد کو تردد ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ جواب اس جگہ ہے جہاں راوی اس روایت میں منفرد ہو، اور اس جواب میں زیادہ یہ بات ہے کہ حرف تردد درمیان میں سے حذف کر دیا گیا ہے، ورنہ یعنی جب روایت میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

راوی منفرد نہ ہو، تو ایک حدیث پر دونوں وصف ایک ساتھ بولنا دو سندوں کے اعتبار سے ہوگا۔

(ب)

"حسن صحیح" کہنے پر اعتراض یہ ہے:

اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ امام ترمذیؒ اپنی کتاب میں متعدد جگہ فرماتے ہیں "حدیث حسن صحیح" حالانکہ حسن کے راوی کا ضبط ناقص اور صحیح کے راوی کا ضبط تام ہوتا ہے، تو دونوں وصفوں یعنی حسن اور صحیح کو جمع کرنے میں اسی نقصان ضبط کا اثبات اور اسی کی نفی لازم آتی ہے بایں طور کہ "حسن" کہہ کر نقصان ضبط کو ثابت کرنا ہے اور اس کے آگے "صحیح" کہہ کر اسی نقصان ضبط کی نفی کرنا ہے اور یہ چونکہ اجتماع ضدین ہے اسی لئے محال ہے۔

جواب کی وضاحت

عبارت میں ابن حجرؒ نے جو جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ جس حدیث کو "حسن صحیح" کہا گیا ہے اس کی ایک سند ہوگی یا زیادہ اگر ایک سند ہو تو دو وصفوں یعنی حسن صحیح کو جمع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل اور ناقدین رجال کو اس حدیث کے کسی راوی کے سلسلے میں تردد ہے کہ آیا اس میں ضبط کامل ہے کہ اس کی حدیث کو صحیح کہا جائے، یا ناقص ہے کہ اس کی حدیث کو حسن کہا جائے، تو جن کے اعتقاد میں اس راوی کا ضبط ناقص ہے انہوں نے "حسن" کہا ہے، اور جن کے اعتقاد میں اس راوی کا ضبط تام ہے "صحیح" اور اس صورت میں حرف "او" محذوف ہوگا اور اصل عبارت "حدیث حسن او صحیح" ہوگی کیونکہ درمیان کلام سے "و" اور "او" کا حذف کرنا شائع وذائع ہے، اس لئے یہاں سے بھی حذف کردیا گیا ہے۔

اور اگر سند ایک سے زیادہ ہو تو اس کو "حسن صحیح" کہنا مختلف سندوں کے اعتبار سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے کہ ایک سند کے اعتبار سے "حسن" اور دوسری سند کے اعتبار سے "صحیح" کہا گیا ہے، اس صورت میں حرف "واؤ" درمیان سے حذف ہوگا۔

سوال ثالث/ص ۴۶۷

وَالنَّسْخُ رَفْعُ تَعَلُّقِ حُكْمٍ شَرْعِيٍّ مُتَأَخِّرٍ عَنْهُ وَالنَّاسِخُ مَايَدُلُّ عَلَى الرَّفْعِ الْمَذْكُوْرِ وَتَسْمِيَتُهُ نَاسِخًا مَجَازٌ لِأَنَّ النَّاسِخَ فِي الْحَقِيْقَةِ هُوَاللّٰهُ تَعَالٰى وَيُعْرَفُ النَّسْخُ بِأُمُوْرٍ، أَصْرَحُهَا: مَاوَرَدَفِي النَّصِّ كَحَدِيْثِ بُرَيْدَةَ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ "كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ أَلَافَزُوْرُوْهَافَإِنَّهَاتُذَكِّرُالْآخِرَةَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب) مذکورہ عبارت اور حدیث بریدۃ کی مکمل وضاحت کریں؟

جواب (الف)

ترجمہ: اور نسخ کسی حکم شرعی کے تعلق کو ختم کرنا ہے، ایسی دلیل شرعی کے ذریعہ جو اس سے مؤخر ہو، اور ناسخ وہ چیز ہے جو اس تعلق کو ختم کرنے پر دال ہو اور اس کو ناسخ کہنا مجازاً ہے کیونکہ درحقیقت ناسخ تو اللہ تعالیٰ ہے، نسخ کا علم چند چیزوں سے ہوتا ہے اور سب سے صریح تو وہ ہے جس کا وقوع نص میں ہو جیسے "صحیح مسلم" میں حضرت بریدہؓ کی حدیث (میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا، اب ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے۔

(ب)

توضیح عبارت:

مصنفؒ اس عبارت کے ذریعہ نسخ کی تعریف بیان فرمارہے ہیں کہ نسخ کہتے ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مکلفین کے افعال سے کسی حکم شرعی کے تعلق کو کسی ایسی دلیل شرعی کے ذریعہ ختم کرنے کو جو کہ اس سے مؤخر ہو، اور ناسخ ہر وہ حدیث مقبول ہے جو افعال مکلفین سے سابق حکم شرعی کے ختم کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ واضح ہو کہ حدیث مذکورہ کو ناسخ کہنا اور اسی طرح دوسری چیزوں کو ناسخ کہنا مجازا ہے بلکہ درحقیقت یہ چیزیں نسخ پر دلالت کرنے والی ہیں کیونکہ فی الواقع ناسخ تو ذات باری تعالی ہے چنانچہ ارشاد ہے: "ماننسخ من أيةأو ننسها الآية."

حدیث بریدہؓ کی وضاحت:

جن چیزوں سے نسخ کا علم ہوتا ہے ان میں سے سب صریح چیز تو یہ ہے کہ خود آپ ﷺ کسی چیز کو منع کرنے کے بعد اس کی اجازت مرحمت فرمادیں جیسے آپ ﷺ کا ارشاد ہے "كنت نهيتكم عن زيارة القبور الا فزوروها فأنها تذكر الأخرة"

(میں تم کو قبروں کو زیارت کرنے سے منع کیا کرتا تھا اب ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے) زیارت قبور سے منع کرنے کے بعد اس حدیث میں آپ ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۸ھ

سوال اول رص ر۱۵

وَفِيْهَا أَیْ فِی الْاٰحَادِ الْمَقْبُوْلِ وَهُوَ مَا يَجِبُ الْعَمَلُ بِهٖ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَفِيْهَا الْمَرْدُوْدُ وَهُوَ الَّذِیْ لَمْ يَرْجَحْ صِدْقُ الْمُخْبِرِ بِهٖ لِتَوَقُّفِ الْاِسْتِدْلَالِ بِهَا عَلَى الْبَحْثِ عَنْ أَحْوَالِ رُوَاتِهَا دُوْنَ الْاَوَّلِ وَ هُوَ الْمُتَوَاتِرُ فَكُلُّهٗ مَقْبُوْلٌ لِاِفَادَتِهِ الْقَطْعَ بِصِدْقِ مُخْبِرِهٖ بِخِلَافِ غَيْرِهٖ مِنْ أَخْبَارِ الْاٰحَادِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اخبار کی آحاد کے دو قسم پر منقسم ہونے اور متواتر کے منقسم نہ ہونے کی دلیل کی وضاحت کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور اخبار آحاد ہی کی ایک قسم مقبول ہے اور وہ ایسی خبر ہے جس پر جمہور کے نزدیک عمل واجب ہے (شرط یہ ہے کہ اس کے خلاف کا قرینہ نہ ہو) اور اسی میں مردود ہے اور وہ ایسی خبر ہے جس کے مخبر کا سچا ہونا راجح نہ ہو، اس لئے کہ اخبار آحاد سے استدلال ان کے رواۃ کے احوال کی تفتیش پر موقوف ہے نا کہ اول کی جو کہ متواتر ہے یعنی قسم اول متواتر سے استدلال رواۃ کی چھان بین پر موقوف نہیں ہے) لہٰذا تمام متواتر مقبول ہے اس کے اپنے مخبر کے واقعی صدق کا فائدہ دینے کی وجہ سے برخلاف علاوہ اخبار آحاد کے۔

(ب)

اخبار آحاد کے دو قسم پر منقسم ہونے اور متواتر کے منقسم نہ ہونے کی دلیل کی وضاحت: اخبار احاد کی دو قسمیں اس لئے ہیں کہ اخبار آحاد سے اس وقت تک استدلال نہیں جا سکتا جب تک کہ اس کے رواۃ کے احوال کی تحقیق و چھان بین نہ کر لی جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور ظاہر سی بات ہے کہ جب رواۃ کے احوال کی تحقیق کی تو تمام رواۃ ثقہ نہیں نکلیں گے بلکہ بعض خبر واحد کے تمام رواۃ ثقہ ہونگے لہذا ان کی حدیث مقبول ہوگی اور بعض خبر واحد کے تمام رواۃ یا بعض رواۃ ثقہ نہیں ہونگے لہذا ان کی حدیث مردود ہوگی اور خبر متواتر اس لئے منقسم نہیں ہے کیونکہ خبر متواتر سے استدلال اس کے رواۃ کے احوال کی تحقیق وتفتیش پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہر خبر متواتر سے استدلال درست ہے، لہذا خبر متواتر مقبول ہوگی، کوئی بھی مردود نہیں ہوگی۔

سوال ثانی رص ر ۲۹

فَالصِّفَاتُ الَّتِیْ تَدُوْرُ عَلَیْهَا الصِّحَّةُ فِیْ كِتَابِ الْبُخَارِیِّ اَتَمُّ مِنْهَا فِیْ كِتَابِ مُسْلِمٍ وَأَشَدُّ وَشَرْطُهٗ فِیْهَا أَقْوٰی وَاَسَدُّ، اَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَیْثُ الْاِتِّصَالِ فَلِاشْتِرَاطِهٖ أَنْ یَّكُوْنَ الرَّاوِیْ قَدْ ثَبَتَ لَهٗ لِقَاءُ مَنْ رَوٰی عَنْهُ وَلَوْ مَرَّةً وَاكْتَفٰی مُسْلِمٌ بِمُطْلَقِ الْمُعَاصَرَةِ، وَاَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَیْثُ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ وَلِاَنَّ الرِّجَالَ الَّذِیْنَ تُكُلِّمَ فِیْهِمْ مِنْ رِجَالِ مُسْلِمٍ أَكْثَرُ عَدَدًا مِنَ الرِّجَالِ الَّذِیْنَ تُكُلِّمَ فِیْهِمْ مِنْ رِجَالِ الْبُخَارِیِّ وَأَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَیْثُ عَدَمُ الشُّذُوْذِ وَالْإِعْلَالِ فَلِأَنَّ مَاانْتُقِدَ عَلَی الْبُخَارِیِّ مِنَ الْاَحَادِیْثِ أَقَلُّ عَدَدًا مِمَّا انْتُقِدَ عَلٰی مُسْلِمٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) اور مطلب تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: وہ اوصاف جن پر صحت حدیث کا مدار ہے وہ صحیح مسلم کے مقابلے میں صحیح بخاری میں بدرجہ اور بہت ہی درست پائے جاتے ہیں، اور امام بخاریؒ کی شرط صحت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بمقابلہ شرطِ مسلم بہت ہی قوی اورٹھوس ہے۔

اور بہرحال اتصال سند کے اعتبار سے صحیح بخاری کا راجح ہونا اس لئے ہے (حدیث معنعن کوتسلیم کرنے کے لئے) بخاریؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو، اگرچہ ایک ہی مرتبہ کیوں نکہ نہ ہو اور امام مسلمؒ نے صرف معاصرت کو کافی قرار دیا ہے۔

اور رہا عدالت وضبط کے اعتبار سے صحیح بخاری کا راجح ہونا اس لئے ہے کیونکہ مسلم کے متکلم فیہ رجال بمقابلۂ بخاری کے متکلم فیہ رجال سے زیادہ ہیں، اور شذوذ وعلت نہ ہونے کے اعتبار سے صحیح بخاری کی فضیلت اس لئے ہے کہ بخاری کی جن احادیث نقد واعتراض کیا گیا ہے ان کی تعداد مسلم کی نقد کی ہوئی حدیثوں سے کم ہے۔

(ب)

توضیح عبارت:

مصنفؒ یہاں سے صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر افضلیت کی چند وجوہ ترجیحات بیان فرمارہے ہیں، کہ وہ اوصاف جن پر حدیث کی صحت کا دارومدار ہے، صحیح مسلم کے مقابلے صحیح بخاری میں بدرجہ اتم واکمل پائے جاتے ہیں، اور امام بخاریؒ کی شرطِ صحت بمقابلۂ شرط صحت مسلم کے زیادہ قوی اورٹھوس ہے۔

"أما رجحانه من حيث الإتصال"

اتصال سند کے اعتبار سے صحیح بخاری کوصحیح مسلم پر ترجیح اس لئے ہے کیونکہ اگر کوئی ایک راوی بصیغہ عن (جو کہ اتصال کے لئے وضع نہیں کیا گیا ہے) روایت کرے، تو وہ سند متصل ہوگی یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے۔

راوی "معنعِن" مروی عنہ کا معاصر ہوگا یا نہیں اگر معاصر نہیں ہے تو سند متصل نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوگی" اور اگر معاصر ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو خارج سے عدم اللقاء بین الراوی والمروی عنہ ثابت ہوگا یا نہیں؟ اگر عدم لقاء ثابت ہو تو سند متصل نہیں ہوگی، اور اگر عدم لقا ثابت نہ ہو" تو دو حال سے خالی نہیں یا تو راوی مدلس ہوگا یا نہیں" اگر راوی مدلس ہے تو وہ سند اس وقت تک متصل نہیں ہوگی جب تک کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہ ہو جائے، چاہیے ایک ہی مرتبہ ہو۔

اور امام مسلمؒ کا مسلک یہ ہے کہ وہ سند متصل ہوگی اگر چہ ایک مرتبہ بھی ملاقات ثابت نہ ہو، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک اسناد معنعن کو متصل قرار دینے کے لئے راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات شرط ہے جبکہ امام مسلمؒ نے یہ قید نہیں لگائی ہے" لہذا اس قید مذکور کی زیادتی صحیح بخاری کے لئے باعث ترجیح ہوگی۔

"أما رجحانه من حيث العدالة والضبط"

عدالت وضبط کے اعتبار سے صحیح بخاری کو ترجیح اس لئے حاصل ہے کہ بخاری کے ردجال متکلم فیہ کی تعداد کم ہے بمقابلہ مسلم کے متکلم فیہ رجال کے، اس لئے کہ جن روات سے صرف امام بخاریؒ روایت لی ہے وہ چار سو پینتیس (۴۳۵) ہیں جن میں متکلم فیہ رجال تقریباً اسی (۸۰) ہیں اور جن میں سے متکلم فیہ ایک سو ساٹھ (۱۶۰) ہیں، گویا کہ بخاریؒ کے متکلم فیہ مسلم کے متکلم فیہ رجال کے مقابلے نصف ہیں۔

"أما رجحانه من حيث عدم الشذوذ والإعلال"

عدم شذوذ واعلال کے اعتبار سے صحیح بخاری کو افضلیت اس لئے کہ بخاری کی جن حدیثوں پر اعتراض کیا گیا ہے وہ بمقابلہ مسلم کی ان حدیثوں کے کم ہیں جن پر نقد کیا گیا ہے، کیونکہ صحیحین کی کل وہ حدیثیں جن پر اعتراض کیا گیا ہے دو سو دس (۲۱۰) ہیں جن میں سے (۳۲) میں دونوں شریک ہیں اور صرف اٹھتر (۷۸) بخاری میں ہیں، جبکہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مابقیہ سو (۱۰۰) مسلم میں ہیں۔

سوال ثالث رص ۴۷ /

وَمَتٰى تُوبِعَ السَّئُ الْحِفْظِ بِمُعْتَبَرٍ كَأَنْ يَكُوْنَ فَوْقَهُ أَوْ مِثْلَهُ لَا دُوْنَهُ ، وَكَذَا الْمُخْتَلِطُ الَّذِىْ لَا يَتَمَيَّزُ وَالْمَسْتُوْرُ وَالْإِسْنَادُ الْمُرْسَلُ وَكَذَا الْمُدَلَّسُ إِذَا لَمْ يُعْرَفِ الْمَحْذُوْفُ مِنْهُ صَارَ حَدِيْثُهُمْ حَسَنًا لَا لِذَاتِهِ ، بَلْ وَصْفُهُ بِذَالِكَ بِاعْتِبَارِ الْمَجْمُوْعِ مِنَ الْمُتَابِعِ وَالْمُتَابَعِ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) مختلط و مستور و سیئ الحفظ کی تعریف کریں۔

(ج) پھر عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور جب موافقت کی جائے خراب یادداشت والا راوی کسی معتبر راوی کے ذریعہ مثلاً: یہ کہ اس کے اوپر کے درجے کا ہو یا برابر کا ہو، اس سے کم درجے کا نہ ہو، اور اسی سیئ الحفظ کی طرح وہ مختلط بھی ہے جس کی اختلاط سے قبل اور بعد کی حدیثیں ممتاز نہ ہوں اور اسی طرح مستور الحال، اور وہ سند جس میں ارسال ہو اور اسی طرح حدیث مدلس جبکہ اس کے محذوف کا علم نہ ہو، ان حضرات کی احادیث "حسن" ہو جاتی ہے حسن لذاتہ نہیں، بلکہ اس کو حسن کے ساتھ متصف کرنا متابع (بالکسر) اور متابع (بالفتح) کے مجموعے کے اعتبار سے ہے۔

(ب)

مختلط کی تعریف:

مختلط اس راوی کو کہتے ہیں جس پر کسی عارض کی وجہ سے سوء حفظ طاری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہو گیا ہو، اور حافظہ خراب ہو گیا ہو مثلاً کوئی شخص حدیث بیان کرنے میں اپنے تحریری نوشتوں پر اعتماد کرتا تھا لیکن اب اس کی بینائی جاتی رہی یا تحریری نوشتے اور کتب جل گئے یا گم ہو گئے جس کی وجہ سے اس نے اپنے حافظہ کی مدد سے حدیث بیان کرنا شروع کی اور غلطیاں ہوتی گئیں۔

مستور الحال کی تعریف:

"مستور الحال وہ راوی ہے جس کے نام کی صراحت کے ساتھ دو یا زیادہ لوگوں نے روایت کی ہو مگر کسی نے اس کی توثیق نہ کی ہو۔

سیئ الحفظ کی تعریف:

"سیئ الحفظ" وہ راوی ہے جس کا حافظہ خراب ہو گیا ہو جس کی حد یہ ہے کہ غلطیاں درستگی و صواب کے برابر ہو یا زیادہ ہو۔

(ج)

توضیح عبارت:

"سیئ الحفظ" یعنی وہ راوی جس کی یادداشت خراب ہوتی ہے، اس کی حدیث ضعیف ہوتی ہے خواہ حافظہ کی خرابی دائمی ہو یا عارضی، اس طرح جس مختلط کی اختلاط سے قبل اور بعد کی حدیثیں ممتاز نہ ہوں وہ ضعیف ہوتی ہے اسی طرح مجہول الحال (مستور) کی حدیث کا حال ہے اور اسی طرح جس سند میں ارسال یا تدلیس ہو وہ بھی ضعیف ہوتی ہے لیکن اگر کوئی معتبر راوی ان کے موافق روایت کرے یعنی ان روات کا کوئی متابع یا شاہد مل جائے چاہے ایک ہو یا زیادہ تو ان حضرت کی احادیث حسن لغیرہ ہو جائیں گی وجہ اس کی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی روایت میں جہاں صواب کا احتمال تھا وہیں غیر صواب کا بھی احتمال تھا اور ایسی حدیث کے سلسلہ میں توقف کیا جاتا ہے اور متوقف فیہ حدیثیں ضعیف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوتی ہیں لہذا یہ حدیثیں بھی ہوگی، لیکن جب معتبر حضرات کی روایت ان حضرات کی روایت کے موافق مل جائے تو جانب صواب راجح ہو جاتی ہے اور دوسری روایت کا آنا ان حضرات کی حدیثوں کے غلطی سے محفوظ ہونے پر دلالت کرتا ہے لہذا ان حضرات کی روایات درجہ ضعف وتوقف سے ترقی کر کے قبولیت کے مرتبے کو پہنچ جاتی ہے لیکن اس کے باوجود ان کا مقام حسن لذاتہ سے کم ہی ہوگا اس لئے ان کو حسن لغیرہ کہا جاتا ہے۔

سوالات وجوابات

۱۴۲۷ھ

سوال اول ص/۱۷

قَدْ يَقَعُ فِيهَا مَا يُفِيدُ الْعِلْمَ النَّظَرِيَّ بِالْقَرَائِنِ عَلَى الْمُخْتَارِ خِلَافًا لِمَنْ أَبَىٰ ذٰلِكَ وَالْخِلَافُ فِي التَّحْقِيقِ لَفْظِيٌّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، فیہا کی ضمیر کا مرجع بھی تحریر کریں۔

(ب) خلاف لفظی کا مطلب بیان کرتے ہوئے بتلائیں کہ یہاں پر کس طرح خلاف لفظی ہے۔

(الف)

ترجمہ: اور بسا اوقات اس میں ایسی خبر بھی آتی ہے جو بقول مختار قرائن کی وجہ سے علم نظری کا فائدہ دیتی ہے، یہ ان حضرات کے خلاف ہے جنہوں نے قول مختار کا انکار کیا ہے، درحقیقت یہ خلاف لفظی ہے،

فیہا کی ضمیر کا مرجع:

فیہا میں "ھا" ضمیر کا مرجع اخبار آحاد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

خلاف لفظی ہونے کا مطلب:

حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ اختلاف لفظی ہے حقیقی نہیں اس لئے کہ محققین نے جو یہ کہا ہے کہ خبر واحد مفید علم ہے ان کی مراد علم سے ''علم نظری'' ہے اور جمہور نے جو یہ کہا کہ خبر واحد مفید علم نہیں ہے، اور انہوں نے لفظ علم کو متواتر کے ساتھ خاص کیا ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ متواتر کے علاوہ یعنی تمام اخبار آحاد اپنی ذات کے اعتبار سے مفید ظن ہیں، اور چونکہ انہوں نے اس بات کی نفی نہیں کی ہے کہ جو خبر واحد محتف بالقرائن ہو وہ اس خبر واحد کے مقابلہ میں جو قرائن سے خالی ہو راجح ہوتی ہے، اس لئے وہ خبر واحد جو محتف بالقرائن ہو جمہور کے نزدیک بھی مرتبہ افادۂ ظن سے ترقی کر کے افادۂ علم ویقین کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے لہذا دونوں قولوں میں حقیقی اختلاف نہیں رہا، خلاصہ یہ کہ نفی کا محل ذات کے اعتبار سے مفید علم ہونا ہے اور اثبات کا محل قرائن کے ساتھ مفید علم ہونا ہے۔

سوال ثانی رص ۲۴

خَبَرُ الْاٰحَادِ بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ مُتَّصِلَ السَّنَدِ غَيْرَ مُعَلَّلٍ وَلَا شَاذٍّ هُوَ الصَّحِيحُ لِذَاتِهِ وَخَبَرُ الْاٰحَادِ كَالْجِنْسِ وَبَاقِي قُيُوْدِهٖ كَالْفَصْلِ وَقَوْلُهٗ "بِنَقْلِ عَدْلٍ" اِحْتِرَازٌ عَمَّا يَنْقُلُهٗ غَيْرُ الْعَدْلِ وَقَوْلُهٗ "هُوَ" يُسَمّٰى فَصْلًا يَتَوَسَّطُ بَيْنَ الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ يُؤْذِنُ بِاَنَّ مَا بَعْدَهٗ خَبَرٌ عَمَّا قَبْلَهٗ وَلَيْسَ بِنَعْتٍ وَقَوْلُهٗ "لِذَاتِهٖ" يَخْرُجُ مَا يُسَمّٰى صَحِيحًا بِاَمْرٍ خَارِجٍ عَنْهُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب) ضمیر فصل کس کو کہتے ہیں اس کی وضاحت کریں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) عدل، تام الضبط، معلل، وشاذ، ہر ایک کی وضاحت کریں؟

(الف)

ترجمہ: اور خبر واحد جس کو ایسے ثقات لوگ روایت کریں جن کا ضبط تام ہو، اس حدیث کی سند متصل ہو نیز وہ معلل وشاذ نہ ہو، وہی صحیح لذاتہ ہے۔ اور خبر آحاد" جنس کی طرح اور باقی قیود فصل کی طرح ہیں، اور مصنف کا قول "بنقل عدل" کی قید اس حدیث کو نکالنے کے لئے ہے جس کو غیر عادل روایت کرے، اور مصنف کا قول "ھو" اس کو فصل کہا جاتا ہے جو مبتدا اور خبر کے درمیان آتا ہے یہ بتانے کے لئے کہ اس کا مابعد اپنے ماقبل کی خبر ہے صفت نہیں ہے، اور "لذاتہ" کا قول اس حدیث کو نکالنے کے لئے ہے جس کو امر خارج کی وجہ سے صحیح کہا جائے۔

(ب)

ضمیر فصل کی تعریف مع وضاحت:

ضمیر فصل اس ضمیر کو کہتے ہیں جو مبتدا اور خبر کے درمیان آتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ اس کا مابعد اپنے ماقبل کی خبر ہے، صفت نہیں ہے، اس کو لانے کی شرط یہ ہے کہ خبر یا تو معرفہ ہو جیسا کہ کتاب میں ذکر شدہ مثال میں "ھو الصحیح لذاتہ" یا خبر اسم تفضیل ہو جس کا استعمال "من" کے ساتھ ہو جیسے "زید ھو افضل من عمرو" یہ ضمیر فصل واحد، تثنیہ جمع، اور تذکیر وتانیث میں اپنے ماقبل کے موافق ہوتا ہے جمع مذکر کی مثال کے لئے "وأولئک ھم المفلحون"

ترکیب میں بعض نحات اس کو ضمیر فصل یا صیغہ فصل کہتے ہیں، جس کا اعراب کے اعتبار سے کوئی محل نہیں ہے جبکہ بعض حضرات مبتدا ثانی بناتے ہیں اور مابعد کو اس کی خبر پھر پورا جملہ مبتدا اول کی خبر ہوتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

عدل، تام الضبط، متصل السند، معلل شاذ، کی وضاحت"

عدل: باب ضرب يضرب کا مصدر ہے، یہاں مصدر بمعنی اسم فاعل "عادل" مراد ہے، اصطلاح حدیث میں عادل وہ مسلمان شخص ہے، (خواہ مرد ہو یا عورت) جس میں ایسی قوت وملکہ ہو جو اس کو تقوی ومروت کو لازم پکڑنے پر ابھارتی ہے۔

تام الضبط: وہ راوی ہے جس کا ضبط تام ہو مغفل نہ ہو جو کہ بہت زیادہ غلطی کرتا ہو، اس طرح کہ موقوف کو مرفوع کردے، مرسل کو موصول کردے وغیرہ۔

معلّل: ایسی چیز کو کہتے ہیں، جس میں کوئی علت یا خرابی ہو اور اصطلاح محدثین میں معلل اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کوئی ظاہری یا مخفی خرابی ہو جو صحت حدیث کے لئے نقصان دہ ہو۔

شاذ: اس شخص کو کہتے ہیں جو تنہا ء و منفرد ہو محدثین کی اصطلاح میں ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس میں ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے۔

سوال ثالث ص/۵۹

ثُـمَّ الْوَهْمُ وَهُوَ الْقِسْمُ السَّادِسُ وَإِنَّمَا أُفْصِحَ لِطُوْلِ الْفَصْلِ إِنْ أُطُّلِعَ عَلَيْهِ أَيْ عَلَـى الْـوَهْـمِ بِـالْقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلٰى وَهْمِ رَاوِيْهِ مِنْ وَصْلِ مُرْسَلٍ ،أَوْ مُنْقَطِعٍ أَوْ إِدْخَالِ حَـدِيْـثٍ فِيْ حَدِيْثٍ أَوْ نَحْوِ ذَالِكَ مِنَ الْأَشْيَاءِ الْقَادِحَةِ وَيَحْصُلُ مَعْرِفَةُ ذَالِكَ بِكَثْرَةِ التَّتَبُّعِ وَجَمْعِ الطُّرُقِ فَهُوَ الْمُعَلَّلُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب بیان کرتے ہوئے وصل مرسل، ومنقطع وادخال حدیث فی حدیث کی وضاحت کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب(:الف)

ترجمہ: پھر "وہم" ہے اور یہ چھٹی قسم ہے طویل فاصلہ کی وجہ سے مصنف ؒ نے اس کی تصریح کی ہے اگر وھم کی واقفیت ہو جائے ان قرائن کے ذریعہ جو راوی حدیث کے وھم پر دلالت کرنے والے ہوں مثلاً مرسل یا منقطع کو متصل کر دینا یا ایک حدیث میں دوسری حدیث داخل کر دینا یا اسی طرح کی عیب لگانے والی چیزیں، اور اس وھم کی شناخت بکثرت تلاشی اور مختلف سندوں کو جمع کرنے سے ہوتی ہے تو یہی "معلل" ہے۔

(ب)

توضیح عبارت:

اسباب جرح میں سے چھٹی قسم کی جرح "وھم" ہے۔ جس کا مطلب ہے بطریق وھم روایت کرنا اور جس حدیث کو بطریق وھم روایت کیا گیا ہو یعنی اس میں وھم کی وجہ سے تغیر وتبدیل کر دیا گیا ہو، خواہ یہ وھم سند کے اندر ہو جیسے منقطع یا مرسل کو متصل کر دینا یا ضعیف راوی کی جگہ ثقہ کو رکھ دینا، یہ وھم متن کے اندر ہو جیسے موقوف یا مقطوع کو کر دینا یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دینا ایسی حدیث کو معلل کہا جاتا ہے، اور اس وھم کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کی جملہ سندوں کو تلاش کر کے جمع کیا جائے، پھر دیکھا جائے جس کی روایت تمام لوگوں کے خلاف ہو اس کی روایت میں وھم ہوگا۔ پھر مؤلف ؒ یہاں سابقہ جرح کے مانند "السادس" نہیں کہا بلکہ صراحۃً ثم الوھم نام ذکر کیا طول مباحث کے حائل ہونے کی وجہ سے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات و جوابات

۱۴۳۶ھ

سوال اول رص ۱۱۱

ذَكَرَ ابْنُ الصَّلَاحِ أَنَّ مِثَالَ الْمُتَوَاتِرِ عَلَى التَّفْسِيرِ الْمُتَقَدِّمِ يَعِزُّ وُجُودُهُ إِلَّا أَنْ يُدَّعٰى ذَالِكَ فِي حَدِيْثِ "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" وَمَا ادَّعَاهُ مِنَ الْعِزَّةِ مَمْنُوْعٌ، وَكَذَالِكَ مَا ادَّعَاهُ غَيْرُهُ مِنَ الْعَدَمِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب) "علی التفسیر المتقدم" کی تشریح کریں؟

(ج) پھر عبارت کا مطلب لکھتے ہوئے ممنوع ہونے کی وجہ تحریر کریں؟

(الف)

ترجمہ: حافظ ابن صلاحؒ نے ذکر کیا ہے کہ سابق تفسیر کے مطابق متواتر کی مثال کمیاب ہے لیکن یہ کہ حدیث "من كذب علی متعمدا فليتبوأ مقعده من النار" کے سلسلے میں دعویٰ کیا جائے، ان کا کمیاب ہونے کا دعویٰ اور اسی طرح ان کے علاوہ کا نایاب ہونے کا دعویٰ نا قابل تسلیم ہے۔

(ب)

علی التفسیر المتقدم کی تشریح:

"تفسیر متقدم" سے ابن صلاحؒ کی مراد خبر متواتر کی وہ چار شرطیں جن کا ذکر سابق میں گزر چکا ہیں۔ یعنی

(۱) سندوں کا کثیر غیر محصور ہونا

(۲) رواۃ کا اس قدر اور ایسا ہونا کہ ان کے جھوٹ پر اتفاق اور بلا قصد جھوٹ کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صدور کو عادت محال قرار دے

(۳) ہر طبقہ میں رواۃ کی یہ کیفیت باقی رہے۔

(۴) روایت کا منتہی امر محسوس ہونا یعنی آخر راوی کسی چیز کو دیکھنا یا سننا بیان کرے اور ساتھ ساتھ اس خبر سے سامع کو علم یقین حاصل ہو۔

(ج)

توضیح عبارت:

حافظ ابن صلاح ؒ نے ذکر کیا ہیں کہ متواتر کی مثال سابقہ شرطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے نادر ہے، چنانچہ صرف حدیث "من كذب على متعمدا فليتبو أمقعده من النار" کے بارے میں متواتر ہونے کا دعوی کیا جا سکتا ہے، اسی طرح علامہ حازمی ؒ اور حافظ ابن حبان ؒ کا دعویٰ یہ ہے کہ متواتر کی مثال معدوم ہے، حافظ ابن حجر ؒ نے اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دعویٰ نا قابل تسلیم و ممنوع ہے۔

ممنوع ہونے کی وجہ:

مصنف ؒ دونوں قولوں پر اس طرح رد کیا ہے کہ وہ اقوال مسلّم نہیں ہیں کیونکہ ان کی بنیاد کثرتِ طرق کا قلتِ تتبع اور رجال کے ان احوال و صفات سے عدم واقفیت ہے، جو تقاضہ کرتے ہیں کہ ان رجال سے دانستہ یا غیر دانستہ کذب کے صدور کو عادت ناممکن قرار دے، اگر ان حضرات کو کثرت طرق اور رجال کے مذکورہ صفات و احوال کا علم ہوتا تو وہ ہرگز اس قسم کا دعوی نہیں کرتے۔

ملاحظہ: مصنف ؒ احادیث متواترہ کے ذخیرۂ حدیث میں بکثرت موجود ہونے کی ایک عمدہ دلیل ذکر کی ہے جس حاصل یہ ہے کہ بہت سی حدیث کی مشہور کتابیں ہیں جو دنیا کے ہر خطے میں اہل علم ہاتھوں میں متداول و مروج ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مثلاً صحاح ستہ، مسند امام احمد بن حنبل، صحیح ابن حبان، موطا امام مالکؒ، موطا امام محمد وغیرہ ان کتابوں کی نسبت ان کے مصنفین کی طرف قطعی ہے، اگر مذکورہ کتابیں کسی حدیث کی تخریج پر متفق ہو جائیں یعنی ہر ایک مؤلف اس خبر واحد کو اپنی اپنی سند سے روایت کریں تو اس کی تعداد یقیناً ایسی ہوسکتی ہے کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق محال ہو جائے۔ اس طرح یہ طرق کے تعداد سے متواتر تک پہنچ جائے گا، اور اس قسم کی مثالیں، کتب مشہورہ میں ایک نہیں بے شمار ہیں، جیسے حدیثِ شفاعت، حدیث حوض، حدیث غسل رجلین، حدیث مسح علی الخفین۔

سوال ثانی رص ۴۷

وزیادة راویهما مقبولة ما لم تقع منافيةً لرواية من هو اوثق ممن لم يذكر تلک الزيادة .

(الف) راویهما "کی ھما کی ضمیر کا مرجع متعین کر کے ترجمہ کریں۔

(ب) اور بتائیں کہ ان دونوں کی زیادتی کے مقبول ہونے کے لئے کیا شرط بیان کی ہے،

(ج) اور بتائیں کہ ان دونوں کی زیادتی کے متعلق علماء کی جماعت کا قول، اور صاحب کتاب نے اس کی جو تردید کی ہے اسکو بھی تحریر کریں۔

جواب (الف)

"ھما" ضمیر کا مرجع:

"راویهما" کی "ھما" ضمیر کا مرجع، حدیث حسن، اور حدیث صحیح ہے۔

ترجمہ: صحیح اور حسن کے روات کی زیادتی مقبول ہے، جب کہ اس اوثق کی روایت کے خلاف نہ ہو جس نے وہ زیادتی ذکر نہ کی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

صحیح اور حسن کے رواۃ کی زیادتی مقبول ہونے کی شرط:

حافظ ابن حجرؒ کا مسلک مختار یہ ہے کہ اگر ثقہ راوی (یعنی صحیح اور حسن کے رواۃ) کوئی زائد مضمون بیان کرے تو اس کی دو حالت ہیں، ایک یہ ہے کہ اس زائد مضمون اور زیادتی نہ کرنے والوں کی روایت میں کوئی تعارض نہ ہو یا اگر تعارض ہو تو تطبیق ممکن ہو، دوسری حالت یہ ہے کہ دونوں میں ایسا تعارض ہو کہ تطبیق ممکن نہ ہو اور زیادتی کو قبول کرنے سے دوسری روایت کو رد کرنا لازم آئے گا، پہلی حالت کا حکم یہ ہے کہ زائد مضمون کو قبول کیا جائے گا اس لئے کہ جس طرح اگر کوئی ثقہ کسی حدیث کو روایت کرنے میں منفرد ہو اس کے ساتھ روایت کرنے میں کوئی ساتھی شریک نہ ہو تو اس حدیث کو قبول کیا جاتا ہے، اسی طرح اس زائد مضمون کو بھی قبول کر لیا جائے گا۔

دوسری حالت کا حکم یہ ہے کہ اس وقت دونوں میں سے کسی کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا، بلکہ خارج سے ترجیح تلاش کی جائے گی، جو راجح ہو اس کو قبول کیا جائے گا اور جو مرجوح ہو اس کو چھوڑ دیا جائے گا،

(ج)

علماء کی دوسری جماعت کا قول اور صاحب کتاب کی تردید:

علماء کی دوسری جماعت مثلاً امام مسلمؒ حافظ ابن حبان اور علامہ نوویؒ وغیرھم کا مسلک یہ ہے کہ ثقہ کی زیادتی مطلقاً مقبول ہے، یہ بات ان سے بہت معروف ہے لیکن ان کا یہ مسلک نہ عقلاً درست ہے نہ نقلاً، عقلاً تو اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ ان پر اس وقت یہ اعتراض وارد ہوگا کہ ایک طرف تو کہتے ہے ثقہ کی زیادتی مطلقاً مقبول ہے اور دوسری طرف حدیث صحیح اور حدیث حسن کی تعریف میں یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ شاذ نہ ہو اور شاذ کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ثقہ اوثق کی مخالفت کرے، گویا ان دونوں باتوں میں تضاد ہے، کیونکہ جب ثقہ کی زیادتی مطلقاً مقبول ہے، تو حدیث صحیح وحسن میں عدم شذوذ کی شرط کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اور نقلاً اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ متقدمین ائمہ حدیث مثلاً عبدالرحمن بن مہدیؒ، امام بخاریؒ وغیرہ میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ ثقہ کی زیادتی کو مطلقاً قبول کیا جائے گا، بلکہ ان حضرات سے یہ منقول ہے کہ ترجیح کا لحاظ کیا جائے گا خواہ ثقہ نے کوئی زیادتی کی ہو یا ارسال واتصال یا رفع یا وقف کا اختلاف ہو۔

سوال ثالث رص ۴۴؍

وَالْمَقْبُوْلُ إِنْ سَلِمَ مِنَ الْمُعَارَضَةِ فَهُوَ الْمُحْكَمُ، وَإِنْ عُوْرِضَ بِمِثْلِهِ فَإِنْ أَمْكَنَ الْجَمْعُ فَهُوَ النَّوْعُ الْمُسَمّٰى بِمُخْتَلِفِ الْحَدِيْثِ وَمَثَّلَ لَهُ ابْنُ الصَّلَاحِ بِحَدِيْثِ "لَاعَدْوٰى وَلَاطِيَرَةَ" مَعَ حَدِيْثِ "فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ".

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ ومطلب تحریر کیجیے؟

(ب) ان دونوں حدیثوں کو ابن صلاح نے کس طرح جمع کیا ہے اور صاحب کتاب نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے، دونوں کی تفصیل تحریر کریں؟

(الف)

ترجمہ: پھر مقبول اگر وہ مخالفت سے محفوظ ہو تو وہ محکم ہے، اور اگر (دوسری حدیث سے) اس کا معارضہ ہو تو اگر دونوں جمع کرنا ممکن ہو تو یہی وہ قسم ہے جس کا نام مختلف الحدیث ہے، اور حافظ ابن صلاحؒ نے حدیث "لاعدوی ولا طیرۃ" کو حدیث "فر من المجذوم فرارک من الأسد" کے ساتھ مختلف الحدیث کی مثال میں پیش کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عبارت کا مطلب:

یہاں سے مصنفؒ حدیث مقبول کی تقسیم فرمارہے ہیں، کہ حدیث مقبول اگر معارضہ سے محفوظ ہو یعنی کوئی دوسری حدیث اس کے مخالف نہ ہو تو وہ حدیث محکم ہے، اور اگر کوئی دوسری حدیث اس کے معارض ہو اور دونوں حدیثوں کے درمیان تعارض ہو جائے تو اب اس کی معارض حدیث یا تو اس کی طرح مقبول ہوگی یا مردود ہوگی، اگر معارض حدیث مردود ہو تو وہ "حدیث مردود" اس "حدیث مقبول" میں نظر انداز نہیں کر سکے گی، اس لئے کہ قوی میں ضعیف کی مخالفت مؤثر نہیں ہوتی اور اگر اس کی معارض اسی طرح کی مقبول ہو تو پھر بے جا تکلف کے دونوں کے مفہوم میں تطبیق ممکن ہوگی یا نہیں ہوگی اگر تطبیق ممکن ہے تو اسی حدیث کو "مختلف الحدیث" سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(ب)

دونوں حدیثوں میں ابن صلاحؒ کی کیفیت جمع:

مذکورہ دونوں حدیثوں کے تعارض کو ختم کرنے کے لئے حافظ ابن صلاحؒ نے دونوں کو اس طرح جمع کیا ہے کے پہلی حدیث "لاعدوٰی ولاطیرۃ" میں مرض کے بالذات وبالطبع متعدی ہونے کی نفی کی گئی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بعض امراض مثلاً کوڑھ، برص وغیرہ بالذات متعدی ہوتے ہیں، لہٰذا اس حدیث میں اسی عقیدہ کا قلع قمع کیا گیا ہے۔

اور دوسری حدیث "فر من المجذوم الخ" میں کوڑھ سے بھاگنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ بعض امراض مثلاً برص کوڑھ وغیرہ میں اختلاط، مرض کے متعدی ہونے کے اسباب میں سے ہے، یعنی عادت اللہ یہی جاری ہے کہ بعض امراض کے مریض کے ساتھ تندرست آدمی کے اختلاط کو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ تعدیہ کا سبب "اختلاط" پایا جائے تو مرض متعدی ہو سکتا ہے، اسی لئے اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سبب سے بچنے کا حکم دیا گیا، خلاصۂ جمع حدیثین یہ ہیں کہ نفی بالذات تعدیہ کی اور اثبات تعدیہ بالسبب کی۔

صاحب کتاب کا اختیار شدہ طریقہ:

صاحب کتاب فرماتے ہیں حدیث "لا عدوی" میں تعدیہ کی نفی کو عام رکھنا ہی بہتر ہے تعدیہ کی نفی کو صرف ذات کے ساتھ خاص کرنا اچھا نہیں ہے، لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا مرض کسی طرح بھی متعدی نہیں ہوتا ہے، نہ بالذات اور نہ بالسبب، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا "لا یعدی شیٔ شیئا" یعنی کوئی چیز کسی چیز میں متعدی نہیں ہوتی اس حدیث میں "لا یعدی" عام ہے، ہر طرح کے تعدیہ کی نفی کی گئی ہے۔

اور اس بات کی تائید دوسری ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں ایک شخص نے باصرار آپ ﷺ سے کہا تھا کہ تندرست اونٹوں کے ساتھ خارش زدہ اونٹوں کے اختلاط کی وجہ سے تندرست اونٹ بھی خارش زدہ ہوجاتے ہیں، تو آپ ﷺ نے اس کو یہ جواب دیا کہ بات ایسی نہیں ہے، کیونکہ اگر بات یہی ہوتی تو سوال یہ ہے کہ پہلا خارش زدہ اونٹ کیسے خارش والا ہوا، جب کہ اس کا کسی خارش والا اونٹ کے ساتھ نہیں ہوا۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح خداوند قدوس ہی نے ابتداءً اپنی قدرت سے پہلے اونٹ میں خارش پیدا فرمائی ہے، اسی طرح اسی نے دوسرے اونٹ میں بھی خارش پیدا کی ہے، رہا دوسری حدیث میں مجذوم سے بھاگنے کا حکم تو وہ سوءِ اعتقاد سے بچانے کے لئے ہے، کیونکہ اگر کوئی شخص کوڑھی وغیرہ کے ساتھ رہیں اور بقضاءِ الٰہی اس میں بھی وہ مرض پیدا ہوجائے تو ممکن ہے کہ وہ اعتقاد کر کے بیٹھے کہ مجھ میں یہ مرض فلاں شخص سے اختلاط کی وجہ سے ہوا ہے، اسی لئے اعتقادِ بد کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے مجذوم شخص سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات و جوبات

۱۴۲۵ھ

سوال اول

وَالثَّالِثُ :اَلْعَزِيْزُ وَهُوَ أَنْ لَا يَرْوِيَهُ أَقَلُّ مِنْ إِثْنَيْنِ عَنْ إِثْنَيْنِ وَسُمِّيَ بِذَالِكَ إِمَّالِقِلَّةِ وُجُوْدِهٖ وَإِمَّا لِكَوْنِهٖ اَعَزَّ أَىْ قَوِىَ بِمَجِيْئِهٖ مِنْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ ، وَلَيْسَ شَرْطًا خَلَافًا لِمَنْ زَعَمَهٗ .

(الف)عبارت با اعراب نقل کر کے ترجمہ کریں۔

(ب)خبر عزیز کی تعریف اور وجہ تسمیہ لکھیں۔

(ج)اور "لیس شرطاً الخ " کی وضاحت کر کے بتائیں کہ "من زعمہ" سے کون مراد ہیں ان کا مسلک بھی تحریر کریں۔

جواب(الف)

ترجمہ: تیسری قسم خبر عزیز ہے،اور وہ ایسی خبر ہے جس کو دو راوی سے کم روایت نہ کریں دو راوی کے واسطے سے،اور اس قسم کا نام عزیز" رکھا گیا یا تو اس کے کمیاب ہونے کی وجہ سے یا اس کے قوی ہونے کی وجہ سے یعنی وہ دوسری سند سے آنے کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہے،اور عزیز ہونا خبر کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے، یہ بات ان لوگوں کے خلاف ہے ،جن کا گمان شرط ہونے کا ہے۔

(ب)خبر عزیز کی تعریف مع وجہ تسمیہ

خبر عزیز کی تعریف: خبر عزیز وہ خبر ہے جس کے راوی دو ہوں،خواہ ہر طبقہ میں دو ہی دو ہوں یا کسی طبقہ میں زائد بھی ہو گئے ہوں مگر کسی طبقہ میں دو سے کم نہ ہوئے ہوں۔(تحفة الدرر:ص/۱۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وجہ تسمیہ:

(۱)اگر عزیز "عز الشیئ یعز عزا" (باب ضرب یضرب) سے ماخوذ ہے تو اس کا معنی ہے کمیاب ہونا،اس معنی کے اعتبار سے اس کو عزیز اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دوسری احادیث کے مقابلہ میں کمیاب اور قلیل الوجود ہے۔

(۲)اور " اگر عز الشیئ یعز "(باب سمع یسمع) سے ماخوذ ہے تو اس کا معنی قوی و مضبوط ہونا،اس معنی کے لحاظ سے اسکا نام "ر کھنے کی وجہ یہ ہے کہ دوسری سند سے آنے کی وجہ سے قوی و مضبوط ہو جاتی ہے۔

(ج)"ولیس شرطا الخ" کی وضاحت

اس عبارت سے مؤلفؒ ان حضرات کی تردید کر رہے ہیں (جنہوں نے حدیث کے صحیح ہونے کے لئے عزیز ہونا شرط قرار دیا ہے) کہ حدیث کے صحیح ہونے کے لئے عزیز ہونا یعنی کم از کم دوسندوں کا ہونا شرط نہیں ہے غریب حدیث بھی صحیح ہوسکتی ہے،جبکہ اس کا راوی معتبر ہو اور صحت کی جملہ شرائط اس میں موجود ہوں۔

"من زعمہ"

"من زعمہ" سے ابوعلی جبائی معتزلی اور ابراھیم بن علیہ مراد ہیں،ان کا مسلک یہ ہے کہ حدیث کے صحیح ہونے کے لئے عزیز ہونا شرط ہے،اگر کسی حدیث ایک ہی سند سے آئے جس کو محدثینؒ کے اصطلاح میں غریب کہا جاتا ہے صحیح نہیں ہوسکتی ہے

سوال ثانی:۶۲

وَأَمَّا مُدْرَجُ الْمَتْنِ فَهُوَ اَنْ يَقَعَ فِي الْمَتْنِ كَلَامٌ لَيْسَ مِنْهُ فَتَارَةً يَكُوْنُ فِيْ اَوَّلِهٖ وَتَارَةً فِيْ اَثْنَائِهٖ وَتَارَةً فِيْ اٰخِرِهٖ وَهُوَ الْاَكْثَرُ لِاَنَّهٗ يَقَعُ بِعَطْفِ جُمْلَةٍ عَلٰى جُمْلَةٍ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أَوْ بِدَمْجِ مَوْقُوفٍ مِنْ كَلَامِ الصَّحَابَةِ أَوْمَنْ بَعْدَهُمْ بِمَرْفُوعٍ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ فَهٰذَا هُوَ مُدْرَجُ الْمَتْنِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں

(ب) اور مدرج المتن کی مذکورہ تعریف کی مع مثال وضاحت کریں

جواب (الف)

ترجمہ: اور بہر حال مدرج المتن تو وہ ایسی حدیث ہے جس کے متن کے ساتھ ایسا کلام واقع ہو جائے جو جنس متن سے نہ ہو۔ پھر کبھی تو ادراج آغازِ متن میں ہوتا ہے اور کبھی درمیان متن میں اور کبھی آخر متن میں اور اس کا وقوع بکثرت ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک جملہ کو دوسرے جملہ کے ساتھ ملانے سے ہوتا ہے یا (اگر مخالفت واقع ہو) موقوف یعنی صحابہ وتابعین وغیرہ کے کلام کو مرفوع یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے ساتھ بلا فصل ملانے سے تو یہ مدرج المتن ہے

(مطلب)

اس مقام سے مؤلفؒ ساتھویں قسم کی جرح "مخالفت ثقات" کی دوسری صورت کو بیان کر رہے ہیں کہ کسی متعین متن کے ساتھ دوسرے کا کلام ملا دینے کی وجہ سے ثقات کی مخالفت لازم آئے، خواہ وہ دوسرا کلام صحابہ کا ہو یا تابعین یا ان کے علاوہ اور کسی کا ہو اور جس حدیث میں اس قسم کی مخالفت پائی جائے اس کو "مُدْرَجُ الْمَتْنِ" کہتے ہیں اور اس کی تین صورتیں ہیں (۱) متن کے شروع میں ادراج ہو (۲) متن کے درمیان میں ادراج ہو (۳) متن کے آخر میں ادراج ہو، تیسری قسم کا وقوع بکثرت ہوتا ہے کیونکہ ایسا عموماً ایک جملہ کو دوسرے جملہ کے ساتھ ملانے سے ہوتا ہے۔

اور لوگوں کی عادت یہ ہے کہ حدیث بیان کرنے کے بعد دوسری باتیں بھی بیان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرتے ہیں تو ایسا عین ممکن ہے کہ سامعین میں سے کوئی، دوسری باتوں میں سے کسی بات کو حدیث کا ٹکڑا خیال کر کے ایک ساتھ دونوں کو روایت کر دے۔

(ب) توضیح "مدرج المتن" مع مثال

مدرج المتن وہ حدیث مردود ہے جس کے متن کے ساتھ کوئی دوسرا کلام ملا دیا گیا ہو جس کی وجہ سے ثقات کی مخالفت لازم آ رہی ہوں خواہ دوسرا کلام صحابہ کے اقوال میں سے ہو یا تابعین یا کسی اور کے۔

(۱) ادراج یا تو طویل متن ہوگا جیسے: قال رسول اللہ ﷺ "اصبغوا الوضوء ویل للاعقاب من النار"

اس حدیث میں پہلا جملہ "اصبغو الوضوء" حضرت ابوھریرہؓ کا کلام ہیں جسکو ابوقطنؒ اور شبابةؒ نے ابتدائے حدیث میں مدرج کر دیا ہے۔ (۲) یا وسط متن مین ہوگا جیسے حدیث عائشہؓ کان النبی ﷺ یتحنث فی غار حراء وھو المتعبد" اس میں "وھو المتعبد" مدرج ہے۔

(۳) یا ادراج آخر سند میں ہوگا، جیسے ابوخیثمہ کے واسطے سے تشہد ابن مسعودؓ کے آخر میں "اذا قلت ھذا فقد قضیت صلوتک" اس میں اذا کے بعد مدرج ہے۔

سوال ثالث ص ۱۷۱

ثُمَّ الْبِدْعَةُ وَهِيَ إِمَّا أَنْ تَكُوْنَ بِمُكَفِّرٍ أَوْ بِمُفَسِّقٍ فَالْأَوَّلُ لَا يَقْبَلُ صَاحِبَهَا الْجُمْهُوْرُ فَالْمُعْتَمَدُ أَنَّ الَّذِيْ تُرَدُّ رِوَايَتُهُ مَنْ أَنْكَرَ أَمْرًا مُتَوَاتِرًا مِنَ الشَّرْعِ مَعْلُوْمًا مِنَ الدِّيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ وَكَذَا مَنِ اعْتَقَدَ عَكْسَهُ فَأَمَّا مَنْ لَمْ يَكُنْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ وَانْضَمَّ إِلٰى ذٰلِكَ ضَبْطُهُ لِمَا يَرْوِيْهِ مَعَ وَرَعِهِ وَتَقْوَاهُ فَلَا مَانِعَ مِنْ قَبُوْلِهِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف)اعراب لگاکرترجمہ کریں۔

(ب)مطلب کی وضاحت کریں۔

(ج)نیز بدعتی راوی کی روایت کا حکم مع اختلاف تحریر کریں اور اس بارے میں قول معتمد کی مکمل تشریح کریں۔

جواب(الف)

ترجمہ: پھر بدعت ہے اور یا تو کفر کی طرف منسوب کرنے والی بات کے ذریعہ ہوگی یا فسق کی طرف منسوب کرنے والی بات کے ذریعہ ہوگی پس پہلی قسم کے بدعتی (کی حدیث) کو جمہور قبول نہیں کرتے۔

لھذا معتمد بات یہ ہے کہ جس بدعتی کی روایت مردود ہوگی وہ ایسا شخص ہے جو شریعت کی کسی ایسی متواتر چیز کا منکر ہو جس کا بداہۃ معلوم ہو، اسی طرح جو اس کے برعکس کا اعتقاد رکھے، لیکن جو شخص اس صفت کا نہ ہو اور اس کے ساتھ اپنی مرویات کو ضبط کرنا شامل ہو نیز صاحب ورع و تقوی ہو تو اس کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

(ب)توضیح مطلب

مؤلفؒ اس مقام سے طعن راوی کا نواں سبب بدعت کی تفصیل کررہے ہیں کہ بدعت، کی دو قسمیں ہیں، (اول) جس سے کفر لازم آتا ہو، جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات میں حق تعالی جل مجدہ کے حلول کا عقیدہ یا ختم نبوت کا انکار۔

(دوم) مستلزم فسق یعنی جس سے فسق لازم آتا ہو، جیسے عام عقائد بدعیہ اور خیالات فاسدہ پھر مستلزم کفر کی حدیث جمہور کے نزدیک مقبول نہیں ہے اور مستلزم فسق کی حدیث اصح قول کے مطابق مقبول ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بدعتی کی حدیث درج ذیل شروط کے ساتھ قبول کی جاسکتی ہے۔

(ا) جو امر شرعی متواتر طریق سے ثابت ہے اور امور دینیہ ضروری میں شامل ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جیسے نماز روزہ وغیرہ وہ بدعتی اعتقاداً یا عملاً اس کا منکر نہ ہو۔

(۲) بدعتی ہونے کے علاوہ ثقاہت کی تمام صفات اس میں موجود ہوں۔

(۳) اپنے غلط مذہب کی تقویت کے لئے قرآن وحدیث کی تحریف نہ کرتا ہو۔

(۴) جھوٹ کو جائز نہ سمجھتا ہو، اس کی روایت کردہ حدیث سے اس کے غلط نظریات کی تائید نہ ہوتی ہو۔ (تحفۃ الدرر)

(ج)

بدعتی کی روایت کا حکم مع اختلاف:

بدعتی کی روایت کے سلسلے میں مصنف علیہ الرحمہ چار اقوال ذکر کئے ہیں،

(۱) جمہور کے نزدیک مردود ہے بعض لوگوں کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے خواہ اپنے مذہب کی تائید وحمایت میں حلت کذب کا اعتقاد رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔

(۲) بعض لوگوں نے کہا کہ اگر اپنے مذہب کی حمایت میں حات کذب کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو اس کی روایت مقبول ہے اور اگر اعتقاد رکھتا ہو تو مردود ہے۔

(۳) علامہ تقی الدین ابن دقیق العیدؒ کی تحقیق یہ ہے کہ مطلقاً کسی بھی بدعتی کی روایت مردود نہیں ہوگی کیونکہ ہر فرقے اپنے مخالفین کو بدعتی کہتا ہے۔

بلکہ بسا اوقات ایک قدم آگے بڑھکر مخالفین کی تکفیر بھی کرنے لگتے ہیں تو اگر ان کی بات مطلقاً مان لی جائے تو ہر فرقے کی تکفیر لازم آئے گی۔

اور سب کی روایتیں مردود ہو جائیں گی لیکن اگر بدعتی ایسا ہو جو شریعت کی کسی ایسی چیز کا منکر ہو جس کا شریعت میں ہونا متواتر اور بداہۃ معلوم ہو یا جس کا شریعت میں نہ ہونا بدیہی ہو اور وہ اس کے ہونے کا اعتقاد رکھے جیسے سجود صنم وغیرہ تو اس کی روایت یقیناً مردود ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قول معتمد کی تشریح:

حافظ ابن حجرؒ نے بدعتی کی روایت معتبر ہونے اور نہ ہونے کے سلسلے میں "قول معتمد" کے عنوان سے فرمایا کہ جس بدعتی کی روایت مردود ہوگی وہ ایسا شخص ہے جو شرع کے کسی امر متواتر کا انکار کرتا ہو جیسے نماز، روزہ وغیرہ اور اسی طرح اس کے برعکس کا اعتقاد رکھتا ہو یعنی ایسی چیز کو دین سمجھ بیٹھے جس کا شریعت میں نہ ہونا بداہۃً معلوم ہو جیسے سجود صنم وغیرہ تو اس کی روایت یقیناً مردود ہوگی اور اگر کوئی بدعتی مذکورہ چیزوں سے متصف نہ ہو اور اس کا ضبط اور حفظ ٹھیک ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ورع وتقوی کے حامل بھی ہو تو اس کی روایت قبول کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۴ھ

سوال اول رص ر۱۲

وَالثَّانِی وَھُوَاَوَّلُ اَقْسَامِ الْاٰحَادِمَالَهٗ طُرُقٌ مَحْصُوْرَةٌ بِاَکْثَرَمِنْ اِثْنَیْنِ وَھُوَالْمَشْھُوْرُعِنْدَالْمُحَدِّثِیْنَ سُمِّیَ بِذَالِکَ لِوُضُوْحِهٖ وَھُوَالْمُسْتَفِیْضُ عَلٰی رَأْیِ جَمَاعَةٍ مِنْ اَئِمَّةِالْفُقَهَاءِ وَمِنْهُمْ مَنْ غَایَرَبَیْنَ الْمُسْتَفِیْضِ وَالْمَشْهُوْرِبِاَنَّ الْمُسْتَفِیْضَ یَکُوْنُ فِی اِبْتِدَائِهٖ وَاِنْتِهَائِهٖ سَوَاءً الْمَشْهُوْرُاَعَمُّ مِنْ ذَالِکَ"وَمِنْهُمْ مَنْ غَایَرَعَلٰی کَیْفِیَّةٍاُخْرٰی.

(الف)عبارت بااعراب نقل کرکے ترجمہ کیجئے۔

(ب)اورمذکورہ عبارت میں خبرمشہوراورمستفیض کے درمیان جوفرق کیا گیاہے،اس کومفصل لکھئے۔

(الف)

ترجمہ:اوردوسری قسم جوکہ اخبارآحادکی پہلی قسم ہے جس کی دوسے زیادہ سندیں ہوں اورمحصورہو،اوریہ محدثین کے نزدیک "مشہور" ہے،اس کانام مشہوررکھا گیاہےاس کے واضح ہونے کی وجہ سے۔

اورائمہ فقہاء کی ایک جماعت کی رائے کے مطابق وہی خبرمستفیض بھی ہے اوربعض حضرات نے مستفیض اورمشہورکے درمیان اس طرح فرق کیاہے کہ مستفیض وہ ہے جس کاابتداء وانتہاء برابرہواورمشہوراس سے عام ہےاوربعض لوگوں نے دوسرے طریقہ پرفرق کیاہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

خبر مشہور اور مستفیض کی تعریف مع وجہ تسمیہ:

خبر مشہور: خبر مشہور وہ ہے جس کے راوی ہر طبقہ میں دو سے زائد ہوں، مگر تواتر کی تعداد سے کم ہوں، یا اس سے علم یقینی بدیہی حاصل نہ ہو۔

وجہ تسمیہ:

اس کو مشہور اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ہر شخص کے سامنے واضح اور ظاہر و باہر ہو جاتی ہے۔

خبر مستفیض:

بقول بعض خبر مستفیض کی بھی وہی تعریف ہے جو خبر مشہور کی ہے یعنی جس کے راوی ہر طبقے میں دو سے زائد ہوں مگر تواتر کی تعداد سے کم ہوں، اور بعض کے نزدیک خبر مستفیض وہ خبر ہے جس کے ہر طبقے میں راویوں کی تعداد یکساں ہوں کسی طبقہ میں کم زائد نہ ہوئی ہو مثلاً: سند کے شروع میں راویوں کی تعداد چار ہے تو آخر تک ہر طبقہ میں تعداد چار ہی رہی ہو کم وبیش نہ ہوئی ہو۔

وجہ تسمیہ:

اس خبر کو مستفیض اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے "فاض الماء یفیض فیضا: سے جس کا معنی ہے پانی کی روآنا کثرت سے بہنا اور "فاض الخبر" کا معنی ہوا خبر کا پھیلنا تو چونکہ مذکورہ خبر دو سے زیادہ لوگوں کے روایت کرنے کی وجہ سے عوام وخواص میں پھیل جاتی ہے اسی لئے اس کو مستفیض کہا جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

مستفیض اور مشہور کے درمیان فرق:

(۱)خبر مستفیض کی اگر پہلی تعریف مانی جائے تو مشہور اور مستفیض کے درمیان تساوی کی نسبت ہے(۲)اور اگر مستفیض کی دوسری تعریف مانی جائے تو مشہور اور مستفیض کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، مستفیض خاص ہے اور مشہور عام ہے چنانچہ ہر مستفیض مشہور ہوگی لیکن ہر مشہور مستفیض نہیں ہوگی۔

سوال ثانی رص ۵۰

وَالثَّانِي وَهُوَمَاسَقَطَ عَنْ اٰخِرِهٖ مَنْ بَعْدَالتَّابِعِي هُوَالْمُرْسَلُ وَصُوْرَتُهٗ اَنْ يَّقُوْلَ التَّابِعِيُّ سَوَاءٌ كَانَ كَبِيْرًااَوْصَغِيْرًاقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَذَااَوْفَعَلَ كَذَااَوْفُعِلَ بِحَضْرَتِهٖ كَذَااَوْنَحْوُذَالِكَ وَاِنَّمَاذُكِرَفِيْ قِسْمِ الْمَرْدُوْدِلِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوْفِ لِاَنَّهٗ يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ صَحَابِيًّاوَيَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ تَابِعِيًّاوَعَلَى الثَّانِيْ يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ ضَعِيْفًاوَيَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ ثِقَةً.

(الف)عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب)مطلب لکھیے؟

(ج)نیز حدیث مرسل کی تعریف اور اس کی مثال تحریر کیجیے؟

(الف)

ترجمہ: اور دوسری قسم ''مرسل'' ہے اور وہ ایسی خبر ہے جس کے آخر سے تابعی کے بعد والا راوی حذف ہو اور اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا یہ کہے ''رسول اللہ ﷺ ایسا کہا، یا آں ﷺ نے ایسا کیا یا آپ ﷺ کی موجودگی میں ایسا کیا گیا، یا ان جیسے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الفاظ اور ”مرسل“ کو مردود کی قسم میں اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ محذوف کا حال معلوم نہیں ہے، کیونکہ اس کا صحابی اور تابعی دونوں ہونا ممکن ہے، تابعی ہونے کی صورت میں احتمال ہے کہ ضعیف ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ثقہ ہو۔

(ب)

توضیح عبارت:

والثانی ”وھو ماسقط عن اخرہ الخ“ اس مقام سے مؤلفؒ سقوط راوی کے اعتبار سے مردود کی دوسری قسم ”مرسل“ کو بیان فرما رہے ہیں کہ حدیث مرسل وہ ہے جس کی سند کے آخر سے تابع کے بعد کوئی راوی حذف ہو، اور تابعی نے براہ راست حدیث کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کردی ہو خواہ تابعی بڑے رتبے کا ہو یا چھوٹے درجے کا ہو، مثلاً تابعی کہے، آپ ﷺ نے یہ کہا یہ کیا، اور آپ ﷺ کی موجودگی میں ایسا کیا گیا یا آپ ﷺ ایسے ایسے تھے، یا آپ ﷺ نے یہ حکم دیا وغیرہ۔

اور ”انما ذکر فی قسم المردود الخ“ سے حدیث مرسل کو مردود کی قسم میں ذکر کرنے کی وجہ بیان کررہے ہیں کہ مرسل کو مردود کے اقسام میں اس لئے شمار کیا گیا کہ محذوف کا حال مجہول ہوتا ہے معلوم نہیں کہ محذوف صحابی ہے یا تابعی اگر محذوف تابعی ہو تو وہ ثقہ اور ضعیف دونوں ہونے کا احتمال رکھتا ہے اور اگر وہ ثقہ ہی ہو تو پھر اس میں بھی دو احتمال ہے کہ اس نے کسی دوسرے صحابی سے سنا ہوگا یا کسی تابعی سے سنا ہوگا، اور اگر وہ تابعی سے سنا ہو تو اس کے ثقہ اور ضعیف ہونے کا مسئلہ سامنے آئے گا اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

حدیث مرسل کی تعریف مع مثال:

حدیث مرسل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد کوئی راوی حذف ہو اور تابعی نے حدیث کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کردی ہو، خواہ وہ تابعی بڑے رتبے کا ہو یا چھوٹے رتبے کا ہو۔

جیسے: عن سعید بن المسیبؓ ان رسول الله ﷺ نهى عن المزابنة:

سوال ثالث ص ۸

وَهُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيُّ ﷺ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِي الْاَصَحِّ وَالتَّعْبِيْرُ بِاللُّقِيِّ أَوْلٰى مِنْ قَوْلِ بَعْضِهِمْ: اَلصَّحَابِيُّ مَنْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اور فوائد قیود کی وضاحت اور اس کی مراد لکھ کر صحابی کی دونوں تعریفوں کی تشریح کریں۔

(الف)

ترجمہ: صحابی وہ ہے جس نے آپ ﷺ پر ایمان کی حالت میں آپ ﷺ سے ملاقات کی ہو، اور اسلام ہی پر اسکی وفات ہو اگرچہ (دیکھنے اور وفات کے درمیان) ارتداد حائل ہو گیا ہو اصح قول کے مطابق اور لقاء کی تعبیر اولیٰ و بہتر ہے بعض حضرات کی اس تعبیر سے کہ صحابی وہ ہے جس نے آپ ﷺ کو دیکھا ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

فوائد قیود کی وضاحت:

قولہ لقی النبی ﷺ، میں لفظ لقاء بمنزلہ جنس ہے جس میں صحابی وغیر صحابی دونوں داخل ہیں اور قولہ "مؤمنا" فصل اول ہے اس قید سے وہ شخص صحابی ہونے سے نکل گیا جس نے آپ ﷺ سے ملاقات کی ہو لیکن کفر کی حالت میں، "مؤمنا به" میں لفظ "به" فصل ثانی ہے یعنی صحابی وہ ہے جو آپ ﷺ پر ایمان رکھتے ہوئے آپ ﷺ سے ملا ہو لہذا اس قید سے وہ شخص صحابی ہونے سے خارج ہو گیا جو آپ ﷺ سے ملاقات کے وقت مؤمن تو تھا لیکن اس کا ایمان آپ ﷺ پر نہیں تھا بلکہ دوسرے انبیاء کرام پر تھا۔

اور قولہ "ومات علی الاسلام" فصل ثالث یعنی صحابی ہونے کیلئے ضروری ہے کہ ایمان کی حالت میں ملاقات کے بعد ایمان ہی پر ان کا خاتمہ ہوا ہو، لہذا اس قید سے وہ شخص صحابی ہونے سے خارج ہو گیا جس نے ایمان کی حالت میں ملاقات تو کی تھی لیکن مرنے سے پہلے "العیاذ باللہ" مرتد ہو گیا اور ارتداد ہی پر اس خاتمہ ہوا ہو۔ جیسے عبداللہ بن جحش۔

لقاء کی مراد:

ملاقات میں بہت ہی عموم ہے، کسی شخص کا آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھنا، آپ کے ساتھ چلنا آپ ﷺ کے پاس اسکا پہنچنا یا تو آپ ﷺ کا اس کے پاس پہنچنا آپ ﷺ کا کسی شخص کو دیکھنا، کسی کا آپ کو دیکھنا، خواہ بالقصد دیکھنا، ہو یا کسی اور کو دیکھنے کا ارادہ کیا مگر نگاہ آپ ﷺ پر پہنچ گئی، یہ تمام چیزیں ملاقات میں داخل ہیں۔

ملاحظہ:

البتہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ رؤیت میں دو قید ہے ایک یہ کہ آپ ﷺ کو دنیا میں بحالت زندگی دیکھا ہو، لھذا اگر کسی نے آپ ﷺ کو وفات کے بعد دفن سے پہلے دیکھ لیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یا دفن کے بعد بحالت نوم دیکھ لیا تو وہ صحابی نہیں ہوگا۔

دوسری قید یہ کہ آپ ﷺ نے اس شخص کو حیوٰۃ دنویہ میں دیکھا ہو لھذا آپ ﷺ کا شب معراج میں آسمانوں پر انبیاء کرام کو دیکھنا ان کی صحابیت کا ثبوت نہیں ہے۔

صحابی کی دونوں تعریفیں:

پہلی تعریف: مصنفؒ نے دو تعریفیں ذکر کی ہیں (۱) الصحابی " من لقی النبی ﷺ مومنا به ومات علی الاسلام .

یعنی صحابی وہ ہے جس نے آپ ﷺ پر ایمان رکھتے ہوئے آپ ﷺ سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی پر اس کا خاتمہ ہوا گرچہ دیکھنے اور وفات کے درمیان) ارتداد حائل ہو گیا ہو۔

(۲) دوسری تعریف: الصحابی ھو کل مسلم رأی النبی ﷺ ومات علی الاسلام " یعنی صحابی ہر وہ مسلمان ہے جس نے آپ ﷺ کو دیکھا ہو اور اسلام ہی پر اس کی وفات ہوئی ہے۔

تشریح:

پہلی تعریف میں لقاء کی تعبیر اختیار کی گئی ہے اور دوسری تعریف میں روایت میں تعریف کی مصنفؒ فرماتے ہیں کہ رویت کی تعبیر کے مقابلے میں لقاء کی تعبیر اولی اور بہتر ہے کیونکہ رویت کی تعبیر سے وہ حضرات صحابہ ہونے سے خارج ہو جائینگے جو نابینا تھے، اور بحالت ایمان آپ ﷺ سے ملاقات کا شرف ان کو حاصل تھا جیسے عبداللہ ابن ام مکتومؓ وغیرہ حالانکہ بالاتفاق وہ صحابہ ہیں لیکن لقاءہیں ء کی تعبیر سے صحابہ میں داخل ہی رہیں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات و جوابات

۱۴۳۲ھ

سوال اول رص ر۱۷

وَقَدْ يَقَعُ فِيهَا مَا يُفِيدُ الْعِلْمَ النَّظَرِيَّ بِالْقَرَائِنِ عَلَى الْمُخْتَارِ خِلَافًا لِمَنْ أَبَى ذَالِكَ وَالْخِلَافُ فِي التَّحْقِيقِ لَفْظِيٌّ لِأَنَّ مَنْ جَوَّزَ إِطْلَاقَ الْعِلْمِ قَيَّدَهُ بِكَوْنِهِ نَظَرِيًّا وَهُوَ الْحَاصِلُ عَنِ الْاِسْتِدْلَالِ وَمَنْ أَبَى الْإِطْلَاقَ خَصَّ لَفْظَ الْعِلْمِ بِالْمُتَوَاتِرِ .

(الف) عبارت پا اعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) اخبار آحاد مُنضمّ بالقرائن کے مفید علم ہونے کے بارے میں اختلاف لکھیے۔

(ج) اور لفظی ہونے کی تشریح کر کے علم نظری کی تعریف کیجیے۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور بسا اوقات اس اخبار آحاد میں ایسی خبر بھی آتی ہے جو بقول مختار قرائن کی وجہ سے علم نظری کا فائدہ دیتی ہے، یہ بات ان حضرات کے خلاف ہے جنہوں نے قول مختار کا انکار کیا ہے، اور در حقیقت یہ اختلاف لفظی ہے اس لئے کہ جنہوں نے قول (خبر واحد کے مفاد پر) علم کے استعمال کو جائز قرار دیا، انہوں نے اس کو نظر کے ساتھ مقید کیا جو کہ استدلال سے حاصل ہوتا ہے اور جنہوں نے اس کا استعمال کا انکار کیا انہوں نے لفظ علم کو متواتر کے ساتھ خاص کیا ہے۔

(ب)

اخبار احاد منضم بالقرائن :

اخبار آحاد منضم بالقرائن کے مفید علم ہونے کے بارے میں ائمہ کرامؒ کے مابین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختلاف ہے۔

(۱) جمہور کی رائے یہ ہے کہ مفید یقین نہیں ہیں خواہ ان کے ساتھ قرائن ملے ہوئے ہوں یا نہ ہوں، بلکہ وہ ہر حال میں یکساں یعنی مفید ظن ہیں۔

(۲) محققین حضرات جن میں حافظ ابن حجر بھی ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ اگر قرائن نہ ملے ہوئے ہوں تو مفید ظن ہیں، اور اگر قرائن ملے ہوئے ہوں تو خبر واحد مفید یقین ہے اور یہ یقین نظری ہوگا جو کہ غور وفکر اور استدلال سے حاصل ہوتا ہے، یقین بدیہی نہیں ہوگا۔

(ج)

خلاف لفظی ہونے کی تشریح:

جواب ۱۴۲۷ھ سوال (۱) جزء (ب) پر گزر چکا ہے۔

علم نظری کی تعریف

علم نظری وہ علم ہے جو کہ قرائن میں غور وفکر اور استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال ثانی رص ر ۳۶

والنسخ رفع تعلق حکم شرعی الخ

سوال مع مکمل جواب ۱۴۲۹ھ کے سوال نمبر ۳ پر ملاحظہ فرمائیں

سوال ثالث رص ر ۳۷

ثُمَّ سُوْءُ الْحِفْظِ وَالْمُرَادُ بِهٖ مَنْ لَمْ يَرْجَحْ جَانِبُ إِصَابَتِهٖ عَلٰى جَانِبِ خَطَائِهٖ وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ اِنْ كَانَ لَازِمًا لِلرَّاوِيْ فِيْ جَمِيْعِ حَالَاتِهٖ فَهُوَ الشَّاذُّ وَاِنْ كَانَ سُوْءُ الْحِفْظِ طَارِيًا عَلَى الرَّاوِيْ إِمَّا لِكِبَرِهٖ أَوْ لِذَهَابِ بَصَرِهٖ أَوْ لِاِحْتِرَاقِ كُتُبِهٖ أَوْ عَدَمِهَا بِأَنْ كَانَ يَعْتَمِدُ هَا فَرَجَعَ اِلٰى حِفْظِهٖ فَسَاءَ فَهٰذَا هُوَ الْمُخْتَلِطُ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے، مطلب لکھئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) سیئ الحفظ راوی سے کون راوی مراد ہے لکھنے کے بعد سوء حفظ کی دونوں قسموں لازم اور طاری کی وضاحت کیجئے۔

جواب (الف)

ترجمہ: پھر سوء حفظ ہے اور سوء حفظ سے مراد وہ شخص ہے جس کی درستگی کی جانب غلطیوں کی جانب سے راجح نہ ہو اور سوء حفظ کی دو قسمیں ہیں اگر یہ خرابی راوی کے لئے تمام حالات میں لازم ہو تو وہ حدیث شاذ ہے۔

اور اگر حافظہ کی یہ خرابی راوی پر عارض ہو یا تو طول عمر کی وجہ سے یا بینائی کے ختم ہونے، کتابوں کے جل جانے یا ان کے گم ہو جانے کی وجہ سے بایں طور کہ وہ راوی کے پہلے کتابوں پر اعتماد رکھتا تھا اب اپنے حافظے کی طرف رجوع کیا تو غلطی کر بیٹھا تو ایسا ہی شخص مختلط ہے۔

توضیح عبارت:

راوی پر جرح کی دسویں اور آخری قسم اس کا "سیئ الحفظ" ہونا ہے یعنی اگر کسی راوی کا حافظہ خراب ہو تو اس کی حدیث مردود ہے، لیکن وہ کیا معیار ہے کہ جس سے حافظہ کی خرابی کا علم ہو اور اس کی حدیث مردود ہو، کیونکہ کچھ نہ کچھ خرابی تو ہر شخص کے حافظہ میں ہوتی ہے۔

تو اس بارے میں مصنفؒ جواب دیا کہ اس کا معیار یہ ہے کے اگر درستگی کا پلہ غلطیوں کے پلے سے راجح نہ ہو بلکہ یا تو اس کی غلطیاں راجح ہوں یا دونوں برابر ہوں لہذا جس شخص کا حافظہ ایسا ہو وہ سوء حفظ کا شکار ہے، اور اس کی حدیث مردود ہے۔

اور یادداشت کی خرابی دو طرح کی ہیں۔

(ا) ایک یہ کہ فطری اور پیدائشی طور پر راوی کے لئے ہر حالات میں لازم ہو تو اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی حدیث بعض محدثین کی رائے کے مطابق ''شاذ'' ہے۔

اور اگر حافظہ کی خرابی راوی پر عارض ہو تو ایسے راوی کو محدثین کرام مختلط کہتے ہیں۔

(ب)

سوءِ حفظ سے مراد:

سوءِ حفظ سے ہر وہ شخص مراد ہے جس کے درستگی کا پلہ غلطیوں کے پلے سے راجح نہ ہو بلکہ اس کی غلطیاں راجح ہو یا دونوں برابر ہوں۔

سوءِ حفظ کی دو قسمیں

یاد داشت کی خرابی دو طرح کی ہیں، (۱) حافظہ کی خرابی راوی پر جمیع حالات میں لازم ہو، یعنی فطری اور پیدائشی طور پر ہی اس کا حافظہ خراب ہو تو ایسے حافظے والے راوی کا کوئی نام نہیں ہے البتہ محدثین اس کی حدیث کو شاذ کہتے ہیں۔

(۲) دوسری یہ کہ ابتداءً تو حافظہ اچھا تھا بعد میں کسی عارض کی وجہ سے بگڑ گیا ''عوارض مختلف'' ہو سکتے ہیں مثلاً یہ کہ عمر کے زیادہ ہونے کی وجہ سے خراب ہو جائے یا کوئی شخص حدیث کو بیان کرنے میں تحریری نوشتے اور کتب جل گئے یا وہ گم ہو گئے جس کی وجہ سے اس نے اپنے حافظے کی مدد سے حدیث بیان کرنا شروع کی اور غلطیاں ہوتی گئیں تو ایسے راوی کو محدثین مختلط کہتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سراجی

مرتبین

مولانا محمد عبید اللہ قاسمی مولانا محمد عماد الدین محبوب قاسمی
فاضلان دار العلوم دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فہرست

سوالات وجوابات ۱۴۳۸ھ ۴۵۸
سوالات وجوابات ۱۴۳۷ھ ۴۶۸
سوالات وجوابات ۱۴۳۶ھ ۴۷۳
سوالات وجوابات ۱۴۳۵ھ ۴۷۸
سوالات وجوابات ۱۴۳۴ھ ۴۸۲
سوالات وجوابات ۱۴۳۳ھ ۴۸۳
سوالات وجوابات ۱۴۳۲ھ ۴۸۶
سوالات وجوابات ۱۴۳۱ھ ۴۹۲
سوالات وجوابات ۱۴۲۹ھ ۴۹۸
سوالات وجوابات ۱۴۲۸ھ ۵۰۲
سوالات وجوابات ۱۴۲۷ھ ۵۰۵
سوالات وجوابات ۱۴۲۶ھ ۵۰۸
سوالات وجوابات ۱۴۲۵ھ ۵۱۲
سوالات وجوابات ۱۴۲۴ھ ۵۱۴
سوالات وجوابات ۱۴۲۳ھ ۵۱۸
سوالات وجوابات ۱۴۲۲ھ ۵۲۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوالات وجوابات

۱۴۳۸ھ

سوال اول

أَمَّا الْبَنَاتِ الصُّلْبِ فَأَحْوَالٌ ثَلَاثٌ اَلنِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ وَالثُّلُثَانِ لِلْاِثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً وَمَعَ الْاِبْنِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ وَهُوَ يُعَصِّبُهُنَّ وَبَنَاتُ الْاِبْنِ كَبَنَاتِ الصُّلْبِ، وَلَهُنَّ أَحْوَالٌ سِتٌّ اَلنِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ وَالثُّلُثَانِ لِلْاِثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ بَنَاتِ الصُّلْبِ وَلَهُنَّ السُّدُسُ مَعَ الْوَاحِدَةِ الصُّلْبِيَّةِ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) جس کی جتنی حالتیں عبارت میں مذکور ہیں ان کی مع مثال وضاحت کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور بہر حال میت کی بیٹیوں کی تین حالتیں ہیں (۱) ایک بیٹی کے لئے ترکہ کا نصف ہے (۲) دو اور زیادہ بیٹیوں کے لئے ترکہ کا دو تہائی ہیں (۳) بیٹے کے ساتھ مرد کے واسطے دو عورتوں کے حصے کا برابر ہے۔ اور بیٹا بیٹیوں کو عصبہ بنا دیتا ہے۔

اور میت کی پوتیاں میت کی بیٹیوں کے مانند ہیں اور پوتیوں کی چھ حالتیں ہیں۔ (۱) پوتی کے لئے ترکہ کا نصف ہے۔ (۲) دو پوتیاں اور زیادہ کے لئے ترکہ کی دو تہائی ہیں بیٹیاں نہ ہونے کی صورت میں۔ (۳) ایک بیٹی کے ساتھ پوتیوں کے لئے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے دو تہائی کو پورا کرنے کے لئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

امثلة بنات الصلّب وهى ثلاثة:

(۱)النصف للواحد:

مسئلہ ۲

میت

عم	بنت
عصبہ	نصف
۱	۱

(۲)الثلثان للإثنتين فصاعدة

مسئلہ ۳

میت

عم	۲/بنت
عصبہ	ثلثان
۱	۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳)مع الإبن للذكر مثل حظ الأنثيين:

مسئله۳

ميت	
بنت	ابن
عصبه	عصبه
١	٢

أمثلة بنات الإبن وهي ستة:

(١)النصف للواحدة:

مسئله۲

ميت	
بنت الابن	عم
نصف	عصبه
١	١

(۲)الثلثان للإثنتين فصاعدة:

مسئله۳

ميت	
۲/بنت الإبن	عم
ثلثان	عصبه
٢	١

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳)السدس مع الواحدة الصلبية:

مسئله ٦

میت

بنت الابن	بنت	اخ
سدس	نصف	عصبه
۱	۳	۲

(۴)المحروم مع الصلبيتين:

مسئله ۳

میت

بنت الإبن	بنتان	اخ
محروم	ثلثان	عصبه
	۲	۱

(۵)العصبةمع إبن الإبن:

مسئله ۳

میت

بنت الابن	ابن الابن
عصبة بالغير	عصبه بنفسه
۱	۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(٦)السقوط مع الابن:

مسئلہ ا

میت

بنت الابن	ابن
ساقط	ا

(منیۃ الراجی)

سوال ثانی

مَنْ صَالَحَ عَلٰی شَیْءٍ مِنَ التَّرِکَةِ فَاطْرَحْ سِهَامَهٗ مِنَ التَّصْحِیْحِ ثُمَّ اقْسِمْ مَابَقِیَ مِنَ التَّرِکَةِ عَلٰی سِهَامِ الْبَاقِیْنَ کَزَوْجٍ وَأُمٍّ وَعَمٍّ فَصَالَحَ الزَّوْجُ عَلٰی مَافِیْ ذِمَّتِهٖ مِنَ الْمَهْرِ وَخَرَجَ مِنَ الْبَیْنِ فَتُقْسَمُ بَاقِی التَّرِکَةِ بَیْنَ الْأُمِّ وَالْعَمِّ أَثْلَاثًا بِقَدْرِ سِهَامِهِمَا سَهْمَانِ لِلْأُمِّ وَسَهْمٌ لِلْعَمِّ أَوْزَوْجَةٍ وَأَرْبَعَةِ بَنِیْنَ فَصَالَحَ أَحَدُ الْبَنِیْنَ عَلٰی شَیْءٍ وَخَرَجَ مِنَ الْبَیْنِ فَیُقْسَمُ بَاقِی التَّرِکَةِ عَلٰی خَمْسَةٍ وَّعِشْرِیْنَ سَهْمًا.

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب)صورت مسئلہ کی وضاحت کر کے مذکورہ دونوں مسئلوں کی تخریج وتصحیح کریں۔

(ج)اور بتائیں کہ اس طرح تقسیم کرنے کو فرائض کی اصطلاح میں کیا کہتے ہیں۔

جواب (الف)

ترجمہ: میت کے ترکہ سے شئ معلوم لے کر جس وارث نے مصالحت کرلی ہے اس کے سہام کو تصحیح سے ساقط کر دو پھر باقی وارثین کے حصوں پر ماباقی ترکہ کو تقسیم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کردو۔ جیسے میت کا زوج اور ماں اور چچا زندہ ہو پس زوج اپنے ذمہ کے مہرانہ پر مصالحت کرلے (کہ وہ اپنے ذمہ کے مہرانہ ادا نہیں کرے گا اور زوجہ کے دوسرے ترکہ سے بھی کچھ نہ لے گا) یہ کہہ کر وہ بیچ سے نکل جاوے تو ماں اور چچا میں باقی ترکہ کو تین حصہ کرکے تقسیم کردے۔ دونوں کے حصہ کی مقدار کے ساتھ دو حصے ماں کے لئے اور ایک حصہ چچا کے لئے، یا میت کی بیوی اور چار بیٹے زندہ رہے۔ پس ایک بیٹا کسی شئ پر مصالحت کرکے بیچ سے نکل جاوے تو باقی ترکہ کو پچیس حصوں پر تقسیم کیا جاوے۔

(ب)

صورت مسئلہ:

مثلاً اگر عورت مرجاوے اور اس کا شوہر، ماں اور چچا زندہ رہے، اور شوہر ماں اور چچا سے بایں طور صلح کرلے کہ اس کی بیوی کا جو دین مہر اس پر واجب الاداء ہے وہ ادا نہیں کرے گا اور بیوی کے دیگر متروکہ اموال سے بھی کچھ نہیں لے گا۔ تو اس صورت میں سمجھنا پڑے گا کہ نصف ترکہ کا حقدار جب ورثہ سے نکل گیا ہے۔ تو دوسرے نصف سے ماں کا حصہ دو اور چچا کا حصہ ایک ہونیکی وجہ سے ماقی ترکہ کو تین حصوں پر منقسم کرکے دو حصے ماں کو اور ایک حصے چچا کو دیدینا ضروری ہوگا۔ اور اگر ایک بیوی اور چار بیٹے زندہ رہے اور ایک بیٹا کوئی معین چیز لیکر ورثہ سے خارج ہوجائے تو سمجھنا پڑے گا کہ وارثین تین بیٹے اور ایک بیوی ہیں، پس ماقی ترکہ کو ۲۵ حصوں پر منقسم کرکے بیوی کو چار حصہ اور ہر بیٹا کو سات حصہ دیدیا جائے گا، کیونکہ جس بیٹا نے مصالحت کرلی ہے اگر وہ مصالحت نہ کرتا تو یہ مسئلہ آٹھ سے شروع ہوکے بیوی کو ایک ملتا اور ماقی سات چار بیٹیوں پر منقسم نہ ہونے کی وجہ سے چار سے آٹھ کو ضرب دینے کے بعد حاصل ۳۲ ہوجاتا اور اسی ۳۲ سے ایک بیٹا کا حصہ سات کو ساقط کردینے کے بعد ۲۵ باقی رہ جاتے اور اسی ۲۵ میں بیوی کا حصہ چار اور ماقی ۲۱ تین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بیٹوں کا حصہ ہے۔

مسئلہ کی تخریج وتصحیح:

مسئلہ ۶.۳=۳

میت

زوج	ام	عم
نصف	ثلث کل	عصبه
ص ۳	۲	۱

وضاحت: اس مثال میں شوہر مصالح ہے، وہ تمام ورثاء کی رضامندی سے اپنے ذمہ مہر کے باقی رہنے کی وجہ سے اپنے حصۂ وراثت سے دست بردار ہو گیا، لہٰذا شوہر سمیت تمام ورثاء لکھ کر مسئلہ تصحیح کی گئی پھر تصحیح کے عدد چھ میں سے شوہر کے حصے تین کو گھٹا دیا گیا بعد ازاں باقی ماندہ تین میں سے دو ماں کو اور چچا کو دیا گیا۔

مسئلہ ۳۲

میت

زوجة	ابن	ابن	ابن	ابن
ثمن	عصبه	عصبه	عصبه	عصبه
۱	ص ۷	۷	۷	۷

(طرازی)

وضاحت: مذکورہ مسئلہ میں بتیس سے مسئلے کی تصحیح ہوئی پھر ابن مصالح کا حصہ ختم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کر کے اس کو تصحیح میں سے گھٹا دیا گیا، باقی ماندہ پچیس کو ورثاء پر تقسیم کیا گیا، پچیس میں سے چار بیوی کو اور باقی ہر لڑکے کو سات سات ملے گا۔

(ج)

اس طرح تقسیم کرنے کو فرائض کی اصطلاح میں تخریج کہتے ہیں۔

سوال ثالث

وَاعْلَمْ أَنَّ زَيْدَبْنَ ثَابِتٍ لَايَجْعَلُ الْأُخْتَ لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْلِأَبٍ صَاحِبَةَفَرْضٍ مَعَ الْجَدِّإِلَّافِي الْمَسْئَلَةِالْأَكْدَرِيَّةِوَهِيَ زَوْجٌ وَأُمٌّ وَجَدٌّوَأُخْتٌ لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْلِأَبٍ فَلِلزَّوْجِ النِّصْفُ وَلِلْأُمِّ الثُّلُثُ وَلِلْجَدِّالسُّدُسُ وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ ثُمَّ يَضُمُّ الْجَدُّنَصِيبَهُ إِلٰى نَصِيبِ الْأُخْتِ فَيُقْسِمَانِ لِلذَّكَرِمِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ لِأَنَّ الْمُقَاسَمَةَخَيْرٌلِلْجَدِّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مقاسمہ کی لغوی واصطلاحی تحقیق کریں۔

(ج) مسئلہ اکدریہ کی تصحیح کریں۔

(د) اس مسئلہ کی دونوں وجہ تسمیہ تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمہ: اور جان لو کہ زید بن ثابت حقیقی بہن یا علاتی بہن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہیں قرار دیتے مگر مسئلہ اکدریہ میں اور وہ زوج اور ماں اور دادا اور حقیقی بہن زندہ رہنے کی صورت ہے پس اس صورت میں زوج کا حصہ نصف اور ماں کا حصہ ثلث اور دادا کا حصہ سدس اور بہن کا حصہ نصف ہے پھر دادا اپنا حصہ میت کی بہن کے حصہ کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طرف ملالیگا،اور للذکر مثل حظ الانثیین کے ضابطہ پر مجموعہ کی تقسیم ہوگی کیوں کہ اس صورت میں دادا کے لئے مقاسمہ بہتر ہے۔

(ب)

مقاسمہ کی لغوی واصطلاحی تعریف:

مقاسمہ:باب مفاعلہ کا مصدر ہے،قسمت سے مشتق ہے،لغوی معنی ہیں آپس میں تقسیم کرنا۔

اصطلاحی تعریف:علم فرائض کی اصطلاح میں دادااور بھائی بہنوں کے درمیان ترکہ تقسیم کرنے کا نام مقاسمۃ الجد ہے۔

(ج)

مسئلہ اکدریہ کی تصحیح:

مسئلہ ۶/ ع ۹ × ۳ = ۲۷

زوج	ام	جد	اخت(حقیقی یاعلاتی)
نصف	ثلث	سدس	نصف
۳	۲	۱	۳
۹	٦	۸	۴

(د)

اس مسئلہ کی دونوں وجہ تسمیہ:

(ا)اس مسئلہ کواکدریہ اس بناپر کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ بنی اکدر کی ایک عورت کو پیش آیا تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) اور بعض نے فرمایا ہے کہ اس مسئلہ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے مذہب کو مکدر یعنی میلا و مشتبہ کر دیا تھا، کیونکہ وہ دادا کے ہوتے ہوئے بہنوں کو اصحاب الفرائض میں میں سے قرار نہیں دیتے اور نہ ہی عول کرتے ہیں، اور اس مسئلے میں اس کا خلاف کرنا پڑا، اس لئے اس مسئلے کا نام اکدریہ رکھا گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۷ھ

سوال اول

یہ سوال ۱۴۳۸ھ کی سوال اول میں گزر چکا ہے:

سوال ثانی

(الف) عول کی تعریف کرنے کے بعد بتایئے کہ مخارج کل کتنے ہیں؟ ان میں سے کن کن مخارج میں عول آتا ہے اور کہا تک ہوتا ہے؟

(ب) مع امثلہ تحریر کیجئے۔

جواب (الف)

عول کی لغوی واصطلاحی تعریف:

لغوی تعریف: ''عول'' من باب نصر ینصر، بمعنی زیادتی کرنا، اور غلبہ کرنا۔

اصطلاحی تعریف: اگر ایسا ہو جائے کہ قواعد کے مطابق مخرج متعین کرنے کے باوجود ورثہ کے سہام مخرج سے بڑھ جائے، تو اس وقت مخرج میں کچھ زیادتی کی جاتی ہے، اس زیادتی کو عول کہتے ہیں۔

تعریف ثانی:

مخرج سے حصوں کے بڑھ جانے کی صورت میں اجزاء میں اضافہ کرنا۔

(ب)

مخارج کل کتنے ہیں، اور کن کن مخارج میں عول آتا ہے، اور کہا تک:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مخارج کل سات ہیں، ۲، ۳، ۴، ۶، ۸، ۱۲، ۲۴،ان میں سے چار مخارج کاعول نہیں آتا ہے،اور وہ چار یہ ہیں ۲، ۳، ۴، ۸،اور تین مخارج کاعول آتا ہے، چھ کاعول ۷، ۸، ۹، اور ۱۰،آتا ہے،بارہ کاعول ۱۳، ۱۷،آتا ہے،اور چوبیس کاعول صرف ۲۷،آتا ہے،اور عبداللہ بن مسعودؓ کے مسلک میں چوبیس کاعول ۳۱ بھی آتا ہے۔

عول کی مثال:

چھ سے دس تک عول کی مثالیں:

مسئلہ ۶ / ع ۷

میت

زوج	اخت لاب وام	اخت لام
نصف	نصف	سدس
۳	۳	۱

مسئلہ ۶ / ع ۸

میت

زوج	۲ / اخت لاب وام	ام
نصف	ثلثان	سدس
۳	۴	۱

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسئلہ ۶/ع ۹

میت

زوج	۲/اخت لاب وام	۲/اخت لام
نصف	ثلثان	ثلث
۳	۴	۲

مسئلہ ۶/ع ۱۰

میت

زوج	۱۲/اخت لاب وام	۱۲/اخت لام	ام
نصف	ثلثان	ثلث	سدس
۳	۴	۲	۱

بارہ سے سترہ تک عول کی مثالیں:

مسئلہ ۱۲/ع ۱۳

میت

زوجہ	۲/اخت لاب وام	اخت لام
ربع	ثلثان	سدس
۳	۸	۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسئلہ ۱۲/ ع ۱۵

میت

زوجہ	۲/اخت لاب وام	۲/اخت لام
ربع	ثلثان	ثلث
۳	۸	۴

مسئلہ ۱۲/ ع ۱۷

میت

زوجہ	۲/اخت لاب وام	۲/اخت لام	ام
ربع	ثلثان	ثلث	سدس
۳	۸	۴	۲

جمہور کے نزدیک چوبیس کا عول صرف ستائیس آتا ہے:

اس مسئلہ کو مسئلہ منبریہ کہلاتا ہے۔

مسئلہ ۲۴/ ع ۲۷

میت

زوجہ	۲/بنت	اب	ام
ثمن	ثلثان	سدس	سدس
۳	۱۶	۴	۴

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابن مسعودؓ کے نزدیک چوبیس کا عول اکتیس بھی آتا ہے:

مسئلہ ۲۴/ع ۳۱

میت

زوجہ	ابن کافریاقاتل	ام	۲/اخت لاب وام	۲/اخت لام
ثمن	محروم	سدس	ثلثان	ثلث
۳		۴	۱۶	۸

(طرازی)

سوال ثالث

درج ذیل دونوں مسئلہ کی تصحیح کیجئے اور بتایئے کہ ان میں تصحیح کا کون سا قاعدہ جاری ہوگا؟

(جواب)

مسئلہ ۶/تصحیح ۳۰

میت مضروب/۵

اب	ام	۱۰/بنات
سدس	سدس	ثلثان
۱	۱	۴
۵	۵	۲۰

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسئلہ ۱۲ / ع ۱۵ / ت ۴۵

میت			مضروب ۳/
زوج	اب	ام	۶/ بنات
ربع	سدس	سدس	ثلثان
۳	۲	۲	۸
۹	۶	۶	۲۴

ان میں تصحیح کے دو نمبر قاعدہ جاری ہوا۔ (منیۃ الراجی)

سوالات وجوابات

۱۴۳۶ھ

سوال اول

(الف) اخیافی بھائی بہنوں کے احوال اور ہر حال کی مثال تحریر کیجئے، اور بتائیے کہ اگر اخیافی بھائی بہن جمع ہوجائیں تو ان کے درمیان "للذکر مثل حظ الانثیین" کا ضابطہ جاری ہوگا یا نہیں؟

(ب) ماں کے احوال مع مثال تحریر کیجئے اور بتائیے کہ کتنے مسئلوں میں ماں کو ثلث ما باقی ملے گا؟

(الف)

اخیافی بھائی بہنوں کے احوال مع مثال:

امثلة الاخ لام وهي ثلاثة:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱)السدس للواحد

مسئلہ ۶

میت

اخ لأم	عم
سدس	عصبه
۱	۵

(۲)الثلث للإثنين فصاعدا

مسئلہ ۳

میت

۲/اخ لأم	عم
ثلث	عصبه
۱	۲

(۳)السقوط بالولد وولدالابن وإن سفل وبالأب والجد:

مسئلہ ۱

میت

اخ لأم	ابن
محروم	عصبه
	۱

اگراخیافی بھائی بہن جمع ہوجائیں توان کے درمیان ’للذکرمثل حظ الأنثیین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کاضابطہ جاری نہیں ہوگا،ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔

(ب)

ماں کے احوال مع مثال:

أمثلة أحوال الأم وهي ثلاثة:

(۱)السدس مع الولدوولدالابن وإن سفل ومع الاثنيين من الاخوةوالاخوات:

مسئلہ۶

میت

ام	ابن
سدس	عصبه
۱	۵

(۲)ثلث الكل عندعدمهم:

مسئلہ۳

میت

ام	اب
ثلث كل	عصبه
۱	۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳)ثلث ماباقی من أحدالزوجين:

مسئله ٦

میت

زوج	ام	اب
نصف	ثلث ماباقی	عصبه
۳	۱	۲

اگر میت میں اپنی ماں کے ساتھ باپ اور میاں بیوی میں سے کسی ایک کو چھوڑا ہے تو ماں کو شوہر یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد بچے ہوئے ترکہ کا تہائی ملے گا اسی کو ثلث ماباقی کہا جاتا ہے، یہ صرف دو مسئلہ میں ہوگا۔

سوال ثانی

درج ذیل مسئلہ کی اس طرح تصحیح کیجئے کہ ہر فریق کے ہر فرد کو کسر کے بغیر پورا پورا حصہ مل جائے:

(جواب)

مثال:

مسئلہ ۱۲ / ت ۱۴۴

میت مضروب ۱۲

۴/زوجہ	۳/جدہ	۱۲/اعمام
ربع	سدس	عصبہ
۳	۲	۷
۳۶	۲۴	۸۴

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث

یہ سوال کا جواب ۱۴۳۸ھ کی سوال ثالث میں گزر چکا ہے، صرف ایک جزء باقی ہیں اور وہ یہ ہے کہ مقاسمہ کی مطلب بیان کیجئے۔

(جواب)

مقاسمہ کی مطلب:

تقسیم ترکہ میں دادا کو ایک بھائی کی مانند سمجھنا، دادا کی موجودگی میں حقیقی اور علاتی بھائی بہنوں کے محروم ہونے نہ ہونے کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی دو رائیں تھیں۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ دادا کی موجودگی میں حقیقی اور علاتی بھائی بہن محروم ہوں گے، امام ابوحنیفہؒ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے اور یہی مفتی بہ قول بھی ہے۔

(۲) حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حقیقی بھائی بہن کو دادا کے ساتھ وراثت ملے گی ۔یہی ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی قول ہیں۔ (طرازی)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۵ھ

سوال اول:

عینی بہنوں کے پانچوں احوال نمبروار مع مثال تحریر کیجئے۔

(جواب)

امثلة أحوال لأخوات لاب وام وهى خمسة:

(۱) النصف للواحدة:

مسئله ۶

میت

ام	عم	اخت لأب وام
ثلث	عصبه	نصف
۲	۱	۳

(۲) الثلثان للإثنتين فصاعدة:

مسئله ۳

میت

عم	۳/اخت لاب ام
عصبه	ثلثان
۱	۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳)العصبة بغیره مع الأخ لأب وام

مسئله ۵

میت

۳/اخت لاب وام	اخ لاب وام
عصبه بالغیر	عصبه بنفسه
۳	۲

(۴)العصبة مع الغیر مع البنات وبنات الإبن:

مسئله ۲

میت

اخت لاب وام	بنت
عصبه مع الغیر	نصف
۱	۱

(۵)السقوط بالابن وابن الإبن وإن سفل وبالاب والجد:

مسئله ۱

میت

اخت لاب وام	ابن
محروم	عصبه
	۱

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثانی

وَأَمَّا أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ فَإِنَّهَا تَعُوْلُ إِلٰى سَبْعَةٍ وَعِشْرِيْنَ عَوْلًا وَاحِدًا كَمَا فِي الْمَسْئَلَةِ الْمِنْبَرِيَّةِ، وَهِيَ اِمْرَأَةٌ وَبِنْتَانِ وَأَبَوَانِ، وَلَا يُزَادُ عَلٰى هٰذَا إِلَّا عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَإِنَّ عِنْدَهُ تَعُوْلُ إِلٰى أَحَدٍ وَّثَلَاثِيْنَ.

(الف) اعراب لگا کر قاعدہ کی وضاحت کیجئے۔

(ب) اور مسئلہ منبریہ بتائیے۔

جواب (الف)

قاعدہ: جس مسئلہ میں ثمن، ثلثان، اور دو سدس جمع ہو جائیے، تو یہ مسئلہ چوبیس سے ہوگا، اور اس کا عول صرف ۲۷ آتا ہے، اور عبداللہ بن مسعودؓ کے مسلک میں چوبیس کا عول ۳۱ بھی آتا ہے۔ اس کو مسئلہ منبریہ کہتے ہیں۔

(ب)

مسئلہ منبریہ کی مثال:

مسئلہ ۲۴/ ع ۲۷

میت

ام	زوجہ	بنتان	اب
سدس	ثمن	ثلثان	سدس
۴	۳	۱۶	۴

(نوٹ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابن مسعودؓ کے نزدیک ۲۴ کا عول ۳۱ بھی آتا ہے: جیسے

مسئلہ ۲۴/ع ۳۱

میت

زوجہ	ابن کافر یا قاتل	ام	۲/اخت لاب وام	۲/اخت لام
ثمن	محروم	سدس	ثلثان	ثلث
۳		۴	۱۶	۸

سوال ثالث

درج ذیل مسئلہ کی اس طرح تصحیح کیجئے کہ ہر فریق کے ہر فرد کا حصہ پورا پورا نکل آئے۔

(جواب)

مسئلہ کی مثال:

مسئلہ ۲۴/ت ۵۰۴۰

میت مضروب ۲۱۰

۲/زوجہ	۶/جدہ	۱۰/بنات	۷/اعمام
ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
۳	۴	۱۶	۱
۶۳۰	۸۴۰	۳۳۶۰	۲۱۰

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۴ھ

سوال اول

یہ سوال ۱۴۳۸ھ کی سوال اول میں گزر چکا ہے، آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال ثانی

زید نے انتقال کیا، اور وارثوں میں بیوی، ماں، باپ، لڑکی اور پانچ پوتیاں ہیں، مسئلہ کی تصحیح اس طرح کیجئے کہ ہر فرد کو پورے عدد کی شکل میں سہام مل جائیں:

مسئلہ کی مثال:

مسئلہ ۱۲ / ع ۱۵ / ت ۷۵

میت — مضروب / ۵

زوجہ	ام	اب	۵ / بنت
ربع	سدس	سدس	ثلثان
۳	۲	۲	۸
۱۵	۱۰	۱۰	۴۰

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۳ھ

سوال اول

قَالَ عُلَمَاؤُنَا تَتَعَلَّقُ بِتَرِكَةِ الْمَيِّتِ حُقُوقٌ أَرْبَعَةٌ مُرَتَّبَةٌ: اَلْاَوَّلُ يُبْدَأُ بِتَكْفِيْنِهٖ وَتَجْهِيْزِهٖ مِنْ غَيْرِ تَبْذِيْرٍ وَلَا تَقْتِيْرٍ ثُمَّ تُقْضٰى دُيُوْنُهٗ مِنْ جَمِيْعِ مَا بَقِيَ مِنْ مَالِهٖ ثُمَّ تُنَفَّذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِيَ بَعْدَ الدَّيْنِ ثُمَّ يُقْسَمُ الْبَاقِيْ بَيْنَ وَرَثَتِهٖ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاِجْمَاعِ الْاُمَّةِ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) عبارت کی مکمل تشریح کریں اور بتائیں کہ خطاءً قتل ہونے والے شخص کی دیت ترکہ میں شامل ہوگی یا نہیں؟

(الف)

ترجمہ: ہمارے علماء احناف نے فرمایا کہ میت کے چھوڑے ہوئے مال کے ساتھ ترتیب وار چار حقوق متعلق ہوتے ہیں، اول میت کی تجہیز وتکفین سے افراط تفریط کے بغیر ابتدا کی جائے گی، دوم: کفن دفن سے بچے ہوئے میت کے مال سے میت کی قرض ادا کئے جائیں گے، سوم: پھر قرض کی ادائے گی کے بعد مال کی تہائی سے وصیتیں نافذ کی جائیں گی، چہارم: پھر بقیہ مال میت کے وارثوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، جن کا وارث ہونا قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ (منیۃ الراجی)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

عبارت کی مکمل تشریح:

آدمی مرنے کے بعد اس کے ساتھ چار حقوق مرتب ہوتے ہیں،

(۱) تکفین وتجہیز: سب سے پہلے ترکہ سے میت کی تجہیز وتکفین کی جائے، جس میں نہ اسراف کیا جائے اور نہ بخیلی سے کام لیا جائے، بلکہ معروف طریقہ پر خرچ کیا جائے۔

(۲) اداء الدیون: کفن دفن کے بعد باقی ترکہ سے میت کا قرض ادا کیا جائے، قرضہ کی دو قسمیں ہیں، (۱) اللہ کا قرض ہے، جیسے باقی زکوۃ، فدیہ، کفارہ وغیرہ (۲) بندہ کا قرض، پھر بندوں کا قرض دو طرح کا بنتا ہے، زمانہ صحت کا قرض اور موت کی بیماری کے زمانے کا قرض جس کا میت نے اقرار کیا ہے۔

(۳) وصیت: اگر میت نے کوئی جائز وصیت کی ہے خواہ وہ حقوق اللہ سے متعلق ہو یا حقوق العباد سے تو قرض کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ ترکہ کی تہائی سے اس کو نافذ کیا جائے گا۔

(۴) تقسیم ترکہ: چوتھا نمبر حق پھر باقی ماندہ ترکہ ورثا کے درمیان حسب حصص شرعی تقسیم کیا جائے گا، ورثاوہ ہیں جن کا وارث ہونا قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے ثابت ہے۔

خطاء قتل ہونے والے شخص کی دیت ترکہ میں شامل ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثانی

یہ سوال ۱۴۳۸ھ کی سوال اول میں گزر چکا ہیں، اب صرف مطلب باقی ہے۔

مطلب:

پوتیوں کی چھ حالتوں سے پہلی، دوسری، پانچویں حالت بیٹیوں کے احوال کے مانند ہیں صرف تیسری، چوتھی اور چھٹی حالت پوتیوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔

وجہ حصر: پوتیوں کے چھ حالاتیں ہیں، میت کا بیٹا ہوگا یا نہیں؟ اگر ہے تو پوتے پوتیاں ساقط ہوگی اور گر بیٹا نہیں چھوڑا تو دیکھیں گے بیٹی چھوڑی ہے یا نہیں؟ اگر چھوڑی ہے تو ایک ہے یا متعدد؟ اگر ایک ہے تو پوتیتوں کو سدس ملے گا، "تکملة للثلثین" اور متعدد ہیں تو پوتیاں ساقط ہونگی اور اگر میت نے بیٹے بیٹیاں نہیں چھوڑی تو دیکھیں گے کہ برابر کا پوتا چھوڑا ہے یا نہیں؟ اگر چھوڑا ہے تو پوتیاں عصبہ بالغیر ہونگی، اور پوتا نہیں ہے تو دیکھیں گے کہ پوتی ایک ہے یا متعدد؟ اگر ایک ہے تو اس کو نصف ملے گا، اور متعدد ہیں، تو ان کو ثلثان ملے گا۔

سوال ثالث

یہ سوال ۱۴۳۷ھ کی سوال ثانی میں گزر چکا ہیں، صرف ایک مثال باقی ہیں۔

مثال یہ ہے:

مسئلہ ۶ / ع ۸

میت

زوج	۲ / اخت لاب وام	اخت لام
نصف	ثلثان	سدس
۳	۴	۱

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۲ھ

سوال اول

اَلْمَانِعُ مِنَ الْاِرْثِ اَرْبَعَةٌ اَلرِّقُّ وَافِرًا كَانَ اَوْ نَاقِصًا، وَالْقَتْلُ الَّذِي يَتَعَلَّقُ بِهٖ وُجُوبُ الْقِصَاصِ اَوِ الْكَفَّارَةِ، وَاخْتِلَافُ الدِّيْنَيْنِ، وَاخْتِلَافُ الدَّارَيْنِ اِمَّا حَقِيْقَةً كَالْحَرْبِيِّ وَالذِّمِّيِّ اَوْ حُكْمًا كَالْمُسْتَامِنِ وَالذِّمِّيِّ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مانع ارث کی تعریف کریں۔

(ج) چاروں موانع ارث کو با تفصیل لکھتے ہوئے بتائیں کہ قتل کی کتنی قسمیں ہیں اور کس قتل سے قصاص اور کس قتل سے کفارہ واجب ہوتا ہے؟

(الف)

ترجمہ: وراثت سے روکنے والی چیزیں چار ہیں، غلامی، کامل ہو یا ناقص، اور وہ قتل جس سے قصاص یا کفارے کا وجوب متعلق ہوتا ہے، اور دینوں کا اختلاف اور (کافروں کے درمیان) دو ملکوں کا اختلاف خواہ حقیقتاً ہو، جیسے حربی اور ذمی یا حکماً ہو، جیسے مستامن اور ذمی یا دو مختلف دار الحرب کے رہنے والے دو کافر۔

(ب)

مانع ارث کی تعریف:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وارث سبب وراثت کے پائے جانے کے باوجود اپنی ذات میں کسی وصف کے پائے جانے کی وجہ سے وراثت سے محروم ہو جاتا ہے، ان اوصاف کو "موانع ارث" کہتے ہیں۔ (طرازی)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

چاروں موانع ارث بالتفصیل:

(۱) رقیت: یعنی غلامی خواہ کسی طرح کی ہو، پس قن (عبد خالص) مکاتب، مدبر، ام ولد اور معتق البعض، میں سے کسی کو وارثت نہیں ملے گی۔

(۲) قتل: قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوتا قتل کی پانچ قسمیں ہیں: عمد، شبہ عمد، خطا، شبہ خطا اور قتل بالسبب۔ پہلی چاروں قسموں میں قاتل مقتول کی وراثت سے محروم ہوتا ہے، اس لیے کہ ان میں قصاص یا کفارہ واجب ہوتا ہے البتہ پانچویں قسم (قتل بالسبب) سے وارث وارثت سے محروم نہیں ہوتا۔

(۳) اختلاف دین: یعنی مسلمان غیر مسلم کا اور غیر مسلم مسلمان کا وارث نہیں ہوتا۔

(۴) اختلاف ملک: دو ملکوں کے رہنے والے کافروں کو ایک دوسرے کی وراثت نہیں ملتی۔

قتل کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) قتل عمد (۲) قتل شبہ عمد (۳) قتل خطا (۴) قتل شبہ خطا (۵) قتل بالسبب۔ (بالتفصیل ۱۴۲۶ھ کی سوال اول میں ہیں)

کس قتل سے قصاص اور کس قتل سے کفارہ واجب ہوتا ہے:

قتل عمد سے قصاص واجب ہوتا ہے۔

اور قتل شبہ عمد، قتل خطا، قتل شبہ خطا سے کفارہ واجب ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثانی

اَمَّا لِلْاُمِّ فَاَحْوَالٌ ثَلٰثٌ اَلسُّدُسُ مَعَ الْوَلَدِ اَوْوَلَدِ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفِلَ اَوْمَعَ الْاِثْنَیْنِ مِنَ الْاِخْوَةِ وَالْاَخَوَاتِ فَصَاعِدًا مِنْ اَیِّ جِهَةٍ کَانَا، وَثُلُثُ الْکُلِّ عِنْدَ عَدَمِ هٰؤُلَاءِ الْمَذْکُوْرِیْنَ وَثُلُثُ مَابَقِیَ بَعْدَ فَرْضِ اَحَدِ الزَّوْجَیْنِ وَذَالِکَ فِی الْمَسْئَلَتَیْنِ: زَوْجٌ، وَاَبَوَیْنِ، وَزَوْجَةٌ، وَاَبَوَیْنِ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) عبارت کی روشنی میں ماں کے تینوں احوال نمبروار تحریر کیجئے۔

(ج) پھر عبارت کے آخر میں مذکورہ دونوں مسئلوں کی تصحیح کیجئے۔

(الف)

ترجمہ: بہر حال ماں، اس کی تین حالتیں ہیں، سدس ہے اولاد کے ساتھ یا بیٹے کی اولاد کے ساتھ، چاہئے کہ رشتہ میں نیچے ہو جائے، یا دو یا زیادہ بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ، خواہ وہ دونوں کسی جہت کے ہوں اور پورے مال کی تہائی ہے ان مذکور ورثاء کے نہ ہونے کی صورت میں اور میاں بیوی میں سے ایک کا حصہ دینے کے بعد بچے ہوئے مال کا ثلث ہے، اور یہ دو مسئلہ میں ہے۔ زوج، ابوین، زوجۃ، وابوین۔

(ب)

ماں کے تینوں احوال کی تحریر:

أمثلة أحوال الام وهی ثلاثة:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱)السدس مع الولدوولدالابن وان سفل ومع الاثنین من الاخوۃوالاخوات:

مسئلہ۶

میت

ام	ابن
سدس	عصبہ
۱	۵

(۲)ثلث الکل عندعلمھم

مسئلہ۳

میت

ام	اب
ثلث کل	عصبہ
۱	۲

(۳)ثلث ماباقی من احدالزوجین:

مسئلہ۶

میت

زوج	ام	اب
نصف	ثلث ماباقی	عصبہ
۳	۱	۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)

عبارت کے اخیر میں دونوں مسئلوں کی تصحیح:

مسئلہ ٦

میت

زوج	ام	اب
نصف	ثلث باقی	عصبه
۳	۱	۲

مسئلہ ۱۲

میت

زوجه	ام	اب
ربع	ثلث الكل	عصبه
۳	۳	٦

سوال ثالث

ایک عورت نے انتقال کیا، وارثوں میں شوہر، ماں، باپ اور چھ بیٹیاں ہیں، مسئلہ کی تصحیح اس طرح کیجئے کہ کسی فریق پر سہام کا کسر واقع نہ ہو، ہر فرد کو پورے عدد کی شکل میں سہام مل جائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(جواب)

مسئلہ کی مثال:

مسئلہ ۱۲/ع ۱۵/ت ۴۵

میت ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ مضروب ۳

زوج	اب	ام	۶/بنات
ربع	سدس	سدس	ثلثان
۳ / ۹	۲ / ۶	۲ / ۶	۸ / ۲۴

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۳۰ھ

سوال اول

أَمَّا الْاَبُ فَلَهُ اَحْوَالٌ ثَلَاثٌ: اَلْفَرْضُ الْمُطْلَقُ وَهُوَالسُّدُسُ وَذٰلِکَ مَعَ الْاِبْنِ وَابْنِ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفِلَ وَالْفَرْضُ وَالتَّعْصِيْبُ مَعًاوَذٰلِکَ مَعَ الْاِبْنَةِاَوِابْنَةِالْاِبْنِ وَاِنْ سَفِلَتْ،وَالتَّعْصِيْبُ الْمحْضُ وَذٰلِکَ عِنْدَعَدَمِ الْوَلَدِوَوَلَدِالْاِبْنِ وَاِنْ سَفِلَ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اور باپ کی تینوں حالتوں کی مع امثلہ وضاحت کریں؟

جواب (الف)

ترجمہ: رہا باپ تو اس کی تین حالتیں ہیں: مطلق مقررہ حصہ، اور وہ سدس ہے، اور وہ لڑکے یا پوتے کے ساتھ ہے، چاہے (پوتا رشتہ میں) نیچے ہو، اور مقررہ حصہ (سدس) اور عصبہ بھی: اور وہ لڑکی یا پوتی کے ساتھ ہے، چاہے (رشتہ میں) نیچے تک ہو، اور عصبہ محض اور وہ لڑکے لڑکی اور پوتے پوتی اگرچہ (رشتہ میں) نیچے ہوں، کے نہ ہونے کی صورت میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف)

باپ کی تینوں حالت:

امثلة احوال الاب وهی ثلاثة:

(۱)السدس مع الابن اوابن الابن وان سفل"

مسئله ٦

میت

اب	ابن
سدس	عصبه
۱	۵

(۲)السدس مع التعصيب مع البنت وبنت البنت وان سفلت:

مسئله ٦

میت

اب	بنت
سدس مع التعصيب	نصف
۳	۳

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳)التعصیب المحض عندعدمهم:

مسئلہ ۳

میت	
اب	ام
عصبه	ثلث
۲	۱

سوال ثانی

وَالرَّابِعُ اَنْ تَكُوْنَ الْاَعْدَادُ مُتَبَائِنَةً لَا يُوَافِقُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَالْحُكْمُ فِيْهَا اَنْ يُضْرَبَ اَحَدُ الْاَعْدَادِ فِيْ جَمِيْعِ الثَّانِيْ ثُمَّ مَابَلَغَ فِيْ جَمِيْعِ الثَّالِثِ ثُمَّ مَابَلَغَ فِيْ جَمِيْعِ الرَّابِعِ، ثُمَّ مَااجْتَمَعَ فِيْ اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ كَامْرَاَتَيْنِ وَسِتِّ جَدَّاتٍ وَعَشْرِ بَنَاتٍ وَسَبْعَةِ اَعْمَامٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) تصحیح کے مذکورہ قاعدہ کی مع مثال وضاحت کریں۔

(ب)

ترجمہ: اور چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ جن فریقوں پر حصہ منکسر ہوا انکی عددوں کے مابین تبائن ہو یعنی بعض کا بعض موافق نہ ہو تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ ایک فریق کی عدد کو دوسرے فریق کی کل عدد میں ضرب دیا جائے پھر حاصل ضرب کو تیسرے فریق کی کل عدد میں ضرب دیا جائے پھر حاصل ضرب کو چوتھے فریق کی کل عدد میں ضرب دیا جائے پھر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے، جیسے دو بیبیاں اور چھ دادیاں سات چچے زندہ رہنے کی صورت ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

تصحیح کے مذکورہ قاعدہ کی مع مثال وضاحت:

مسئلہ ۲۴/ت ۴۳۲۰/

میت			مضروب ۱۸۰
۴/زوجات	۱۸/بنات	۱۰/جدہ	۶/اعمام
ثمن	ثلثان	سدس	عصبہ
۳	۱۶	۴	۱
۵۴۰	۲۸۸۰	۷۲۰	۱۸۰

سوال ثالث

وَالثَّانِیُ إِذَا اجْتَمَعَ فِی الْمَسْئَلَةِ جِنْسَانِ اَوْ ثَلَاثَةُ اَجْنَاسٍ مِمَّنْ یُرَدُّ عَلَیْهِ عِنْدَ عَدَمِ مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ فَاجْعَلِ الْمَسْئَلَةَ مِنْ سِهَامِهِمْ اَعْنِی مِنْ اِثْنَیْنِ اِذَا کَانَ فِی الْمَسْأَلَةِ سُدُسَانِ اَوْمِنْ ثَلَاثَةٍ اِذَا کَانَ فِیْهَا ثُلُثٌ وَسُدُسٌ اَوْمِنْ اَرْبَعَةٍ اِذَا کَانَ فِیْهَا نِصْفٌ وَسُدُسٌ اَوْمِنْ خَمْسَةٍ اِذَا کَانَ فِیْهَا ثُلُثَانِ وَسُدُسٌ اَوْنِصْفٌ وَسُدُسَانِ اَوْنِصْفٌ وَثُلُثٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) رد کے مذکورہ قاعدہ کی مع امثلہ وضاحت کریں۔

(الف)

ترجمہ: اور دوسری قسم جب مسئلہ میں من لا یرد علیہ نہ ہونے کی صورت میں من یرد علیہ کی تین جنس یا دو جنس ہوں تو ان کے حصوں سے مسئلہ کو کرلو یعنی جب مسئلہ میں سدس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لینے والے دو فریق ہوں تو دو سے مسئلہ کرلو۔ اور جب مسئلہ میں ایک فریق ثلث پانے والا اور دوسرا فریق سدس پانے والا ہو تو تین سے مسئلہ کرلو۔ اور جب مسئلہ میں ایک فریق نصف پانے والا اور دوسرا فریق سدس پانے والا ہو تو چار سے مسئلہ کرلو۔ اور جب مسئلہ میں ایک فریق ثلثان پانے والا اور ایک فریق سدس پانے والا ہو تو پانچ سے مسئلہ کرلو۔ اسی طرح اگر ایک فریق نصف پانے والا اور دو فریق سدس پانے والے ہوں یا ایک فریق نصف پانے والا اور ایک فریق ثلث پانے والا ہو جب بھی پانچ سے مسئلہ کرلو۔

(ب)

رد کے مذکورہ قاعدہ کی مثال:

(ا) دو سدس کی مثال:

مسئلہ ۲

میت

جدہ	اخت لام
سدس	سدس
ا	ا

(۲) ثلث و سدس کی مثال:

مسئلہ ۳

میت

۲/ اخت لام	ام
ثلث	سدس
۲	ا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) نصف وسدس کی مثال:

مسئلہ ۴

میت

بنت	بنت الابن
نصف	سدس
۳	۱

(۴) نصف اور دو سدس کی مثال:

مسئلہ ۵

میت

بنت	بنت الابن	ام
نصف	سدس	سدس
۳	۱	۱

(۵) نصف اور ثلث کی مثال:

مسئلہ ۵

میت

اخت	ام
نصف	ثلث
۳	۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۹ھ

سوال اول

وَاَمَّا لِاَوْلَادِ الْاُمِّ فَاَحْوَالٌ ثَلٰثٌ اَلسُّدُسُ لِلْوَاحِدِ، وَالثُّلُثُ لِلْاِثْنَيْنِ فَصَاعِدًا ذُكُوْرُهُمْ وَاِنَاثُهُمْ فِي الْقِسْمَةِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ سَوَاءٌ وَيَسْقُطُوْنَ بِالْوَلَدِ وَوَلَدِ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلَ وَبِالْاَبِ وَالْجَدِّ بِالْاِتِّفَاقِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اولاد ام کی تینوں حالتوں کی وضاحت کریں اور ذکورہم واناثہم کا مطلب تحریر کریں۔

(الف)

ترجمہ: بہر حال اولاد ام یعنی اخیافی بھائی بہن کے واسطے تین حالتیں ہیں، ایک اخیافی بھائی یا بہن کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملتا ہے، دو اخیافی بھائی بہن اور دو سے زیادہ اخیافی بھائی بہن کو ترکہ کی تہائی ملتی ہے، اخیافی بھائی اور اخیافی بہن تقسیم فرائض میں اور فرائض کا حقدار ہونے میں برابر ہیں۔

تین، میت کی اولاد یا میت کے بیٹے کی اولاد زندہ رہنے کی صورت میں اور میت کا باپ یا دادا زندہ رہنے کی صوورت میں اخیافی بھائی اور بہن بالاتفاق ساقط ہو جاتے ہیں۔

(ب)

اولاد ام کی تینوں حالت ۱۴۳۶ھ میں گزر چکا ہے، اب ذکورہم واناثہم کا مطلب باقی ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ذکور ہم واناثہم کا مطلب:

مطلب یہ ہے کہ ماں شریک بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو یہ سب (مذکرومؤنث کی تفریق کے بغیر) ترکہ کے تہائی حصہ میں برابر کے شریک ہوں گے، یعنی دوسرے شرکا کے مانند مؤنث اور مذکر میں فرق نہیں ہوگا، تہائی حصہ میں برابر ہوگا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فإن كانوا أكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث﴾

سوال ثانی

اَمَّا الْعَصَبَةُ بِنَفْسِهٖ فَكُلُّ ذَكَرٍ لَا تَدْخُلُ فِيْ نِسْبَتِهٖ اِلَى الْمَيِّتِ اُنْثٰى وَهُمْ اَرْبَعَةُ اَصْنَافٍ جُزْءُ الْمَيِّتِ وَاَصْلُهٗ، وَجُزْءُ اَبِيْهِ وَجُزْءُ جَدِّهِ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ يُرَجَّحُوْنَ بِقُرْبِ الدَّرَجَةِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) عصبہ بنفسہ کی تعریف اور اس کی چاروں قسموں کی وضاحت کریں اور الاقرب فالاقرب الخ کا مطلب تحریر کریں۔

(الف)

ترجمہ: بہر حال عصبہ بنفسہ تو وہ ہر وہ مذکر ہے، جس کے میت سے رشتہ جوڑنے میں کوئی مؤنث واسطہ نہ بنے اور عصبہ بنفسہ چار قسم کے ہوتے ہیں، میت کے فروع اور میت کی اصل اور میت کے باپ کی فروع اور میت کے دادا کی فروع قریب تر رشتہ دار پھر (اس سے) قریب تر یعنی عصبہ قریب تر درجہ سے ترجیح دی جاتی ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

عصبہ بنفسہ کی تعریف:

"کل ذکر لاتدخل فی نسبته الی المیت انثی" یعنی اس سے مراد ہر وہ مذکر ہے جس کے ساتھ میت کا رشتہ جوڑنے میں کسی مؤنث کا واسطہ نہ آتا ہو مثلا بیٹا پوتا وغیرہ۔

عصبہ بنفسہ کے اقسام کی وضاحت:

عصبہ بنفسہ کی بالترتیب چار قسمیں ہیں:

(۱) جزء میت: یعنی میت کی مذکر اولاد نیچے تک، جیسے بیٹا پوتا وغیرہ۔

(۲) اصل میت: یعنی میت کی مذکر اصل، جیسے باپ دادا وغیرہ۔

(۳) جزء ابیہ: یعنی میت کے باپ کی مذکر اولاد، جیسے بھائی بھتیجے وغیرہ نیچے تک۔

(۴) جزء جدہ: یعنی میت کے دادا کی مذکر اولاد، جیسے چچا چچازاد بھائی وغیرہ۔

الاقرب فالاقرب کا مطلب:

یعنی اگر عصبہ بنفسہ کی ایک ہی قسم کے متعدد افراد جمع ہو جائیں تو ان میں جو میت سے زیادہ قریب ہوگا وہ عصبہ ہوگا، اور دور والے ساقط ہو جائیں گے۔ مثلا: (۱) میت کا بیٹا اور پوتا دونوں ہوں تو بیٹا عصبہ ہوگا اور پوتا ساقط۔

(۲) باپ اور دادا میں باپ عصبہ ہوگا اور دادا ساقط اور دادا کی موجودگی میں پردادا ساقط ہوگا۔

(۳) بھائی اور بھتیجے میں بھائی عصبہ ہوگا اور بھتیجا ساقط۔

(۴) چچا اور چچا کے لڑکوں میں چچا عصبہ ہوگا، اور چچا کے لڑکے ساقط۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث

درج ذیل دونوں مسئلوں کی تصحیح کیجئے

(جواب)

درج ذیل دونوں مسئلوں کی تصحیح:

مسئلہ ۶/ ت ۳۰

میت		مضروب ۵
اب	ام	۵/ بنات
سدس	سدس	ثلثان
۱ / ۵	۱ / ۵	۴ / ۲۰

مسئلہ ۶/ ع ۷/ ت ۳۵

میت	مضروب ۵
زوج	۵/ اخت لاب وام
نصف	ثلثان
۳ / ۱۵	۴ / ۲۰

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۸ھ

سوال اول

یہ سوال ۱۴۳۰ھ میں گزر چکا ہے، آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال ثانی

وَالثَّانِی اِنِ انْکَسَرَ عَلٰی طَائِفَۃٍ وَاحِدَۃٍ وَلٰکِنْ بَیْنَ سِهَامِهِمْ وَرُؤُوْسِهِمْ مُوَافَقَۃٌ فَیُضْرَبُ وَفْقُ عَدَدِ رُؤُوْسِ مَنِ انْکَسَرَتْ عَلَیْهِمُ السِّهَامُ فِیْ اَصْلِ الْمَسْئَلَۃِ وَعَوْلِهَا اِنْ کَانَتْ عَائِلَۃً کَاَبَوَیْنِ وَعَشْرِ بَنَاتٍ اَوْزَوْجٍ وَاَبَوَیْنِ وَسِتِّ بَنَاتٍ۔

(جواب)

ترجمہ: اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اگر حصے کسی ایک فریق پر منکسر ہو لیکن اسی فریق کے حصے اور ان کے روؤس کے مابین نسبت توافق ہو تو جس فریق پر حصہ منکسر ہوا ور ان کے عدد روؤس کے وفق کو اصل مسئلہ میں اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو عول میں ضرب دیا جائے گا، جیسے والدین اور دس بیٹیاں ہیں، یا شوہر اور والدین اور چھ بیٹیاں ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

تصحیح کے مذکورہ قاعدہ کی وضاحت کرنے کے بعد ہر دو مثالوں کی تصحیح:

مسئلہ ۶/ت ۳۰

میت مضروب/۵

اب	ام	۱۰/بنات
سدس	سدس	ثلثان
۱	۱	۴
۵	۵	۲۰

وضاحت: اس نقشہ میں تم دیکھتے ہو کہ دس بیٹیوں کا حصہ چار ہے، اور یہ چار دس پر بلا کسر منقسم نہ ہوگا، اور اسی چار اور دس دونوں کو دو فنا کر دیتا ہے لہذا دونوں میں توافق بالنصف ہے اور دس کا وفق پانچ ہے، پس اسی پانچ کو چھ میں ضرب دینے کے بعد تیس ہوا پھر اسی پانچ سے حصوں کو بڑھایا گیا ہے۔

مسئلہ ۱۲/ع ۱۵/ت ۴۵

میت مضروب ۳

زوج	اب	ام	۶/بنات
ربع	سدس	سدس	ثلثان
۳	۲	۲	۸
۹	۶	۶	۲۴

وضاحت: اس صورت میں زوجہ کا حصہ ربع ہے اور والدین سے ہر ایک کا حصہ سدس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے،اور بنات کے حصے ثلثان ہیں،لہذا مسئلہ بارہ سے شروع ہوکر پندرہ کی طرف عول ہوا ہے،اور چھ بنات پر اس کا حصہ آٹھ منکسر ہے لہذا چھ کا وفق تین کو پندرہ میں ضرب دینے کے بعد ۴۵ ہوا،اور زوج کا ۹ اور والدین سے ہر ایک کا حصہ چھ اور بنات کا حصہ ۲۴ ہو گیا ہے۔

سوال ثالث

درج ذیل دونوں مسئلہ کی تصحیح کیجئے۔

جواب

درج ذیل دونوں مسئلہ کی تصحیح:

مسئلہ ۶/ت ۱۸

میت — مضروب ۳

۶/بنات	۳/جدات	۳/اعمام
ثلثان	سدس	عصبہ
۴	۱	۱
۱۲	۳	۳

مسئلہ ۱۲/ت ۱۴۴

میت — مضروب ۱۲

۴/زوجہ	۳/جدات	۱۲/اعمام
ربع	سدس	عصبہ
۳	۲	۷
۳۶	۲۴	۸۴

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۷ھ

یہ سوال کا جواب ۱۴۳۲ھ کی سوال ثانی میں گزر چکا ہے۔

سوال ثانی

العصبات النسبية ثلثة عصبة بنفسه وعصبة بغيره وعصبة مع غيره.

(الف) مطلق عصبہ کی تعریف کیجئے۔

(ب) عصبہ بنفسہ کی تعریف اور اس کے اصناف اربعہ بالترتیب تحریر کیجئے۔

(ج) عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ کی تعریف کر کے بتلائے کہ وہ کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

جواب (الف)

مطلق عصبہ کی تعریف:

عصبہ کے لغوی معنی:

عصبہ یہ عاصب کی جمع ہے مذکر مؤنث واحد وجمع سب کے لئے ہے اسم جنس کی طرح استعمال ہوتا ہے، عصبہ مرد کے پدری رشتہ کو کہتے ہیں، اس کا مصدر عصوبۃ ہے، بمعنی گھیرنا احاطہ کرنا یہ عصب القوم بالرجل سے ماخوذ ہے، یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب چند آدمی کسی کو اپنی حمایت میں لے لیں، اور اس کے گرد جمع ہو جائے۔

اصطلاحی تعریف

"العصبة كل من يأخذ ما ابقته اصحاب الفرائض وعند الانفراد يحرز من

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جــمیع الــمــال "یعنی میت کے وہ رشتہ دار جن کا حصہ شریعت میں متعین نہیں ہے، بلکہ اصحاب الفرائض کے اپنا حصہ لینے کے بعد جو مال بچتا ہے وہ ان کو ملتا ہے، اور اصحاب الفرائض کے نہ ہونے کی صورت میں وہ کل مال کے مستحق ہوتے ہیں۔

(ب)

عصبہ بنفسہ کی تعریف اور اس کے اصناف اربعہ:

اس جز کا مکمل جواب ۱۴۲۹ھ کی سوال ثانی کے تحت گزر چکا ہے۔

(ج)

عصبہ بغیرہ کی تعریف:

عصبہ بغیرہ چار قسم کی عورتیں ہیں، اور وہ عورتیں ہیں جن کا حصہ نصف اور دو تہائی ہیں وہ اپنے بھائیوں کے ذریعہ عصبہ ہو جاتی ہیں،

عصبہ مع غیرہ کی تعریف:

عصبہ مع غیرہ وہ عورت ہے جو دوسری کسی عورت سے عصبہ ہو جائے، جیسے بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے۔

عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ کتنے ہیں اور کن کن ہیں:

عصبہ بغیرہ چار ہیں۔(۱) بنت (۲) بنت الابن (۳) اخت لاب وام (۴) اخت لاب۔

عصبہ مع غیرہ دو ہے: (۱) اخت لاب وام (۲) اخت لاب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث

ایک عورت نے انتقال کیا، وارثوں میں شوہر ایک لڑکی تین پوتیاں اور چھ جدات ہیں، مسئلہ کی تصحیح کس طرح ہوگی، مثال سے واضح کیجئے۔

مسئلہ ۱۲/ع ۱۳/ت ۳۹

میت ــــــــــــ مضروب ۳

زوج	بنت	۳/بنت الابن	۶/جدات
ربع	نصف	سدس	سدس
۳	۶	۲	۲
۹	۱۸	۶	۶

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۶ھ

سوال اول

(الف) موانع ارث کی تفصیل کی ضمن میں قتل کی تمام اقسام اور ہر ایک کا حکم تحریر کیجئے؟

(ب) اور مندرجہ ذیل عبارت کی تشریح کیجئے؟

والدار انما تختلف باختلاف فی المنعۃ والملک لإنقطاع العصمۃ فیما بینھم.

جواب (الف)

قتل کی تمام اقسام اور ہر ایک کا حکم:

قتل کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) قتل عمد: اس قتل کو کہتے ہیں کہ جان بوجھ کر کسی کو دھار چیز سے مارنا یا ایسی چیز سے مارنا جو قتل کے لئے استعمال ہوتی ہو، جیسے بندوق، تلوار وغیرہ۔

(۲) قتل شبہ عمد: اس قتل کو کہتے ہیں جس میں قتل قصداً کسی معصوم الدم شخص کو ایسی چیز سے قتل کرے جس سے عموماً موت واقع نہ ہو، جیسے لاٹھی، کوڑا وغیرہ۔

(۳) قتل خطا: اس کی دو قسمیں ہیں (۱) خطا فی العمل: یعنی نشانہ کا چوک جانا کہ مارا تھا کسی شکار کو اور لگ گیا کسی انسان کو۔ (۲) خطا فی القصد: یعنی سمجھنے میں غلطی کرنا مثلاً کسی سفید پوش انسان کو خرگوش سمجھ کر قتل کر دینا۔

(۴) قتل شبہ خطا: جیسے کسی پہلو میں کوئی بچہ لیٹا ہوا ہے اس کا دب کر مر جانا کوئی کسی اونچی جگہ سے کسی کے بدن پر گرا اور وہ مر گیا۔

(۵) قتل بالسبب: مثلاً کسی غیر کی زمین میں کنواں کھودا یا کوئی پتھر رکھا اور کنواں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کھودنے والے یا پتھر رکھنے والے کا کوئی رشتہ دار ٹکرا کر مر گیا۔

پانچوں قسموں کا حکم:

پہلی چاروں قسموں میں قاتل مقتول کی وراثت سے محروم ہوتا ہے، اس لئے کہ ان میں قصاص یا کفارہ واجب ہوتا ہے البتہ پانچویں قسم کہ قتل بالسبب سے وارث وراثت سے محروم نہیں ہوتا، اور آخری چاروں قسموں میں دیۃ واجب ہوتا ہے۔

(ب)

والدار انما تختلف الخ۔ کی تشریح:

جب دو ملکوں کا بادشاہ اور فوج الگ الگ ہو تو ان دونوں کفرستان کو الگ الگ دار قرار دیا جائے گا کیوں کہ اس صورت میں ایک کفرستان کی فوج دوسرے کفرستان کے کفار وفوج کا محافظ ہونے کی وجہ سے ایک سے دوسرے کی محافظت اٹھ جائے گی۔ اور اختلاف دار ہونا اسی محافظت اٹھ جانے پر دال ہے۔

سوال ثانی

الحجب علیٰ نوعین.........وحجب حرمان۔

(الف) حجب کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کیجیے۔

(ب) عبارت میں مذکورہ پانچ افراد کو کس صورت میں حجب نقصان کا سامنا ہوتا ہے؟

(ج) بارہ اصحاب الفروض میں سے کس کو کس کی وجہ سے حجب حرمان کا سامنا ہوتا ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب (الف)

جحب کے لغوی معنی:

روکنا اسی سے حاجب بمعنی دربان اور حجاب بمعنی پردہ آتا ہے۔

حجب کی اصطلاحی معنی:

کسی وارث کا دوسرے وارث کی وجہ سے کل یا بعض سہام سے محروم ہونا۔

نوٹ: حجب کی دو قسمیں ہیں: (۱) حجب حرمان، (۲) حجب نقصان،

حجب نقصان کی تعریف:

ھو حجب عن سھم الی سھم وذلک لخمسة نفر للزوجین والام وبنت الابن والاخت لاب:

مطلب:

کسی وارث کا دوسرے وارث کی وجہ سے زیادہ حصہ پانے کی وجہ کم حصہ پانا اور حجب نقصان کے ورثا یعنی جن کا حصہ دوسرے کی وجہ سے کم ہوجاتا ہے، وہ پانچ قسم پر ہے شوہر، بیوی، ماں، پوتی، علاتی بہن۔

(ب)

مذکورہ پانچ افراد کو جس صورت میں حجب نقصان کا سامنا ہوتا ہے:

وہ یہ ہیں:

(۱) شوہر کو بیوی کی اولاد کی موجودگی میں نصف کے بجائے ربع ملتا ہے۔

(۲) بیوی کو شوہر کی اولاد کی موجودگی میں ربع کے بجائے ثمن ملتا ہے۔

(۳) ماں کو میت کے اولاد یا متعدد بھائی بہنوں کی موجودگی میں ثلث کے بجائے سدس ملتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴)پوتی کومیت کے ایک صلبی لڑکی کی موجودگی میں نصف کے بجائے سدس ملتا ہے۔

(۵)علاتی بہن کو ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں نصف کے بجائے سدس ملتا ہے۔

(ج)

بارہ اصحاب الفروض میں سے کس کو کس کی وجہ سے حجب حرمان کا سامنا ہوتا ہے۔

جواب:

(ا)دادا:باپ کے ذریعہ ساقط ہوجاتا ہے۔

(۲)اخیافی بھائی اور بہن:میت کی اولاد یا میت کے بیٹے کی اولاد یا باپ اور دادا کے ذریعہ ساقط ہوجاتا ہے۔

(۳)پوتیاں:میت کے بیٹے کے ذریعہ تمام پوتیاں ساقط ہوتی ہیں۔

(۴)حقیقی بہن:میت کا بیٹا اور بیٹا کا بیٹا اگرچہ (رشتہ میں) نیچے ہو،اور باپ دادا کے ذریعہ ساقط ہوجاتی ہیں۔

(۵)علاتی بہن:حقیقی بھائی اور بہن سے بھی جب وہ عصبہ ہو اور میت کا بیٹا اگرچہ رشتہ میں نیچے ہو،اور بالاتفاق میت کے باپ کے ذریعہ ساقط ہوجاتے ہیں،اور امام اعظم ؒ کے نزدیک میت کے دادا کے ذریعہ بھی ساقط ہوجاتے ہیں۔

(٦)جدۃ:ماں کے ذریعہ کل جدات ساقط ہوجاتی ہیں،اور باپ کی طرف سے دادیاں باپ کی وجہ سے ساقط ہوجاتی ہیں،اور باپ کی ماں اور نانی وغیرہ کے علاوہ دیگر دادیاں دادا کی وجہ سے ساقط ہوجاتی ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثالث

ایک شخص نے انتقال کیا، وارثوں میں بیوی، ماں، لڑکی، پوتی اور تین عینی بہنیں ہیں، آپ مسئلہ کی اس طرح تصحیح کیجئے کہ ہر وارث کو اس کے سہام پورے عدد کی شکل میں ملیں۔

مثال:

مسئلہ ۲۴/ت ۷۲

میت — مضروب ۳

زوجہ	ام	بنت	بنت الابن	۳/اخت لاب و ام
ثمن	سدس	نصف	سدس	عصبہ مع الغیر
۳	۴	۱۲	۴	۱
۹	۱۲	۳۶	۱۲	۳

سولات وجوابات

۱۴۲۵ھ

سوال اول

(الف) عصبہ کی تعریف کرنے کے بعد اس کے اقسام ثلثہ کی تعریف اور تفصیل کریں۔

(ب) نیز ومن لافرض لهامن الاناث واخوها عصبة لاتصير عصبة باخيها كالعم والعمة، المال كله للعم دون العمة.

کی اطمنان بخش وضاحت کیجئے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف)

عصبہ کی بیان ۱۴۲۷ھ میں گزر چکا ہے، آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب)

من لافرض لہا من الاناث.........کی وضاحت:

جو عورتیں اصحاب فرائض میں سے نہیں ہیں اوران کے بھائی عصبہ ہیں، وہ اپنے بھائیوں کی وجہ سے ''عصبہ بالغیر'' نہیں بنتیں جیسے چچا اور پھوپی: بھائی بہن ہیں مگر پھوپی چوں کہ اصحاب فرائض میں سے نہیں ہے، اس لئے پورا مال چچا کو ملے گا، پھوپی کو کچھ نہیں ملے گا، اسی طرح چچا کی لڑکی چچا کے لڑکے کے ساتھ یعنی بھتیجے کے ساتھ ''عصبہ بالغیر'' نہیں ہوگی؛ اس لیے کہ یہ عورتیں اصحاب فرائض میں سے نہیں ہیں۔

سوال ثانی

یہ سوال مع مکمل جواب ۱۴۲۷ھ کی سوال ثانی میں گزر چکا ہے۔

سوال ثالث

حامد نے انتقال کیا، وارثوں میں بیوی، چار لڑکیاں، ماں اور تین عینی بہنیں ہیں، آپ مسئلہ کی تصحیح اس طرح کریں کہ ہر فریق کے مجموعی سہام اس کے افراد پر بلا کسر تقسیم ہو جائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مثال:

مسئلہ ۲۴/ت/۱۴۴

میت				مضروب ٦
زوجہ	ام	۴/بنت		۳/اخت لأب وام
ثمن	سدس	ثلثان		عصبہ مع الغیر
۳	۴	۱٦		۱
۱۸	۲۴	۹٦		٦

سوالات وجوابات

۱۴۲۴ھ

سوال اول

(الف)

موانع ارث کی تفصیل:

یہ جزء ۱۴۳۲ھ کی سوال اول میں گزر چکا ہیں۔

(ب)

والدار انما تختلف باختلاف المنعۃ والملک لانقطاع العصمۃ فیما بینھم: کا مطلب تحریر کیجئے۔

یہ جزء ۱۴۲٦ھ کی سوال اول کے تحت گزر چکا ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال ثانی

(الف) جد صحیح، جد فاسد، جدۂ صحیحہ، اور جدہ فاسدہ میں سے ہر ایک کی تعریف مع مثال تحریر کیجئے اور ان میں سے کون ذوی الارحام میں سے ہیں اور کون ذوی الفروض میں سے ہیں متعین کریں۔

(ب) پھر جو ذوی الفروض میں سے ہوں ان میں سے کسی ایک کے احوال تحریر کریں۔

(الف)

جد صحیحہ کی تعریف:

وہ مذکر اصل بعید ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں مؤنث کا واسطہ نہ آئے ﴿وهو الذی لاتدخل فی نسبته الی المیت ام﴾ جیسے: دادا پردادا۔

جد فاسد کی تعریف:

وہ مذکر اصل بعید ہے، جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں مؤنث کا واسطہ ہو ﴿وهو الذی تدخل فی نسبته الی المیت ام﴾ جیسے: نانا۔

جدۂ صحیحہ کی تعریف:

وہ مؤنث اصل بعید ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں جد فاسد کا واسطہ نہ آئے ﴿وهی التی لایدخل فی نسبتها الی المیت جد فاسد﴾ جیسے: دادی، نانی، پردادی۔

جدۂ فاسدہ کی تعریف: وہ مؤنث اصل بعید ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں جد فاسد کا واسطہ ہو ﴿وهی التی یدخل فی نسبتها الی المیت جد فاسد﴾ جیسے: نانی کی ماں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ذوی الارحام اور ذوی الفروض کی تعیین:

ان میں سے جد صحیحہ اور جدۃ صحیحہ ذوی الفروض میں سے ہیں۔

اور جد فاسد اور جدۃ فاسدہ ذوی الارحام میں سے ہیں۔

(ب)

جد صحیح کے احوال:

جد صحیح کے چار احوال ہیں:

(۱) اگر میت کے دادا کے ساتھ اس کا باپ بھی موجود ہو تو دادا ساقط ہوگا اس لیے کہ باپ کا رشتہ میت سے قریب ہے اور وراثت کا قاعدہ یہ ہے کہ اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد ساقط ہوتا ہے، اسی طرح دادا کی وجہ سے پردادا محروم ہوگا۔

(۲) اگر باپ نہ ہونے کی صورت میں دادا کے ساتھ میت کی مذکر اولا ہو تو دادا کو سدس ملے گا۔

(۳) اگر دادا کے ساتھ باپ کے بجائے میت کی صرف مؤنث اولاد ہو تو دادا سدس پانے کے ساتھ عصبہ بھی ہوگا۔

(۴) اگر دادا کے ساتھ میت کی کوئی اولاد نہ ہو تو دادا عصبۂ محض ہوگا، تنہا ہونے کی صورت میں سارا ترکہ اور دوسرے اصحاب فرائض کے ساتھ ہونے کی صورت میں ان کو دینے کے بعد بچا ہوا ترکہ پائے گا۔

سوال ثالث

مندرجہ ذیل مسئلہ میں وارثوں کے نیچے ان کے فروض مقدرہ مثلاً نصف سدس ثلث وغیرہ کی شکل میں تحریر کر کے مسئلہ کی تصحیح کریں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسئلہ کی تصحیح:

مسئلہ ۱۲/ ۱۵ع

میت

زوج	بنت	بنت الابن	أم	أب
ربع	نصف	سدس	سدس	سدس مع التعصیب
۳	۶	۲	۲	۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۳ھ

سوال اول

(الف) عینی بہنوں کے احوال لکھیں اور ہر حالت کی مثال بھی مسئلہ بنا کر دیجئے؟

(ب) نیز بتایئے کہ اگر میت کا ایک بیٹا اور ایک حقیقی بہن ہو تو بہن کو کتنا ملے گا؟

جواب (الف)

یہ سوال مع مکمل ۱۴۳۵ھ کی سوال اول میں گزر چکا ہیں، آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب)

اگر میت کا ایک بیٹا اور ایک حقیقی بہن ہو تو حقیقی بہن ساقط ہو جاتے ہیں۔

سوال ثانی

مَنْ مَلَکَ ذَارَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ وَيَكُوْنُ وَلَاءُهُ لَهُ بِقَدْرِ الْمِلْكِ كَثَلٰثِ بَنَاتٍ لِلْكُبْرٰى ثَلٰثُوْنَ دِيْنَارًا وَلِلصُّغْرٰى عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا فَاشْتَرَتَا أَبَاهُمَا بِالْخَمْسِيْنَ ثُمَّ مَاتَ الْأَبُ وَتَرَكَ شَيْئًا فَالثُّلُثَانِ بَيْنَهُنَّ أَثْلَاثًا بِالْفَرْضِ وَالْبَاقِيْ بَيْنَ مُشْتَرِيَتَيِ الْأَبِ أَخْمَاسًا بِالْوَلَاءِ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور بیان کردہ قاعدہ کی وضاحت کیجئے؟

(ب) اور مذکورہ صورت مسئلہ کی تخریج کر کے بتایئے کہ مسئلہ کی تصحیح کتنے سے ہوگی اور کس لڑکی کو کتنا ملے گا اور کیوں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب (الف)

ترجمہ: اور جو شخص اپنے ذوی الارحام سے کسی کا مالک ہو جاوے وہ اس پر آزاد ہو جاوے گا، اور یہی مالک بقدر ملک اس آزاد شدہ کے ولاء کا حقدار ہوگا، مثلاً کسی کی تین بیٹیاں ہوں اور بڑی بیٹی کے پاس تیس دینار اور چھوٹی بیٹی کے پاس بیس دینار ہوں اور یہ پچاس دیناروں سے اپنے غلام باپ کو خرید ے، پھر اس باپ کا انتقال ہو جائے اور کچھ ترکہ چھوڑ جائے تو اس ترکہ کی دو تہائی تین حصے ہو کے ہر ایک بنت پر اعتبار اصحاب فرائض ہونے کے برابر تقسیم ہوگا، اور باقی ایک تہائی باپ کو خریدنے والی دونوں بیٹیوں کے مابین پانچ حصے ہو کے باعتبار ولاء تقسیم ہوگی۔

قاعدہ:

آزاد کرنے والا آزاد شدہ غلام کے ولاء کا حقدار ہے، خواہ معتق بالکسر اس غلام کو با اختیار آزاد کرے یا بلا اختیار اس پر آزاد ہو جاوے چنانچہ انسان اپنے ذوی الارحام سے کسی کا مالک ہو جانے کی صورت میں وہ آزاد ہو جاتا ہے، اور آزاد شدہ کے عصبۂ نسبیہ ہونے کی صورت میں یہ مالک اسی آزاد شدہ کے عصبۂ سببیہ بن کے اس کے ولاء کا حقدار ہو جاتا ہے، اور مالک اپنے ذوی رحم محرم کے اگر نصف کا مالک ہو جاوے تو نصف ولاء کا اور اگر ثلث کا مالک ہو جاوے تو ثلث ولاء کا حقدار ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)

مذکورہ صورت مسئلہ کی مثال:

مسئلہ ۴۵/۳

میت		زید
بنت کبری	بنت	بنت صغری
۲/۱۰	۲/۱۰	۲/۱۰
۹/۱۹		۶/۱۶

مذکور مسئلہ کی وضاحت:

جس غلام کی تین بیٹیاں ہوں اسکی بڑی بیٹی ۳۰ دینار اور چھوٹی بیٹی ۲۰ دینار دیکے اگراس کوخریدے تو یہ غلام باپ آزاد ہو جائے گا، اوراس کے مرجانے کے بعد اولا اس کے ترکہ کے ثلثین کے تین حصے اس کے تین بیٹیوں پر برابر سرابر تقسیم ہوجائیں گے، پھر ثلث باقی بحیثیت عصبہ سببیہ بڑی اور چھوٹی پر منقسم ہوگا، بایں طور کہ اس ثلث کے تین خمس بڑی بیٹی کو اور دو خمس چھوٹی بیٹی کو دیا جائے گا۔

سوال ثالث

میت			
زوج	ام	جد	اخت لاب وام یااخت لاب

بتایئے کہ اس مسئلہ کا نام کیا ہے؟ اور کیوں؟

(ب) حضرت زید بن ثابتؓ کے نزدیک مسئلہ کی تخریج اور تصحیح کیسے ہوگی؟ تصحیح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرکے بتایئے؟

(ج) اگر مسئلہ بالا میں دو بہنیں ہوں یا ایک بھائی ہو تو کیا اس صورت میں مسئلہ اکدریہ ہوگا؟ اور اس کی تصحیح کیسے ہوگی تصحیح کیجئے؟

(الف)

اس مسئلہ کا نام:

اس مسئلہ کا نام مسئلہ اکدریہ ہیں، اور مسئلہ اکدریہ ہونے کی وجہ اور اس کی وضاحت ۱۴۳۸ھ کی سوال ثالث کے (د) میں گزر چکا ہیں۔

(ج)

حضرت زید بن ثابتؓ کے نزدیک مسئلہ کی تخریج:

مسئلہ ۶ / ع ۹ × ۳ = ۲۷

میت

زوج	ام	جد	اخت (حقیقی یا علاتی)
نصف	ثلث	سدس	نصف
$\frac{۳}{۹}$	$\frac{۲}{۶}$	$\frac{۱}{۸}$	$\frac{۳}{۴}$

(د)

اگر مسئلہ بالا میں دو بہن ہوں یا ایک بھائی ہو تو کیا اس صورت میں مسئلہ اکدریہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوگا؟ تصحیح کیجئے:

اگر ایک بہن کے بجائے ایک اخ ہو یا دو بہن ہوں تو مسئلہ میں نہ تو عول ہوگا اور نہ مسئلہ اکدریہ ہوگا، کیوں کہ اخ ہونے کی صورت میں جد کے لئے سدس بہتر ہوگا، پس چھ سے مسئلہ بنے گا۔

مثال:

مسئلہ ۶

میت

زوج	ام	جد	اخ
نصف	ثلث	سدس	عصبہ
۳	۲	۱	محروم

دو بہن کی مثال:

مسئلہ ۶×۲=۱۲

میت

زوج	ام	جد	۲/اخت
نصف	سدس	سدس	عصبہ
۳/۶	۱/۲	۱/۲	۱/۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات وجوابات

۱۴۲۲ھ

سوال اول

(الف) جد صحیح، جد فاسد، جدۃ صحیحہ اور جدۃ فاسدہ میں سے ہرایک کی تعریف تحریر کریں۔

(ب) نیز باپ کی احوال۔

یہ سوال مع مکمل جواب ۱۴۲۴ھ کی سوال ثانی میں گزر چکا ہے۔

سوال ثانی

عصبہ کی بیان:

یہ سوال مع مکمل جواب ۱۴۲۵ھ کی سوال اول میں گزر چکا ہے۔

سوال ثالث

ایک شخص نے انتقال کیا وارثوں میں تین جدات صحیحہ، تین اخیافی بھائی اور چھ عینی بہیں ہیں، اسکی تصحیح کیجئے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مثال:

مسئلہ۶/ع۷/ت۲۱

میت		مضروب۳
۳/جدات	۳/اخیافی بھائی	۶/عینی بہن
سدس	ثلث	ثلثان
۱/۳	۲/۶	۴/۱۲

تمت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551